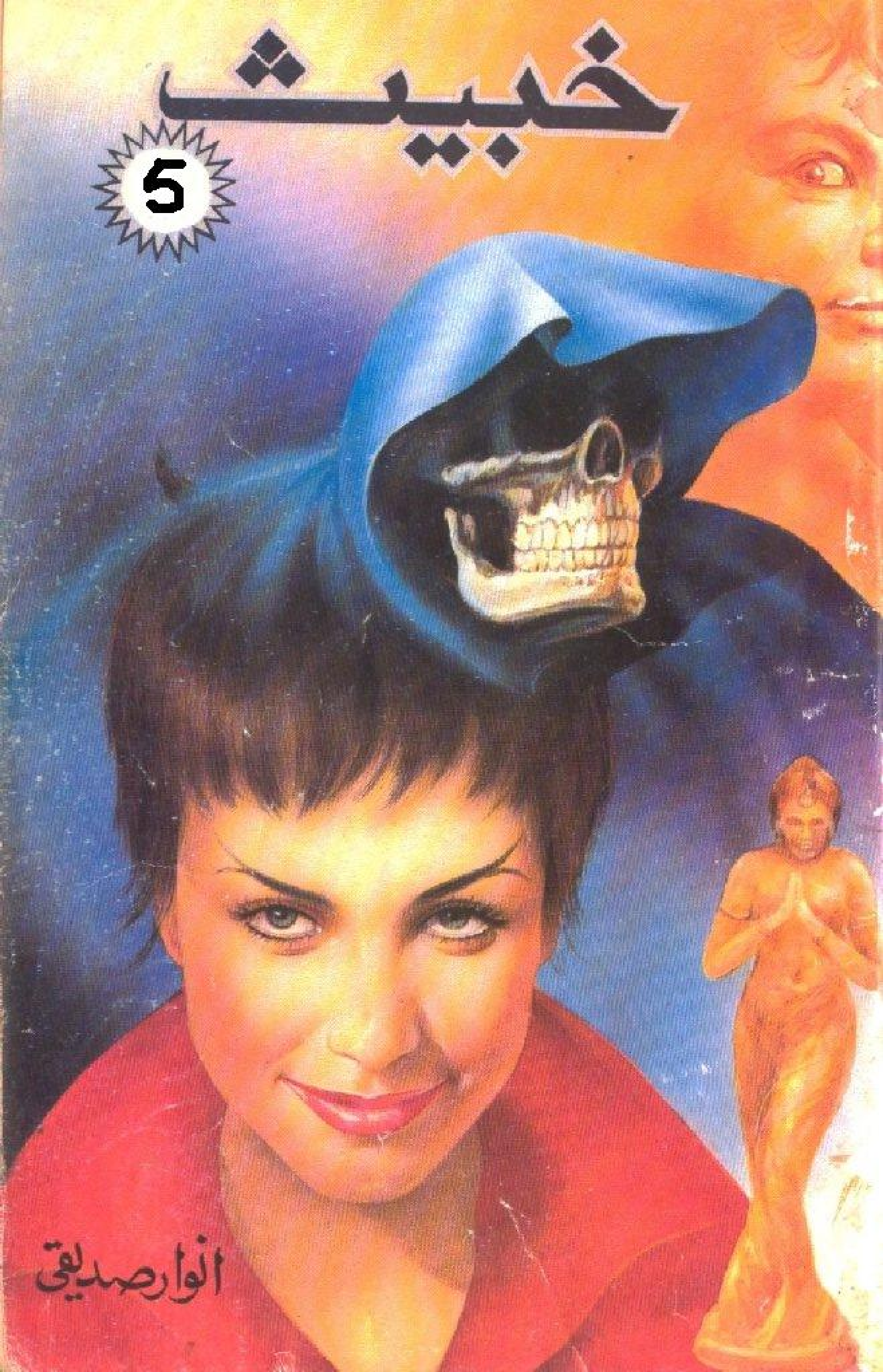
خبیث
5
انوار صدیقی

aazzamm@yahoo.com

ایک پراسرار مورتی کے حصول کی خاطر ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

2680
Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL

خبیث

5

انوار صدیقی

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور ۲

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com

Scanned
By
Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

ناشر : محمد علی قریشی
باہتمام : عبدالحفیظ قریشی
مطبع : نیئر اسد پرنٹرز لاہور
بار اول : 1997ء
سرورق : ذاکر
تعداد : ایک ہزار
قیمت : -/40 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"اگر تم مجھے اس کا نام نہیں بتانا چاہتے تو نہ سہی۔" ماہ رخ نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن ایک بات طے ہے کہ تمہیں اپنی بیوی کے بعد ماہ رخ کو دوسروں پر فوقیت دینی ہوگی ورنہ جو عورت اپنے سو کالڈ (SO CALLED) شوہر پر تمہاری خاطر پستول اٹھا سکتی ہے وہ کسی عورت کے لیے ناگن سے بھی زیادہ زہرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"کیا فون کرنے والی نے اپنا نام بتایا تھا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نہیں۔ وہ خاصی محتاط معلوم ہوتی ہے۔" ماہ رخ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر فضل داد کی لاش کی جانب دیکھ کر بولی۔ "کیا تم اندازہ کر سکو گے کہ یہ خطرناک بچھو سلیمان شاہ کے لیے کتنا قیمتی تھا۔"

"فون پر تمہاری اور اس کی کیا بات ہوئی تھی؟"

"میرا خیال ہے کہ تم شاید واقعی اس سے ناواقف ہو۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات طے ہے کہ وہ تمہاری پرکشش شخصیت سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ ورنہ وہ تمہارے بارے میں مجھے فون بھی نہ کرتی۔"

"مجھے جھوٹ کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں بہرحال اس نامعلوم عورت کا احسان مند ضرور ہوں جس نے کسی وجہ سے بھی میری جان بچانے کی کوشش کی۔"

"ذہن پر زور ڈالو۔" ماہ رخ مسکرا کر بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ اس رس بھری کا نقش تمہارے ذہن کے کینوس پر ابھر آئے۔ سوچو مائی ڈیئر کیا تمہیں یاد ہے کہ کوئی حسین عورت تمہارے قریب آنا چاہتی ہو لیکن تم نے اسے دھتکار دیا ہو۔"

"نہیں۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔ "میں تمہارے علاوہ اور کسی عورت سے بالکل ناواقف ہوں۔"

"وہ تو زبردستی کا سودا تھا۔" وہ بے نیازی سے بولی۔ "لیکن میرا خیال ہے اب مجھے تمہیں اغوا کرانے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔"

"میں تمہارا ابھی احسان مند ہوں کہ تم نے میری جان بچائی۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"صرف احسان مند۔" اس کی آنکھوں میں ساغر ٹکرانے لگے۔ "کیا تم اس کا کوئی معاوضہ نہ دو گے؟"

"سلیمان شاہ اندر موجود ہے۔" میں نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری باتیں سن رہا ہو۔"

"نہیں۔" ماہ رخ نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "اب

aazzamm@yahoo.com

تک وہ پچھلے دروازے سے نکل کر جا چکا ہو گا۔"
"لیکن یہ وقت ــــ"

"ون منٹ" وہ چونک کر بولی۔ "میں نے صرف اور صرف ایک فوٹوسیٹ تیار کیا تھا لیکن دوسرا سیٹ تم تک بھی پہنچ گیا اور اب سلیمان شاہ؟ میرا خیال ہے کہ کوئی ہمارے راستے میں خلیج پیدا کرنے کا خواہش مند ہے۔"

"کون ہو سکتا ہے۔" میں نے بظاہر انجان بننے کی کوشش کی ورنہ خود کالا نے مجھے اس بات کی دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے بھوش کا خیال وقتی طور پر دل سے نہ نکالا تو تصویروں کا ایک سیٹ سلیمان شاہ کے پاس بھی پہنچ سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کالا کی ہی ماورائی قوت نے مجھے سلیمان شاہ کے غصے کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہو گی اور بعد میں اسی نے کسی خاص مصلحت کی بنا پر ماہ رخ کو فون کر دیا۔

"میرے ذہن میں ایک دو نام ایسے ہیں جو میری خواب گاہ تک جب چاہیں رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے بے بسی کا اظہار کیا۔ "ہو سکتا ہے وہ تمہارے رقیب بن گئے ہوں۔ کبھی کبھی اتنی زیادہ پی جاتی ہوں کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے کسی نے میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر فوٹوسیٹ کے نگیٹو چرا لیے ہوں اور اس کی کئی کاپیاں تیار کروا کر اپنے پاس محفوظ کر لی ہوں اور دوسری بار بھی میری مدہوشی سے فائدہ اٹھا کر نگیٹو واپس میرے لاکر میں رکھ دیا ہو۔"

"میں تمہارے خیال سے متفق نہیں ہوں۔"
"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں اگر اسے مجھے راستے سے ہٹانا ہی منظور تھا تو پھر اسے کسی عورت سے تمہیں فون کرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اس لیے کہ تمہارے مرنے کے بعد اس فوٹوسیٹ کی اہمیت بھی ختم ہو جاتی۔" ماہ رخ ہونٹ چباتے ہوئے بولی پھر اس طرح اپنے خیال میں مستغرق ہو گئی جیسے کسی خاص شخصیت کو اپنے ذہن میں پن پوائنٹ (PIN POINT) کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میرے پاس وقت کم تھا کریم کو کسی وقت بھی ہوش آ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے ان دو افراد کا رد عمل بھی دیکھنا تھا جو مجھے اغوا کر کے لائے تھے اور اب ماہ رخ کی ہدایت پر وہی مجھے باعزت طور پر واپس چھوڑنے پر آمادہ کر دیے گئے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ سلیمان شاہ وقتی طور پر خون کا گھونٹ پی کر ماہ رخ کی وجہ سے ٹل گیا ہو لیکن اس نے میرے لیے اپنے آدمیوں کو کوئی دوسرے احکامات جاری کر دیے ہوں۔

"میں چاہتا ہوں کہ کریم کے ہوش میں آنے سے قبل شہری حدود میں داخل ہو جاؤں۔" میں نے ماہ رخ کو مخاطب کیا۔ "میرا خیال ہے کہ اسے صورت حال سے آگاہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔" ماہ رخ نے خلاف توقع مجھے واپسی کی اجازت دے دی۔ "میں پھر کسی وقت تم سے فون پر گفتگو کروں گی۔"

میں باہر نکل کر اپنی کار تک پہنچ گیا۔ کریم ابھی تک اگلی سیٹ پر پشت ٹکائے بے ہوشی کے عالم میں خراٹے بھر رہا تھا۔ جو افراد مجھے اغوا کر کے لائے تھے وہ میری گاڑی کے قریب ہی موجود تھے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے قریب پہنچ کر اگنیشن کی سمت دیکھا چابی وہاں موجود نہیں تھی۔

"چابی کہاں ہے۔" میں نے اس شخص کو مخاطب کیا جو ڈرائیونگ کر کے مجھے ساحلی علاقے تک لایا تھا جواب میں اس نے ایک لمحے کی خاطر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا پھر جیب سے چابی نکال کر میرے حوالے کر دی۔

"میڈم نے حکم دیا ہے کہ ہم آپ کو اسی جگہ چھوڑ آئیں جہاں سے ــــ"

"نہیں۔" میں نے دوسرے شخص کی بات کاٹتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا پھر دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"ہم میڈم کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔" دوسرے شخص نے دبی زبان میں کہا۔

"تم شاید فضل داد کے انجام سے بے خبر ہو۔" میں نے سرد انداز میں اسے گھورا۔
"تو کیا فضل ــــ"

"اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے اس کا جملہ مکمل کیا پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے تیزی سے اسے گھمایا پھر واپسی کے راستے پر ہو لیا۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر رکی کا خیال ابھرا جو حسنہ کے بیان کے مطابق میرے دفتر سے بہ مشکل پانچ فرلانگ کے فاصلے پر واقع عمارت کی تیسری منزل پر لیڈی فرگوسن کے بیوٹی پارلر میں روپوش تھا۔ حسنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ لیڈی فرگوسن کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ رکی کسی ایک عورت کا ہو کر رہ جائے اس طرح اس کی بچی آمدنی متاثر ہو سکتی تھی۔ چنانچہ عین ممکن تھا کہ میلبا کے قتل میں بھی لیڈی فرگوسن کا ہاتھ ہو۔ وہ خود بھی رکی کی دیوانی تھی ورنہ رکی کو اپنے بیوٹی پارلر میں پناہ دینے کی حماقت بھی نہ کرتی۔

میں دفتر سے اٹھ کر سیدھا فرگوسن کے بیوٹی پارلر جانا چاہتا تھا لیکن پیش آنے والے حالات نے میرا پروگرام ملتوی کرا دیا تھا۔ میں اس عورت کے بارے میں بھی ذہنی جمناسٹک کر رہا تھا جس نے ماہ رخ کو میرے اغوا کی خبر دی تھی اگر وہ کالا کی تھی تو

شاید حسنہ بھی اس کی نظر میں آ گئی ہو گی۔ بہرحال ایک بات طے تھی کہ اگر ماہ رخ نے سلیمان شاہ کی ہٹ تک پہنچنے میں ایک منٹ کی بھی دیر لگائی ہوتی تو شاید فضل داد کی گولیاں میرے جسم کو چھلنی کر چکی ہوتیں۔

ماہ رخ اور سلیمان شاہ کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ بھی میرے لیے ناقابل یقین تھا لیکن میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ سلیمان شاہ ماہ رخ کے آنے کے بعد بھیگی بلی بن گیا تھا۔ میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت شام کے سات بج رہے تھے مجھے یقین نہیں تھا کہ لیڈی فرگوسن کا بیوٹی پارلر اس وقت بھی کھلا ہو گا چنانچہ میں نے ادھر جانے کا ارادہ وقتی طور پر ملتوی کر دیا۔ کریم کی بے ہوشی کی وجہ سے میں یوں ہی بے معنی چکر لگاتا رہا پھر کوئی ایک گھنٹے بعد ہی وہ آہستہ سے کراہا تھا۔

"کریم۔" میں نے اسے آواز دی۔

"جی۔" وہ ہڑبڑا کر اس طرح اٹھا جیسے گہری نیند سے بیدار ہو گیا ہو پھر مجھے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا دیکھ کر اسے حیرت ہی ہوئی تھی۔

"شاید میری آنکھ لگ گئی تھی۔" اس نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"لیکن آج ہو گیا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ذہن پر زور دو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنی گہری نیند کے بارے میں کوئی خاص اور اہم بات یاد آ جائے۔"

کریم نے مجھے غور سے دیکھا کچھ دیر سوچتا رہا پھر ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"غلطی میری ہی تھی۔ مجھے نیاز کا وہ لڈو نہیں کھانا چاہیے تھا۔"

"نیاز کا لڈو۔ میں سمجھا نہیں۔"

"میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا مگر چپراسی کی یونیفارم دیکھ کر دھوکا کھا گیا۔" کریم نے کہا۔ "اس نے میرے علاوہ دوسرے کئی ڈرائیوروں کو لڈو دیے تھے یہی کہا تھا کہ اسے پہلی تنخواہ ملی تھی چنانچہ وہ اس خوشی میں نیاز کے لڈو تقسیم کر رہا تھا۔"

"لیکن تمہیں جو لڈو کھلایا گیا وہ ذرا اسپیشل قسم کا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم دو گھنٹے کے بعد ہوش میں آئے ہو۔"

"میں اس کو ہزاروں میں بھی پہچان سکتا ہوں۔" وہ تیزی سے بولا۔ "میں اسے آسانی سے نہیں بخشوں گا۔"

"بلاوجہ ذہن پر بوجھ مت دو۔" میں نے اس بار سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم اسے دوبارہ آسانی سے تلاش نہیں کر پاؤ گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ لڈو تقسیم کرتے وقت وہ میک اپ میں رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے لیکن ــــ"

"بھول جاؤ۔" میں نے کہا۔ "صرف اس بات کا خیال رکھنا کہ اس کی اطلاع کسی اور کو نہ ہو سکے ورنہ بلاوجہ کی سبکی ہو گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر مگر انہوں نے مجھے بے ہوش کیوں کیا تھا۔"

"میں اس کا سبب جان چکا ہوں، وقت آنے پر بتاؤں گا۔" میں نے گاڑی کو ایک طرف کر کے روکا۔ "کیا تم اب اس قابل ہو کہ گاڑی ڈرائیو کر سکو۔"

"جی ہاں۔" وہ میرا مطلب سمجھ کر تیزی سے دروازہ کھول کر اترا پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور میں پچھلی نشست پر آ گیا۔ کچھ دیر تک میں حالات پر غور کرتا رہا پھر میں نے کچھ سوچ کر کریم سے ندیم کے کیسینو چلنے کو کہا۔ کریم نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر اگلے موڑ سے گاڑی کو بائیں جانب موڑ دیا۔ اب وہ پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اب بھی اسی چپراسی میں الجھا ہوا تھا جس نے اسے خواب آور لڈو کھلا کر وقتی طور پر قطعی بے ضرر بنا دیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد میں ندیم کے پرائیویٹ دفتر میں بیٹھا اسے اپنے اغوا کی تفصیل سنا رہا تھا لیکن میں جان بوجھ کر حسنہ اور رکی کے بارے میں تمام باتیں گول کر گیا تھا۔

"تم خوش قسمت ہو جو سلیمان شاہ کے ہاتھوں خرچ ہونے سے بچ گئے ورنہ وہ کسی آکٹوپس ہی کی طرح اپنے شکار کو بے بس کر کے مارنے کا عادی ہے۔" ندیم نے میری گفتگو ختم ہونے کے بعد کہا۔ "تم سے پہلے ماہ رخ مجھے تمام کہانی سنا چکی ہے، ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس کا فون آیا تھا۔"

"اس کا خیال ہے کہ اس اغوا میں میرا کوئی رقیب ملوث ہو گا۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔" ندیم مسکرایا۔ "بہرحال ایک بات طے ہے کہ ماہ رخ تم پر بری طرح مرمٹی ہے۔"

"ایک کپ کافی۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اس وقت مجھے اس کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"کس کی کافی کی یا ماہ رخ کی؟" ندیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"میں صرف ایک بات سے الجھ رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ عورت کون ہو سکتی ہے جس نے ماہ رخ کو میرے بارے میں فون کیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی تمہاری کالا رانی کا مبارک ہاتھ ملوث ہو۔"

"جس وقت مجھے اغوا کیا جا رہا تھا۔ تمہارے آدمی کہاں تھے؟" میں نے ندیم کی بات کو اڑاتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

انھوں نے مجھے بچانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی یا تم نے اب میرا حفاظتی پروگرام ختم کر دیا ہے۔"

"اگر تمھیں سلیمان شاہ کے آدمیوں کے بجائے کسی اور نے اغوا کیا ہوتا تو شاید وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوتے۔"

"کیا مطلب۔"

"جن دو آدمیوں نے تمھیں اغوا کیا تھا وہ سلیمان شاہ کے خاص آدمی تھے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ شاید ماہ رخ نے دوبارہ تمھیں اپنی نجی مصروفیت کے لیے۔"

"اور اگر بقول تمہارے میں خرچ ہو گیا ہوتا تو کیا ہوتا؟؟" میں نے جلا کر پوچھا۔

"نہیں۔" ندیم نے بڑے نفوس لہجے میں جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ تمھیں ماہ رخ نے پھر پریشان کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ میرے آدمیوں نے مجھے تمہاری رپورٹ فراہم کر دی تھی اور میں نے دور دور رہ کر حالات کا جائزہ لینے کا مشورہ دیا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا میری موجودگی میں ماہ رخ نے جس بے شرمی اور بے غیرتی کے ساتھ سلیمان شاہ سے بات کی تھی اور اندرونی حالات کا کچا چٹھا کھولا تھا اسے سلیمان شاہ برداشت کرے گا۔"

"جو آدمی خود اپنی محبت کو اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کے لیے بطور کھلونا پیش کر دے کیا اس کی کوئی عزت بھی ہو سکتی ہے؟" ندیم نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔ "اگر ماہ رخ درمیان میں نہ آگئی ہوتی تو البتہ سلیمان شاہ کے آدمی اس کے اشارے پر تمہاری تکہ بوٹی کر ڈالتے۔ فکر مت کرو دوسری بار جب بھی سلیمان شاہ تم سے ملے گا اس کا انداز دوستوں اور پرانے شناساؤں جیسا ہو گا۔"

"کیا یہ سب کچھ حیرت انگیز نہیں ہے؟"

"چھوڑو ان باتوں کو۔" ندیم نے مسکرا کر کہا پھر یکلخت گہری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے فون پر لیڈی فرگوسن کے بارے میں کیوں پوچھا تھا؟"

"تم بھول رہے ہو۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ "اس کی وجہ میں تم کو بتا چکا ہوں۔"

"اور وہ لڑکی کون تھی جو تم سے ملنے آئی تھی۔" ندیم نے مجھے ٹٹولتی نظروں سے گھورا۔

"وہ جاب کی تلاش میں آئی تھی۔"

"پھر؟"

"میں نے اسے عارضی طور پر اپنی سیکرٹری کی حیثیت سے ملازم رکھ لیا ہے۔ بظاہر کسی شریف گھرانے کی اور مستحق معلوم ہوتی ہے۔"

"اور اس لڑکی کا کیا بنا جسے لیڈی فرگوسن نے رکھنڈ کیا

ہٹلر کی حیاتِ معاشقہ

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

ہٹلر کے معاشقوں کی مکمل تفصیل
اس کی ذاتی زندگی کے متعلق
ایک دلچسپ کتاب ----
جو اس سے پہلے شائع نہیں ہوئی۔

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

تھا۔"

"میں نے پہلے ہی ٹال دیا تھا۔"

"اور اب شاید مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"وہم کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔"

"مسز فرگوسن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہی معلوم کرنے کی خاطر تو تمہارے پاس آیا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کافی کا ایک گھونٹ لے کر کہا۔ "کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ مسز فرگوسن کے بارے میں شام کو تفصیل سے گفتگو ہو گی۔"

ندیم نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے بھی کافی کا کپ اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا تھا لیکن اس کی آنکھیں بدستور میرا ایکسرے کرنے میں مصروف تھیں۔ کچھ دیر بعد بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"میرا ذاتی مشورہ ہے کہ مسز فرگوسن کے قریب جانے سے بھی پرہیز کرنا۔ اس کے بیوٹی پارلر کا بورڈ اس کے مذموم کاروبار کے لیے ایک پردے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ وہاں صرف بڑے گھرانے کی فیشن ایبل خواتین اور عورتیں آتی ہیں۔ مسز فرگوسن ان مغرب زدہ عورتوں اور لڑکیوں کے ذریعے دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہی ہے۔ اس حقیقت سے بڑے

بڑے افسران اور حکومت کے اعلیٰ عہدے داران بھی بخوبی واقف ہیں لیکن پولیس نے آج تک چشم پوشی اختیار کر رکھی ہے جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ اس کے ہاتھ بہوتی طاقتوں تک بھی دراز ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تو کیا وہ بھی اسی راستے پر چل رہی ہے جس پر مارگریٹ۔"

"ابھی تک اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات سب جانتے ہیں کہ اس نے بڑی بڑی شخصیتوں کے ایسے راز حاصل کر رکھے ہیں کہ وہ جسے بھی چاہے اپنے اشاروں پر نچا سکتی ہے۔"

"فکر مت کرو۔" میں نے کافی ختم کر کے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم از کم میں اس مکڑی کے جال میں پھنسنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔"

"تم نے جس لڑکی کو ملازمت دی ہے اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"بظاہر وہ نیک اور شریف معلوم ہوتی ہے۔"

"وہ بھوشن کی کوئی ایجنٹ بھی ہو سکتی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم کامنی دت کو کیوں بھول رہے ہو جس کا فرضی کردار مایا نے ادا کیا تھا۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال ابھرا تھا۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"اس کے باوجود تم نے اسے ملازمت دینے کی حماقت کی ہے۔"

"صرف اس لیے کہ میں بھوشن پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس سے خوف زدہ نہیں ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر ندیم کے آفس سے باہر آ گیا جہاں مجھے ایک بار پھر وہی بڑی داڑھی اور مونچھوں والا خوش پوش نوجوان ایک میز پر بیٹھا سگریٹ کا دھواں اڑاتا نظر آ گیا جسے میں ندیم کے ساتھ راز و نیاز کرتے دیکھ چکا تھا۔ وہ یقیناً ندیم کے لیے کوئی اہم آدمی تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ شبہ تھا کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ کہاں؟ یہ بات ابھی تک مجھے یاد نہیں آ سکی تھی۔

❖

ڈی ایس پی سراج کمرے میں داخل ہوا تو ایک باوردی انسپکٹر بھی اس کے ساتھ تھا۔ سراج کے چہرے کا تناؤ اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ اس وقت محض دوستی کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے کسی فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں آیا ہے۔

"کیا بات ہے مسٹر سراج؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ اس وقت کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں اس وقت آفیشل ڈیوٹی پر ہوں۔"

"آپ کی تعریف؟" میں نے انسپکٹر کی جانب دیکھتے ہوئے بے پروائی سے پوچھا۔

"یہ میرے ساتھ ہے۔" سراج نے سپاٹ لہجے جواب دیا۔

"اگر آفیشل ڈیوٹی پر ہونا کرسی پر بیٹھنے سے منع کرتا ہے تو اور بات ہے ورنہ آپ حضرات بیٹھ کر بھی گفتگو کر سکتے ہیں۔"

سراج نے میرے چہرے کو بہت غور سے دیکھا پھر اس نے انسپکٹر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

"آپ اگر اس وقت خالصتاً مفہوم میں ڈیوٹی پر ہیں تو میرا خیال ہے کہ آفس یا اس کے باہر آپ کے کچھ مسلح افراد بھی ضرور موجود ہوں گے۔"

"میں آپ کے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"اگر خلاف قانون نہ ہو تو میں ان بیچاروں کو چائے پانی بھجوا دوں۔" میں نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ میرے ذہن میں ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں آسکی تھی جو سراج کو میرے خلاف کسی قانونی چارہ جوئی پر مجبور کر سکتی ہو۔

"آپ کل دفتر سے اٹھ کر کہاں گئے تھے؟" سراج نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"میں آپ کے سوالات کا جواب دینے سے پہلے قانونی طور پر یہ بات پوچھنے کا مجاز ہوں کہ آپ کس سلسلے میں مجھے کریدنے کی زحمت گوارا کرنے کی خاطر میرے دفتر تک تشریف لائے ہیں؟"

"اگر میں کسی وجہ سے آپ کو اس کی نوعیت قبل از وقت بتانے سے گریز کروں تو؟"

"ایسی صورت میں شک و شبہات کی بنا پر اگر آپ پسند فرمائیں تو مجھے حراست میں لے سکتے ہیں۔" میں بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "میں اپنے قانونی مشیر سے مشورہ کرنے کے بعد ہی آپ کے ساتھ تعاون کر سکتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے اس صورتحال کے بعد بات پریس تک بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"کیا مضائقہ ہے۔ اس طرح ہم دونوں کی تصویریں بھی عوام کو دیکھنے کو مل جائیں گی اور میرے مشیر قانون کے ریکارڈ پر اہم دستاویزی ثبوت بھی آجائے گا۔ اس کے بعد اگر پولیس کارروائی ناحق یا بیجا ثابت ہوئی تو مجبوراً میں اس بات کا کلیم کر سکتا ہوں کہ پولیس نے کسی دوسری پارٹی سے ساز باز کر کے میری شہرت کو دھچکا پہنچانے کی کوشش کی ہے۔" میں نے بدستور بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر یہ کیس میں کسی بیرونی ملک میں کروں تو جیت کی صورت میں مجھے کئی ملین ڈالر ہرجانے کی صورت میں مل سکتے ہیں۔ یہاں کے بارے میں"

aazzamm@yahoo.com

میں کوئی بات یقین سے نہیں کہہ سکتا ویسے میرا اندازہ ہے کہ پچاس لاکھ بھی میرے لیے بہت کافی ہوں گے۔"

"گویا آپ ذاتی طور پر ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر سکتے۔" سراج نے کسمسا کر جواب دیا۔

"صرف ایک صورت میں۔ آپ کو یہ بتانا ہوگا کہ معاملہ کی نوعیت کیا ہے۔"

"کیا خود آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے؟" اس نے مجھے کریدنے کی کوشش کی تو میں مسکرا دیا۔

"آپ شاید فراموش کر رہے ہیں کہ میرے والد پولیس میں ڈی' آئی' جی کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ ان کا ایکشن فائل شیشے کی طرح بے داغ تھا اور میں ــــــ" میں نے سراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "میں بھی بزنس میں آنے سے قبل ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکا ہوں۔"

"آپ کل شام دفتر سے اٹھنے کے بعد ساحلی علاقے کی طرف گئے تھے۔" سراج نے کچھ توقف کے بعد کہنا شروع کیا۔ "آپ گاڑی میں تنہا نہیں تھے' آپ کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے اگلی نشست پر ڈرائیور کے ساتھ آپ کا اپنا ڈرائیور بھی تھا۔"

"لیکن میرے ڈرائیور کے ہوتے ہوئے میری گاڑی کوئی دوسرا شخص ڈرائیو کر رہا تھا۔"

"جی ہاں۔" سراج نے میرے تیکھے کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ساحلی علاقے پر پہنچنے کے بعد آپ اپنے ساتھی کے ہمراہ ـــ"

"ون منٹ۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "کیا آپ کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت ہے' جس کی بنا پر آپ اسے میرا ساتھی قرار دے رہے ہیں' ہو سکتا ہے کہ ان دو افراد نے مجھے اغواء کیا ہو۔"

"بہرحال' آپ ایک فرد کے ہمراہ اس ہٹ میں داخل ہوئے تھے جو سلیمان شاہ کی ملکیت ہے۔"

"دوسرا فرد اور میرا ڈرائیور اس وقت کہاں تھے؟" میں نے مسکرا کر سوال کیا۔

"وہ دونوں گاڑی میں ہی بیٹھے رہے تھے۔" اس بار انسپکٹر نے جواب دیا۔

"کیا میرا ڈرائیور ہوش میں تھا؟" میں نے انسپکٹر کو تیز نظروں سے گھورا۔ "میرا مطلب ہے کہ جب میں ایک فرد کے ساتھ گاڑی سے اترا تو اس وقت میرے ڈرائیور کی کیا پوزیشن تھی' کیا وہ جاگ رہا تھا یا سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر محو خواب تھا۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو عدالت میں صرف مجسٹریٹ کی روبرو بیان کی جاتی ہیں۔" انسپکٹر کا لہجہ استہزائیہ تھا۔ "اگر آپ پولیس میں رہ چکے ہیں تو بخوبی جانتے ہوں گے پولیس اپنا ترمپ کارڈ ہمیشہ عدالت میں شو کرتی ہے اگر ہم قبل از وقت سب کچھ بتا دیں تو پھر وہ بڑی پارٹی اس کا توڑ بھی پہلے سے تیار کر لیتی ہے۔ آپ شاید میری بات سمجھ رہے ہوں گے؟"

"میں تمہاری بات سے زیادہ تمہاری اس پاور پر غور کر رہا ہوں' جس کا تم ایک ڈی' ایس' پی کی موجودگی میں ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے انسپکٹر کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے انسپکٹر کی وردی پہن رکھی ہے تو اس بات سے بھی بخوبی واقف ہو گے کہ ناجائز فائدہ صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو غیر قانونی ہتھکنڈوں کے ذریعے کسی کو مرعوب کرنے کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے۔"

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔" سراج نے جلدی سے صورتحال کو سنبھالنے کی خاطر کہا پھر انسپکٹر کو تنبیہی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "جوان خون ذرا جلدی جوش میں آ جاتے ہیں۔ میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔"

میں بات کو جان بوجھ کر طول دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ ہماری گفتگو خفیہ طور پر میز کے اندر ایک چور خانے میں رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈر پر محفوظ ہو رہی تھی دوسرے یہ کہ مجھے ابھی حالات کا صحیح طور پر اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ جس وقت میں ہٹ سے رخصت ہوا تھا اس وقت وہاں

جاوید اقبال' سدھیر در اور درشن
کے شوخ کارٹونوں کے ساتھ

جا بیل اُسے مار (طنز و مزاح)

★ ---- اعتبار ساجد

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

فضل داد کی اکڑی ہوئی لاش کے علاوہ ماہ رخ بھی تھی جس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ سلیمان شاہ عقبی دروازے سے نکل کر جا چکا ہو گا پھر سراج کو ان حالات کی اطلاع کس نے دی تھی؟ ماہ رخ نے؟ سلیمان شاہ نے؟ یا پھر کاکا کی طاغوتی قوت نے؟ جو بھوشن کے معاملے میں مجھ سے روٹھ گئی تھی۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ماہ رخ نے چونکہ فضل داد کو قتل کیا تھا اس لیے وہ پولیس کو غلط انفارمیشن دینے کی حماقت نہیں کر سکتی تھی جس کا دوسرا رخ یہ بھی تھا کہ اس نے محض میری خاطر نہ صرف فضل داد کو ٹھکانے لگایا تھا بلکہ سلیمان شاہ کو بھی کھری کھری سنائی تھی۔ مجھے ماہ رخ کے پہلو کو نکالنا پڑا۔ دوسرا نمبر سلیمان شاہ کا تھا جو فضل داد کے بعد ماہ رخ کی باتوں سے ہم دونوں کا تعلق سمجھ چکا تھا۔ ماہ رخ نے کچھ ایسی فلموں کا حوالہ بھی دیا تھا جو اگر منظر عام پر آ جاتیں تو سلیمان شاہ کی شخصیت کا دوسرا پہلو جو بڑا گھناؤنا تھا وہ بے نقاب ہو سکتا تھا۔ یوں بھی سلیمان شاہ پولیس کو درمیان میں لائے بغیر بھی مجھے اپنے شکاری کتوں کے حوالے کر سکتا تھا۔

اس خیال کے پیش نظر میں نے سلیمان شاہ کو بھی اپنے ذہن سے نکال دیا۔ اب صرف کاکا باقی رہ جاتی تھی چنانچہ میں اس واقعے کی نوعیت معلوم کرنا چاہتا تھا جس کے تحت سراج تمام تعلقات کو نظر انداز کر کے میرے دفتر تک پہنچا تھا۔

"میں بھی کچھ زیادہ بوڑھا نہیں ہوا ہوں۔" میں نے سراج کو مخاطب کیا۔ "میرا خون بھی اگر جوش میں آ گیا تو بات خراب بھی ہو سکتی ہے۔"

"میں آپ سے انسپکٹر کے رویے کی معذرت طلب کر چکا ہوں۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "سلیمان شاہ کی اس ہٹ سے فضل داد نامی ایک شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے جو سلیمان شاہ کے خاص آدمیوں میں سے تھا۔"

"آپ کو اس لاش کی اطلاع کس نے دی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ انسپکٹر اب خاموش بیٹھا تھا لیکن اس کے چہرے پر خون کی تپش موجود تھی۔

"ہمیں کسی نے فون پر اس حادثے کی اطلاع دی تھی۔" سراج نے اس بار سنبھل کر جواب دیا۔ "انفارمیشن ملنے کے بعد جب پولیس پارٹی جائے وقوع پر پہنچی تو وہاں سے لاش برآمد ہو گئی۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ ایک ذمے دار افسر کی حیثیت سے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست ہی ہو لیکن ایک بات ابھی تک تشنہ رہ جاتی ہے' آپ کو میری موومنٹ کی اطلاع اس قدر تفصیل سے کس ذریعے سے حاصل ہو گئی۔"

"جس نے لاش کی اطلاع دی تھی اسی نے تفصیل بھی بیان کی تھی۔"

"فون پر۔" میں نے اس کے جملے میں اضافہ کیا۔

"جی ہاں۔"

"گویا آپ کو جس شخص نے بھی اطلاع دی ہے وہ سائے کی طرح میرا تعاقب کر رہا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" سراج نے مختصراً جواب دیا۔

"بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ دفتر سے میری روانگی کے بعد ہی اس مخبر کو یہ اندازہ کس طرح ہو گیا کہ میں ساحلی علاقے پر سلیمان شاہ کی ہٹ میں جا کر فضل داد نامی شخص کو قتل کروں گا۔"

"اس پیچیدگی کو حل کرنے میں صرف آپ ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔" سراج نے اس بار مفاہمت کا انداز اختیار کیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ جس قتل کے معاملے میں مجھے شامل تفتیش کر رہے ہیں' میں خود ہی اس کا اقرار کر لوں۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ "اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو آپ کو یہاں آنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ میں خود ہی آپ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنی گرفتاری دے دیتا' وہ بھی ایک ایسے مقتول کے سلسلے میں جس کے بارے میں میں سرے سے کوئی واقفیت ہی نہیں رکھتا۔"

سراج اور انسپکٹر دونوں میرے جواب پر چیں بہ جبیں ہو کر رہ گئے۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے مسٹر سراج کہ خود فضل داد کی روح نے آپ کو میرے خلاف قانونی اقدام کرنے کی خاطر مخبر کی حیثیت سے فون کیا ہو؟" میں نے دوسری چوٹ کی پھر بڑی سادگی سے بولا۔ "لیکن یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ روح کسی کا نمبر ڈائل کر کے اتنی تفصیل سے اپنے قتل ہونے کے ثبوت فراہم کرے۔ ہاں یہ حرکت کسی ایسی طاغوتی اور ناپاک قوت کی ضرور ہو سکتی ہے جو پہلے بھی آپ کو شاید حیرت انگیز واقعات سے دوچار کر چکی ہو۔"

انسپکٹر نے پھر مجھے تیز نظروں سے گھورا لیکن بولنے کی حماقت نہیں کی۔ البتہ طاغوتی حوالے کے ذکر نے سراج کو ہونٹ چبانے پر مجبور کر دیا تھا' وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر دوسرا راستہ اختیار کرتے ہوئے بولا۔

"کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ کل دفتر سے اٹھنے کے بعد سلیمان شاہ کی ہٹ پر گئے تھے۔"

"جی ہاں۔ لیکن اپنی مرضی سے نہیں۔"

"گویا آپ کو اغوا کر کے وہاں لے جایا گیا تھا۔" سراج نے تیزی سے پوچھا۔

"میں اس کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا۔ "آپ جن دو افراد کا میرے ہمراہ ہونے کا حوالہ

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

دے چکے ہیں وہ میرے لیے قطعی اجنبی تھے اور انھوں نے میرے ڈرائیور کو میرے پیچھے آنے سے پہلے ہی کوئی نشہ آور دوا پلا کر بے ہوش کر دیا تھا۔"

"راستے میں آپ کی اغوا کرنے والوں کے ساتھ کیا گفتگو ہوئی تھی؟" سراج اوز کا ایک سرا ہاتھ آجانے کے بعد پھر افسرانہ انداز میں بولا۔

"انھوں نے مجھ سے ایک بات کہی تھی۔ وہ یہ کہ اگر پولیس مجھ سے ہٹ تک جانے کی وجہ دریافت کرے تو میں زبان کھولنے کی کوشش نہ کروں، بصورت دیگر وہ مجھے قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔"

"گویا آپ نے ہٹ میں فضل داد کی لاش دیکھی تھی؟"

"میں نے کب کہا۔"

"تو کیا آپ کی موجودگی میں مقتول کو گولی ماری گئی تھی۔"

"جی نہیں۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ "وہ مجھے صرف ہٹ تک لے گئے تھے پھر واپس جانے کی اجازت دے دی تھی۔"

"مقصد۔" سراج نے مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھا۔

"پولیس کو اس راہ پر لگانے کے سوا بھلا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ میری شکل و حرکت کو مشکوک بنانا چاہتے ہوں۔"

"آپ ہی کیوں؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔ "وہ اس کام کی خاطر کسی اور کو بھی منتخب کر سکتے تھے۔"

"یہ ان کے سوچنے کی بات تھی۔ میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

"کیا آپ مسٹر سلیمان شاہ سے واقف ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے زہر خند ہوئے لہجے میں کہا۔ "وہ ایک اہم سیاسی شخصیت ہونے کے باوجود بے داغ کردار کے مالک ہیں۔ ان کی مسز ماہ رخ بھی ایک سماجی کارکن ہیں جو اصلاح معاشرہ اور فلاح و بہبود کے کاموں میں پیش پیش رہتی ہیں۔ اس کا علم تو آپ کو بھی ہو گا۔"

"کیا آپ ہمیں اپنا تحریری بیان دے سکتے ہیں۔" سراج نے ماہ رخ کے حوالے پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا کہ آپ مجھ سے کس قسم کا بیان لینا چاہتے ہیں؟" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔ "جب میں سلیمان شاہ کے ہٹ میں داخل ہی نہیں ہوا اور مقتول فضل داد کا نام بھی پہلی بار سن رہا ہوں تو۔"

"بہرحال۔" سراج نے میرے جملوں کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آپ اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ آپ کو کل شام پارکنگ لاٹ سے اغوا کر کے ساحلی علاقے پر سلیمان شاہ کے ہٹ تک لے جایا گیا تھا۔"

"سوری۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں چونکہ ایک بزنس مین ہوں اس لیے اپنے آپ کو اخبارات کی شہ سرخی بنا کر اپنی بزنس ریپوٹیشن کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

سراج نے جھلا کر کچھ کہنا چاہا تھا کہ ماہ رخ دروازہ کھول کر مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ سراج کو ایک باوردی انسپکٹر کے ساتھ میرے آفس میں دیکھ کر اس کی ہونٹوں کی مسکراہٹ کی جگہ اس کی خوبصورت پیشانی پر ابھرنے والی سلوٹوں نے لے لی تھی۔

"آپ اور یہاں؟" اس نے اصل بات جاننے کی خاطر براہ راست سراج سے سوال کیا۔

"مسٹر سراج دراصل مجھ سے میرا تحریری بیان لینا چاہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا پھر حالات کی تفصیل بیان کی تو ماہ رخ بڑی شوخی سے بولی۔

"اوہ۔ کم آن شہباز، تم نے پولیس کے محکمے کو خیرباد کہنے کے باوجود ابھی تک دوسروں کو سسپنس میں مبتلا کرنے کی عادت نہیں چھوڑی۔" پھر قبل اس کے میں کوئی جواب دیتا وہ سراج کو مخاطب کر کے بولی۔ "مسٹر شہباز کل دفتر سے اٹھنے کے بعد رات گئے تک میرے ساتھ تھے ان کا ڈرائیور تنہا گاڑی لے کر واپس چلا گیا تھا اگر آپ خواہش کا اظہار کریں تو میں آپ کو اپنا تحریری بیان لکھوا سکتی ہوں۔"

"جی نہیں۔" سراج نے بڑی سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

"آپ نے جو زبانی بیان دیا ہے وہی میرے لیے بہت ہے۔"

"اور کوئی کام۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" سراج نے ماہ رخ کے سوال کا اشارہ سمجھتے ہوئے کہا پھر اٹھ کر مجھے گھورتا ہوا آفس سے باہر چلا گیا۔ سراج کے جانے کے بعد ماہ رخ نے مجھے شرابی نگاہوں سے دیکھا پھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم اس وقت یہاں کیسے آگئیں؟"

"صرف تمہیں پولیس کی دسترس سے دور رکھنے کی خاطر۔" وہ چہکتے ہوئے انداز میں بولی۔ "کیا تم مجھے اس خدمت کا بھی کوئی منہ مانگا معاوضہ نہیں دو گے۔"

"تمہارے احسانات بے شمار ہیں۔ میں بھلا کس کس کا شکریہ ادا کروں۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں چاہتی تو میرا تحریری بیان تمہیں پھانسی کے پھندے تک بھی لے جا سکتا تھا۔"

"اگر میں تمہارے بیان پر پھانسی کا سزاوار قرار دیا جاتا تو یہی کہتا کہ۔ ہوئے تم دوست جس کے اس کا دشمن آسماں کیوں ہو۔"

"آج رات کا کیا پروگرام ہے؟" اس نے میز پر دونوں کہنیاں ٹکا کر آگے جھکتے ہوئے سرسرائی آواز میں

"سلیمان شاہ ایک ہفتے کے لیے اپنی زمینوں پر جا رہا ہے؟"

"تمہیں چھوڑ کر۔"

"وہ تو ضد کر رہا تھا لیکن میں نے تمہاری خاطر اس کی خواہش کو ٹھکرا دیا۔"

"عنایت ہے تمہاری ورنہ بندہ بھلا کس قابل ہے۔"

"تمہاری یہی باتیں تو تمہاری ماہ رخ کو دیوانہ بنا دیتی ہیں۔" اس نے اپنے مہکتے وجود کو لہرا کر جواب دیا۔

میں ماہ رخ کے آجانے سے خود کو بہت ریلیکس (RELAX) محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سراج سے میری جان چھڑوا دی تھی لیکن اب اس کی نظر عنایت نے مجھے بوکھلا دیا تھا۔ وہ مجھے دعوت گناہ پر اکسانا چاہ رہی تھی اور میں کم از کم اپنے دفتر میں اس سے بے تکلف نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میں نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"شہباز اسپیکنگ۔"

"میں نے کہا تھا کہ سلیمان شاہ مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کبھی نہیں کرے گا۔" وہ ہٹ سے نکل کر سیدھا اپنی زمینوں کی طرف چلا گیا ہے۔ مجھے اس کے آدمیوں نے بتایا ہے کہ وہ ایک ہفتے بعد واپس لوٹے گا۔"

ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ دوسری جانب سے بھی ماہ رخ ہی کی آواز ابھری تھی اگر وہ اصل ماہ رخ تھی جس نے مجھے فون کیا تھا تو پھر میرے سامنے بیٹھی ہوئی دوسری ماہ رخ کون تھی؟

"کیا تم ایک روز کے لیے مجھے میزبانی کا موقع نہیں دو گے۔" ریسیور پر ماہ رخ کی آواز دوبارہ ابھری۔ "پلیز شہباز۔ انکار مت کرنا ورنہ میرا دل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔"

"میں تمہیں کچھ دیر بعد فون کروں گا۔" میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس ماہ رخ کی طرف دیکھا جو میرے سامنے موجود تھی۔

"جب ایک وقت میں تین تین کاسنی دت پیدا ہو سکتی ہیں تو دو ماہ رخ بھی ہو سکتی ہیں۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

"کاکا۔" میری زبان پر بے اختیار کاکا کا نام آگیا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اوش اپنی کاکا رانی کو پہچان لو گے۔" وہ میری دسترس سے دور ہوتے ہوئے بولی۔ "کیا اس رنگ میں ماہ رخ تم کو پسند نہیں آئی۔ نام میں دھرا بھی کیا ہے، شرر تو ہر حال میں شرر ہوتا ہے۔"

"تمہیں یہ روپ دھارنے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے پوچھا۔

"اس لیے کہ تمہیں یہ روپ اچھا لگتا ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "اسی روپ میں تم نے ماہ رخ کی سندرتا سے اپنی من کی اگنی بجھائی تھی۔"

"اس میں بھی تمہارے ارادے کو دخل تھا۔"

"خوشی ہوئی یہ جان کر کہ تمہیں اپنی کاکا کی اتنی فکر رہتی ہے۔"

"تم کہاں غائب ہو گئی تھیں؟" میں نے شکوہ کیا۔ "مجھ سے دور دور رہنے میں تمہاری مصلحت تھی؟ میں نے کئی بار تمہیں آوازیں دی تھیں لیکن تم نے شاید کوئی جواب دینا پسند نہیں کیا۔"

"کیا تمہیں اس کا کارن نہیں معلوم؟" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "ویسے تمہاری کاکا کبھی تم سے دور نہیں رہی۔"

"مجھ پر جو کچھ بیت چکی ہے کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے۔"

"مجھے ایک ایک بات کی خبر ہے۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "ابھی سراج تمہارے کمرے سے اٹھ کر گیا ہے اگر میں درمیان میں نہ آتی تو شاید وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔"

"تو کیا تم نے اسے فضل داد کے قتل کی اطلاع دی تھی اور پوری تفصیل بتا دی تھی۔"

"سمے کا تقاضا بھی تھا۔" اس بار اس نے روکھی آواز میں کہا۔ "یوں سمجھ لو کہ کاکا کو تم پر دیا آگئی شاید اس لیے کہ میں نے دل کی گہرائیوں سے تمہیں پریم کیا ہے۔"

"کیا میں اس بات پر قہقہہ لگانا شروع کر دوں۔" میں نے سرد لہجہ اختیار کیا۔ "ایک طرف تم مجھ سے پریم کرتی ہو اور دوسری طرف میری تباہی کا سامان پیدا کر رہی ہو۔"

"پریم اور یدھ (محبت اور جنگ) میں سب چلتا ہے اگر میں نے تمہاری تباہی کا سامان کیا تھا تو تمہیں اس تباہی سے بچا بھی دیا۔ کیا اب بھی کوئی حساب باقی رہ گیا۔ ذرا سوچو بھولے ناتھ کہ اگر کاکا ماہ رخ کو فون نہ کرتی اور وہ ٹھیک سمے پر درمیان میں نہ آجاتی تو تمہارا کیا حال ہوتا؟ کیا سلیمان شاہ یا فضل داد تمہیں شما کر دیتا۔"

"موت اور زندگی صرف خدا کے اختیار میں ہے۔" میں نے اپنے جذبے کو اجاگر کیا۔ "جو وقت لکھ دیا گیا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں کاٹ سکتی۔"

"تم جب غصہ کرتے ہو تو اور سندر بن جاتے ہو۔" وہ ایک ادا سے مسکرائی۔

"سراج اگر مجھے ساتھ لے جاتا تو بھی وہ فضل داد کے قتل کا الزام مجھ پر ثابت نہیں کر سکتا تھا۔"

"یہی تو تمہاری بھول ہے میرے من مندر کے دیوتا کہ ابھی تک اپنی کاکا کی شکتی کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔ کیا تم تمام پرانی باتیں بھول گئے۔ ذرا سوچو میرے پران ناتھ کہ میں نے تمہیں موت کے پنجے سے کتنی بار نکالا ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"میں نے شاید پنڈت جسی دھر کے منڈل کو توڑ کر تمہیں بچانے کی بھول کی تھی۔" میں نے تملا کر کہا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہاری موت بھی تمہاری کالکا کے ہاتھوں ہی ہوتی' تم جانتے ہو کہ کس کارن وہ میری شکتی کو قابو کرنا چاہتا تھا اگر میں اس کے قبضے میں چلی جاتی تو سب سے پہلے وہ تمہیں میرے ہاتھوں موت کے منہ میں دھکیلنے کا حکم دیتا اور میں اس کی آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہوتی۔"

"کیا تم اس وقت مجھ پر اپنا احسان جتانے آئی ہو؟"

"نہیں۔" وہ دوبارہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "اگر میری نگ اچھا ہوتی تو شاید تم اور تمہارا حشر جو اونچے اونچے سپنے دیکھ رہا ہے پروفیسر ابرار تک بھی نہ پہنچ پاتے۔ کالکا کا ایک اشارہ تم دونوں کو میجر نصیر کے ہاتھ سے نرک (جہنم) میں جھونک دینے کے لیے بہت ہوتا۔ اس نے میرے ہی اشارے پر تمہیں اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی تھی پھر میرے ہی اشارے پر وہ بے بس ہو گیا۔ کالکا چاہتی تو تمہیں رنگے ہاتھوں قانون کے شکنجے میں جکڑوا سکتی تھی۔"

"میلیا کا خون کس نے کیا تھا؟" میں نے رخ بدل کر سوال کیا۔

"بھوشن کے آدمیوں نے۔" وہ دوبارہ مسکرانے لگی۔ "اگر وہ زندہ رہتی تو بھوشن کے لیے اس کا بیان خطرہ بن سکتا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تم میرے اور بھوشن کے مقابلے میں بھوشن کا ساتھ دے رہی ہو۔"

"میں انکار نہیں کروں گی لیکن دیوتاؤں کی آگیا کا پالن کرنا بھی میرا دھرم ہے۔"

"رکی کے بارے میں کیا تم میری رہنمائی نہیں کرو گی؟" میں نے کالکا کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کیا اسے حسنہ کے بارے میں بھی علم ہو چکا ہے جس نے میلیا کی موت کے بعد مجھے رکی کے پتے سے آگاہ کیا تھا۔ اس خیال کے ابھرنے کی وجہ یہ تھی کہ حسنہ نے مجھے احتیاط کے تحت رکی کا پتا کاغذ پر لکھ کر دیا تھا۔ اپنی زبان نہیں کھولی تھی۔

"رکی کا دھیان من سے نکال دو اور میری ایک بات پھر دھیان سے سنو۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ جب تک بھوشن کے ستارے گردش میں نہیں آجاتے تم اس سے دور ہی رہو۔ اب بھی میری نگ اچھا ہے کہ تم اسے بھول جاؤ' جب سے آئے گا تو کالکا اسے بھی موہنی کی طرح تمہارے حوالے کر دے گی۔"

"اور وہ سمے شاید اس وقت آئے گا جب بھوشن پروفیسر ابرار کے اس فارمولے کا راز معلوم کرے گا جو اگر استعمال کیا گیا تو بھوشن کی مٹی کے بہت سارے لوگ مارے جائیں گے' تباہی کا وہ طوفان تمہارے ہو کے بھی نہیں رک سکے گا۔"

"کبھی اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھو کیا تمہیں اپنی مٹی اور جنم بھومی سے پریم نہیں ہے۔"

"مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم اپنی شکتی سے بھوشن کا ساتھ دے رہی ہو لیکن ابھی شاید تم بھی پروفیسر کی لیبارٹری کے اندر داخل ہی نہیں ہو سکیں۔"

ایک لمحے کے لیے کالکا کے چہرے پر خون کی لہر دوڑ گئی پھر وہ مسکرا کر بولی۔

"میں کیا ہوں اور میری شکتی کتنی اپرم پار ہے اس کا اندازہ تم نہیں لگا سکتے۔"

"میجر نصیر کے بارے میں کیا کہو گی؟" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "کیا تمہیں اس بات کی خبر بھی نہیں تھی کہ پروفیسر جب چاہے کسی بھی چیک پوسٹ کو ایک دھماکے سے اڑا سکتا ہے؟"

"ہاں' مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔"

"مارگریٹ کے سلسلے میں تم مجھے کیا بتا سکتی ہو؟ وہ اچانک پراسرار طور پر کہاں گم ہو گئی کیا اس میں بھی بھوشن کی کوئی چال ہے؟"

"کالکا کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔ "کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے کہ اسے تمہارے حشر کے شکاری کتوں نے گھیر کر کہیں چھپا رکھا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جان بوجھ کر حیرت کا اظہار کیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے سنا ہے کہ مارگریٹ بھی تمہارے بھوشن جوزف کے لیے کسی کشش سے کم نہیں تھی۔ کیا تم مارگریٹ کی سہائتا نہیں کر سکتی تھیں؟"

"سمے آنے دو پھر تم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لو گے۔"

"کالکا رانی۔" میں نے اسے دوبارہ کریدنے کی کوشش کی۔ "کیا تم مجھے یہ نہیں بتا سکتیں کہ بھوشن کے ستارے کب گردش میں آئیں گے؟"

"ہمارے بیچ ایک سمجھوتا ہو سکتا ہے۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "تم مارگریٹ کو اپنے حشر سے کہہ کر آزاد کرا دو۔ میں بھوشن کے بارے میں تمہیں بہت ساری ایسی باتیں بھی بتا دوں گی جو تمہارے کام آ سکتی ہیں۔"

"مکڑی کا جالا بھی بڑا سندر ہوتا ہے۔" میں زہرخند سے بولا۔ "لیکن مکھی اگر ایک بار اس میں پھنس جائے تو پھر وہ بے بس ہو جاتی ہے۔"

"زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش مت کرو شہباز خان۔" وہ تلملا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "وہ سمے اب زیادہ دور نہیں ہے جب تم سے تمہاری شکتی چھین لی جائے گی پھر تم کالکا کی شکتی کے جال میں پھنس کر بے بس ہو جاؤ گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے دوبارہ طنز کیا۔ "کیا کسی طاقت کے چھن جانے کے بعد میں تمہیں اپنی بانہوں میں لے سکوں گا؟"

"وہ بھی میری اچھا پر ہوگا۔ اس وقت تم کالکا کی بات نہیں ٹال سکو گے۔"

"کیا باطل اور سیاہ قوتیں بھی رحمانی قوتوں پر غلبہ پا سکتی ہیں؟"

"ان کتابی باتوں کی الٹ پھیر میں مت پڑو۔ یہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔" اس کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔

"کیا تم صرف نے بھوشن کی وجہ سے اپنے بھولے ناتھ سے دوستی کا رشتہ توڑ دیا؟" میں نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔ "یاد کرو' تم نے تو کہا تھا تمہاری مسان شکتی ہمیشہ میری سہائتا کرتی رہے گی پھر اب کیا ہو گیا۔ کیا میں سمجھوں کہ تمہارا پریم بھی تمہارے رنگ بدلتے روپ کی طرح ایک سندر فریب ہے۔"

"شہباز خان۔" کالکا کی نگاہوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ "تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو' اپنی حدود کو پھلانگنے کی کوشش مت کرو ورنہ ـــــ"

"وہ دن کتنا حسین ہوگا جب تمہاری نازک نازک انگلیاں میرا گلا گھونٹ رہی ہوں گی۔" میں نے اس کے خون کی گردش کو ہوا دینے کی کوشش کی۔ "تمہارے سندر شریر کی میٹھی میٹھی بھینی بھینی خوشبو مجھ پر نشہ سا طاری کر دے گی۔ جب کوئی عاشق کسی محبوب کے ہاتھوں مرتا ہے تو وہ موت بھی کتنی سندر اور حسین ہوتی ہو گی۔"

"کالکا کی شکتی کا چمتکار دیکھنا چاہتے ہو۔"

"جو من میں آئے دکھا دو۔" میں نے خوابیدہ انداز میں کہا۔ "وصل کی امید میں گھڑیاں گن گن گزارنا اب میرے لیے ناقابل برداشت ہو رہا ہے۔"

"کیا تم اب اپنے جیون کو کالکا کے چرنوں میں بلی چڑھانے کا فیصلہ کر چکے ہو۔" کالکا کے لہجے میں سفاکی آ گئی۔ وہ سرخ کے روپ میں بھی اب وہ بڑی بھیانک اور مکروہ نظر آ رہی تھی۔

"یہ فیصلہ تو میں نے بہت پہلے کر لیا تھا لیکن تم نے کبھی قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔"

"جتنا مت کرو۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں بہت جلد تمہاری اچھا کو پوری کرنے کا موقع دوں گی۔"

"اس سمے تم اس سرخ کے روپ میں زیادہ حسین لگ رہی ہو شاید اسی لیے کہ تم ایک بار پھر میرے استقبال میں آ چکا ہے۔" میں ابھی تک ان الفاظ کو نہیں بھول سکا جو تمہاری شکتی کی وجہ سے مجھے حاصل ہوئی تھیں۔"

"میں جا رہی ہوں شہباز خان۔" وہ تلملا کر بولی۔ "لیکن یہ بات دھیان میں رکھنا کہ تم نے آج کالکا کی شکتی کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے' تم ہی اس کا نتیجہ بھی بھگتو گے۔ اس سے کالکا بولے گی اور تم سنو گے' پر تو اس وقت تم کالکا کی بانہوں میں نہیں اس کے چرنوں میں پڑے ہو گے۔"

"آج کیوں نہیں۔" میں نے عاشقانہ انداز میں التجا کی۔ "تم مجھے اپنے چرنوں میں ہی جگہ دے دو میں تمہارا یہ اپکار بھی نہیں بھولوں گا۔"

کالکا کی پلک جھپکنے میں تبدیل ہو گئی اب وہ کالی کے بھیانک روپ میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے شانوں پر اگے ہوئے بھیانک سانپ اور ناگنیں میری طرف پھنکار رہی تھیں۔ وہ اپنے بے شمار ہاتھوں کو اس طرح فضا میں دائرے کی شکل میں گردش دے رہی تھی جیسے وہ کسی لمحے کچھ بھی کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اس کی نگاہوں سے اٹھنے والے شعلوں کی تپش میرے وجود تک پہنچ رہی تھی۔ کچھ دیر وہ مجھے خونخوار نظروں سے گھورتی رہی پھر اپنے ہاتھوں کو ہوا میں بلند کر کے جھٹکا دیا تو مجھے اپنا سانس سینے کی گہرائیوں میں گھٹتا ہوا محسوس ہوا' سیاہ ذرات کا تپتا ہوا ایک دائرہ نمودار ہو کر میرے اطراف گردش کرنے لگا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ شاید میں نے کالکا کی طاغوتی قوتوں کو للکار کر کسی دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ مجھے رفتہ رفتہ سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ میں نے اپنی انگلی پر نگاہ ڈالی' صندلی انگوٹھی کی موجودگی نے مجھے تقویت دی' میں واقف تھا کہ خدا کے برگزیدہ بزرگ کا دیا ہوا تحفہ جب تک میرے پاس ہے کالی قوتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں' ورنہ میں ششکر کا انجام ابھی تک نہیں بھولا تھا۔ سیاہ ذرات کے ایسے ہی ایک طوفان نے اسے اپنی گردش میں لے کر پل بھر میں اس کا کریا کرم کر دیا تھا لیکن وہ اس صندلی انگوٹھی کی کرامت ہی تھی جو ذرات کا گردش کرتا ہوا تیز دائرہ ابھی تک میرے اردگرد منڈلا رہا تھا۔ اپنے جنتر منتر کی ناکامی دیکھ کر وہ اور زیادہ خونخوار ہو گئی شاید غصے کی شدت نے اسے یہ بات بھلا دی تھی کہ کوئی سایا میری مدد کر رہا ہے۔

"تمہارا یہ روپ بھی میں ایک بار پہلے دیکھ چکا ہوں۔" میں نے سانس کی گھٹن پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہارے یہ جنتر منتر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"میں جانتی ہوں شہباز خان۔" وہ اپنی خون آلود مکروہ زبان کو لپلپاتے ہوئے بولی۔ "پر تو تم یہ نہیں جانتے کہ تمہاری شکتی سے ٹکرانے کے لیے اگر میں نے اپنا جیون دان کرنے کی ٹھان لی تو پھر ہم دونوں کا ستیاناس ہو جائے گا۔ کالکا کی شکتی اور

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

تمہارے اوپر جو جھلایا ہے اس کے ٹکرانے کے بعد ہم دونوں بھی مٹ جائیں گے۔ کاکا کو اب یہ بھی منظور ہے۔" آخری جملہ ادا کرتے ہی کاکا نے اپنی انگلیاں سیاہ ذرات کی طرف اٹھائیں تو وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہو گئے جو آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہے تھے۔ کاکا کی ہیبت ناک نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹ کسی منتر کا جاپ کرنے میں مصروف تھے۔ کاکا اب میرے ساتھ ساتھ خود کو بھی فنا کر دینے پر آمادہ تھی۔ اس کے ہونٹوں کی حرکت جوں جوں تیز ہوتی جا رہی تھی مجھے اپنا جسم جلتا محسوس ہوتا۔ شعلے میرے وجود کو جلا کر راکھ کر دینے کی خاطر میری سمت لپک رہے تھے لیکن اسی وقت میری کرسی کے عقب میں کھڑکی کا شیشہ اچانک ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ کاکا نے خوفزدہ انداز میں کھڑکی کی طرف دیکھا پھر پلک جھپکنے میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے ساتھ شعلوں کا وجود بھی غائب ہو گیا اس کے بعد لوبان کی خوشبو کا جھونکا کمرے میں داخل ہوا تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ شاید خدا کے اسی برگزیدہ اور کمبل پوش بزرگ نے میری مدد کی تھی جس نے صندل اگوٹھی مجھے عطا کی تھی میں نظریں گھما کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"بدبخت۔ کم نصیب۔" بزرگ کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "اب بھی وقت ہے۔ بل کھاتے راستوں پر بھاگنا چھوڑ کر حق کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے ورنہ واپسی کا راستہ تجھے آسانی سے نہیں ملے گا۔"

"پیرو مرشد۔" میں گڑگڑایا۔ "مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔"

"اپنی مدد آپ کر۔ ننگ خاندان' کب تک دوسروں کی انگلیاں تھام کر چلتا رہے گا۔"

"کیا اب میں اس قابل بھی نہیں رہا کہ آپ کی صورت دیکھ سکوں۔" میں نے پھر نظریں گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ صندل اور لوبان کی خوشبو بدستور میرے ذہن کو معطر کر رہی تھی لیکن کمبل پوش بزرگ ابھی تک میری نگاہوں سے اوجھل تھے۔

"تو کس قابل ہے مردود۔ اپنے گریبان میں جھانک' وقت گزر گیا تو پھر بغلیں بجاتا پھرے گا۔"

"آپ کی نظر کرم ہو جائے تو راستے بھی میرے اوپر روشن ہو جائیں گے۔" میں نے عاجزی سے کہا۔ "مجھے مایوس نہ کیجئے ورنہ۔۔۔"

"میری طرف سے جہنم میں جا۔" بزرگ کی آواز میں جھلاہٹ شامل تھی۔ "جب جنت منہ پھیر لے تو پھر جہنم ہی لوح محفوظ پر رقم کر دیا جاتا ہے۔ جس کی سیاہی اتنی پختہ ہوتی ہے کہ آسانی سے چھٹائے نہیں چھٹتی۔ اب خدا ہی تیرا حافظ۔"

پھر صندل اور لوبان کی خوشبو چھٹ گئی۔ میں نے کئی بار خدا کے اس نیک بندے کو بڑی عاجزی سے آواز دی لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا' میرا ذہن انتشار کی کیفیت سے دوچار تھا جب حسنہ کمرے میں داخل ہوئی۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"آپ کچھ پریشان معلوم ہوتے ہیں؟" اس نے میری اجازت کے بغیر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا کوئی بزنس پرابلم ہے؟"

"کیوں؟" میں نے قدرے ناگواری کا اظہار کیا۔ "کیا تم میری پرابلم کو سالو (SOLVE) کر سکتی ہو؟"

"سوری۔" وہ سپاٹ آواز میں بولی۔ "میں شاید غلط بات کر گئی تھی۔"

"اب تمہاری کیا اطلاع ہے۔" میں نے موضوع بدل کر سوال کیا۔ "کیا میرا مطلوبہ شخص ابھی تک۔۔۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" وہ تیزی سے میری بات کاٹ کر بولی۔ "کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بلند آواز میں نہیں کی جا سکتیں۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

میں نے حسنہ کو غور سے دیکھا' وہ اچانک میرے لیے اسرار بن گئی تھی۔ پہلے بھی اس نے رکی کے سلسلے میں مجھے کراس کے خطرے سے آگاہ کیا تھا مگر کیوں؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟ وہ کون تھی؟ کس وجہ سے رکی کے خلاف میری مددگار ہو گئی تھی؟ اس کی معلومات کا دائرہ بھی خاصا وسیع تھا جس کا اندازہ مجھے پہلی ہی ملاقات میں ہو گیا تھا؟ میں اس بات کو ماننے کو تیار نہیں ہو سکا کہ وہ محض سیلیا کی موت کا انتقام لینے کی خاطر اپنی زندگی کو داؤ پر لگا رہی ہوگی پھر اس کا اصل مقصد کیا تھا جو وہ بغیر کسی تنخواہ کے میرے دفتر میں ملازم ہونے کا اصرار کر چکی تھی؟ میں اسے مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا؟ کاکا کی نے میرے اندر کے جاسوس کو پھر چوکس کر دیا تھا۔ میں نے اس کی اصلیت جاننے کی خاطر پوچھا۔

"کیا آپ کے پاس اپنا کوئی کونس ہے یا دفتر آنے کی خاطر آپ کو دھواں اڑانے والی بسوں کی زحمت برداشت کرنا پڑتی ہے؟"

"میں یہاں مستقل ملازمت کے ارادے سے نہیں ہوں۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "اس دنیا کا کچھ قرض ہے' وہ اتر جائے تو میں آپ کی ملازمت سے بغیر کہے رخصت ہو جاؤں گی۔"

"قرض کی ادائیگی پیسوں سے ہوتی ہے محترمہ جب آپ بغیر تنخواہ کے کام کرنے پر تیار ہو گئی ہیں۔ کیا میں اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

جواب میں حسنہ نے خاموشی اختیار رکھی پھر اس نے کاغذ اٹھا کر اس پر کچھ لکھا اور اسے میری طرف بڑھا دیا۔

بھی موجود تھیں۔ کمرے میں رکی کے قریب ہی کوئی عورت بھی موجود تھی۔ اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن جو حصہ بھی نظر آ رہا تھا اس پر ہیجان انگیز جسم کا باریک سلیپنگ گاؤن موجود تھا۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے میرے پرانے واقف کار مسٹر کریم کہ اس وقت میک اپ کر کے تمہیں یہاں تک آنے کی زحمت کس لیے گوارا کرنی پڑی' کیا تم کسی خاص پارٹی کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"تمہارا اندازہ غلط ہے رکی۔" کریم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر سرد لہجے میں بولا۔ "میں مسز فرگوسن سے ایک پرانا حساب کرنے کی غرض سے یہاں آیا تھا۔ تقریباً ایک سال پرانی بات ہے جب مجھے اس کے اسٹاک کا ایک ہیرا پسند آیا تھا' میں ایڈوانس کے طور پر اسے دس ہزار پیشگی دے چکا تھا لیکن جب میں پوری رقم لے کر مال اٹھانے کے ارادے سے پہنچا تو اس نے اپنی کمینگی اور بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے شناخت کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ میری جگہ اگر تم ہوتے ڈیئر رکی تو تمہارا ردعمل کیا ہوتا؟" کریم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ بکواس کر رہا ہے۔" دوسری عورت جو مسز فرگوسن کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی کرخت لہجے میں بولی۔ "میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"دس ہزار کی پیشگی رقم خاصی بڑی ہوتی ہے جبکہ میری معلومات کے مطابق تم حرمزدگی کے معاملات میں لنگوٹ کھول چکے ہو۔" رکی نے مسز فرگوسن کی بات کا جواب دیے بغیر کریم کو گھورتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "میری آخری اطلاع کے مطابق تم نے شاید ایک مقامی نائٹ کلب کے مالک مسٹر ندیم کے یہاں ملازمت اختیار کر لی تھی۔" رکی نے الفاظ چباتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس اطلاع کی تردید نہیں کروں گا۔" کریم نے خوفزدہ ہوئے بغیر کہا۔

"اگر تم مسٹر ندیم کی ملازمت کا اقرار کر رہے ہو تو پھر یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ ندیم اور شہباز خان کے درمیان دوستی کا کیا رشتہ ہے؟"

"ہاں۔ مجھے اس کا علم ہے۔" کریم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تازہ ترین اطلاع کے مطابق تم آج کل شہباز خان کی پرسنل کار چلانے کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہو؟"

"یہ بھی سچ ہے۔"

"دو دو کتنے ہوتے ہیں کریم؟"

"چار۔"

"گڈ تمہارا حساب بھی ٹھیک ٹھاک ہی ہے۔" کریم کا جواب سن کر رکی کا لہجہ پھر سفاک ہو گیا۔ کسی زہریلے سانپ کی طرح انتہائی خطرناک انداز میں پھنکارتا ہوا بولا۔ "تمہارے دونوں مالکان۔ میرا مطلب ہے ندیم اور شہباز خان آج کل میری تلاش میں شہر کے کونے کونے کو بھی نہیں چھوڑ رہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے دوبارہ معاشی اختیار کر لی ہو اور اب مجھے زندہ گرفتار کرنے کا خواب دیکھنے کی خاطر یہاں تک آ پہنچے ہو۔ بائی دے وے کیا تمہیں یقین ہے کہ تم رکی پر قابو پا سکو گے جبکہ تم خود اس وقت میرے ہی رحم و کرم پر ہو۔"

کریم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ میرے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے آٹومیٹک کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ "تمہاری خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم یہاں مسز فرگوسن کا نہیں بلکہ میرا شکار کھیلنے کی غرض سے آئے تھے۔" رکی نے زہرخند سے کہا۔ "تم شاید بھول گئے تھے کسی آدم خور شیر کی تلاش یا اس کے شکار میں ایک لمحے کی بھول بھی شکاری کو شیر کا شکار بنا دیتی ہے جو اپنا پیٹ بھرنے کے بعد شکاری کی ادھڑی ہوئی لاش کو دوسرے جانوروں کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ جنگل کا بادشاہ مرنے کے بعد بھی بادشاہ ہی کہلاتا ہے۔ بڑے بڑے شکاری بھی ہر زاویے سے اپنا اطمینان کیے بغیر اس کے قریب جانے کا خطرہ مول نہیں لیتے اور تم۔۔۔ رکی کو شکار کرنے کی خاطر یہ چھوٹا سا کھلونا لے کر آ گئے۔"

"محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہے۔" کریم نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ وہ رکی کے رحم و کرم پر تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کسی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

"اچھا ہے تم نے میری ایک اور مشکل آسان کر دی۔" رکی کسی خونخوار درندے کی طرح غرایا۔ "اب تم اس بات کا فیصلہ بھی کر دو کہ تم کس حربے کے استعمال سے اپنی موت قبول کرو گے؟"

"رکی۔" مسز فرگوسن کی آواز ابھری۔ "ہو سکتا ہے کہ اس باسٹرڈ کے ساتھ اور ساتھی بھی ہوں۔"

"نہیں۔" رکی کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں جانتا ہوں کہ یہ تنہا دس بارہ تو میلوں پر بھاری ہے' البتہ یہ کریم سوا سیر والی مثل بھول گیا تھا' ورنہ جان بوجھ کر شیر کی کچھار میں گھسنے کی حماقت کون کرتا ہے۔"

"اسلحے کے بل بوتے پر کوئی بچہ بھی اپنی مردانگی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔" کریم نے نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

"گڈ۔" رکی نے خوشی کا اظہار کیا۔ "میں خود بھی شور کرنے والے کھلونے استعمال کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ ایک یا دو گولی بھی انتقام کی آگ کی شدت کو کم نہیں کر سکتیں۔ البتہ چھریوں کا استعمال بڑا خاطر خواہ ہوتا ہے۔ ایک تڑپ تڑپ کر اپنی زندگی کی بھیک مانگتا ہے اور دوسرا۔۔۔ خون کے اچھلنے والے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سے چھڑائی ہے اسے کم از کم فون کر کے بتا دیں کہ کسی دوسرے روپ میں اس نے کیا بیان دیا تھا۔"

میرے ذہن کو پھر ایک جھٹکا لگا' حسنہ میرے لیے لیڈی مکلارنس اور کاکا سے زیادہ پراسرار ثابت ہو رہی تھی۔ یہ بات یقیناً قابل غور تھی کہ اسے میری اور ماہ رخ کی بات کا علم کس طرح ہو گیا۔ کیا وہ بھی حسنہ کی شکل میں کسی طاغوتی قوتوں کی مالک تھی جس نے فی الحال حسنہ کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔

"آج نو بجے کے بعد کا وقت آپ کے شکار کھیلنے کے لیے بہت موزوں ہو گا۔" اس نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا پھر تیزی سے قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں نے انٹرکام اٹھا کر وارثی کا نمبر پریس کیا۔

"یس سر۔" وارثی کی آواز فوراً ہی سنائی دی۔

"میری نئی سکریٹری کے بارے میں آپ کی کیا رپورٹ ہے؟"

"میرے خیال میں وہ بے پناہ صلاحیتوں کی مالک ہے۔" وارثی نے جواب دینے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔ "ملازمت کے پہلے ہی دن اس نے آفیشل ملاقات میں ایسی کارکردگی کا مظاہرہ کیا جس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ پہلی بار کسی سروس میں آئی ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے جان بوجھ کر خود کو را ہینڈ (RAW HAND) ظاہر کرنے کی کوشش کی ہو۔"

"آپ کے خیال میں اس نے ایسا کیوں کیا ہو گا؟"

"اپنے کام کا لوہا منوانے کی خاطر خاص طور پر اکثر خواتین ملازمت حاصل کرتے وقت یہی ظاہر کرتی ہیں کہ وہ پہلی بار ملازمت میں داخل ہو رہی ہیں جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔"

"آئی سی۔"

"کیا آپ کو اس سے کوئی شکایت ہے سر؟"

"جی نہیں۔ میں بھی اس کی کارکردگی سے خوش ہوں۔" میں نے جملے کے اختتام کے بعد ریسیور واپس رکھ دیا پھر کچھ دیر تک ذہنی جمناسٹک کرنے کے بعد میں نے ماہ رخ کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری جانب سے کال اسی نے ریسیو کی تھی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم فرصت ملتے ہی مجھے دوبارہ کال کرو گے لیکن کیا یہ دریافت کر سکتی ہوں کہ اس وقت تم کس شخصیت سے مصروف گفتگو تھے کہ ماہ رخ سے بات کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔"

"سراج ایک انسپکٹر کے ساتھ میرے سامنے موجود تھا۔" میں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "اس کا شبہ ہے کہ قتل والی کال میں نے کیا ہے۔"

"اس شک کی بنیاد کیا تھی؟"

"شاید اس کے آدمیوں نے سلیمان شاہ کے ہٹ تک میرا تعاقب کیا ہو گا۔ اس نے بعد میں اپنا بیان بدل کر یہ بھی کہا تھا کہ کسی نے اسے فون پر میری نقل و حرکت اور فضل داد کے قتل سے آگاہ کیا تھا۔"

"سلیمان شاہ ایسا نہیں کر سکتا۔" ماہ رخ نے بڑے وثوق سے کہا۔

"ہو سکتا ہے لیکن بہرحال سراج کو دفتر سے اٹھنے کے بعد میری ایک ایک منٹ کی موومنٹ کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"پریشان مت ہو۔" ماہ رخ نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "تمہاری خاطر میں آئی جی اور ڈی آئی جی کی کرسی بھی ہلوا سکتی ہوں۔ سراج غریب کیا بیچتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "پلیز' تم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی۔"

"پھر۔"

"تم سراج کو صرف اتنا بیان دے سکتی ہو کہ کل دفتر سے اٹھنے کے بعد رات تک تم اور میں ساتھ رہے تھے۔"

"کاش ایسا ممکن ہو سکتا۔" وہ فون پر ہی بہکنے لگی۔

"لیکن تم فون کر کے سراج سے کچھ نہیں کہو گی۔" میں نے جلدی سے صورت حال کے پیش نظر مشورہ دیا۔ "اگر سراج تم سے خود ملے تو اور بات ہے۔"

"خیال ہے تمہارا۔" اس کے لہجے میں غرور و تکبر شامل تھا۔ "سراج میرے دروازے کے باہر تک آنے کی بھی ہمت نہیں کرے گا۔"

"ہو سکتا ہے لیکن میں نے اسے یہی بیان دیا ہے کہ کل میں تمہارے ساتھ تھا۔"

"کیا میں اسے بھی اپنی خوش قسمتی سمجھ سکتی ہوں کہ تم نے کسی نہ کسی بہانے اپنی ماہ رخ کو استعمال تو کیا۔" ریسیور پر ایک سرد آہ کے ساتھ کہا گیا۔

"میں نے نہیں بلکہ تم نے۔" میں نے بحالت مجبوری خود کو اس کے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ "سب سے پہلے تمہارے ہی آدمیوں نے مجھے زبردستی گن پوائنٹ پر اغوا کیا تھا یاد ہے۔"

"تم اسے میری ضد سمجھ لو۔" ماہ رخ کی آواز لڑکھڑانے لگی۔ "لیکن اب ایسا نہیں ہو گا۔ اب میدان تمہارے حق میں بالکل صاف ہے' سلیمان شاہ کی واپسی ایک ہفتے سے پہلے نہیں ہو گی۔"

"لیکن ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے مخصوص آدمیوں کو تمہاری نگرانی پر مامور کر رکھا ہو۔" میں نے بہانہ بنانے کی خاطر کہا۔

"نہیں۔" وہ بڑے پراعتماد لہجے میں بولی۔ "ہم دونوں کے درمیان یہ انڈراسٹینڈنگ شروع سے ہے کہ ایک دوسرے کے پرائیویٹ معاملات میں دخل انداز نہیں ہوں گے۔ جو چاہے' جب چاہے اپنے منہ کا ذائقہ بدل سکتا ہے' کسی کو کسی پر اعتراض نہیں ہو گا۔"

"پھر میرے سلسلے میں وہ اتنا جذباتی کیوں ہو گیا۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"فوٹوز کی وجہ سے لیکن مجھے ابھی تک حیرت اسی بات پر ہے کہ وہ تصویریں دوبارہ کس طرح تیار کی گئی ہوں گی۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ بھی سلیمان شاہ کے کسی اپنے آدمی کی شرارت ہو جسے تم قابل اعتماد سمجھتی ہو۔"

"چھوڑو ان خشک باتوں کو۔" وہ دوبارہ بہکنے لگی۔ "یہ بتاؤ کہ ملاقات کب ہو رہی ہے؟"

"سلیمان شاہ کی واپسی سے پہلے ہی کوئی وقت نکالوں گا۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔ میرا ذہن ایک بار پھر حسنہ کی گتھی سلجھانے میں الجھ گیا۔

فون کی گھنٹی کچھ دیر بعد دوبارہ بجی۔ میں نے فوراً ہی ریسیور اٹھانے کی کوشش کی' میرا خیال تھا کہ وہ کال ماہ رخ کی ہو سکتی ہے کیونکہ میں نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا لیکن چوتھی گھنٹی کے بعد میں نے سوچا کہ وہ کوئی اہم کال بھی ہو سکتی ہے۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ دوسری جانب سے لیڈی مکلارنس مجھ سے مخاطب تھی۔

"کوئی نئی بات؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہاں لیکن وہ خاص بات حسنہ سے تعلق نہیں رکھتی اس لیے کہ میں پہلے ہی اس کی سفارش کر چکی ہوں۔"

"اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ وہ میرے لیے پراسرار بنتی جا رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال غلط نہ ہو لیکن میں فی الحال حسنہ کے بارے میں۔"

"لیڈی مکلارنس پلیز۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے رہنا بے حد خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اگر تم کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے میرے بچے تو میں آئندہ تم سے دور رہنے کی کوشش کروں گی۔" اس بار وہ قدرے روٹھے انداز میں بولی۔ "جب دو فریقین کے درمیان اعتماد اور یقین کا رشتہ ختم ہو جائے تو گاڑی زیادہ دور نہیں چلتی۔ ایسی صورت میں بہتر ہوتا ہے فریقین افہام و تفہیم کے ساتھ ایک دوسرے سے تعلقات ختم کر دیں۔"

"میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ میں آپ پر۔" میں نے وضاحت کرنی چاہی لیکن وہ جملہ کاٹ کر بولی۔

"پریشان مت ہو میرے بچے' میں بہر صورت تمہارا خیال رکھوں گی۔"

"مجھے یقین ہے لیکن۔"

"اس وقت میں تمہیں پانڈے کے سلسلے میں ایک ضروری اطلاع دینا چاہتی ہوں۔"

"پانڈے۔" میرے ذہن میں پانڈے کا نام سن کر ایک چھناکا سا ہوا' حالات کی رفتار اس قدر تیز ہو گئی تھی کہ مجھے پانڈے اور نرمل کے سلسلے میں کوئی خیال ہی نہیں رہا۔ ندیم نے بھی اس ذکر کو دہرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بھوشن کے ایک لمبی رقم کے مطالبے کے بعد ندیم کے مشورے پر پانڈے اور اس کی خوبصورت بیوی نرمل کو ایک محفوظ مقام پر منتقل کر دیا تھا اور ان کی جگہ ندیم کے آدمیوں نے ڈپلی کیٹ کی شکل میں سنبھال لی تھی۔ پانڈے نے کہا تھا کہ وہ ایک اہم تحریر دے گا جسے اس کی موت کے بعد پولیس کے کسی اعلیٰ آفیسر تک پہنچا دیا جائے لیکن اس کی نوبت بھی ابھی تک سامنے نہیں آئی تھی اور اب لیڈی مکلارنس مجھے کوئی خاص اطلاع دینا چاہتی تھی۔ میں نے پانڈے کا سن کر گزری ہوئی باتوں کو سوچا پھر بے چینی سے بولا۔ "مجھے پانڈے یا نرمل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن انسانیت کے ناتے سے ان کی مدد سے انکار بھی نہیں کر سکتا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ انسان میں اگر انسانیت ہی نہ رہے تو اس کے اور جانوروں کے درمیان تمام فرق مٹ جاتا ہے۔" وہ دبی زبان میں بولی۔ "ہمارے ملک میں تمہارے دیس کے لوگوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا' نشہ آور اشیاء کی وجہ سے انھوں نے اپنی ریپوٹیشن خود خراب کر رکھی ہے لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اگر میں بھی متعصب ہوتی تو شاید ہم ایک دوسرے کے اتنا قریب نہ آتے۔"

"پانڈے کے بارے میں کیا اطلاع ہے؟" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے دوست نے ان دونوں کو جہاں منتقل کیا تھا وہ جگہ محفوظ تھی۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "اس رہائش گاہ کے اطراف کوئی ایسا سرکل (دائرہ) ہے جس کے اندر تمہاری کاکا رائی کی پہنچ ناممکن ہے۔ میں نے بہرحال ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید اس لیے کہ میں پوری طرح مطمئن تھی بھوشن کاکا کی حمایت ہونے کے باوجود پانڈے اور اس کی بیوی کو تلاش نہیں کر سکے گا۔ برا نہ ماننا میرے بچے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی انسان کو غیر متوقع طور پر کوئی بڑی رقم مل جائے تو وہ ایمان کی روشنی کو چھوڑ کر اندھیروں میں بھٹک جاتا ہے' دولت کی چمک دمک نے بڑے بڑے اصول پسندوں کے ایمان کو بھی متزلزل کر دیا ہے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

دراصل یہ بھی اوپر والے کی ایک آزمائش ہوتی ہے۔ جن کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں وہ خود کو خدا کے عذاب سے نہیں بچا پاتے۔ ان کا حشر ہمیشہ خراب اور بدترین ہوتا ہے پانڈے بھی محفوظ مقام پر ہونے کے باوجود دشمنوں کی نگاہوں میں آچکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔

"تمہارے دوست نے جن لوگوں پر بھروسا کر کے بنگلے کی نگرانی پر مامور کیا تھا ان میں سے ایک کے دل میں لالچ آگئی پھر اس نے بھوشن سے بذریعہ فون رابطہ قائم کیا اور منہ مانگی رقم حاصل کرنے کے بعد اس بنگلے کی نشان دہی کر دی ہے۔" لیڈی مکارنس اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "بھوشن جوزف نے اپنے شکاری کتوں کا جال پھیلا دیا۔ کالکا بھی شریک کار ہے لیکن ابھی تک کوئی اس سرکل کے اندر داخل ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"کیا وہ اس دائرے کو توڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے دریافت کیا۔ لیڈی مکارنس کی اطلاع میرے لیے کسی خوفناک دھماکے سے زیادہ اہم ثابت ہوئی تھی۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ کالکا کی سیاہ قوتوں نے اپنا پورا زور لگا رکھا ہے' وہ اپنے سے بڑی قوتوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ بھوشن کے آدمی بھی بڑے چوکس اور محتاط ہیں' ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکیں لیکن نتیجہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ البتہ ایک بات میں بڑے یقین سے بتا سکتی ہوں کہ بھوشن نے پانڈے اور اس کی بیوی کو موت کے گھاٹ اتارنے کو اپنی انا کا مسئلہ بنا رکھا ہے۔ اس کا ذاتی خیال ہے کہ پانڈے اور نرمل کی موت سے تم کو اور تمہارے دوست کو ایک شدید ذہنی جھٹکا پہنچانے میں کامیاب ہو جائے گا' اس خیال خام نے اسے طمانیت بخش رکھی ہے۔"

"کیا بھوشن جوزف کو علم ہے کہ کالکا اس کی پشت پناہی کر رہی ہے؟"

"نہیں۔ جو طاغوتی اور پراسرار قوتیں ہوتی ہیں وہ خود کو ہر ایک پر ظاہر نہیں کر سکتیں۔"

"کیا آپ اس شخص کے نام سے واقف ہیں' جس نے ندیم کے اعتماد کو دھوکا دیا ہے؟" میں نے مذبذب لہجے میں پوچھا۔

"میں اس کا نام ظاہر نہ کرتی لیکن میرے علم نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے دن اب گنے جا چکے ہیں اس لیے میں اس کا نام بتانے سے گریز نہیں کروں گی۔ اس کا نام شاہد ہے لیکن وہ شہ زور کے نام سے زیادہ پہچانا جاتا ہے۔" لیڈی مکارنس نے زور دیتے ہوئے اپنے جواب کو طول دیا۔ "ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔ تم یا تمہارا دوست فی الحال اس بنگلے کے

ہٹلر کی حیاتِ معاشقہ

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

ہٹلر کے معاشقوں کی مکمل تفصیل
اس کی ذاتی زندگی کے متعلق
ایک دلچسپ کتاب ----
جو اس سے پہلے شائع نہیں ہوئی۔

قیمت : -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

قریب جانے کی حماقت نہ کرنا اس لیے کہ بھوشن نے اپنے آدمیوں کو بڑی سختی سے ہدایت دے رکھی ہے کہ جو آدمی بھی بنگلے میں داخل ہونے کی کوشش کرے یا شہ زور سے ملنے آئے اسے اگر زندہ نہیں تو لاش کی صورت میں بھوشن تک پہنچا دیا جائے۔ اس بنگلے کی نگرانی کرنے والے افراد کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ بظاہر وہ بے ضرر نظر آئیں گے لیکن ان میں سے ہر ایک انتہائی جدید اور خطرناک اسلحے سے پوری طرح لیس ہے۔"

"کیا آپ مجھے پانڈے اور نرمل کے بنگلے کا پتا دے سکتی ہیں؟" میں نے کاغذ قلم سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے دوست پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو گے۔" لیڈی مکارنس نے جواب دیا پھر مجھے رہائش گاہ کا پتا نوٹ کرا دیا۔

"تھینکس لیڈی مکارنس۔" میں نے پتا نوٹ کرنے کے بعد کہا پھر حسنہ کے ذکر کو دوبارہ چھیڑنا چاہا لیکن اس نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور رابطہ ختم کر دیا۔

میرے لیے اب رکی کے ساتھ شہ زور بھی بہت اہم ہو چکا تھا۔ لیڈی مکارنس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں شہ زور کو ندیم کے علم میں لائے بغیر قابو کرنا چاہتا تھا پھر اسے ندیم کے سامنے ہی کیفر کردار تک پہنچانے کا خواہش مند تھا لیکن حالات کے پیش نظر میں نے پہلے رکی کا انتخاب کیا اور اسی رات اپنے

چہرے میں تبدیلی کر کے مسز گوسن کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ کریم بھی میرے ہمراہ تھا۔ اس نے بھی بطور خاص ایسا ہی میک اپ کیا تھا کہ کوئی شناسا بھی ہمیں آسانی سے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ گاڑی کے سلسلے میں بھی احتیاط سے کام لیا اور اپنے ایک واقف کار کی گاڑی استعمال کی' میرے علاوہ کریم بھی پوری طرح مسلح تھا' میرا خیال تھا کہ ان ساری تبدیلیوں کی وجہ کریم مجھ سے ضرور دریافت کرے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ بڑی خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا۔ راستوں کی رہنمائی تھوڑے تھوڑے وقفے سے کرتا رہا جس کے جواب میں کریم محض گردن کو اثبات میں جنبش دے کر عمل کر رہا تھا۔

"کریم" میں نے کچھ دیر بعد اسے مخاطب کیا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم اس وقت کس مہم کو سر کرنے کے لیے جا رہے ہیں؟"

"حلیہ تبدیل کر لینے کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں سر کہ کام کی نوعیت اہم ہی ہو گی۔"

"میں کچھ اور دریافت کرنا چاہ رہا تھا؟" میں نے اس کے جواب سے قدرے خجل ہوتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "کیا تم نے اپنے میک اپ والی بات کسی اور کو تو نہیں بتائی؟"

"جی نہیں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "آپ مجھ پر ہمیشہ اعتماد کر سکتے ہیں لیکن میری ایک درخواست ہے؟"

"وہ کیا؟"

"اگر آپ خطرات کے وقت مجھے سامنے رکھنے کا موقع دیں تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی؟"

"اس کا جواب میں قبل از وقت نہیں دے سکتا۔ ویسے ہو سکتا ہے اس بار تمہیں بھی مقابلے کی صورت درپیش آجائے۔"

"میں اگر آپ کے کام آیا تو آپ کی مہربانی ہو گی۔" وہ بدستور سنجیدہ تھا پھر جب اس نے میری ہدایت پر گاڑی بائیں جانب موڑ کر سول لائنز کا رخ اختیار کیا تو چونک کر پوچھا۔ "سر کیا ہم اس وقت مسز گوسن کے بنگلے کی طرف تو نہیں جا رہے ہیں؟"

"تمہیں یہ خیال کیسے آیا؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔

"یہ کون نہیں جانتا سر' شہر کے تمام اعلیٰ اور ذات شریف قسم کے لوگ اپنی شکل کی خاطر خواہ سامان اس کی منڈی سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ سارا مال بہت اعلیٰ معیاری اور ایک نمبر کا ہوتا ہے۔ گاہک کی دلچسپی کا اندازہ لگانے کے بعد وہ دو نمبر مال بھی چلالی کرتی ہے" البتہ اس کے لیے دام شہرت سے زیادہ کچھ ہی ہوتے ہیں۔" کریم نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "بڑی لوچی شے ہے سر۔ بیوپار کے پہلے اس نے اپنی ضرورت کی خاطر کھولا تھا اب وہ اس رکی کینیڈی شننگ فیکٹری کے تحت استعمال ہو رہا ہے جہاں مسز گوسن بڑی مہارت سے پرانی گاڑیوں کو بھی ٹھیک ٹھاک کر کے ان افراد کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہے جو اس میدان میں نئے نئے ہیں۔ وہ شریف لوگوں کی پہچان میں بھی بڑی تجربہ کار ہے کسی ایسی کسوٹی کی طرح جس پر اصل اور نقل کی پرکھ ہو سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے رکی کینیڈی شننگ فیکٹری کا استعمال غلط کیا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق وہ رینٹ اے کار کی بزنس میں زیادہ دلچسپی رکھتی ہے۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"آپ کا خیال زیادہ صحیح ہے۔" کریم مسکرا کر بولا۔ "ویسے مسز گوسن ایک ماہر بیوٹیشن کی وجہ سے اب اپنی بیوٹی کا غم بھلانے کی خاطر اکثر و بیشتر خود بھی اپنے چہرے میں ایسی تبدیلیاں کر لیتی ہے جو اس کی اصلی عمر میں دس پندرہ سال کی کمی پیدا کر دیتی ہے۔"

"کیا تم اسے بہت قریب سے جانتے ہو؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا آپ واقعی اس وقت اسی کے بنگلے پر چل رہے ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ "مجھے بھی ایک اہم دانے کی تلاش ہے اور میری اطلاع کے مطابق وہ دانہ مسز گوسن کے بنگلے ہی میں مل سکتا ہے۔"

"رکی۔" کریم نے برجستہ جواب دیا پھر بولا۔ "مجھے اپنی حماقت اور ذہانت دونوں پر غصہ آ رہا ہے۔ مجھے پہلے مسز گوسن کا خیال کیوں نہیں آیا۔ دراصل مسز گوسن' رکی سے ٹوٹ کر پیار کرتی ہے اور اس کے عوض وہ رکی کو تمام سہولتیں بہم پہنچاتی ہے۔ آپ کا مخبر سچا ہے سر اگر رکی اس کے بنگلے پر نہ ہوا تو مسز گوسن بہرحال اس کے ٹھکانے سے ضرور واقف ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس کی زبان کھلوانے کی خاطر اس کی ڈنڈا ڈولی بھی کرنی پڑے لیکن ___" کریم نے چونک کر کہا۔ "جو ہیروں کی تجارت کرتے ہیں وہ اپنی رکھوالی کی طرف سے بھی بے پرواہ نہیں ہوتے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا ہم دو اس کے بنگلے کے کونے کھدروں کو آسانی سے کنٹرول کر سکیں گے۔"

"ہاں میں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا تو کریم نے کوئی دوسرا سوال کرنے کے بجائے بڑی سعادت مندی سے درخواست کی۔ "میں یہی چاہوں گا سر کہ آپ اس معاملے میں خود پیچھے رہیں اور مجھے آگے رہنے کا موقع دیں۔"

"اس کا فیصلہ بھی وقت ہی کر سکتا ہے۔" میں نے سرسری سا جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "ایک بات یاد رکھنا کہ مجھے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

زندہ درکار ہوگا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر۔ باس نے بھی راجو اور اپنے دوسرے خاص آدمیوں کو یہی ہدایت جاری کی ہے کہ رکی کو ہر حال میں زندہ گرفتار کیا جائے۔"

پھر ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ پندرہ منٹ بعد کریم نے گاڑی ایک سائڈ لائن میں اس طرح پارک کردی کہ مین شاہراہ سے گزرنے والی کوئی گاڑی اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مسز فرگوسن کی رہائش گاہ اس مقام سے ڈیڑھ دو فرلانگ دور ہی تھی۔ ہم وہ راستہ پیدل طے کرنے لگے۔ اس وقت سڑک پر شاذ و نادر ہی کوئی کار اپنی منزل کی سمت تیزی سے فراٹے بھرتی نظر آتی تھی۔ سول لائنز کا یہ علاقہ نہایت خوبصورت اور قابل دید رہائش گاہوں پر مشتمل تھا۔ ہم جس وقت بنگلے سے دس پندرہ گز دور رہ گئے تو کریم نے سرگوشی کی۔

"سر۔ آپ پشت کی جانب سے اندر داخل ہوں۔ میں صدر دروازے سے اندر داخل ہو کر حالات کا جائزہ لیتا ہوں اگر بنگلے میں چوکیدار یا خاص محافظ قسم کی چیز موجود ہوئی تو میری طرف متوجہ ہوجائے گی اور آپ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر عقبی راستے سے اس معزز خاتون کی خواب گاہ تک پہنچنے میں آسانی سے کامیاب ہوسکتے ہیں۔"

میں نے بھی ذاتی طور پر یہی پلاننگ کی تھی۔ اس میں میری خود غرضی بھی شامل تھی جس کی وجہ رکی سے سوا کچھ اور نہیں تھی چنانچہ معمولی انکار کے بعد میں نے کریم کی درخواست منظور کرلی پھر سیدھے ہاتھ کی بائی لین میں داخل ہوگیا۔ مسز فرگوسن کی رہائش گاہ کے پشت پر پہنچنے میں مجھے بہ مشکل پانچ منٹ لگے تھے۔ بنگلے کے عقبی حصے میں بظاہر ہر جانب سناٹا ہی طاری تھا۔ محض ایک نیلے رنگ کا زیرو واٹ کا نائٹ بلب اندھیروں سے چیرہ دستی کی کوشش میں مصروف نظر آرہا تھا۔ میں نے ایک منٹ تک اندر سے کسی آہٹ یا سن گن لینے کی خاطر انتظار کیا پھر چار دیواری جو پانچ فٹ سے کم نہیں تھی اس پر میں نے ہاتھ جمائے اور زور لگا کر ہوا میں جسم کو لہرا کر اندر کود گیا۔ اندر کودنے کے بعد میں نے پہلے اپنا خاموش پستول نکال کر اس کا سیفٹی کیچ کھولا اس کے بعد ادھر ادھر کا جائزہ لینے کے بعد عمارت کے عقبی دروازے تک پہنچ گیا جو میرے خیال کے مطابق ملازموں اور اسی قسم کے دوسرے افراد کے استعمال کے لیے تھا۔ دروازے کے اندر کی جانب تالا موجود تھا لیکن یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ وہ لاک نہیں تھا۔ میں نے نہایت آہستگی سے اسے کھولا پھر چٹخنی کو ایک جانب کھسکا کر اندر داخل ہوا پھر تالے کو پہلی ہی جیسی پوزیشن میں کردیا۔ حسنہ کی اطلاع غلط نہیں تھی۔ ابھی بھوشن کے آدمیوں کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی کہ رکی کو [illegible] سے مسز فرگوسن کی رہائش گاہ پر منتقل کردیا۔ دوسری صورت میں بھوشن کے آدمی مجھے اتنی آسانی سے اندر داخل ہونے کی اجازت کبھی نہ دیتے بہرحال میں مختلف راہداریوں سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے تک پہنچ گیا جس کے اندر سے روشنی چھن چھن کر باہر آرہی تھی۔ میں اس دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور میں سانس روک کر بڑی پھرتی سے دیوار سے چپک گیا۔ باہر جو شخص نمودار ہوا وہ نہ صرف خاصے بڑے جسم کا مالک تھا بلکہ اس کی سیدھے ہاتھ میں ایک سب مشین گن بھی موجود تھی۔ باہر نکل کر اس نے دروازہ بھیڑا اور صدر دروازے کی سمت جانے لگا۔ میرے خیال میں وہ صدر دروازے کا محافظ رہا ہوگا اور اس وقت کسی روشن کمرے سے برآمد ہونے کی وجہ صرف یہی ہوسکتی تھی وہ کریم پر قابو پانے میں کامیاب ہوچکا تھا اور اسے مالکان میں سے کسی ایک کے حوالے کرنے کے بعد دوبارہ اپنی ڈیوٹی نبھانے جارہا تھا۔ میں دیوار کے ساتھ چپکا چپکا پنجوں کے بل چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ مسلح شخص اس وقت دروازے تک جانے کی خاطر بڑے ہال تک پہنچ گیا تھا پھر شاید وہ میرے قدموں کی آہٹ پا کر یا کسی خطرے کی بو محسوس کرکے پلٹنے کے ارادے سے رکا تھا کہ میں جھپٹ کر اس کے قریب گیا۔ میرا سیدھا ہاتھ برق رفتاری سے فضا میں بلند ہوا پھر آٹومیٹک کے دستے کی ضرب اتنی شدید تھی کہ سب مشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ لہراتا ہوا فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ میں نے جلدی سے اس کی سب مشین گن پر قبضہ کیا پھر بڑی سرعت سے اس کی ٹانگ گھسیٹتا ہوا ان سیڑھیوں کے نیچے لے گیا جہاں سے وہ فوری طور پر کسی آنے والے کو نظر نہیں آسکتا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ خود مجھے بھی حیرت ہی ہوئی تھی لیکن شاید قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی۔ میں دوبارہ پلٹ کر اس کمرہ کے قریب آگیا جہاں سے چوکیدار برآمد ہوا تھا۔ میں نے دروازہ فوری طور پر کھولنے کی حماقت نہیں کی۔ کی ہول کے راستے اندر دیکھا تو میرا خون منجمد ہونے لگا کریم میرے سامنے موجود تھا۔ اس کی پشت دروازے کی جانب تھی۔ دوسرا شخص جو اس کے سامنے اپنی آٹومیٹک ہاتھ میں لیے بڑے محتاط انداز میں کھڑا کریم کو سفاک نظروں سے گھور رہا تھا وہ رکی کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے اسے معمولی میک اپ میں ہونے کے باوجود شناخت کرلیا اس لیے کہ میں اسے ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ رکی کے جسم پر ایک نیکر کے سوا کوئی لباس نہیں تھا۔ اس کے جلد کی خوبصورت رنگت چہرے کی حسین ساخت اور نیلی آنکھوں کے علاوہ قد و قامت بھی خاصی پرکشش تھی۔ جنس مخالف کے لیے وہ اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتا تھا لیکن اس وقت وہ جن نظروں سے کریم کو گھور رہا تھا ان میں کسی پیشہ ورانہ قاتل کی تمام تر ظالمانہ خصوصیات بھی موجود تھیں۔ کمرے میں رکی کے قریب ہی کوئی عورت بھی موجود تھی۔ اس کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن جو حصہ بھی نظر آرہا تھا اس پر ہیجان انگیز قسم کا باریک سلیپنگ گاؤن موجود تھا۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے میرے پرانے واقف کار مسٹر کریم کہ اس وقت میک اپ کرکے تمہیں یہاں تک آنے کی زحمت کس لیے گوارا کرنی پڑی۔ کیا تم کسی خاص پارٹی کے لیے کام کررہے ہو؟"

"تمہارا اندازہ غلط ہے رکی۔" کریم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر سرد لہجے میں بولا۔ "میں مسز فرگوسن سے ایک پرانا حساب کرنے کی غرض سے یہاں آیا تھا۔ تقریباً ایک سال پرانی بات ہے جب مجھے اس کے اسٹاک کا ایک پیس پسند آگیا تھا۔ میں ایڈوانس کے طور پر اسے دس ہزار پیشگی دے چکا تھا لیکن جب میں پوری رقم لے کر مال اٹھانے کے ارادے سے پہنچا تو اس نے اپنی کمینگی اور بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے شناخت کرنے سے بھی انکار کردیا۔ میری جگہ اگر تم ہوتے ڈیئر رکی تو تمہارا ردعمل کیا ہوتا؟" کریم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ بکواس کررہا ہے۔" دوسری عورت جو مسز فرگوسن کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی تھی کرخت لہجے میں بولی۔ "میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"دس ہزار کی پیشگی رقم خاصی بڑی ہوتی ہے جبکہ میری معلومات کے مطابق تم جرم زنی کے معاملات میں لنگوٹ کھول چکے ہو۔" رکی نے مسز فرگوسن کی بات کا جواب دیے بغیر کریم کو گھورتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "میری آخری اطلاع کے مطابق تم نے شاید ایک مقامی نائٹ کلب کے مالک مسٹر ندیم کے یہاں ملازمت اختیار کرلی تھی۔" رکی نے الفاظ چباتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس اطلاع کی تردید نہیں کروں گا۔" کریم نے خوفزدہ ہوئے بغیر کہا۔

"اگر تم مسٹر ندیم کی ملازمت کا اقرار کررہے ہو تو پھر یہ بھی ضرور جانتے ہوگے کہ ندیم اور شہباز خان کے درمیان دوستی کا کیا رشتہ ہے؟"

"ہاں۔ مجھے اس کا علم ہے۔" کریم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تازہ ترین اطلاع کے مطابق تم آج کل شہباز خان کی پرسنل کار چلانے کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہو؟"

"یہ بھی سچ ہے۔"

"دو دو کتنے ہوتے ہیں کریم؟"

"چار۔"

"گڈ تمہارا حساب بھی ٹھیک ٹھاک ہی ہے۔" کریم کا جواب سن کر رکی کا لہجہ پھر سفاک ہوگیا۔ کسی زہریلے سانپ کی طرح انتہائی خطرناک انداز میں پھنکارتا ہوا بولا۔ "تمہارے دونوں مالکان۔ میرا مطلب ہے ندیم اور شہباز خان آج کل میری تلاش میں شہر کے کونے کونے کو بھی نہیں چھوڑ رہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے دوبارہ بدمعاشی اختیار کرلی ہو اور اب مجھے زندہ گرفتار کرنے کا خواب دیکھنے کی خاطر یہاں تک آپہنچے ہو۔ بائی دی وے کیا تمہیں یقین ہے کہ تم رکی پر قابو پاسکو گے بلکہ تم خود اس وقت میرے ہی رحم و کرم پر ہو۔"

کریم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ میرے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے آٹومیٹک کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کرلی۔ "تمہاری خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم یہاں مسز فرگوسن کا نہیں بلکہ میرا شکار کھیلنے کی غرض سے آئے تھے۔" رکی نے زہرخند سے کہا۔ "تم شاید بھول گئے تھے کسی آدم خور شیر کی تلاش یا اس کے شکار میں ایک لمحے کی بھول بھی شکاری کو شیر کا شکار بنادیتی ہے جو اپنا پیٹ بھرنے کے بعد شکاری کی ادھڑی ہوئی لاش کو دوسرے جانوروں کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ جنگل کا بادشاہ مرنے کے بعد بھی بادشاہ ہی کہلاتا ہے۔ بڑے بڑے شکاری بھی ہر زاویے سے اپنا اطمینان کیے بغیر اس کے قریب جانے کا خطرہ مول نہیں لیتے اور تم رکی کو شکار کرنے کی خاطر یہ چھوٹا سا کھلونا لے کر آگئے۔"

"محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہے۔" کریم نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ وہ رکی کے رحم و کرم پر تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کسی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

"اچھا ہے تم نے میری ایک اور مشکل آسان کردی۔" رکی کسی خونخوار درندے کی طرح غرایا۔ "اب تم اس بات کا فیصلہ بھی کردو کہ تم کس حربے کے استعمال سے اپنی موت قبول کرو گے؟"

"رکی۔" مسز فرگوسن کی آواز ابھری۔ "ہوسکتا ہے کہ اس باسٹرڈ کے ساتھ اور ساتھی بھی ہوں۔"

"نہیں۔" رکی کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارے بارہ آدمیوں پر بھاری ہے۔" البتہ یہ سیر کو سوا سیر والی مثل بھول گیا تھا ورنہ جان بوجھ کر شیر کی کچھار میں گھسنے کی حماقت کون کرتا ہے۔"

"حلیے کے بل بوتے پر کوئی بچہ بھی اپنی مردانگی کا دعویٰ کرسکتا ہے۔" کریم نے نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

"گڈ۔" رکی نے خوشی کا اظہار کیا۔ "میں خود بھی شور کرنے والے کھلونے استعمال کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ ایک یا دو گولی بھی انتقام کی آگ کی شدت کو کم نہیں کرسکتیں۔ البتہ چھریوں کا استعمال بڑا خاطر خواہ ہوتا ہے۔ ایک تڑپ تڑپ کر اپنی زندگی کی بھیک مانگتا ہے اور دوسرا خون کے ابلنے والے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

فوارے اس کی تسکین کا باعث بنتے ہیں۔ ہر وار پر نیچے گرے ہوئے شکار کے حلق سے ایک چیخ بلند ہوتی ہے اور اس کو زیر کرنے والا اس کی چھاتی پر چڑھا قہقہہ لگاتا رہتا ہے۔ مرنے والے کی آنکھوں کی سمی سمی پلکوں کی جنبش مارنے والے پر نشہ سا طاری کر دیتی ہے' وہ فاتحانہ انداز میں نعرہ لگا کر سر اوار کرتا ہے' کھپ کی آواز کے ساتھ ہی مرنے والوں کی آنکھیں اس طرح ابلنے لگتی ہیں جیسے اپنا حلقہ توڑ کر فرار ہونے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اس کھیل میں جو مزہ ہے وہ کسی اور میں نہیں' اس میں ایک قہقہہ بلند کر کے دوسرے کو اپنی برتری کا احساس دلاتا ہے اور دوسرا۔ وہ سسک سسک کر زمین پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر زندگی کی فریاد کرتا ہے۔ کیوں پیارے' کیا تم رکی کے ساتھ چاقو سے موت کا کھیل کھیلنے کی کوشش کرو گے؟"

"میں تیار ہوں لیکن اس سے پہلے میں مسز فرگوسن کو۔۔۔"

"نہیں!" رکی چیخا۔ "تم رکی کی موجودگی میں اس کی کسی داشتہ کو استعمال نہیں کر سکتے۔"

"رکی۔ مائی ڈارلنگ پلیز۔" مسز فرگوسن نے تیزی سے کہا۔ "اسے جتنی جلدی پاسیبل ہو ختم کر دو۔ میں اس کے گندے خون سے اپنا فرش گندا نہیں دیکھنا چاہتی اور خاص طور پر یہ قالین۔ جس کو میں نے خاص طور پر اپنی خوابگاہ کے لیے ڈیزائن کر کے بنوایا تھا۔ کیا تم میری ریکوسٹ نہیں مانو گے۔ پلیز رکی۔ پلیز۔"

"اگر تم اس کوٹھی کی مالک ہو تو پھر میں تمہیں اس کا شکار کرنے کا موقع ضرور دوں گا۔" رکی معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر اس نے کریم کا آتشی اسلحہ مسز فرگوسن کی سمت اچھال دیا۔

اب مسز فرگوسن بھی کی ہول کے دائرے کی رینج میں آ چکی تھی۔ وہ ادھیڑ عمر کی ہونے کے باوجود خاصی جاندار نظر آ رہی تھی۔ ڈریسنگ گاؤن اس کے جسم پر نہ ہونے کے برابر تھا۔ شاید کریم کے آنے کے بعد ہی اس نے جلد بازی میں اپنی [illegible] کی تھی۔

"بولو مین۔" اس نے کریم کو حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم اس چھت کے نیچے کس مقصد سے آئے تھے؟"

"تمہاری اصلیت کا لیٹ شو دیکھنے کے ارادے سے لیکن تمہارے نامعقول چوکیدار نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔" کریم نے بے پروائی سے کہا۔ "بہرحال تم نے سنسری زد سے بچنے کی خاطر جو لباس استعمال کیا ہے وہ ممبران کے لیے یقیناً قابل اعتراض ہے۔ لیکن میں نے پوری نہ سہی تو بھی فلم ضرور دیکھ لی۔ ویسے کیا تم یقین کرو گی کہ اگر ملوام پاوری کا کردار ادا کرنے کی خاطر تمہیں جوانی میں منتخب کیا جاتا تو شاید اس کی شہرت دو چند ہو جاتی۔"

"کریم۔" رکی نے تکیے کے نیچے سے اپنا تقریباً ایک فٹ لمبا خنجر نکالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟ کیا تم اپنی اوقات سے بڑھ کر بات نہیں کر رہے۔"

"تم جانتے ہو رکی کہ ہم دونوں جس قسم کے ذات شریف ہیں وہاں پھانسی کا پھندا ابھی خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گلے میں ڈالتے ہیں۔" کریم نے خوفزدہ ہوئے بغیر کہا۔ "چلو اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ میں اوقات سے بڑھ کر باتیں کر رہا ہوں لیکن اپنے بارے میں تم کیا سمجھو پیش کرو گے' کیا اس بچوڑی ہوئی ہڈی کے ساتھ رنگ رلیاں منانا تمہیں زیب دیتا ہے۔ میں نے تو سنا تھا کہ تم آج کل صرف تازہ مال کھانے کے عادی ہو مگر تمہیں باسی کڑھی میں منہ مارتا دیکھ کر مجھے بے حد افسوس ہوا۔"

"رکی۔" مسز فرگوسن نے ہذیانی انداز میں کانپتے ہوئے کہا۔ "چوکیدار کو بلاؤ۔ اس سے کہو کہ اس باسٹرڈ کو قریبی پارک میں لے جا کر گولی مار دے اور پھر کسی جھاڑی میں پھینک دے۔"

"کیوں؟" کریم نے اس بار مسز فرگوسن کو مخاطب کیا۔ "کیا تم رکی کے رقیب کو خود نہیں مار سکتیں۔"

"تو۔" وہ چیخی۔ "یو آر اے ڈرٹی ڈوگ اور میں کتا لوگوں کو مارنا پسند نہیں کرتی۔"

"لیکن تمہاری تہذیب میں تو کتوں کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ تم کیوں الرجک ہو؟"

"بہت ہو چکا کریم۔" رکی نے خنجر الٹا پکڑ کر اسے ہاتھ میں تولتے ہوئے کہا۔ "اب تم مسز فرگوسن کی شان میں گستاخی نہیں کرو گے۔"

"تم کہتے ہو تو میں اس بوڑھی بندیا کے سلسلے میں تمہارے حق سے دستبردار ہوا جاتا ہوں۔" کریم نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تمہیں اس بات کی خبر مل چکی ہے تمہاری سب سے چہیتی مس میلبا کو گولی مار کر ہلاک کیا جا چکا ہے۔"

"نہیں۔" رکی نے چونکتے ہوئے کہا۔ "میرا ناممکن ہے۔ میلبا کو مارنا رکی کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ تم کہیں وقت حاصل کرنے کے لیے دماغ سے تو کام نہیں لے رہے؟"

"میری بات پر یقین نہیں آتا تو اپنی اس ملوام پاوری سے پوچھ لو۔ یہ بھی دریافت کر لو کہ اسے کس کے اشارے پر مارا گیا ہے۔"

رکی نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر مسز فرگوسن کی طرف دیکھا پھر سرد لہجے میں بولا۔

"کیا یہ سچ ہے کہ۔۔۔"

"تو۔۔۔" مسز فرگوسن نے رکی کے چہرے کی بدلتی رنگت کو

دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "یہ باسٹرڈ تمہیں ڈاج دے رہا ہے۔"

مجھے بس اسی لمحے کی تلاش تھی جب مسز فرگوسن اور رکی کی توجہ دروازے کی جانب سے ہٹ جائے۔ شاید کریم نے بڑی خوبصورتی سے مجھے وہ موقع فراہم کر دیا تھا۔ میں نے اس لمحے کو ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک ہاتھ سے دروازے کو کھولا پھر برق رفتاری سے اندر داخل ہو گیا۔ رکی اور مسز فرگوسن دونوں ہی چونکے تھے لیکن انہیں دیر ہو چکی تھی۔ میں نے مسز فرگوسن کی کلائی کا نشانہ لے کر لبلبی دبا دی' میرا نشانہ سچا ثابت ہوا مسز فرگوسن کے ہاتھ سے خون بہنے لگا۔ کریم کا آٹومیٹک اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے قدموں کی طرف آ گیا۔ رکی نے حالات کی نزاکت محسوس کی اس کا خنجر والا ہاتھ برق رفتاری سے فضا میں بلند ہوا۔ میں چاہتا تو ایک گولی اور خرچ کر کے رکی کو ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا سکتا تھا لیکن وہ زندہ رہنے کی صورت میں ہمارے لیے زیادہ کارآمد ہو سکتا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ رکی وار کر بیٹھا لیکن کریم لپک کر سامنے آ گیا۔ ہوا میں تیرتا ہوا خنجر کریم کے سیدھے شانے میں دستے تک اتر گیا اگر وہ سامنے نہ آتا تو میری موت یقینی تھی۔ اس بار میں نے وقت ضائع کرنے کی حماقت نہیں کی۔ رکی نے صورت حال سے فائدہ اٹھا کر دوسرے دروازے کی جانب چھلانگ لگائی تھی لیکن میرے آٹومیٹک سے نکلتی ہوئی گولی اس کی بائیں پنڈلی کو ادھیڑ چکی تھی۔ رکی لڑکھڑا کر فرش پر گرا تھا۔ اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن کریم نے زخمی ہونے کے باوجود جھپٹ کر ایک بھرپور ٹھوکر کنپٹی پر لگائی تو رکی بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میں حفظ ماتقدم کے طور پر رکی کے بیچے کا نشانہ لیے کھڑا تھا پھر میں نے دیکھا کہ کریم نے بڑی بے جگری سے الٹے ہاتھ سے خنجر کا دستہ تھام کر اسے کھینچ لیا جس کے ساتھ ہی بل بل کرتا خون بھی ابل پڑا پھر کریم نے کسی ماہر سرجن کی طرح جیب سے رومال نکال کر پہلے خنجر کے دستے کو صاف کیا پھر اسی رومال کو اس نے بہتے ہوئے خون کی جگہ رکھ کر دبا لیا۔

"تم نے درمیان میں آنے کی حماقت کیوں کی تھی' میں رکی کو۔۔۔"

"تو سر۔" کریم نے تیزی سے کہا۔ "باس کے علاوہ آپ نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ رکی زندہ گرفتار کیا جائے۔"

"لیکن تم اس حالت میں۔۔۔"

"اب رکی کو کندھے پر ڈالنے کی زحمت آپ کو اٹھانی پڑے گی۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "وقت کم ہے سر اور عقبی راستہ جس سے آپ آئے تھے شاید اب بھی کلیئر ہو۔ ہمیں یہاں سے فوری نکل چلنا چاہیے لیکن جانے سے پہلے میں ایک درخواست کروں گا۔ میرا آٹومیٹک مجھے عنایت کر دیں۔ تاکہ آپ کے دونوں ہاتھ خالی ہو جائیں۔"

میں نے آٹومیٹک اس کے حوالے کر دیا لیکن اس وقت مجھے احساس نہیں ہو سکا تھا کہ کریم کا اگلا منصوبہ کیا تھا۔ آٹومیٹک ہاتھ میں آتے ہی اس نے پلٹ کر مسز فرگوسن کی طرف دیکھا جو خوف سے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کریم کا ارادہ اب میرے علاوہ مسز فرگوسن نے بھی بھانپ لیا تھا۔

"تو۔۔۔ تو۔۔۔ پلیز۔" وہ گڑگڑانے لگی۔ "ڈونٹ کل می۔ فار گاڈ سیک۔"

میں نے کریم کو روکنا چاہا لیکن اس کے آٹومیٹک سے دو شعلے لپک چکے تھے۔ مسز فرگوسن فرش پر گر کر کسی زخمی پرندے کی طرح ایک لمحے کو پھڑپھڑائی پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ اس کی آنکھیں ابھی تک پھٹی پھٹی نظر آ رہی تھیں۔

کھیل ختم ہو چکا تھا چنانچہ میں نے جھک کر ایک ہی جھٹکے میں رکی کے بے ہوش وجود کو کسی بوری کی طرح اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ عقبی راستے سے واپسی کے وقت بھی ہمیں میدان صاف ہی ملا تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں نے اسے اسٹارٹ کیا پھر ندیم کے کیسینو کی طرف فراٹے بھرنے لگا۔ کریم نے رکی کے بے ہوش ہونے کے بعد بھی پچھلی نشست پر بیٹھنے کو ترجیح دی تھی۔ اس نے رومال کو ابھی تک اس مقام پر پوری شدت سے دبا رکھا تھا جہاں کریم کا پھینکا ہوا خنجر لگا تھا۔

کیسینو میں داخل ہونے کے بعد میں نے ندیم کے مخصوص پارکنگ کا انتخاب کیا تھا لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ راجو اور ندیم وہاں پہلے سے موجود تھے۔ قبل اس کے کہ میں گاڑی بند کر کے نیچے اترتا ندیم نے راجو کو اشارہ کیا جس نے تیزی سے پچھلا دروازہ کھول کر رکی کے بے ہوش وجود کو باہر کی جانب کھینچ لیا پھر وہ پل بھر میں اسے لے کر عقبی راستے سے کیسینو کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ ندیم نے گاڑی کے قریب آ کر کریم کی حالت کو دیکھا تو عجیب انداز میں مسکرا کر بولا۔

"میں تمہارا شکرگزار ہوں کہ تم نے میرے دوست کو بچانے کی خاطر اپنی قربانی پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا تمہیں تمام باتوں کی تفصیل معلوم ہو چکی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وقت مت ضائع کرو۔ میرے آفس میں جا کر میرا انتظار کرنا' میں کریم کو اپنے ایک واقف کے کلینک میں داخل کرا کے واپس آتا ہوں اور ہاں' جتنی جلدی ہو سکے اپنے چہرے کے میک اپ سے نجات حاصل کر لینا۔ راجو اس سلسلے میں تمہاری مدد کرے گا۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن ندیم اتنی دیر میں

aazzamm@yahoo.com

گاڑی تھما کر جا چکا تھا۔ اس کی واپسی میں تقریباً ایک گھنٹہ لگا تھا۔ اتنی دیر میں میں نے صرف اپنا میک اپ اتار دیا تھا بلکہ راجو نے میرے آٹومیٹک کی صفائی میں بھی اتنی پھرتی اور مہارت سے کام لیا تھا کہ اب کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس سے حال میں کوئی گولی چلائی گئی ہوگی۔

"شہباز! تم اپنے اس دوست کو فون کرو جس کی گاڑی استعمال کی ہے۔" ندیم نے اندر داخل ہوتے ہی بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اس سے کہنا کہ گاڑی صبح تک اسے واپس مل جائے گی۔"

"تم نے گاڑی کو کہاں چھوڑا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اپنے خاص گیراج میں جہاں صبح تک اسے چمکا دیا جائے گا اور وہ سارے ممکنہ نشانات بھی ختم کر دیئے جائیں گے جو تمہارے لیے کسی پریشانی کا سبب بن سکتے ہیں۔"

میں نے ندیم سے اس معاملے میں بحث کرنی مناسب نہیں سمجھی۔ ریسیور اٹھا کر اپنے واقف کار کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے اس سے وہی کچھ کہا جس کا مشورہ ندیم نے دیا تھا۔ ان نشانات کا صاف کرنا بہرحال ضروری تھا جو کریم کی انگلیوں یا رکی کی پنڈلی سے بہتے ہوئے خون کے سبب پیدا ہوئے ہوں گے۔ میں نے ریسیور رکھا تو ندیم نے راجو کی جانب دیکھا جو اندر داخل ہو رہا تھا۔

"رکی کے زخم کی صورت حال کیا ہے؟"

"گولی گوشت پھاڑتی نکل چکی ہے اس لیے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔" راجو نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں نے مناسب جراحی کرنے کے بعد اس کی مرہم پٹی کر دی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہفتہ دس دن میں چلنے کے قابل ہو جائے گا۔"

"رکھا کہاں ہے؟"

"نمبر نو میں۔" راجو نے کوئی مخصوص کوڈ استعمال کیا تھا۔

"گڈ۔" ندیم نے کہا پھر بولا۔ "تم اب یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ پولیس حرکت میں آچکی ہے یا ابھی تک اسے حادثے کی اطلاع نہیں ملی۔"

"ٹھیک ہے۔" راجو نے فرماں برداری سے جواب دیا پھر الٹے قدموں باہر چلا گیا تو ندیم نے مجھ سے کہا۔ "کریم کے بارے میں اگر تم سے کوئی پوچھ گچھ کرے تو یہی کہنا کہ وہ دس روز کی چھٹی لے کر گیا ہے۔"

"اس کے زخم کی کیا کیفیت ہے؟" میں نے اثبات میں سر کو جنبش دینے کے بعد دریافت کیا۔

"زخم کاری ہے۔ ڈاکٹر نے فوری طور پر اسے دو تین انجکشن لگائے ہیں جس سے وہ آرام کی نیند سو سکے گا اور سیپٹک کے اندیشے سے بھی محفوظ رہے گا۔"

"اگر وہ بروقت سامنے نہ آجاتا تو"

"شاید تم اس وقت اپنی حماقت پر ماتم کرنے کے لیے بھی زندہ نہ ہوتے۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹا پھر تھوڑے توقف سے پوچھا۔ "تمہیں یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ رکی مسز ژوکون کی رہائش گاہ پر مل سکے گا۔"

"کیوں کیا تمہیں اس کا علم نہیں تھا؟"

"نہیں۔" ندیم نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "میرے پاس ابھی تک رکی کے بارے میں صرف یہی اطلاع تھی کہ اسے مسز ژوکون ہی نے کہیں پناہ دے رکھی ہے۔"

"گویا میں تم سے بازی لے گیا۔" میں فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔

"راجو چاہتا تو تم سے پہلے رکی کو دبوچ لیتا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "تم جس وقت کی ہول سے آنکھ لگائے بیٹھے تھے اس وقت راجو دوسری طرف موجود تھا۔"

"آئی سی۔ تو آج کل تمہارے کارندوں نے بھی میری انگلی پکڑ کر چلنا سیکھ لیا ہے۔"

"تمہیں رکی کے بارے میں کس نے اطلاع دی تھی؟" ندیم نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"سوری۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی مخبر کا نام بتانا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔"

"کاکا؟"

"ہو بھی سکتی ہے۔"

ندیم نے مجھے غور کر دیکھا پھر کچھ سوچنے لگا۔

"تم نے ایک عرصے سے مجھے پانڈے اور نرل کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"یہ اچانک اس وقت تمہیں پانڈے کس طرح یاد آگیا؟" ندیم نے دوبارہ چونک کر میری جانب دیکھا۔

"کیوں؟ کیا پانڈے کی خیریت معلوم کرنا میرے لیے کوئی قابل اعتراض بات ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"فکر مت کرو۔ پانڈے جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔"

"کیا اس نے وہ بند لفافہ ابھی تک تیار نہیں کیا جو وہ اپنی موت کے بعد میرے ذریعے پولیس تک پہنچانے کا خواہش مند تھا۔"

"میں نے ایک بار ذکر کیا تھا مگر وہ بڑی خوب صورتی سے ٹال گیا۔ شاید وہ کوئی ایسی ہی اہم بات ہے جسے وہ براہ راست پولیس تک پہنچانا چاہتا ہے۔ لفافہ ہمارے حوالے کرنے کے بعد تیر کمان سے نکل جائے گا۔ میرا مطلب ہے کہ ہم اس اہم اطلاع کو معلوم کرنے کی خاطر وہ لفافہ کھول کر پڑھ بھی سکتے ہیں۔"

"کیا میں پانڈے سے فون پر بات کر سکتا ہوں؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

کورٹ مارشل

---------- طارق اسمٰعیل ساگر

★ ہمارے ملی گناہوں کی مستند پوسٹ مارٹم رپورٹ
★ جس میں پاکستانی سیاست کے اندر اور باہر کی کہانی لکھی گئی ہے۔
★ چونکا دینے والے حقائق اور لرزا دینے والی سچائیاں۔
★ پاکستان سے محبت کرنے والوں کے لئے ایک وطن دوست کا بہترین تحفہ۔

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

قیمت 200/-

آخری گناہ کی مہلت

★ ---------- طارق اسمٰعیل ساگر

★ معروف ناول نگار اور مستند صحافی کے قلم سے معاشرتی کہانیوں کا خوبصورت مجموعہ
★ معاشرتی منافقتوں کا پوسٹ مارٹم
★ مدتوں یاد رہنے والی تحریریں
★ اس کتاب کا مطالعہ آپ پر سوچ کی نئی راہیں منکشف کرے گا۔

قیمت: 150/- روپے

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

aazzamm@yahoo.com
aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

جواب میں ندیم نے اپنا موبائل اٹھا کر کوئی نمبر ڈائل کیے پھر ایک دو کوڈ نمبر پاس ورڈ کی طرح استعمال کیا پھر موبائل میری طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے پانڈے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"بڑے بھاگ ہمارے۔ آپ نے ہمیں یاد تو کیا۔" پانڈے کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔" میں نے بہانہ بنایا۔ "آج ہی واپسی ہوئی ہے اور اب میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"اوہ۔ ہم سمجھے کہ شاید آپ نے ہمیں بھلا دیا۔"

"مجھے آپ سے ایک اہم بات کرنی ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"آپ حکم کریں۔"

"آپ نے کوئی بند لفافہ پولیس تک پہنچانے کی بات کی تھی؟"

"ہاں لیکن اب میں نے نرمل کے سمجھانے سے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔" وہ جلدی سے بولا۔ "میں نہیں چاہتا کہ میری موت کے بعد کسی کو بلاوجہ کیچڑ میں گھسیٹا جائے۔"

"کیا اس بات کا تعلق آپ کے کسی ویک پوائنٹ سے ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"کیا فائدہ شہباز صاحب۔ جب نرمل ہی نہیں چاہتی تو میں بھی اس بات کو زبان تک نہیں لانا چاہتا۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے اندھیرے میں تیر چلانے کی کوشش کی۔ "اس بات کا تعلق گویا آپ کی [illegible] تھی۔"

"یہ بتائیے آپ کب آرہے ہیں؟" پانڈے نے میری بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"ابھی حالات سازگار نہیں ہیں۔ جیسے ہی کوئی موقع ملا۔ آپ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد رابطہ منقطع کر دیا پھر موبائل ندیم کی طرف بڑھا دیا۔ ندیم گفتگو کے دوران بھی میرے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پانڈے کے سلسلے میں وہ کچھ زیادہ ہی محتاط نظر آ رہا تھا۔ میں چاہتا تو اسے حسنہ کی فراہم کردہ اطلاع کی بنیاد پر شاہد اور شہ زور کی ہمدردی کے متعلق بتا سکتا تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ میں ذاتی طور پر اسے ہینڈل

ایک تاریخ --- ایک ناول

صاحب مرزا ادیب اسلم راہی ایم۔ اے کا شاہکار ناول

ابلیکا

جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک دنیا کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔

سات جلدوں میں پیش کی جا رہی ہے۔

قیمت حصہ اول	200/-
قیمت حصہ دوم	250/-
قیمت حصہ سوم	250/-
قیمت حصہ چہارم	300/-
قیمت حصہ پنجم	300/-
قیمت حصہ ششم	300/-
قیمت حصہ ہفتم	300/-

مکتبہ القریش

اردو بازار۔ لاہور 2

کرنے کا خواہش مند تھا۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جو بات کسی اور سے کہنا چاہتا ہے وہ از خود ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسرے کے ذہن تک پہنچ جاتی ہے۔ اس وقت بھی کچھ ایسا ہی اتفاق ہوا تھا۔ انٹرکام پر ندیم نے کسی سے بات کرنے کے بعد کہا تھا کہ۔ "اسے اندر بھیج دو۔" پھر جو شخص اندر داخل ہوا وہ صورت شکل کے اعتبار ہی سے خاصا چلتا پرزہ نظر آ رہا تھا۔ نووارد نے میری موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے دبی زبان میں ندیم سے کہا۔

"باس۔ میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"بات بہت ہی اہم نوعیت کی ہے اس لیے۔" اس نے کچھ کہتے کہتے رک کر دوبارہ میری جانب دیکھا۔ شاید وہ ایسی ہی کوئی اہم بات تھی جسے وہ کسی تیسرے شخص کی موجودگی میں زبان تک لانے سے گریز کر رہا تھا۔

"یہ میرے دوست مسٹر شہباز خان ہیں۔"

"اوہ۔" وہ میرا نام سن کر چونکا پھر جلدی ہی اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "یہ نام میں پہلے بھی سن چکا ہوں۔"

"تم مجھ سے کوئی اہم بات کرنا چاہ رہے تھے؟"

"جی ہاں۔" اس نے اپنی توجہ ندیم کی جانب مبذول کر دی۔ "میرا مشورہ ہے کہ مریض کو کسی دوسرے اسپتال میں منتقل کر دینا بہتر ہوگا۔"

"کوئی خاص وجہ؟" ندیم نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"کچھ عمر رسیدہ گھر گھاگ قسم کے کہ وہ آج کل اسپتال کے گرد منڈلاتے دیکھے جا رہے ہیں۔"

"یہ اطلاع مجھے مل چکی ہے۔" ندیم نے اس بار بے پرواہی سے جواب دیا پھر دوبارہ سنجیدگی اختیار کر لی۔ "تمہیں کسی نے یہاں آتے دیکھا تو نہیں؟"

"جی نہیں۔" اس نے ٹھوس اور پُر اعتماد انداز میں جواب دیا۔ "میں نے یہاں تک پہنچنے میں جو طریقہ کار اختیار کیا تھا وہ اتنا آزمودہ تھا کہ تعاقب کرنے والا کوئی سایہ بھی میری نگاہوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔"

میں اس شخص کو کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ کوئی ایسی بات ضرور تھی جس کی وجہ سے میرے ذہن میں سرخ بتی نے جلنا بجھنا شروع کر دیا تھا۔ میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ نووارد کوئی قابل اعتماد نہیں ہو سکتا۔

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے اسے تاکید کی۔ "واپسی میں بھی اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی سایہ تمہاری نقل و حرکت کی نگرانی تو نہیں کر رہا۔"

"میرا نام شہ زور ہے باس جو اپنے جسم کے ہر حصے پر ایک چور نگاہ رکھتا ہے۔"

شہ زور نے خود ہی میری مشکل حل کر دی۔ میری چھٹی حس میں جو شبہ تھا وہ دور ہو چکا تھا۔ جس شخص نے ندیم کے اعتماد سے دھوکا کیا تھا وہ اس وقت میرے سامنے موجود تھا۔ لیڈی مکالرنس نے یہی کہا تھا کہ وہ شہ زور کا نام کبھی ظاہر نہ کرتی لیکن اس کا علم ہوتا رہا تھا کہ غدار کے دن اب گنے چنے رہ گئے ہیں۔ شاید لیڈی مکالرنس نے ٹھیک ہی کہا۔ شہ زور کا نام سنتے ہی میرے اندر ایک سنسنی سی پھیل گئی تھی۔ اس نے کوڈ ورڈ میں جس مریض کا ذکر کیا تھا وہ پانڈے کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ شاید طاغوتی قوتیں اس دائرے کو توڑنے میں ناکام ہو چکی تھیں جو پانڈے کے بنگلے کے گرد قائم کیا گیا تھا۔ اب انھوں نے اپنی کامیابی کی خاطر ایک جال بچھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ پانڈے اور نرمل کو کسی طرح اس دائرے سے باہر لانا چاہتے تھے پھر شہ زور واپسی کے لیے پلٹا تو میں خاموش نہ رہ سکا۔

"ون منٹ۔" میں نے اسے روکتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے رکی کا نام بھی سنا ہے؟"

"یس سر۔" شہ زور نے جواب دیا۔ "وہ باس کے ڈر سے کسی چوہے کی بل میں چھپ گیا ہے لیکن۔"

"کیا تم رکی سے ملنا پسند کرو گے۔"

"جی۔ میں سمجھا نہیں۔"

"رکی اب ہمارے قبضے میں آچکا ہے۔ کیا تم ایک نظر اس کا دیدار کرنا پسند کرو گے؟"

ندیم میری بات سن کر جھلا گیا تھا۔ شاید اسے مجھ سے اس حماقت کی توقع نہیں تھی جو میں نے رکی کا تذکرہ کر کے کی تھی۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" شہ زور نے حقارت سے جواب دیا۔ "ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ وہ آخر شے کیا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ندیم مجھے روکنا چاہتا تھا لیکن میں نے اشارے سے منع کر دیا پھر ہم تینوں ہی زمین دوز کمروں میں سے ایک کمرے میں پہنچ گئے جہاں اس وقت راجو کے علاوہ داڑھی مونچھ والا وہ پُر اسرار شخص بھی موجود تھا جسے میں پہلے بھی کئی موقعوں پر دیکھ چکا تھا۔ اس وقت بھی وہ خوش پوش نظر آ رہا تھا۔ شہ زور نے ان دونوں کو ہاتھ ہلا کر وش کیا۔ ندیم ابھی تک مجھے بڑی تنقیدی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم رکی سے پہلے بھی کبھی ملے؟" میں نے شہ زور سے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے کبھی دیکھا ہو لیکن ٹھیک سے یاد نہیں۔" اس نے بے پرواہی سے جواب دیا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ خود میں ہی رکی ہوں تو؟"

"سر آپ شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"میرا خیال ہے کہ ہمارے درمیان ابھی تک کوئی ایسا رشتہ قائم نہیں ہوا۔ آیندہ کیا ہوگا اسے ہم دونوں یقین سے نہیں کہہ سکتے۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔ "ویسے باس دے وے۔ تمہیں اس بات کا یقین کس طرح ہوگیا کہ میں رکی نہیں ہو سکتا۔"

"باس نے آپ کا نام شہباز خان بتایا تھا۔" شہ زور نے پہلی بار قدرے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"وہ تمہیں دھوکہ دینے کی خاطر کہا تھا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں ہی رکی ہوں جو اب تمہارے باس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہوگیا ہوں۔"

"باس۔" شہ زور نے ندیم کی سمت دیکھا۔ "کیا۔ یہ درست ہے؟"

"مجھ سے نگاہ ملا کر بات کرو شہ زور۔" میں نے اس بار اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا نشانہ لیتے ہوئے سوچ میں کہا۔ "کیا تم اب بھی نہیں سمجھ سکے کہ میں نے رکی کا نام لے کر تمہیں قید خانے تک لانے کی کوشش کیوں کی ہے۔"

ندیم نے پھر بولنے کی کوشش کی لیکن میں نے دوبارہ اسے اشارے سے روک دیا۔ راجو اور نوجوان داڑھی مونچھ والا بھی آٹومیٹک میرے ہاتھ میں دیکھ کر اپنی اپنی جگہ محتاط ہوگئے تھے۔ شہ زور کی کیفیت قدرے مختلف تھی۔ وہ آٹومیٹک میرے ہاتھ میں دیکھ کر بوکھلا گیا تھا لیکن پھر اس نے اپنے آپ پر قابو پانے میں بھی بہت پھرتی کا مظاہرہ کیا اور ندیم کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"باس۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"صرف مجھ سے بات کرو شہ زور۔" میں نے سوچ میں کہا۔ "تمہاری زندگی کا دارومدار اس وقت میری انگلی کے ایک معمولی سے دباؤ پر منحصر ہے۔ لیکن کچھ لے دے کر معاملے بھی کیا جا سکتا ہے۔"

میرا آخری جملہ سن کر شہ زور کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔ شاید اب ۔۔۔ معاملے کی تہ تک پہنچ چکا تھا لیکن اس نے اپنی ہار نہیں مانی۔ کچھ دیر ہونٹ چباتا رہا پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔

"میں شہ زور کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں اور ۔۔۔ باس کے علاوہ میں کسی اور کا جواب دہ بھی نہیں رہا۔"

"غلطی تھی۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "یہ لاسٹ چانس ہے۔ بولو ۔۔۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"

"ہم ۔۔۔ میں ۔۔۔ نہیں سمجھ سکا کہ آپ کس قسم کی پراسرار باتیں کر رہے ہیں۔"

"بھوشن کا نام سنا ہے کبھی۔" میرا لہجہ پھر کرخت ہوگیا۔

"جی ہاں ۔۔۔ لیکن ۔۔۔" بھوشن کے نام پر شہ زور نے

اسلم راہی ایم۔اے
کے تاریخی ناول

سراج منیر (اول و دوئم)	500/-
طارق بن زیاد	200/-
مقدس دیوداسی	175/-
سرابوں کے صحرا	200/-
رقص درویش	300/-
دشت کے بھیڑیے	250/-
غرناطہ کا چوپان	300/-
شیر شاہ سوری	300/-
سندھ کا سورما	250/-

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

ہکلانا شروع کردیا۔

"بکواس نہیں۔" میں نے سفاک انداز میں کہا۔ "شرافت سے کھل جاؤ ورنہ مجھے تمہاری موت پر کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"بھوشن نے تمہاری وفاداری کو کتنے داموں میں خریدا ہے؟"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔" اس نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔

"کیا یہ بھی جھوٹ ہے کہ تم نے براہ راست بھوشن کو فون کر کے اس سے معاوضہ کی بات طے کی تھی اور اب اسی کی مرضی پر تم مریض کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کا مشورہ دینے آئے تھے۔"

"راجو۔" ندیم نے معاملے کی سنگین صورت حال کو بھانپتے ہوئے راجو کی طرف دیکھا۔ "تم اس غدار کی زبان کھلوانے کے لیے جو طریقہ چاہو اختیار کر سکتے ہو۔"

"دن منٹ۔" میں نے راجو کو بدلتے ہوئے تیور کے ساتھ شہ زور کی طرف بڑھتا دیکھ کر کہا پھر شہ زور سے بولا۔ "تمہارے ساتھ رعایت ہو سکتی ہے لیکن ایک شرط پر۔ ان عمر رسیدہ اور کھاگ قسم کے آدم خور گدھوں کی نشاندہی کر دو جو جھوٹ تمہارے اسپتال کے ارد گرد منڈلا رہے ہیں۔"

"نہیں۔" شہ زور نے ہذیانی انداز میں جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ باس کی ڈکشنری میں غداری کی سزا صرف موت درج ہے لیکن میرا نام شہ زور ہے۔ میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا۔ جو سزا تم مجھے دو گے وہ بہت اذیتناک ہوگی اس لیے ۔۔۔" وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر مسکرایا پھر اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی چیز کو چبانے کی کوشش کر رہا ہو پھر اچانک وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگے شاید اس نے پہلے سے کوئی زہریلا کیپسول منہ کے اندر چھپا رکھا تھا جو اپنا اثر تیزی سے دکھا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی جلد کی رنگت نیلی پڑ گئی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی اور خلاف توقع ہوا کہ کوئی بھی شہ زور کو موت کے چنگل سے نہیں نکال سکا۔

ندیم نے مجھے بہت غور سے دیکھا پھر میرے قریب آ کر بولا۔ "اگر تم اپنے شک کا اظہار کر دیتے تو میں اس کی زبان کسی اور طریقے سے بھی کھلوا سکتا تھا۔"

"قدرت کو شاید یہی منظور تھا کہ یہ اپنی سزا خود تجویز کرے۔ اس میں بندہ کیا کر سکتا ہے۔" میں نے بڑی معصومیت سے جواب دیا پھر آٹومیٹک بغلی ہولسٹر میں واپس رکھ لیا۔ ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ہم دونوں اوپر آ گئے۔ ندیم کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔

رات کو کیسینو سے ہماری واپسی بھی ایک ساتھ ہی ہوئی لیکن اس دوران بھی ندیم نے مجھ سے مسز فرگوسن یا شہ زور کے سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ ہمارے درمیان بس ادھر ادھر کی گفتگو ہوتی رہی۔

❋

صبح خلاف توقع ندیم مجھے ناشتے کی میز پر نظر نہیں آیا۔ رات کو جلدی ہی وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ رکی اور شہ زور کے سلسلے میں مجھے ضرور کریدے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ ڈنر ٹیبل پر وہ حسب معمول نسیم اور عارفہ سے ہنس ہنس کر بات کر رہا تھا لیکن اس وقت بھی میں نے یہی محسوس کیا تھا کہ وہ کسی ذہنی سوچ میں غرق ہے۔ بہرحال صبح میں نے نسیم سے اس کے بارے میں پوچھا تو نسیم نے یہی بتایا کہ وہ کسی ضروری کام سے منہ اندھیرے ہی اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ ضروری کام کیا تھا؟ مجھے اس کے بارے میں اب تشویش لاحق تھی۔ دفتر پہنچنے کے بعد میں نے خود کو کام میں مصروف کرنا چاہا لیکن میرے ذہن میں رہ رہ کر ندیم کا خیال ابھر رہا تھا۔ رکی کی زندہ گرفتاری اور شہ زور کی غداری نے اسے چونکا دیا تھا۔ شاید وہ اسی سلسلے میں کہیں مصروف کار ہو سکتا تھا۔ میں نے دوپہر کو اسے کیسینو فون کیا لیکن منیجر نے یہی جواب دیا کہ وہ صبح سے کیسینو بھی نہیں پہنچا۔

ہماری لسٹ پر اب صرف ایک ہی اہم کام باقی رہ گیا تھا۔ بھوشن کی موت۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میری پریشانی بڑھ گئی۔ میں نے سوچا۔ کہیں ندیم نے اس معرکے کو سر کرنے کی خاطر تو خطرات میں چھلانگ نہیں لگا دی۔ اس خیال نے میری الجھن میں مزید اضافہ کر دیا۔ بھوشن کو مار لینا اتنی آسان بات نہیں تھی۔ مارگریٹ کی گمشدگی اور میجر نصیر کے چیک پوسٹ پر ہونے والے دھماکے نے پہلے ہی بھوشن کو محتاط کر دیا تھا۔ کاکا کی باتوں سے بھی میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ اب بھوشن تک ہماری رسائی اتنی آسان نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔ رکی کے اغوا اور مسز فرگوسن کی موت نے یقیناً بھوشن کے لیے جلتی پر تیل کا کام کیا ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر ندیم نے بھوشن کے خلاف کسی اقدام کا پروگرام مرتب کر لیا تھا تو وہ انتہائی خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ میں ابھی ذہن میں ابھرنے والے ان ہی پریشان کن سوالات کے ہجوم میں بھٹک رہا تھا جب فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ کال ندیم کی ہوگی لیکن دوسری جانب سراج تھا۔

"میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے بے پروائی سے دریافت کیا۔

"کیا آپ مسز فرگوسن کے نام سے واقف ہیں؟"

"جی نہیں لیکن ۔۔۔"

"بظاہر وہ آپ کے دفتر کے قریب ہی ایک بیوٹی پارلر چلا رہی تھی لیکن اندر ہی اندر اس نے اپنی جڑیں خاصی دور تک پھیلا رکھی تھیں۔"

"یہ اطلاع بھلا کیا اہم ہو سکتی ہے۔" میں نے الفاظ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "اس شہر میں ہزاروں آدمی ایسے ہوں گے جن کے ہاتھ دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور یہ بھی

aazzamm@yahoo.com

ظاہر ہے کہ وہ ان تعلقات کی بنیاد پر اپنے بہت سارے جرائم کی پردہ پوشی میں بھی کامیابی حاصل کر چکے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ پولیس کو یقینی طور پر اندازہ ہو کہ ان جرائم کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے لیکن یا تو ان جرائم کو کسی نہ کسی دباؤ کے تحت رسمی تفتیش کے بعد ختم کروا دیا گیا یا پھر کاغذات کی خانہ پری اور پولیس کی کارکردگی میں چار چاند لگانے کی خاطر ایسے بے گناہ لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا جن کے فرشتوں کو بھی اس جرم کے بارے میں کوئی علم نہیں رہا ہو گا۔"

"صرف پولیس پر ہی اس کی ذمے داری عائد نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی عالمی عدالت کی اہم ترین کرسیوں پر بیٹھے ہوئے بڑے بڑے نامور جج صاحبان بھی ایسے فیصلے لکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جن پر ان کا ضمیر مطمئن نہیں ہوتا لیکن گواہوں اور دستاویزی ثبوت کی بنیاد پر وہ مجرم کو بے گناہ اور بے گناہ کو مجرم گردانے پر مجبور ہوتے ہیں۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "جرائم کی دنیا کی بیخ کنی کرنے میں پولیس اور عدالت دونوں کے ذمے دار اہل کار بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان دونوں محکموں میں انسانی جذبات کے بجائے دلائل کی روشنی کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ انصاف کا پلڑا اسی کے حق میں جھکتا ہے جدھر اوزان زیادہ ہوتے ہیں۔ شاید اسی لیے بڑے بڑے مفکرین اور دانشوروں نے قانون اور انصاف کو اندھا قرار دیا ہے۔"

"آپ کسی مسز زرگوسن کی بات کر رہے تھے؟" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق وہ بھی بھوشن کے لیے کسی مخصوص ایجنٹ کا کردار ادا کر رہی تھی۔"

"تھی سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گزشتہ رات کسی نے اسے اس کی خواب گاہ میں گولی مار دی۔" سراج نے مختصر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "جائے واردات پر کچھ ایسے ثبوت بھی پائے گئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسز زرگوسن کی موت کے ساتھ ساتھ کوئی اور بھی زخمی ہوا ہے لیکن وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔"

"آپ کی ذاتی رائے اس واردات کے بارے میں کیا ہے؟"

"میں بغیر ثبوت کے کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ خود بھوشن ہی نے یہ ڈراما رچایا ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ریس کے کچھ گھوڑے اتنے قیمتی ہوتے ہیں کہ اوسط درجے کا آدمی ان کی قیمت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان کے ریکارڈ میں بھی کہیں نمبر تو نہیں ہوتا لیکن اگر وہ کسی حادثے کی وجہ سے ریس میں حصہ لینے کے لیے قابل نہ رہیں تو انہیں گولی مار دی جاتی ہے۔ کچھ اسی قسم کا رواج ہمارے جرائم کی دنیا میں بھی ہے۔ کبھی کبھی جو افراد کسی گینگ لیڈر کی نگاہوں میں سب سے اونچا مقام رکھتا ہے اسے بھی ایک ایسی معمولی غلطی کی وجہ سے راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے جو پولیس کے لیے بڑی کارآمد ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسز زرگوسن بھی کسی ایسی ہی غلطی کی مرتکب ہو گئی ہو جس کے بعد اس کا ختم ہو جانا بھی بھوشن کے لیے کارآمد ہو سکتا تھا۔"

"صرف بھوشن ہی کیوں؟" میں نے سراج کو الجھانے کی خاطر کہا۔ "اگر آپ کے بیان کے مطابق مقتولہ کی جڑیں اونچے حلقوں میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں تو کوئی اور بھی اس کے قتل کا ذمے دار ہو سکتا ہے۔"

"اس بات کے امکانات کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دل جلے عاشق نے مرنے والی سے کوئی پرانا حساب چکانے کی کوشش کی ہو۔"

"بہت کچھ ممکن ہے لیکن میرا ذہن مسز زرگوسن کی موت میں کسی نہ کسی زاویے سے بھوشن کی شخصیت کے ملوث ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ بھی ضرور ہو گی۔"

"سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس حادثے کی اطلاع مجھے کسی نامعلوم شخص کی جانب سے فون پر موصول ہوئی تھی۔"

"کیا بھوشن ایسی حماقت کر سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے اس نے جان بوجھ کر کیس کو الجھانے کی خاطر ایسا کیا ہو۔"

"شاید۔" میں نے کہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن مسز زرگوسن کے قتل کی اطلاع بھلا میرے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے۔"

"کیوں۔ کیا آپ ایک دوست ہونے کے ناتے اس معاملے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتے؟"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے محتاط لہجہ اختیار کیا۔

"مجھے کسی ایسے قابل اعتماد ڈرائیور کی ضرورت ہے جس پر میں مکمل بھروسا کر سکوں۔" سراج نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا۔ "کیا آپ دو چار دنوں کے لیے اپنے ڈرائیور کو میری خاطر اسپیئر کر سکتے ہیں۔"

"اگر معاملہ اتنا ہی اہم ہے تو میں خود حاضر ہوں۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ ڈرائیور کے حوالے نے مجھے چونکا دیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ مائی ڈیئر شہباز صاحب لیکن آپ کا ڈرائیور میرے لیے زیادہ مناسب رہے گا۔ اس لیے کہ لوگوں کو میرے اور آپ کے تعلقات کا علم ہے جبکہ آپ کے ڈرائیور

کے سلسلے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

کریم کے حوالے اور سراج کی سنجیدگی نے میرے ذہن میں بے شمار شبہات کو ہوا دی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ اس میں بھی کاکا کے پراسرار وجود کو دخل رہا ہو۔ وہ کسی بھی شخص کو ذہنی طور پر مجبور کر سکتی تھی کہ وہ مسز زرگوسن کے قتل کی اطلاع سراج تک پہنچا دے۔ اسی شخص نے کاکا کی ناپاک کالی قوتوں کے زیر اثر کریم کے سلسلے میں بھی پولیس کے کانوں میں زہر اگلا ہو گا۔ ندیم نے گزشتہ رات ہی کریم کو زخمی حالت میں اپنے کسی واقف کار کے پرائیویٹ کلینک میں داخل کروا دیا تھا جس کی اطلاع مجھے بھی نہیں تھی کہ وہ کلینک شہر کے کس علاقے میں اور کہاں واقع ہے۔

"آپ نے اپنی درخواست پیش کرنے میں ذرا دیر کر دی۔" میں نے بظاہر دوستانہ انداز میں ندیم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ "میرا ڈرائیور کل ہی دس روز کی رخصت لے کر جا چکا ہے۔"

"اور کل رات ہی کسی نے مسز زرگوسن کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔" سراج نے کاٹ دار انداز میں جواب دیا پھر جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ "اور سنائیے آج کل آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے۔"

"جس طرح دنیا کا کاروبار چل رہا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہر کاروبار میں نشیب و فراز تو آتے ہی رہتے ہیں۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ میں آج یا کل کسی وقت آپ کے ساتھ کسی وقت ایک کپ مزیدار اور گرما گرم کافی پینے کے لیے حاضر ہوں۔"

"آپ جب چاہیں بڑے شوق سے آ سکتے ہیں۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنائی دی تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ سراج نے محض رسمی طور پر کریم کا ذکر نہیں کیا ہو گا۔ مسز زرگوسن کی موت کی اطلاع دینے والے نے کریم کا ذکر بھی ضرور کیا ہو گا لیکن اگر وہ حرکت کاکا ہی کی تھی تو کریم کے بارے میں یہ بھی ضرور جانتی ہو گی کہ وہ کس کلینک میں داخل ہے پھر ایسی کیا مصلحت تھی جو اس نے سراج کو اس کلینک کے سلسلے میں کوئی اشارہ نہیں دیا تھا۔ میں ابھی ان سوالات کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ حسنہ کمرے میں داخل ہوئی اور میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا۔ حسنہ کی شخصیت بھی میری نگاہوں میں پراسرار ہوتی جا رہی تھی۔ مسز زرگوسن کے سلسلے میں اس نے کیا پیش گوئی کی تھی کہ اگر رات کے نو بجے کے بعد میں وہاں پہنچوں تو کسی مزاحمت کا سامنا نہیں درپیش آئے گا۔ ہوا بھی کچھ ایسا ہی تھا لیکن حسنہ کو اس بات کا یقین کس طرح ہو گیا تھا؟ کیا وہ بھی کاکا اور لیڈی مکلارنس کی طرح پراسرار اور ناقابل یقین قوتوں کی مالک تھی؟ اگر ایسا تھا تو وہ خود بھی اپنے دشمنوں کو ہلاک کر سکتی تھی؟ میری ضرورت اس نے کس لیے محسوس کی تھی؟

"میرے مخل تو نہیں ہوئی؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا پھر بڑی بے تکلفی سے میرے سامنے بیٹھ گئی۔ آج خلاف توقع وہ خود کو لیے دیے نظر آ رہی تھی۔

"ابھی ایک لمحہ پہلے ڈی ایس پی سراج کا فون آیا تھا۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی اہم اطلاع؟" اس نے سادگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے اسے مختصراً تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ سراج کو کسی طرح اس بات کی اطلاع مل گئی ہے کہ کریم بھی۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" حسنہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بڑے اطمینان سے بولی۔ "سراج صاحب وہاں تک نہیں پہنچ سکتے جہاں آپ کے دوست نے کریم کو علاج کی خاطر داخل کرایا ہے۔"

"آپ یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہیں؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"بالکل اسی طرح جس طرح میں نے آپ کو رکی اور مسز زرگوسن کے بارے میں یقین دلایا تھا کہ رات نو بجے کے بعد آپ ان پر آسانی سے قابو پا سکتے ہیں۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"میرا خیال ہے کہ کریم کے بارے میں کسی پراسرار اور نادیدہ قوت نے پولیس کو مخبری کی ہو گی۔" میں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" وہ بے پروائی سے بولی "آپ کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"کریم اب میرا محسن ہے۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "اگر وہ بروقت میرے اور رکی کے درمیان نہ آ جاتا تو رکی کا پھینکا ہوا خنجر میرے وجود کو چاٹ بھی سکتا تھا۔"

"لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جانتے ہیں کیوں؟" وہ دفعتاً سنجیدہ ہو گئی۔

"کیوں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"اس لیے کہ ابھی آپ کو میری خاطر ایک اہم کام اور انجام دینے ہیں۔"

"تو کیا۔ کریم آپ کی وجہ سے۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" وہ تیزی سے بولی۔ "آپ اوپر والے کو کیوں بھول رہے ہیں جس کے بغیر کوئی پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"میں آپ کو کیا سمجھوں؟"

"کس سلسلے میں؟"

"یہی کہ آپ نے جو پیش گوئی کی تھی اسے کاکا کی پراسرار قوت بھی غلط نہیں کر سکی۔" میں نے حسنہ کو کاکا کی گندی قوتوں کے بارے میں کچھ تفصیل سے آگاہ کیا۔ وہ توجہ سے میری بات سنتی رہی۔ میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

"دنیا میں بے شمار ایسی سپاورز موجود ہیں جو ایک دوسرے کو اپنی ایٹمی قوت کے بل بوتے پر تباہ و برباد کر دینے کی دھمکیاں دیتی رہتی ہیں لیکن وہ اس آگ میں کودنے میں پہل بھی نہیں کرتیں۔ شاید اس لیے کہ جب آگ بھڑکتی ہے تو وہ اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں کرتی جو بھی اس کی زد میں آتا ہے جل بھن کر راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے۔"

"میں آپ کی بات سے کیا مطلب اخذ کروں۔"

"میں نے کوئی ایسی مشکل بات تو نہیں کی۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "اس کا علم کوئی بھی لگا سکتا ہے کہ جب دو سپاور ٹکراتی ہیں تو دونوں ہی کا کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوتا ہے اگر صرف ایک تباہی کا شکار ہو تو پھر اس دنیا میں دو قوتوں یا اس سے زیادہ کا وجود بھی نہ ہوتا۔"

"آئی سی۔" میں نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگانے کی کوشش کی۔ "گویا آپ بھی خود کو کاکا کے مقابلے میں ایک سپاور سمجھ رہی ہیں۔"

"جی نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "میں کوئی سپاور نہیں ہوں لیکن کبھی کبھی انتقام کی آگ جب شعلوں کا روپ اختیار کر لیتی ہے تو پھر انسان کے سامنے ایک ہی مقصد باقی رہ جاتا ہے۔ دشمن کی موت۔"

"آپ کسے اپنا دشمن سمجھ رہی ہیں؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ حسنہ نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن ندیم اسی وقت میرے آفس میں داخل ہوا تو اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا جلدی سے اٹھی اور ندیم پر ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے کمرا کراس کرتی ہوئی چلی گئی۔

"صبح سے میں کئی جگہ تمہاری تلاش کی خاطر جال پھینک چکا ہوں لیکن۔۔۔"

"یہ خاتون کون تھیں؟" ندیم نے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا پھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ان خاتون کا نام حسنہ ہے اور یہ وہی ہیں جنہیں میں نے عارضی طور پر اپنا سکریٹری مقرر کیا ہے۔"

"حسنہ کی سفارش کس نے کی تھی؟" ندیم نے بڑی گمبھیر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"لیڈی مکلارنس نے۔" میں نے کچھ تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "دوسری شکل میں شاید میں کسی اجنبی خاتون کو اس قدر خطرناک حد تک اپنے قریب آنے کا موقع دینے کی حماقت بھی نہ کرتا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے وہ لیڈی مکلارنس ہی تھی۔ میرا مطلب ہے کہ تمہاری کاکارانی نے تمہیں کوئی حسین فریب دینے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں لیڈی مکلارنس سے اس کی تصدیق کر چکا ہوں۔"

"آئی سی۔" ندیم نے کہا پھر یکلخت چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا رکی اور مسز فرگوسن کے بارے میں حسنہ ہی نے تمہیں انفارمیشن دی تھی۔"

"ہاں۔" میں نے اقرار کر لیا۔

"اور شہ زور کے بارے میں؟" ندیم نے تیزی سے دوسرا سوال کیا۔

"اس کے بارے میں لیڈی مکلارنس نے مجھے فون پر آگاہ کیا تھا۔ اسی نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر شہ زور کے دن گنے چنے نہ رہ گئے ہوتے تو وہ اس کی غداری کی نشاندہی کرنے سے گریز ہی کرتی۔"

"اس وقت تمہارے اور حسنہ کے درمیان کیا گفتگو ہو رہی تھی۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کوئی خاص نہیں۔" میں نے کہا۔ "ویسے تمہارے لیے ایک خاص اطلاع ہے میرے پاس۔" پھر میں نے سراج سے فون پر ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "سراج نے کھل کر کوئی بات نہیں کی لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اسے کسی نہ کسی طرح کریم کے زخمی ہونے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"ایسی صورت میں وہ براہ راست تمہیں فون کرنے کے بجائے کریم تک پہنچنے کی زیادہ کوشش کرتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے کریم کی آڑ لے کر مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہو کہ اسے کسی طرح اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ گزشتہ رات میں کہاں تھا۔"

"بہرحال۔ میں تم کو اب سراج سے بھی محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا۔" ندیم نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اب تک تمہارے سراج صاحب کو جو اطلاع مل چکی ہو گی وہ ان کی کئی راتوں کی نیند اڑا دینے کی خاطر بہت کافی ہو گی۔"

"کیا۔ مطلب۔" میں چونکا۔

"ایک ہی وقت میں کسی ایک علاقے میں دس بارہ آدمیوں کا قتل پورے شہر کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتا ہے۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تم نے۔۔۔"

"میں تمہاری طرح احمق نہیں ہوں کہ ایسے معاملات

میں اپنی شخصیت کی نمائش کرتا پھروں۔ میرے لیے جاں نثار کارندے ہی بہت کافی ہیں۔"

"قتل کی واردات کس علاقے میں ہوئی ہے؟" میں نے ندیم کو تیز نظروں سے گھورا۔

"اسی علاقے میں جہاں پانڈے اور نرمل ایک بنگلے میں موجود ہیں۔" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "تم ان عمر رسیدہ اور گھاگ قسم کے آدمخور گدھوں کو کیوں بھول رہے ہو جو شہ زور کی اطلاع کے مطابق اسپتال کے ارد گرد منڈلا رہے تھے۔ اب کیا تم مجھ سے یہ بھی معلوم کرنے کی حماقت کرو گے کہ اسپتال کے حوالے سے شہ زور کی کیا مراد تھی۔"

"کیا بھوشن کے وہ لوگ آسانی سے تمہاری نظر میں آ گئے تھے؟"

"میں نے اپنے آدمیوں کو یہی حکم دیا تھا کہ وہ صرف مشکوک پرندوں کا شکار کھیلیں لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی معصوم پرندہ بھی گولیوں کی بوچھار کی لپیٹ میں آ کر ضائع ہو گیا ہو۔ گیہوں کے ساتھ گھن پس جانے کے امکانات سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرا خیال ہے بھوشن اس وقت دیوانوں کی طرح اپنی بوٹیاں نوچ رہا ہو گا۔" میں نے کہا۔ "مسز فرگوسن کا قتل رکی کی گمشدگی، مارگریٹ کا معمہ، میجر نصیر کے چیک پوسٹ کی تباہی اور اب دس بارہ آدمیوں کی موت، ان پے در پے واقعات نے اس کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہو گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ وہ بوکھلا کر سامنے آ جائے اس لیے کہ جھاڑیوں میں چھپا ہوا کوئی زخمی آدمخور درندہ شکاریوں کے لیے ہمیشہ خطرناک ہی ثابت ہوتا ہے۔ جھاڑیوں سے برآمد ہونے کے بعد اسے آسانی سے شکار کیا جا سکتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کیا بھوشن ایسی حماقت کر گزرے گا؟"

"دنیا کا ہر مجرم اپنی کسی نہ کسی کمزوری یا حماقت ہی کی وجہ سے مارا جاتا ہے۔ رکی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ بھوشن بھی انسان ہی ہے۔"

"لیکن وہ چونکہ دوغلا ہے اس لیے دو منہ والے سانپ کی طرح ہوشیار بھی ہے۔" میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے ایک طرف خطرے کی بو محسوس کر کے وہ اپنا راستہ بدل دے۔"

"ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔" ندیم عجیب انداز میں مسکرایا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھوشن سامنے آنے کے بجائے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو گولی مار لے۔"

"اب وہ اتنا غیرت مند بھی نہیں ہے۔" میں نے نفرت سے جواب دیا پھر فون کی جانب ہاتھ بڑھا دیا جس کی گھنٹی دوبارہ بج چکی تھی۔ "شہباز بات کر رہا ہوں۔"

"مجھے باس سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

میں نے دوسری جانب سے بولنے والے کا نام پوچھے بغیر فون ندیم کی طرف بڑھا دیا۔

"یس۔" ندیم نے اپنے مخصوص انداز میں کہا پھر دوسری جانب سے ملنے والی اطلاع نے اسے بے حد سنجیدہ کر دیا تھا۔ وہ صرف ہاں، ہوں میں جواب دیتا رہا پھر بے پروائی سے بولا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ کس سمت جا رہا ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں، میں یہاں شام تک موجود ہوں۔ نہیں، تم میں سے کوئی بھی حماقت کا ثبوت نہیں دے گا۔ نہیں، جب تک میری طرف سے کوئی اشارہ نہ ملے تم صرف اس کی نگرانی کرتے رہو۔ ٹھیک ہے اگر ایسی کوئی صورت سامنے آ جائے تو تم صرف الجھائے رکھنا اور مجھے کسی دوسرے کے ذریعے اس کی اطلاع کر دینا۔"

"کس کا فون تھا؟" ندیم کے فون رکھنے کے بعد میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بھوشن بہت غصے میں اپنے آفس سے نکلا ہے۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اسے اپنے آدمیوں کی موت کی اطلاع مل چکی ہے مگر اس وقت بھی اس نے اپنی حفاظت کا خاص خیال رکھا ہے۔ اس کے دفتر سے نکلتے ہی دو گاڑیاں آگے پیچھے ہو چکی ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق وہ بھوشن کے سادہ لباس والے گارڈز ہیں جو اس کی حفاظت پر مامور ہیں۔"

"دفتر سے نکل کر وہ کس طرف روانہ ہوا ہے؟"

"میرے مخبر کا خیال ہے کہ اس کی گاڑی گورنر ہاؤس کی سمت جا رہی ہے۔"

"اوہ گویا بھوشن اپنے سورسز کے ذریعے کوئی حل تلاش کرے گا۔"

"اس کی جگہ اگر ہم ہوتے تو شاید ہم بھی اپنے تعلقات استعمال کرتے۔" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ گورنر سے مل کر کیا زہر اگلتا ہے۔"

"ظاہر ہے کہ وہ جو بھی زہر اگلے گا وہ ہمارے خلاف ہی ہو گا۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔ "کیا تمہارے ساتھی بھوشن کو راستے میں گھیرنا چاہ رہے تھے۔"

"ہاں۔ ان کا خیال کچھ ایسا ہی تھا لیکن میں نے انہیں سختی سے منع کر دیا۔"

"بھوشن سے اس ہمدردی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے ندیم کو گھورا۔

"میں تم سے پہلے بھی متعدد بار کہہ چکا ہوں کہ میں مچان پر بیٹھ کر شکار کھیلنے کے اصول کے خلاف ہوں۔"

aazzamm@yahoo.com

"دشمن کو زیادہ ڈھیل دینا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"
"خطرات سے کھیلنا ہی مردوں کی نشانی ہوتی ہے۔ جو لوگ اچانک پشت سے وار کرتے ہیں وہ بزدل کہلاتے ہیں۔"
"لیکن وہی فاتح بھی ہوتے ہیں۔"
میں ندیم سے الجھ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ اس بار خود ندیم نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ کال اسی کے لیے تھی۔
"گڈ۔ یہ اطلاع میرے لیے دلچسپ ہے۔ نہیں' تم صرف تماشا دیکھتے رہو' بھوشن اب کدھر گیا ہے؟ ٹھیک ہے' پریشان مت ہو۔"
"اب کیا اطلاع ملی ہے؟" میں نے ندیم کے ریسیور رکھنے کے بعد سوال کیا۔
"تمہارے سراج صاحب پولیس دستے کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔
"کیا بھوشن گورنر ہاؤس ہی گیا تھا؟" میں نے دریافت کیا۔
"ہاں اور شاید اس بار سراج صاحب کو کسی خاص اقدام کے لیے بہت اوپر سے سخت احکامات ہی ملے ہوں گے۔"
"لیکن سراج کے پاس ہمارے خلاف بھلا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟"
"جہاں مجبوریاں آڑے آجائیں وہاں ثبوت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔" ندیم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "پولیس کے اختیارات خاصے وسیع ہوتے ہیں' وہ اگر چاہے تو بے شمار ایسے عینی گواہ بھی پیش کر سکتی ہے جو 'یہ' واردات کے وقت کسی چنڈو خانے میں بیٹھے نشے کی حالت میں میز پر طبلہ بجا کر کوئی پسندیدہ فلمی گانے کا بیڑہ غرق کر رہے ہوں لیکن اندھے قانون کے لیے ان کی گواہی بھی اہم ہی ہوتی ہے۔ وہ پولیس کی ہدایت کو کسی رٹو طوطے کی طرح رٹنے کے بعد عدالت میں قدم رکھتے ہیں۔"
"تمہارے ملک سے یہ لعنت کب ختم ہوگی؟"
"جب تک تم جیسے ایک درجن بچوں کے باپ نہیں بن جاتے۔" ندیم نے مجھے چھیڑا پھر ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی کہ سراج اپنے ایک ماتحت اور دو مسلح سپاہیوں کے ساتھ آفس میں داخل ہوا۔ وہ بری طرح الجھا الجھا نظر آ رہا تھا۔ ندیم نے ایک نظر اسے مسکرا کر دیکھا پھر بے پروائی سے دیوار پر لگی ہوئی تصویروں کی سمت متوجہ ہو گیا۔
"خیریت۔" میں نے سراج اور اس کے آدمیوں کو دیکھ کر قدرے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔
"مسٹر شہباز! کیا آپ کو علم ہے کہ شہر کے ایک ہی علاقے میں دس بارہ آدمیوں کا قتل ہو گیا ہے۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
"سوری۔" میں نے بدستور سرد لہجے میں جواب دیا۔
"آپ چاہیں تو مجھ سے سیمنٹ کی بوری اور بجری وغیرہ کے نرخ کی قیمت ضرور دریافت کر سکتے ہیں۔ شاید میں اس سلسلے میں آپ کے کسی کام آسکوں لیکن قتل و غارت سے مجھے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"
"کیا آپ یقین سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے؟"
"کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔"
"یہ آپ کی ذاتی رائے ہے لیکن۔۔۔" سراج نے مجھے [illegible] نظروں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "پولیس کے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جنھوں نے آپ کو موقع واردات پر دیکھا تھا۔"
"موقع واردات پر ہزاروں راہ گیر موجود ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کو قاتل نہیں گردانا جا سکتا۔"
"گویا آپ موقع واردات پر موجود تھے۔"
"جی نہیں۔ میں پہلی بار آپ کی زبان مبارک سے اس قتل کے بارے میں سن رہا ہوں۔"
"لیکن ابھی آپ نے خود۔۔۔"
"وہ محض ایک مثال دی تھی۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سراج نے اس وقت جو رویہ اختیار کر رکھا تھا اس میں اس کے اپنے ذاتی ارادے سے زیادہ مجبوری کا دخل تھا۔
"بہرحال' آپ کو میرے ساتھ تھانے چلنا ہوگا۔"
"آئی سی۔ گویا آپ اسی غرض سے کیل کانٹے سے لیس ہو کر تشریف لائے ہیں۔" میں نے اس کے آدمیوں پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی۔
"قانون کے کچھ اپنے تقاضے بھی ہوتے ہیں اور انھیں پورا کرنا ہر ذمے دار پولیس آفیسر کا فرض ہوتا ہے۔"
"اور خاص طور سے ایسی صورت میں جب کسی ذمے دار پولیس آفیسر کو گورنر ہاؤس یا پھر آئی جی آفس کی جانب سے ضروری احکامات ملے ہوں۔"
سراج کی نگاہوں میں میرا جواب سن کر ایک لمحے کو تجسس ابھرا پھر غائب ہو گیا۔ اسی وقت ندیم نے بڑی سرد مہری سے اٹھ کر مجھ سے جانے کی اجازت مانگی پھر آفس سے باہر چلا گیا۔ سراج نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا لیکن روکنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔
"کیا ارادہ ہے آپ کا۔" سراج نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔ "کیا آپ میرے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہیں۔"
"اگر میں نفی میں جواب دوں تو۔۔۔"
"مجھے مجبوراً ضابطے کی کارروائی کرنی ہوگی۔" سراج کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔
"سوچ لیں مسٹر سراج۔" میں نے بگڑے ہوئے تیور سے

کہا۔ "آپ کو کہیں بعد میں اپنی اس حرکت پر پچھتانا نہ پڑے۔"
"یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔
"ہمارے لیے کیا حکم ہے سر۔" سراج کے ہمراہ آنے والے سب انسپکٹر نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔
"مسٹر شہباز۔ میری درخواست ہے کہ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تو بہتر ہوگا۔" سراج نے سب انسپکٹر کو جواب دینے کے بجائے مجھ سے درخواست کی۔
حالات ایسی نازک صورت اختیار کر لیں گے مجھے اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ میرے انکار کی صورت میں پولیس مجھے زبردستی لے جا سکتی تھی جس سے میری بدنامی بھی ہو سکتی تھی۔ میں نے ایک لمحہ کو کچھ سوچا پھر خاموشی سے اٹھا اور سراج کے ساتھ ہو لیا۔ ندیم جس انداز میں مجھ سے اجازت لے کر گیا تھا اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ اندرونی طور پر کسی جوابی کارروائی کا ارادہ کر کے گیا ہوگا۔ میں سراج اور پولیس کے عملے کے ساتھ نیچے جانے کے لیے لفٹ میں داخل ہوا تو کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔
"میرے من مندر کے دیوتا۔ تمہاری پجارن اب بھی تمہارے کام آسکتی ہے پر تو ایک شرط پر۔ تم بھوشن کا دھیان من سے نکال دو۔"
"میں تمہاری بات ماننے سے انکار کردوں تو؟" میں نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔
"اب تمہارے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" اس کے جواب میں طنز تھا۔
"یہ تمہارا اپنا خیال ہے۔"
"سمے ابھی تمہارے ہاتھ میں ہے پران ناتھ۔" کاکا نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "یہ دھیان من سے نکال دو کہ اب کوئی دوسری شکتی تمہاری سہائتا کر سکتی ہے۔"
"تم خدا کو کیوں بھول رہی ہو؟"
"بھگوان کو دنیا کے دھندوں کے بیچ گھسیٹنے کی کوشش مت کرو۔" کاکا نے برہمی کا اظہار کیا۔ "تم نہیں جانتے کہ تمہارے اوپر کیا بیتنے والی ہے۔ کیا تم جیل میں چکی پیس سکو گے؟"
"دفع ہو جاؤ۔" میں نے نفرت سے جواب دیا۔ "میں اس وقت تمہاری منحوس صورت دیکھنا اور مکروہ آواز سننا پسند نہیں کرتا۔"
"پھر سوچ لو بھولے ناتھ۔ کاکا کی دشمنی تمہیں موت کے گھاٹ تک بھی پہنچا سکتی ہے۔"
"مجھے تمہاری مدد کے بجائے موت گوارا ہے۔" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔
"کن وچاروں میں گم ہو شہباز خان۔" کاکا کا لہجہ انتہائی سفاکانہ تھا۔ "تم سسک سسک کر موت کی بھکشا مانگو گے پر تو موت تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ کاکا سے بیر لڑانا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔ میری مہان شکتی تمہیں ایسے اذیتناک حالات سے دوچار کرے گی جس کا اندازہ تم سپنوں میں بھی نہیں لگا سکتے۔ جو سمے تمہارے پاس ہے اس کی قدر کرو۔ صرف بھوشن کا دھیان کچھ دنوں کے لیے من سے نکال دو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ جب اس کے ستارے گردش میں آجائیں گے تو میں خود اسے تمہارے چرنوں کی دھول چاٹنے پر مجبور کردوں گی۔"
"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔ "مجھے بھوشن والی شرط کسی قیمت پر بھی منظور نہیں ہے۔ تم اپنی شکتی بھی آزما کر دیکھ لو۔"
"یہ تم کہہ رہے ہو شہباز خان۔ تم۔" وہ بڑے تعجب سے بولی۔ "کیا تم کو ابھی تک اپنی کاکا رانی کی مہان شکتی پر وشواس نہیں ہوا۔ پھر سوچ لو اگر یہ سمے بھی ہاتھ سے نکل گیا تو۔۔۔"
"تب بھی تمہاری کالی اور ناپاک قوتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔" میں نے پراعتماد انداز میں کہا۔
"تم جس نیچ پاپی کے کارن اونچا بول رہے ہو۔ اب وہ زیادہ دنوں تک تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔" کاکا کا لب و لہجہ سرد ہو گیا۔ "میں جا رہی ہوں پر تو اتنا یاد رکھنا کہ تم نے کاکا کی شکتی سے پنجہ لڑانے کی کوشش کی ہے۔"
میں نے دل ہی دل میں لیڈی مکارنس کو آواز دی لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ مجھے حیرت تھی کہ ابھی تک لیڈی مکارنس میری مدد کو کیوں نہیں آئی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہمیشہ آڑے وقتوں میں میرے کام آئے گی پھر اسے اب کس بات کا انتظار تھا؟ کیا کاکا سے کھل کر مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔
میں لفٹ سے نیچے اترا تو سراج نے اپنے ساتھیوں کو دوسری گاڑی میں جانے کی ہدایت کی اور خود مجھے لے کر اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تو ایک سب انسپکٹر تیزی سے لپکتا ہوا قریب آکر بولا۔
"سر۔ کیا آپ مسٹر شہباز کو تنہا لے جانے کا رسک لیں گے؟"
"تم دفتر پہنچو۔" سراج نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں اپنی ڈیوٹی بہتر سمجھتا ہوں۔"
سب انسپکٹر واپس چلا گیا۔ میں اگلی نشست پر خاموش بیٹھا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ سراج اس وقت مجبور ہے۔ اوپر سے ملنے والی ہدایت پر عمل کرنا اس کے لیے ضروری تھا۔ وہ کسی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

گہری سوچ میں مستغرق تھا اور میرا ذہن اب ندیم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ مجھے تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے تعلقات کو استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہوگا۔ ہو سکتا تھا کہ اس کے سادہ لباس والے اس وقت میری نگرانی پر مامور ہوں۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ اگر ندیم کے ساتھیوں نے مجھے بچانے کی کوشش کی تو اس میں پولیس مقابلے کا خطرہ بھی لاحق ہوگا۔ اگر ایسا ہوا تو میری پوزیشن اور خراب ہو سکتی تھی۔

"مسٹر شہباز۔" تھانہ قریب آنے لگا تو سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ اس وقت مجھے ایک ناخوشگوار حکم کی پیروی کرنی پڑ رہی ہے۔"

"اور وہ حکم آپ کو گورنر ہاؤس سے ملا ہوگا۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟" سراج چونکا۔

"آپ کے آنے سے پہلے میرے آدمیوں نے اطلاع دی تھی کہ بھوشن بڑے نشے کی حالت میں اسی طرف گیا تھا۔"

"اس کی کوئی وجہ بھی معلوم ہوئی آپ کو؟"

"جی ہاں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "ایک ہی علاقے میں دس بارہ آدمیوں کا قتل۔"

"وہ آدمی ــــ"

"بھوشن ہی کے اجرتی بدمعاش تھے۔ شاید آپ نے ان کے چہرے ابھی تک نہیں دیکھے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" سراج نے پرخیال انداز میں کہا۔ "مجھے اوپر سے یہی حکم ملا تھا کہ آپ کو فوری طور پر پولیس کی تحویل میں لے لیا جائے۔"

"کس جرم کی پاداش میں؟"

"آپ خود بھی محکمہ پولیس سے وابستہ رہ چکے ہیں۔ کبھی کبھی ہمیں اپنی مرضی کے خلاف بھی قانونی چارہ جوئی کرنی پڑ جاتی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے سراج کو گھورا۔ "گویا اوپر والوں نے بھوشن کی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ دس بارہ آدمیوں کے قتل میں کسی زاویے سے میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔"

"ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" سراج ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

"آئی سی۔" میں نے اس کی بے بسی کا مذاق اڑایا۔ "گویا احکام کی دوسری قسط آپ کو بعد میں حاصل ہوگی۔"

"آپ کو اس بات کا اندازہ کس طرح ہوا کہ جو لوگ دہشت گردی کا شکار ہوئے ہیں ان کا تعلق بھوشن ہی سے ہوگا۔"

"بالکل اسی طرح جس طرح اوپر والوں کو دفتر میں بیٹھے بیٹھے محض بھوشن کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اس بات کا الہام ہو گیا کہ میں ہی ان تمام قتل کا ذمے دار ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ ــــ"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔ "آپ فی الحال اپنا ذہن یا ضمیر استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں۔ وہی کریں جو اوپر سے کہا جائے۔"

"آپ کی جگہ اگر میں بھی ہوتا تو شاید میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی ہوتی۔"

"ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو۔" میں نے مسکرا کر طنز کیا۔

"کہیے۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کو اوپر والوں کے حکم کی پیروی کرنے کے سلسلے میں کچھ مشکلات بھی درپیش آ جائیں۔"

"میں آپ کی بات کا برا نہیں مانوں گا۔" سراج نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔

اپنے آفس پہنچ کر اس نے گاڑی روکی تو اس کے انسپکٹر اور مسلح پولیس والے وہاں پہلے ہی سے ہمارے منتظر تھے۔ سراج مجھے براہ راست اپنے دفتر میں لیتا چلا گیا پھر اس نے اپنے سب انسپکٹر کو اندر بلا کر پوچھا۔

"مرنے والوں کے سلسلے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"کل گیارہ آدمی مرے ہیں اور دو چار زخمی ہوئے ہیں جنہیں بروقت طبی امداد کی خاطر اسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔" سب انسپکٹر نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "مرنے والوں میں سے آٹھ پولیس کو مختلف وارداتوں میں مطلوب تھے۔ باقی تین کے بارے میں یہی معلوم ہوا ہے کہ ان کا اس دنگے فساد سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ اچانک ہونے والی فائرنگ کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔"

"اور وہ گواہ کہاں ہیں جنہوں نے عینی شاہد بننے کی خاطر مجھے دفتر میں ہونے کے باوجود جائے واردات پر پولیس کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔" میں نے براہ راست سب انسپکٹر سے دریافت کیا پھر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ انہیں بلا کر میرا چہرہ کرا دیں تاکہ انہیں عدالت میں کوئی مشکل نہ پیش آئے۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے جلدی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ زیادتی سے کام لے رہے ہیں۔"

"حیرت ہے۔" میں مسکرایا۔ "میں آپ کی ایک مشکل دور کرنے کی خاطر بلا معاوضہ ایک قیمتی مشورہ دے رہا ہوں اور آپ اسے زیادتی کا نام دے رہے ہیں۔ شاید نیکی کر اور پولیس کے ہتھے چڑھ جا ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا ہے۔"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے سر۔" سب انسپکٹر نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سراج سے دریافت کیا۔

"آپ باہر ٹھہریں، ضرورت پیش آئی تو میں آپ کو دوبارہ بلوا لوں گا۔"

سراج نے سب انسپکٹر کے جانے کے بعد مجھ سے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن اسی وقت باہر سے افراتفری کی آوازیں آنے لگیں پھر قبل اس کے سراج صورت حال دریافت کرنے کی خاطر کسی کو طلب کرتا وہ خود بھی بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے آنے والے کو بڑی سعادت مندی سے سلوٹ کیا تھا۔ میں نے نظریں گھما کر دیکھا پولیس آئی جی بہ نفس نفیس دروازے کے قریب کھڑا سراج کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ مسٹر شہباز خان کو کس کے حکم سے یہاں لائے ہیں۔" آئی جی کا لہجہ سرد تھا۔

"مجھے گورنر صاحب کے پرسنل سکریٹری نے فون کیا تھا اور اس کے بعد آپ نے بھی فون پر ــــ"

"میں نے صرف یہ کہا تھا کہ آپ مسٹر شہباز پر نظر رکھیں۔" آئی جی نے سراج کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔ اس کے لب و لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بات بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ سراج پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔

"آپ لوگوں نے مسٹر شہباز کے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی۔"

"جج ــ جی ــ نہیں ــ" سراج نے بڑبڑا کر جواب دیا۔ "میں انہیں اپنی گاڑی میں ساتھ لے کر آیا ہوں۔"

"آئندہ اوپر سے ملنے والے احکامات کی تصدیق کیے بغیر عمل کرنے سے گریز کریں۔" آئی جی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "غالباً اس سلسلے میں ایک سرکلر بھی جاری کیا جا چکا ہے۔"

"جی ہاں۔" سراج نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"گورنر یا ان کے پرسنل سکریٹری کے کسی بھی احکامات کے سلسلے میں رازداری بے حد ضروری ہے۔"

"آئندہ خیال رکھوں گا سر۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار مجھے مخاطب کیا گیا۔ "آپ کو جو زحمت اٹھانی پڑی۔ میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔"

"مجھے کوئی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر سراج سے میرے تعلقات خاصے دیرینہ ہیں لیکن میں یہ بھی بخوبی جانتا ہوں کہ مسٹر سراج ایک فرض شناس اور دیانت دار پولیس آفیسر ہیں۔ احکامات کی پیروی کرنا بھی ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے اس لیے جو کچھ ہوا مجھے اس کی شکایت بھی نہیں ہے۔"

"لیکن جو کچھ ہوا وہ محض غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔" آئی جی نے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی خاطر جلدی سے کہا۔ "میں نے گورنر کے پرسنل سکریٹری سے بھی کنفرم کر لیا ہے۔ اس کا بھی یہی کہنا ہے کہ گورنر صاحب کی طرف سے ایسا کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا۔"

"آپ کو اس بات کی اطلاع کس طرح ملی تھی کہ مجھے پولیس تحویل میں لیا جا رہا ہے۔" میں نے قدرے چبھن زدہ انداز میں پوچھا۔

"ہمارے اپنے بھی کچھ ذرائع ہوتے ہیں جن کی وضاحت ضروری نہیں ہے۔" آئی جی نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "بہرحال مسٹر سراج آپ کو آپ کے دفتر تک چھوڑ آئیں گے۔"

"شکریہ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر سراج کو پہلے ہی خاصی زحمت اٹھانی پڑی ہے فی الحال میں انہیں مزید پریشان کرنا نہیں چاہتا۔"

"آپ اگر مناسب سمجھیں تو میرا ڈرائیور آپ کو چھوڑ آئے گا۔"

"نو تھینکس۔" میں نے آئی جی اور سراج سے باری باری ہاتھ ملایا پھر باہر آ گیا۔ تھانے سے نکل کر باہر سڑک پر آیا تو ندیم اپنی گاڑی میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی کہ آئی جی نے بذات خود سراج کے دفتر تک آنے کی تکلیف کیوں کی تھی۔ ندیم نے یقیناً گورنر لیول سے اونچی ہی کوئی سفارش تلاش کی ہوگی ورنہ آئی جی فون پر بھی سراج کو مجھے باعزت طور پر جانے کی ہدایت جاری کر سکتا تھا۔ میں گاڑی کا دروازہ کھول کر اگلی نشست پر بیٹھ گیا تو ندیم نے گاڑی گیئر میں ڈال کر مین روڈ پر آتے ہوئے کہا۔

"سراج سے پرانے مراسم کا تجربہ کیسا رہا؟"

"وہ مجبور ہو گیا تھا۔" میں نے تھانے میں ہونے والی تمام تفصیل دہراتے ہوئے کہا۔ "آئی جی کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بڑی مہارت سے اصلیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خود سراج بھی ششدر رہ گیا تھا۔"

"گورنر صاحب بہادر نے بھی یہی کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ ان کی طرف سے ایسا کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دانشوروں کا قول ہے کہ سارا جھگڑا زر، زن، زمین کی بنیاد پر ہوتا ہے لیکن جانے کیوں سفارش کا خیال ان کے ذہن سے نکل گیا۔"

"تم نے کس کی سفارش استعمال کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ظاہر ہے کہ وہ کوئی ایسی ہی شخصیت ہوگی جس کے آگے گورنر صاحب نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔ انہی کے حکم پر آئی جی صاحب نے تھانے تک آنے کی زحمت اٹھائی تھی۔"

"بھوشن کے بارے میں اب تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے اس مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔ "کیا اب بھی تم اس کے کھل کر میدان میں اترنے کا انتظار کرو گے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"فکر مت کرو۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے ساتھی اس وقت بھی بھوشن کا مقصد پاک کر سکتے تھے جب وہ اپنے گارڈز کے ساتھ گورنر ہاؤس جانے کے لیے نکلا تھا لیکن میں نے اپنے قیمتی آدمیوں کو کسی خطرناک ٹکراؤ سے روک دیا تھا۔"

"مصلحت کیا تھی؟"

"دس بارہ آدمی تو پہلے ہی کام آ چکے ہیں اگر بھوشن اور اس کے ساتھیوں کو بھی ٹھکانے لگا دیا جاتا تو پوری انتظامیہ حرکت میں آ جاتی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ میں بھوشن کو نظرانداز کر دوں گا۔ اس کا نمبر بھی اب بہت جلد آنے والا ہے۔" ندیم نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ خود بھوشن کے عملے کا کوئی پرانا ملازم ہی اپنے پستول کی تمام گولیاں بھوشن کے جسم میں اتار دے۔"

"تم ایسا نہیں کرو گے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "بھوشن میرا شکار ہے۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتاروں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ تم بھی میری بات مان لو۔"

"کیا؟"

"تمہارے لیے ماہ رخ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ میں نے اس وقت اسی کو استعمال کیا تھا۔" ندیم نے کہا۔ "ورنہ کسی صوبے کے گورنر کی دم پر پاؤں رکھنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ماہ رخ بھوشن کے سلسلے میں بھی کسی خطرناک اقدام کے بارے میں غور کر رہی ہے۔ تم اس ضمن میں بھی اس سے بات کر لینا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مختصراً جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "رکی کے سلسلے میں کیا ہوا۔ کیا اس نے اپنی زبان کھولی؟"

"وہ عام بدمعاشوں سے ذرا مختلف چیز ہے۔" ندیم بولا۔ "اس کی پنڈلی کا زخم خاصا گہرا ہے لیکن اس نے اس کے بارے میں بھی کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔ میں نے بھی فوری طور پر اسے زبان کھولنے پر مجبور نہیں کیا لیکن میرا خیال ہے کہ رکی بھوشن کے خلاف گواہی دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ راجو اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہے کہ میلبا کا قتل بھوشن ہی کے آدمیوں نے کیا تھا۔ میلبا رکی کو بہت عزیز تھی۔ اس کی خاطر وہ اپنے سگے باپ کے خلاف بھی زہر اگلنے کو تیار ہو سکتا ہے۔"

"کریم کی حالت اب کیسی ہے؟"

"اسے ریکوور کرنے میں کچھ وقت لگے گا لیکن اس کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔"

پھر ندیم نے مجھے میرے کہنے پر دفتر کے سامنے ہی اتار دیا لیکن جاتے جاتے بھی اس نے مجھے ماہ رخ کا شکریہ ادا کرنے کی تاکید دوبارہ کی تھی۔ میں نے مسکرا کر حامی بھر لی۔ دفتر کے لوگ میری توقع کے عین مطابق میرے سلسلے میں پریشان تھے۔ میری فوری واپسی نے انہیں بڑی حد تک مطمئن کر دیا تھا۔ شام تک میں دفتری میں رہا پھر دفتر سے اٹھ کر ماہ رخ کی طرف چل پڑا۔ بھوشن کے سلسلے میں وہ میرے لیے بہت کارآمد ہو سکتی تھی۔

یوں تو ماہ رخ کو سلیمان شاہ کا ویسے بھی خوف نہیں تھا لیکن اس کی غیر موجودگی میں آنکھوں کا جو پردہ حائل تھا اب وہ بھی اٹھ چکا تھا۔ میں نے اپنی آمد کی اطلاع کرائی تو اس نے فوراً ہی بلوا لیا۔ میں نے اس کی خواب گاہ میں قدم رکھا تو ایک لمحے کو یہ خیال گزرا کہ میں غلطی سے کسی ایسے سمندری ساحل پر پہنچ گیا ہوں جہاں تن ڈھانپنے کی ضرورت جسم کی سرخوشی سے زیادہ اہم سمجھی جاتی ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت اس وقت مجھے ماہ رخ کی خواب گاہ میں نظر آ رہی تھی۔ کمرے میں روشنی کا انتظام پہلے سے مختلف تھا۔ چھت کے ساتھ ساتھ برقی قمقمے ضرور موجود تھے لیکن ان کے نیچے نصف دائرے کی صورت میں اس طرح کسی ٹھوس شے کو لگایا گیا تھا کہ روشنی نیچے کی سمت آنے کی بجائے چھت سے ٹکرا کر منعکس ہو رہی تھی جس نے ماحول کو خاصا خوابناک بنا دیا تھا۔ پوری خوابگاہ میں ایک مسحور کن خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

ماہ رخ ایک ہلکے آسمانی رنگ کے ڈریسنگ گاؤن میں تھی۔ جس وقت میں کمرے میں داخل ہوا ماہ رخ خواب گاہ کے ایک گوشے میں جن پینے میں مست تھی۔ مجھے دیکھ کر ایک خاص ادا سے جسم کو لوچ دیتی اٹھی تو میں نے شرم سے نظریں جھکا لیں۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔" وہ میرے قریب آ کر بہکے بہکے لہجے میں گنگنائی۔ "خود کو بہلانے کی خاطر اور وقت کو کاٹنے کے لیے میں نے پینی شروع کر دی تھی لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں پی کہ تمہارا استقبال نہ کر سکوں۔"

"میں اس وقت تمہارا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔" میں نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تو وہ مجھے سنگ مرمر کا تراشیدہ ایک حسین شاہکار نظر آئی جس کے زیروبم کو اجاگر کرنے کی خاطر ایک باریک کپڑا ڈال دیا گیا ہو۔ عریانیت اور ننگے پن کا فرق بھی عجیب ہے اگر جنس مخالف مختصر لباس پہنے تو دیکھنے والے کا تجسس بڑھ جاتا ہے لیکن اگر وہی جسم لباس کی قید سے قطعی آزاد ہو تو پھر حسن کی ساری رعنائیاں جیسے بجھ سی جاتی ہیں۔ مغربی تہذیب نے عریانیت کے مفہوم کو چونکہ شروع سے ختم کر رکھا ہے اس لیے ان کے یہاں تجسس باقی نہیں رہ گیا۔ ساحل سمندر، نائٹ کلب اور مساج گھروں میں مادرزاد برہنہ ہوتے ہیں اور چونکہ ایک حمام میں سب ہی ننگے ہوتے ہیں تو پھر شرم و حیا ان کے قریب سے بھی ہو کر نہیں گزرتی۔ ویسے بھی ان کے یہاں ہر بات کی کھلی چھٹی ہوتی ہے اس لیے کوئی کسی پر انگلی نہیں اٹھاتا۔ سب اپنے کام سے کام رکھتے ہیں "مگر" اپنی اپنی دنیا میں مست رہتے ہیں۔ احساس اور غیرت کا مفہوم ہی اگر ختم ہو جائے تو قیدوبند کے معنی بھی فوت ہو جاتے ہیں۔ ماہ رخ بھی اگر لباس کی قیدوبند سے آزاد ہوتی تو شاید اس کے اندر حسن کا مفہوم اور میری نگاہوں میں چھلکنے والا تجسس فوت ہو کر رہ جاتا۔

"شکریہ۔" اس نے بالوں کو پیچھے کی جانب جھٹکتے ہوئے بڑی معصومیت سے کہا۔ "کس بات کا شکریہ؟"

"اگر تم نے آج میری مدد نہ کی ہوتی تو بھوشن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ میری تجارتی ساکھ کو شدید دھچکا پہنچ سکتا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" اس نے شرابی اور مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "کیا مجھے تمہاری سفارش نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" میں نے خود کو سنبھالا۔ "دوست وہی ہوتا ہے جو وقت پر کسی کے کام آ جائے۔"

"لیکن دوسرے کے کام آنے والوں کی بھی دو خاصیت ہوتی ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "ایک وہ ہوتا ہے جو بے لوث خدمت کرتا ہے اور دوسرا۔ دوسرے میں اس کی کسی ذاتی خودغرضی کو بھی دخل ہوتا ہے۔ تم اپنی ماہ رخ کو کس میں شمار کرو گے۔"

"مجھے تمہارے دونوں انداز پسند ہیں۔" میں نے اس بار اسے نظر بھر کر دیکھا۔ میں اس کا مفہوم سمجھ رہا تھا۔ ایک بار اس کا وہی خوبصورت مرمریں تراشیدہ جسم بے ہوشی کے عالم میں میرے تصرف میں آ چکا تھا۔ میں جس گناہ سے بچنا چاہتا تھا وہ ایک بار سرزد ہو چکا تھا۔

"سچ شہباز۔" ماہ رخ نے آگے بڑھ کر درمیانی فاصلہ بھی بڑی حد تک ختم کر دیا۔ میرا ہاتھ تھام کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عجیب پرمسرت لہجے میں بولی۔ "یہ تم کہہ رہے ہو۔ تم؟ کہیں میرے کان تو نہیں بج رہے۔ ایک بار پھر اپنے الفاظ کو دہراؤ شہباز تاکہ تمہاری ماہ رخ کو احساس ہو سکے کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی۔"

"نہیں ماہ رخ۔" میں نے پہلی بار ہمت کی اس کے بازوؤں کو تھام کر بولا۔ "تم خواب نہیں دیکھ رہیں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے تمہاری زندگی کے دونوں رخ پسند ہیں۔ مجھے تمہاری دوستی پر بھی فخر ہے۔"

"کاش وقت کی نبض یہیں تھم جائے۔" ماہ رخ کی گرم گرم سانسیں میرے چہرے سے ٹکرانے لگیں۔ "وقت اسی مرکز پر ٹھہر جائے ہمیشہ کے لیے اور میں اسی طرح تمہارے وجود کی تپش سے اپنے احساس کو گرماتی رہوں۔"

"لیکن یہ سب کچھ گناہ ہے۔" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"جب دوستی اپنی انتہا کو پہنچ جائے' دل ایک دوسرے کی دھڑکنیں محسوس کرنے لگیں' آنکھیں آنکھوں کا مفہوم سمجھنے لگیں تو پھر گناہ و ثواب کے تمام فاصلے ختم ہو جاتے ہیں۔" اس نے بڑے فلسفیانہ انداز اور سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن۔" میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"کسی کو آسمان کی بلندیوں تک لے جا کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا جائے تو وہ زمین پر آ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔" وہ بے اختیار میرے جسم سے لپٹ کر خمار آلود لہجے میں بولی۔ "پیاسا کنویں کے پاس تک جائے اور پھر پیاسا ہی رہ جائے اس سے بڑی بے بسی اور کیا ہو سکتی ہے۔ میرے وجود کو تمہاری مضبوط بانہوں کی ضرورت ہے اگر تم نے مجھے ٹھکرا دیا تو میں زہر کھا کر جان دے دوں گی۔"

"خود کو سنبھالو ماہ رخ۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کمزور آواز میں جواب دیا۔ "تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ ہم دونوں شادی شدہ ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے شہباز۔" اس نے اپنے نرم ہاتھوں کی بندش کچھ اور سخت کر لی۔ "مسافر تھک جائیں تو کسی سایہ دار درخت کے نیچے دو گھڑی رک کر سانس لینے کو گناہ نہیں کہا جاتا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کسی اور کے ہو لیکن خوشی سے اگر اپنی زندگی کے چند لمحے مجھے مستعار دے دو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"ماہ رخ۔"

"مجھے مایوس نہ کرو شہباز۔" اس کے لہجے میں التجا کا رنگ آ گیا۔ "ہم دونوں ایک بار پہلے بھی بہت قریب سے ایک دوسرے کو چھو چکے ہیں۔ محسوس کر چکے ہیں اس لیے ایک دوسرے کے لیے اجنبی بھی نہیں ہیں۔"

"تم شاید ٹھیک کہہ رہی ہو مگر اس وقت میں مدہوش تھا۔"

"مجھ سے قریب آ کر دیکھو شہباز میں تمہیں پھر مدہوش کر دوں گی۔" اس نے میرا ہاتھ تھاما پھر صوفے پر آ کر اس طرح بیٹھ گئی کہ اس کا سر میری آغوش میں تھا۔ اس کے سانس کی رفتار سے اس کے جسم میں ہونے والا ارتعاش بڑا ہیجان انگیز تھا۔ اس کی شرابی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ ان نگاہوں میں ایسا سحر تھا جو مجھے آہستہ آہستہ تسخیر کر رہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میرے قدموں میں لغزش آ گئی۔ میں انسان تھا۔ انسان۔ جو خطاؤں کا پتلا ہوتا ہے۔ فرشتہ ہوتا تو شاید شیطان مجھ پر غالب نہیں ہو سکتا تھا۔ میری نگاہیں ماہ رخ کے وجود پر بھٹک رہی تھیں۔ اس کی مخمور نگاہیں مجھے مدہوش

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کر رہی تھیں۔ اس کے پھولوں کی پتیوں جیسے نرم و گداز ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے اندر بھی ایک کشمکش جاری تھی۔

ماہ رخ میری کیفیت کا اندازہ لگا رہی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ میری گردن میں ڈال کر آہستہ سے زور دیا تو میرے قدم جم نہ سکے۔ اگر مجھے پھر شیطان کی فتح کے وحشیانہ قہقہے خوابگاہ میں گونجتے لگے لیکن ماہ رخ کے اندر چھپا آتش فشاں مجھے اپنے ساتھ بہا لے گیا۔ مجھے پیراکی آتی تھی لیکن میں نے ہاتھ پیر مار کر خود کو غرق ہو جانے سے بچانے کی کوشش نہیں کی گرم گرم سانسیں بڑی دیر تک آپس میں الجھتی رہیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ میرے ذہن پر بوجھل بوجھل سی غنودگی طاری ہو گئی پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی بپھری ہوئی لہر نے مجھے اٹھا کر ساحل کی نرم نرم ریت پر ڈال دیا ہو۔ میں نے ہاتھ پیر چھوڑ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لمحوں کا شمار بھلا کون کرتا۔ اتنا ہوش کس کافر کو تھا۔

مجھے یاد نہیں کہ میں کب تک نیند کی حالت سے دوچار رہا۔ میری محویت کا طلسم اس وقت آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگا جب ایک مانوس سی آواز میرے کانوں میں رس گھولتی ہوئی ابھری۔

"شہباز۔ میرے من مندر کے دیوتا۔ آج تمہاری پجارن بھی تمہارے پاس جھولی پھیلائے کھڑی ہے۔ مجھ سے مجھے بھی دان کر دو۔"

میں نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کاکا اس وقت حسن کی دیوی کے سندر روپ میں میرے سامنے دامن پھیلائے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے تیزی سے بستر کی طرف دیکھا جہاں ماہ رخ کا خوبصورت جسم بکھرا پڑا تھا۔

"تم۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کاکا کو گھورا۔ "تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟"

"مجھے بھی تمہاری جوانی کی۔ مکشا درکار ہے مجھے نراش مت کرنا میرے پران ناتھ۔"

"کاکا۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا میں تمہارے اس سندر شریر کو اپنی باہوں میں سمیٹ سکتا ہوں۔"

"ہاں۔" کاکا اپنے گداز ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔ "آج تمہاری کاکا بھی اپنی پیاس۔ اپنے من کی آگ بجھانے کے لیے بہت بے کل ہے۔"

"مجھ سے دور کیوں ہو۔" میں نے جان بوجھ کر بہکے بہکے لہجے میں کہا۔ "میرے قریب کیوں نہیں آتیں۔"

"تو۔ میں آنکھیں موندے لیتی ہوں۔" کاکا نے مستی کے عالم میں کہا۔ "آج میں تمہیں اپنے قریب آنے سے روکوں گی نہیں۔"

کاکا نے اپنی آنکھیں جیسے ہی بند کر لیں تو میں تیزی سے اٹھا۔

پانی پانی

ملکہ نور جہاں کو اپنے شوہر شہنشاہ جہانگیر کے ملک الشعراء "قلیم" کا کلام پسند نہیں تھا وہ اکثر قلیم کے اشعار پر دربار میں نکتہ چینی کرتی۔ ایک دفعہ جب دربار لگا ہوا تھا۔ مختلف شعراء اپنے اشعار سنا رہے تھے۔ آخر میں قلیم نے شعر سنانے شروع کیے۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

ز شرم آب شدم آب را شکستے نیست
بہ حیرتم کہ مرا روز گار چوں بشکست

(میں شرم سے پانی پانی ہو گیا کیونکہ پانی ٹوٹ نہیں سکتا پھر حیران ہوں کہ زمانے نے مجھے کیسے توڑ کر رکھ دیا؟)

نور جہاں برجستہ بولی۔ "یخ بست و بشکست (جما کر توڑ دیا)"

جہانگیر متبسم ہوا اور بے ساختہ کہا۔ "قلیم دوبارہ گو۔ ز شرم آب شدم" قلیم [illegible] ہو گیا۔

ضوریہ اختر۔ میرپور خاص

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ شاید کاکا مجھے اور ماہ رخ کو دیکھ کر بے خود ہو گئی تھی۔ وہ بھول چکی تھی کہ اگر میں نے اس کے جسم کو اپنی باہوں میں سمیٹا تو اس کا انجام بھی داور، دولی ورما اور موہنی سے مختلف نہیں ہو گا۔ جل بھن کر راکھ کے ڈھیر میں بدل جائے گی۔ کاکا کی موت میرے لیے یقیناً فائدہ مند ہی ثابت ہوتی۔ اس لیے کہ اب وہ میرے کام آنے کے بجائے میرے دشمنوں کا ساتھ دے رہی تھی۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ کاکا مستی کے عالم میں آنکھیں بند کیے کھڑی تھی اور میں اس کے انجام پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

موت اور زندگی کا فاصلہ تیزی سے گھٹ رہا تھا۔ میں نے فاتحانہ انداز میں جھپٹ کر کاکا کے مہکتے مہکتے وجود کو اپنی باہوں میں سمیٹ لیا۔ مجھے یقین تھا کہ کاکا کے ناپاک وجود کے خاتمے کا وقت قریب آ چکا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کاکا نے آنکھ کھول کر مجھے فاتحانہ انداز میں دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں یکلخت تیز ہو گئیں۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھا تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ صندلی انگوٹھی میری انگلی میں نہیں تھی۔

"جو سواد مجھے تمہاری باہوں میں مل رہا ہے وہ پہلے کبھی نہیں ملا۔" کاکا نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "آج میرے جیون کا سب سے سندر دن ہے۔"

صندلی انگوٹھی کی غیر موجودگی نے مجھے بوکھلا دیا تھا۔ میں کاکا کو چھوڑ کر تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ میری کیفیت اس کھلاڑی سے مختلف نہیں تھی جس کے ہاتھوں سے شمشیر زنی کے مقابلے میں اچانک تیغ ہاتھ سے نکل گیا ہو اور وہ دوسرے کے رحم و کرم پر ہو۔ یہ شکست میرے لیے غیر متوقع تھی۔ کپل پوش بزرگ نے بھی اس انگوٹھی کی واپسی پر زور دیا تھا لیکن پھر شاید انہیں میرے دگرگوں حالات پر رحم آ گیا تھا۔ جاتے جاتے خدا کے اس نیک اور برگزیدہ بندے نے اشاروں کنایوں میں مجھے گناہ کی سمت راغب ہونے سے منع کیا تھا لیکن وقت کی گردش نے مجھے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ ماہ رخ میرے لیے اس وقت اس خوشہ گندم سے کم نہیں ثابت ہوئی جس کے کھانے کے بعد حضرت آدم کو جنت سے نکالا ملا تھا۔ لیکن اب پچھتاوے بیکار تھے۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اب میں ایک ناپاک ماورائی قوت کے رحم و کرم پر تھا۔ میں نے کاکا کو جلا کر راکھ کر دینے کا جو خواب بھی دیکھا تھا وہ شرمندہ تعبیر نہیں ہوا۔ بازی اچانک اس کے حق میں ہو گئی تھی۔ بساط الٹ چکی تھی۔ اب کوئی مہرے کسی کام کے نہیں رہ گئے تھے۔ میں نے پلٹ کر ماہ رخ کی سمت نظر ڈالی وہ ابھی تک گناہ کی لذتوں سے سرشار خوابوں کی دنیا کی سیر کر رہی تھی لیکن وہ اگر جاگتی ہوتی تو بھی میرے کسی کام نہیں آ سکتی تھی۔ کاکا کوئی انسانی مخلوق نہیں تھی جو کسی اونچی سفارش کے آگے گھٹنے ٹیک دیتی۔

کاکا کی تیز قاتل نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے گداز ہونٹوں پر فاتحانہ تبسم رقص کر رہا تھا۔

"تمہارے من میں اس سمے جو بھونچال اٹھ رہا ہے وہ میں پڑھ رہی ہوں۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔ "تم نراش مت ہو میرے سپنوں کے راج کمار۔ تمہاری کاکا رانی اب بھی تمہارے چرنوں کی داسی ہے۔ پر تو اب تم اپنی من مانی نہیں کر سکو گے۔ اب تمہیں میرے اشاروں پر چلنا ہو گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں اس جواری سے مختلف نہیں تھیں جو محض ایک غلط چال چلنے کے بعد اپنی زندگی کی تمام جمع پونجی ایک ہی داؤ پر لگا بیٹھا ہو۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ کاکا کی بات سننے کے بعد مجھے بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہوا تھا کہ اس کے اور میرے دل کی سوچوں کے درمیان جو پردہ حائل تھا وہ اٹھ چکا ہے۔ اب اس کی ماورائی قوت میرے دل کا حال پڑھ سکتی تھی۔

شکاریات کے موضوع
پر دنیا بھر سے
منتخب کہانیاں
آدم خور کا تعاقب
انتخاب
طارق اسمٰعیل ساگر
قیمت: -/70 روپے
مکتبہ القریش
اردو بازار۔ لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"ارے پاگل کیوں ہو میرے بھولے ناتھ۔" کاکا نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر کہا۔ "کیا آج تم کاکا کو اپنی باہوں میں سمیٹنے کی خواہش کا اظہار نہیں کرو گے۔ کیا تمہاری کاکا رانی اس سندری سے زیادہ حسین اور خوبصورت نہیں ہے جسے تم ابھی مسل چکے ہو۔"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"جو سمے بیت گیا سو بیت گیا' اب ہاتھ ملنے سے کیا فائدہ۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "جو چھایا تمہاری رکھشا کر رہی تھی۔ وہ تمہارے سر سے چھٹ چکی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ تم جس شکتی کے بل پر اونچے سروں میں بول رہے ہو وہ زیادہ دنوں تک تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔"

"شاید میرے مقدر میں یہی لکھا تھا۔"

"چھی۔۔۔ چھی۔۔۔ اب ایسے نراش مت ہو' کاکا اب بھی تمہیں زمین سے اٹھا کر آکاش پر بٹھا سکتی ہے لیکن اب تم میری کسی بات سے انکار نہیں کر سکو گے۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے دل کڑا کر کے کہا۔ "میں اب بھی تمہارے اشارے پر نہیں چلوں گا۔"

"بری بات ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "اچھے بالک بڑوں کے کہنے سے انکار نہیں کرتے۔"

"اوہ۔ تم اتنی بڑی کب سے ہو گئیں؟" میں نے اس بار سخت لہجے میں سوال کیا۔

"جب سے تمہاری شکتی کا گھمنڈ ٹوٹا ہے۔" اس کا لہجہ بھی تلخ ہو گیا۔

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے لیکن اس کے باوجود۔۔۔"

"تم پھر اونچا بولنے کی کوشش کر رہے ہو شہباز خان۔" اس نے زہر خند سے میری بات کاٹ کر کہا۔ "چکور کی طرح چندرما تک اڑنے کی کوشش مت کرو ورنہ منہ کے بل دھرتی پر گرو گے تو لہولہان ہو جاؤ گے۔"

"تم جس زندگی کی بات کر رہی ہو وہ میری موت سے زیادہ بہتر نہیں ہو گی۔"

"اپنے بھوش کے بارے میں اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہ کرو۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے اوپر کیا بیتنے والی ہے۔"

"مجھے کچھ جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"کیا اب بھی کاکا کی مہان شکتی سے پنجہ لڑانے کا دھیان تمہارے من میں کلبلا رہا ہے۔" اس کے لہجے میں خنجر کی سی کاٹ تھی۔ "اپنے من سے اس خیال کو نکال دو بھولے ناتھ' اب کاکا سے اجازت لیے بغیر موت کی دیوی بھی تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ الجھی ہوئی ڈور کا سرا تلاش کرنے کی کوشش کرو گے تو اور الجھ جاؤ گے تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ آنکھ موند کر اپنی کاکا رانی کی آگیا کا پالن کرتے رہو۔"

"اور اپنے خدا اور رسول کو بھی بھول جاؤں۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔

"وہ تو تم بھول چکے تھے۔" اس نے بڑا گہرا طنز کیا۔ "اگر نہ بھولتے تو ماہ رخ کی سندرتا کے جال میں پھنس کر موم کی طرح نہ پگھل جاتے۔ میں کوئی غلط بات تو نہیں کر رہی ہوں؟"

"انسان غلطیوں کا پتلا ہے لیکن اگر وہ سچے دل سے معافی مانگے تو خدا اس کی توبہ ضرور قبول کر لیتا ہے۔"

"تمہیں اب اس کا موقع نہیں ملے گا۔" کاکا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہیں دنیا کے گورکھ دھندوں میں اس طرح الجھا دوں گی کہ تم سسک سسک کر موت کی بھکشا مانگو گے پر تو موت بھی تمہارے قریب نہیں پھٹکے گی' جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی قدر کرو۔ پاپ اور پن کی باتیں دھرماتماؤں اور بڑے بڑے گیانیوں کو شوبھا دیتی ہیں۔ تم ان چکروں میں پڑ کر کیا کرو گے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے سرد آواز میں پوچھا۔

"اس سندر ناری کے شریر کو چیر پھاڑ کر روند ڈالو جس نے تمہیں کاکا کے چرنوں پر لا ڈالا ہے۔"

کاکا کا لہجہ تحکمانہ تھا' وہ ماہ رخ کو میرے ہاتھوں قتل کرانا چاہتی تھی' میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن میں ماہ رخ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کو بھی تیار نہیں تھا' وہ میری محسنہ تھی' میں اسے موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ ماہ رخ کے قتل کے بعد میرے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو گا جس سے بچنے کی خاطر مجھے کاکا کی طاغوتی قوتوں کے سامنے دامن پھیلانا پڑے گا۔

"تم جو سوچ رہے ہو وہ غلط نہیں ہے۔" کاکا نے میرے دل کا حال پڑھتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "پر تو اس کے سوا تمہارے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔"

میں تلملا کر رہ گیا۔ اسی وقت لیڈی مکلارنس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"اتنی جلدی ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے میرے عزیز۔ تم اس وقت کاکا کے گندے جال میں پھنس کر بے بس ہو گئے ہو' میں فوری طور پر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی لیکن اتنی پیشین گوئی ضرور کر سکتی ہوں کہ حالات ابھی اتنے خراب نہیں ہوئے جتنا تم سوچ رہے ہو۔ میرے ایک مشورے کو گرہ سے باندھ لو تم اپنے دل میں میرے بارے میں کوئی بات مت سوچنا ورنہ کاکا اس بات سے آگاہ ہو جائے گی۔"

میں نے لیڈی مکلارنس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔

"آنے والے وقت کا انتظار کرو۔ جلد بازی میں کوئی قدم

ایسا نہ اٹھانا کہ بچاؤ کے تمام راستے بند ہو جائیں۔ فی الحال تم کاکا کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کرو۔ ماہ رخ کو قتل کرنے کے بعد تمہیں کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی۔"

میں بدستور خاموش کھڑا کاکا کو گھورتا رہا۔

"میں اب جا رہی ہوں' لیکن میں اب بھی تمہیں اس کا یقین دلاتی ہوں کہ ایک نہ ایک دن میں کاکا کی مورتی کی طرح اس کی روح پر بھی قبضہ جما لوں گی۔"

"کن وچاروں میں گم ہو بھولے ناتھ۔" کاکا نے مجھے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہاری دوستی کے علاوہ اب میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تم کاکا کی شکتی کے سامنے سر جھکا دو گے۔" وہ بڑے غرور و تکبر سے بولی۔

"شاید میں نے تمہارا کہنا نہ مان کر غلطی ہی کی تھی۔" میں نے لیڈی مکلارنس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھوشن کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں کچھ انتظار کر لینا چاہیے تھا۔"

"اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں بھوشن سے دور ہی رہوں گا۔"

"لیکن اب تم اپنی مرضی سے نہیں کاکا کی مہان شکتی سے ڈر کر یہ فیصلہ کر رہے ہو۔ کیوں شہباز خان؟"

"ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے دل میں کچھ سوچے بغیر کہا۔

"کیا تم مجھے وشواس دلا سکتے ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تمہارے اندر کی آواز ہے۔" کاکا فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"میں تیار ہوں۔"

"پھر آگے بڑھو۔۔۔ اور ماہ رخ کو اپنے اور میرے بیچ سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دو۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کبھی ماہ رخ نے بھی میرے اوپر کچھ احسانات کیے تھے۔ میری درخواست ہے کہ تم میرا اتنا کٹھن امتحان نہ لو۔"

"مارگریٹ کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" وہ پینترا بدل کر بولی۔

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اسے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو اس طرح غائب کروا دیا گیا ہے کہ کسی کو اس کی خبر نہ ملے۔"

"اور ورگی۔"

"وہ میرے دوست کے کیسینو میں قید ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر تم کوشش کرو تو پروفیسر ابرار کے سلسلے میں میرے کام آ سکتے ہو۔"

"مجھے کیا کرنا ہو گا۔" میں نے بڑی سعادت مندی سے دریافت کیا۔

"دھیرج سے کام لو شہباز خان۔" وہ مسکرائی۔ "میں تمہیں آہستہ آہستہ استعمال کروں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ماہ رخ کی خواب گاہ جو کچھ دیر قبل میرے لیے کسی طلسماتی دنیا سے کم نہیں تھی اب جیل کی اس کال کوٹھری سے زیادہ اذیت ناک تھی جہاں پھانسی پانے والے کسی مجرم کو بلیک وارنٹ کے بعد منتقل کیا جاتا ہے۔

"میجر نصیری کی چیک پوسٹ کو بم کے دھماکے سے کس نے اڑایا تھا؟"

"پروفیسر ابرار نے۔" میں نے بغیر جھجکے کہا۔ "کم از کم اس نے یہی کہا تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔" کاکا نے میری بے بسی پر لطف اندوز ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے۔"

میں جواب میں ہونٹ چبا کر رہ گیا۔

"دس بارہ آدمیوں کے قتل میں کس کا ہاتھ تھا؟"

"میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن ندیم نے مجھے بتایا تھا کہ اس میں اس کے آدمیوں کا ہاتھ تھا۔"

"پانڈے اور نرمل کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"ندیم نے ان دونوں کو بھی کسی محفوظ مقام پر رکھا ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا تمہاری مہان شکتی ان کا کھوج نہیں لگا سکتی؟"

"کل صبح تم سیدھے بھوشن کے دفتر جاؤ گے۔" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"وہاں جا کر مجھے کیا کرنا ہو گا۔" میں نے دل پر جبر کر کے پوچھا۔

"اب یہ ضروری نہیں ہے کہ کاکا تمہاری ہر بات کا جواب دے۔" وہ بے رخی سے بولی۔ "تم صرف میری آگیا کا پالن کرتے رہو۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔" میں پھر تلملا کر رہ گیا۔

"اب تم واپس جا سکتے ہو لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا۔" اس کا لہجہ سرد اور سفاک تھا۔ "اگر تم نے کاکا کا کہنا نہ مانا تو پھر ماہ رخ کو قتل کرنے کے بعد تمہیں خود بھی تھانے جا کر اس کا اقرار بھی کرنا ہو گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سر جھکائے ماہ رخ کی خواب گاہ سے باہر آ گیا۔ کاکا کے فاتحانہ قہقہوں نے دور تک میرا تعاقب کیا تھا۔ میرے پاس فوری طور پر لیڈی مکلارنس کے مشورے پر عمل کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

دوسری صبح میں بھوشن کے دفتر میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ لیڈی مکارتس نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ فی الحال میں کاکا سے بگاڑ کرنے کی کوشش نہ کروں مجھے بھی کسی ایسے موقع کی تلاش تھی کہ میں الٹی ہوئی بساط کو اپنے حق میں کر سکوں، کاکا سے الجھنے کی صورت میں اس کی گندی طاقت مجھے کسی خطرناک چکر میں مبتلا کر سکتی تھی۔

بھوشن کے آفس تک پہنچنے میں مجھے کئی جگہ روکا گیا۔ میری جامہ تلاشی لی گئی۔ ان کا سلوک میرے لیے تحقیر آمیز تھا۔ میں خون کے گھونٹ پی کر سب کچھ سہتا رہا، خود بھوشن نے مجھے دیکھ کر نفرت ہی کا اظہار کیا تھا۔

"تشریف لائیں شہباز خان صاحب۔ بیٹھئے اور سنائیے آج کل آپ کے حالات کیسے ہیں، میرے پاس آنے کی زحمت کیسے گوارا کرلی۔ مجھے حکم دیا ہوتا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم دونوں ہی بزنس مین ہیں اس لیے ہمیں مفاہمت اور دوستی کا کوئی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔"

"لیکن ہمارے بزنس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔" وہ میرا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔ "دوسرے یہ کہ دوسروں پر حکم چلانا میری عادت بن چکی ہے، آپ شاید میری اس نیچر کو پسند نہ کریں۔"

"میرا اشارہ کسی مشترکہ کاروبار کی طرف نہیں تھا۔" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اور میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں؟" اس کے تیور میں تکبر موجود تھا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں مسٹر بھوشن کہ ہمارے درمیان جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور ہو جائیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آئی سی۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔ "گویا آپ کو اب اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ بھوشن سے دشمنی آپ کے لیے نقصان دہ ہی ثابت ہوگی۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔

"پھر یہاں آنے میں آپ کی اور کیا مصلحت تھی؟" اس کی کشادہ پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"بزنس میں ہم دونوں کو ہی نقصان پہنچ سکتا ہے۔" میں سنجیدگی سے بولا۔

"کیا تم مجھے دھمکی دینے کی غرض سے آئے ہو۔" بھوشن کے تیور یکلخت بدل گئے۔ "تم شاید بھول گئے ہو شہباز خان کہ اس وقت تم کس کے آفس میں براجمان ہو۔"

"میں اب بھی یہی کہوں گا مسٹر بھوشن کہ تمہیں میرے بارے میں ہی نہیں، خود اپنے بارے میں خاصی غلط فہمی ہو گئی ہے۔" میں نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر قدرے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔

"بھوشن کی غلط فہمی بھی کسی کو شمشان گھاٹ پہنچانے کے لیے بہت کافی ہوتی ہے۔" وہ بڑے سرد لہجے میں بولا۔ "لیکن میں اپنے دشمنوں کو للکار کر مارنے کا عادی ہوں۔ تم اس وقت میرے دفتر میں نہ ہوتے تو شاید——" وہ اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد ہونٹ چبانے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں صرف یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تم کس حد تک آگے جا سکتے ہو۔"

"گیٹ لاسٹ۔" وہ چیخ اٹھا۔ "نکل جاؤ یہاں سے اور یاد رکھنا کہ بھوشن نے تمہیں اس وقت جیون دان کیا ہے ورنہ——"

"ورنہ تم میرا کیا کر سکتے تھے۔" میرے تیور بھی بدل گئے "تم اس وقت اپنے دفتر میں ہو اس لیے اونچی آواز میں بول رہے ہو، کیا مجھے اب وہ محاورہ بھی دہرانا ہوگا کہ اپنی گلی میں——"

"بلیر——" بھوشن پوری قوت سے چلایا اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن دبایا تھا۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک قسم کا آدمی رائفل تانے اندر داخل ہوا۔

"کیا حکم ہے سر۔" بلیر نے میری سمت خطرناک نظروں سے گھورتے ہوئے بھوشن سے سوال کیا۔

"ان صاحب کو باعزت طور پر باہر جانے کا راستہ دکھاؤ۔ تمام گارڈز اور سیکورٹی کے عملے کو سختی سے ہدایت کردو کہ اگر یہ شخص دوبارہ میرے آفس کے آس پاس دکھائی دے تو اسے ختم کردیا جائے۔ ویٹ از آل۔"

اگر میں اس وقت مجبور نہ ہوتا تو شاید بھوشن سے زندگی اور موت کا دو ٹوک فیصلہ کر لیتا، لیکن کاکا کی قوت مجھے کسی اور خطرناک کیس میں ملوث کر سکتی تھی چنانچہ میں بھوشن کو گھورتا ہوا واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ بلیر نے اپنی رائفل کا رخ بھوشن کی جانب کر کے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم اپنے دفتر میں آئے ہوئے کسی مہمان کی بے عزتی کا کوئی حق نہیں رکھتے، تمہیں مسٹر شہباز سے اپنے رویے کی معافی مانگنی پڑے گی۔"

بلیر کی بدلی ہوئی آواز سن کر میرے علاوہ خود بھوشن بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا پھر اس نے دوبارہ اپنا سیدھا ہاتھ میز کے نیچے لے جانے کی کوشش کی تھی کہ بلیر نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

"اپنے دونوں ہاتھ اوپر ہی رکھو مسٹر بھوشن جوزف، ورنہ تم جانتے ہو کہ بلیر کا نشانہ آج تک کبھی خطا نہیں ہوا۔"

بلیر کے اندر رونما ہونے والی اس اچانک تبدیلی نے

مجھے ششدر کر دیا۔ وہ یقیناً اس وقت جو کچھ کہہ رہا تھا اس میں اس کے اپنے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا، لیکن وہ کون سی طاقت تھی جو اس وقت بلیر کو کنٹرول کر رہی تھی؟ شاید لیڈی مکارتس—— میں نے سوچا پھر اچانک میرے ذہن میں کاکا کا تصور ابھرا اگر صندلی انگوٹھی کے بعد وہ مجھے اپنے اشاروں پر نچا سکتی تھی تو پھر اس نے بھوشن کے دفتر آنے پر کیوں مجبور کیا تھا؟ کیا وہ موجودہ صورت حال سے باخبر نہیں تھی کہ بھوشن کے ستارے گردش میں آ چکے تھے؟ اگر یہ دونوں باتیں غلط تھیں تو پھر وہ کون سی قوت تھی جس نے بلیر کے دل و دماغ پر اپنا تسلط جما رکھا تھا، بھوشن کے ذہن میں بھی کچھ ایسے ہی خیالات گردش کر رہے تھے، بلیر کے فیصلہ کن لہجے نے اسے بھی گنگ ہی کر دیا تھا۔

"وقت مت ضائع کرو مسٹر بھوشن ورنہ میں تمہارا جسم چھلنی کر دوں گا۔"

"تم—— تم شاید اس وقت ہوش میں نہیں ہو۔" بھوشن نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارا خیال غلط ہے۔" بلیر کی بدلی ہوئی آواز کمرے میں گونجی۔ "اس وقت صرف بلیر کا جسم تمہارے سامنے موجود ہے، لیکن اس کے دل و دماغ پر میرا قبضہ ہے، میرا ایک اشارہ بلیر کی انگلیوں کو رائفل کی لبلبی دبانے پر مجبور کر سکتا ہے۔ میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دے سکتا ہوں اس کے بعد کیا ہوگا تم خود بھی اس کا اندازہ لگا سکتے ہو۔"

"آئی—— ای—— ایم—— سوری مسٹر شہباز۔" بھوشن نے مردہ سی آواز میں مجھے مخاطب کیا۔

"بلیر۔" وہی آواز کمرے میں دوبارہ سنائی دی۔ "تم دس منٹ تک اسی پوزیشن میں کھڑے رہو گے اس بات کا خیال رکھنا کہ مسٹر شہباز کے دفتر سے نکلتے ہی بھوشن کسی کمینگی کا ثبوت دینے کی خاطر دوغلے پن سے کام لینے کی کوشش نہ کرے—— دس منٹ بعد تم میری قید سے دوبارہ آزاد ہو جاؤ گے۔"

بھوشن کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا، خود میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ کون سی نادیدہ قوت ہے جو اچانک میری مدد پر آمادہ ہو گئی ہے اور کاکا کو اس کی خبر نہ ہو سکی۔ کیا وہ لیڈی مکارتس تھی جس نے بیک وقت کاکا اور بلیر دونوں کو ایک ہی وقت میں اپنی پراسرار قوت یا بلیک میجک کے ذریعہ باندھ رکھا تھا۔

"ذہن پر زیادہ زور مت دو شہباز خان۔" اس بار وہ آواز مجھ سے مخاطب تھی۔ "جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"لیکن——"

"فی الحال سوال جواب کرنے سے پرہیز کرو، واپسی کا راستہ تمہارے لیے بالکل صاف ہوگا، بھوشن کے کارندے اس وقت بھی اپنی اپنی جگہ پوری طرح چوکس ہیں لیکن وہ تمہیں دیکھ نہیں سکیں گے۔"

میں نے دوسرا سوال نہیں کیا، ایک نظر بھوشن اور بلیر پر ڈالی، وہ دونوں ہی کسی بت کی طرح اپنی جگہ کھڑے ایک دوسرے کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے میں تیزی سے باہر نکل آیا، بھوشن کے حفاظتی دستے کے لوگ باقاعدہ پوزیشن لیے کھڑے تھے، میں ان کے سامنے سے تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت سے باہر آ گیا، لیکن کسی نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

اپنے دفتر کی سمت واپس جاتے ہوئے بھی میرے ذہن میں وہی پراسرار آواز گونج رہی تھی۔ جس نے میری مدد کی تھی۔ میرا خیال تھا دس منٹ بعد کاکا دوبارہ مجھ سے ضرور رابطہ قائم کرے گی، اس نے یہی کہا تھا کہ صندلی انگوٹھی جسے کمبل پوش بزرگ نے مجھے دیا تھا۔ اس کا میری انگلی سے غائب ہو جانا اس بات کی علامت تھی کہ میرے اوپر سے وہ سایہ ہٹ گیا تھا جس نے کاکا کی شکتی کو بے اثر بنا رکھا تھا اور اب مجھے کاکا کے اشاروں پر چلنا پڑے گا۔ اسی نے مجھے بھوشن کے دفتر جانے کا حکم دیا تھا لیکن صورت حال غیر متوقع پر تبدیل ہو گئی تھی۔

دفتر آنے کے بعد بھی میں تقریباً آدھے گھنٹے تک اسی پراسرار آواز کے بارے میں ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر فون کی گھنٹی کی آواز نے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز سنائی دی۔

"تم نے تنہا بھوشن کے دفتر جانے کی حماقت کیوں کی تھی؟"

"میں تنہا کب تھا۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "مجھے یقین تھا کہ تمہارے جاں نثار ماتحت میری نگرانی پر ضرور مامور ہوں گے اور کسی آڑے وقت پر میرے کام آنے سے گریز نہیں کریں گے کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ کل رات سے تمہاری ذہنی حالت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ ماہ رخ کی ملاقات نے میرے اوپر سحر کر دیا ہو۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کوئی اہم بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔" ندیم سنجیدہ تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے ہم دونوں ناواقف ہوں۔"

"بھوشن کے پاس کس لیے گئے تھے؟"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"اسے یہ باور کرانے کے لیے کہ اگر اب بھی وہ اپنی حرام زدگی سے باز نہ آیا تو پھر اس کا انجام بھیانک ہی ہوگا۔"

"اور بھوشن اور اس کے گرگوں نے تمہارا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی۔" ندیم نے غیر یقینی انداز میں دریافت کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ بھوشن نے اپنے دفتر میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے گریز کیا ہو۔ بہرحال مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ اس نے بات بڑھانے کی حماقت نہیں کی۔"

"تم نے کل رات ماہ رخ کو کس حالت میں چھوڑا تھا۔"

"کیا مطلب ـــ" میں چونک اٹھا۔ ندیم کے اس غیر متوقع سوال نے میرے ذہن کو الجھا دیا تھا۔

"ماہ رخ اس وقت ایک پرائیویٹ اسپتال کے وی آئی پی روم میں بے ہوش پڑی ہے۔" ندیم نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کی حالت ابھی تک خطرے سے باہر نہیں ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اس نے جو شراب پی تھی وہ زہر آلود تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ ماہ رخ کی حالت سننے کے بعد نہ جانے کیوں میرے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

"ماہ رخ کے بنگلے پر مامور عملے کا بیان ہے کہ تم آخری آدمی ہو جس نے ماہ رخ سے ملاقات کی تھی۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ پولیس تم سے تفتیش کی غرض سے ملے لیکن تم ایک جواب پر ڈٹے رہنا۔ جب تم ماہ رخ کی رہائش گاہ پر گئے تھے اس وقت وہ بالکل نشے کی حالت میں نہیں تھی، جو شراب اس کے معدے سے برآمد ہوئی ہے ہو سکتا ہے وہ تمہارے جانے کے بعد استعمال کی گئی ہو۔"

"کیا تم نے ماہ رخ سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"کی تھی ـــ لیکن ابھی ڈاکٹرز نے اس کے کمرے کے باہر نو وزیٹرز کی تختی لگا رکھی ہے۔ جس پر بڑی سختی سے عمل کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ پولیس نے بھی اسپتال کے عملے کو سخت تاکید کر رکھی ہے کہ جب تک وہ ماہ رخ کا بیان نہیں لے لیتی کسی دوسرے شخص کو اس سے ملاقات کی اجازت نہ دی جائے۔"

"کیا سلیمان شاہ کو بھی ماہ رخ کی کیفیت کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"شاید ابھی تک اسے اطلاع نہیں ملی۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میری اطلاع کے مطابق سلیمان شاہ اپنی زمینوں پر گیا ہوا ہے اور اس کی واپسی ایک ہفتے بعد متوقع ہے۔ مجھے ماہ رخ کی ایک پرسنل سکریٹری نے یہی اطلاع دی ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ سلیمان شاہ کے اشارے پر اس کے کسی نمک حلال ملازم نے شراب کی بوتلوں میں زہر ملا دیا ہو۔"

"میرا انتظار کرو۔ میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔" ندیم نے کہا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔

ندیم کے فون نے مجھے ایک نئی الجھن سے دوچار کر دیا۔ واقعات جس انداز سے پیش آرہے تھے انھوں نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا دیا تھا۔ بھوشن کے آفس میں اس کے ملازم بلیر کا میرے بجائے خود بھوشن پر رائفل تان لینا اور اب ماہ رخ کے زہر پینے کی اطلاع، یہ سب کچھ میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اب بھی کوئی پراسرار طاقت میری پشت پناہی کر رہی تھی، لیکن صندلی انگوٹھی کے غائب ہو جانے کے بعد وہ کون سی قوت تھی جو میرا ساتھ دے رہی تھی، مجھے اس کی مطلق کوئی اطلاع نہیں تھی، لیڈی مکارنس نے اگر میرا ساتھ دیا ہوتا تو وہ کھل کر اس کا اقرار بھی کر سکتی تھی، کمبل پوش بزرگ مجھ سے خفا نہ ہوتے تو صندلی انگوٹھی اب بھی میرے ہاتھ میں ہوتی۔ کالکا سے اب اس بات کی کوئی توقع نہیں تھی کہ وہ بھوشن کے مقابلے پر میرے کسی کام آئے گی۔ اجتامو کے قبیلے کی اس نیک دل شخصیت نے جو خدا کے برگزیدہ بزرگ کے اشارے پر میری مدد کر رہی تھی اس نے بھی یقیناً "نگاہیں پھیر لی ہوں گی" پھر وہ کون سی نادیدہ قوت تھی جس نے بھوشن کے دفتر میں بلیر کے ذہن کو پلٹا دیا تھا جس وقت وہ بھوشن کے بلانے پر اندر داخل ہوا تھا اس وقت اس کی خونخوار نگاہوں میں میرے لیے قہر ہی قہر تھا۔ اس کے تیور ضرورت سے کچھ زیادہ خطرناک نظر آرہے تھے لیکن پھر انتہائی حیرت انگیز طور پر وہ بھوشن پر رائفل تان کر بیٹھا تھا۔ اس کے علاوہ میرا بھوشن کے آدمیوں کی نگاہوں سے گزر کر واپس نکل آنا اور ان کا دم سادھے کھڑے رہنا یہ سب کچھ کسی طلسمی کہانی سے مختلف نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

معاً میرے دل میں لیڈی مکارنس کا خیال ابھرا، اس کی آواز نے مجھے یقین دلایا تھا کہ بھوشن کے آدمیوں کی نگاہوں کے سامنے ایک پردہ کھینچ دیا جائے گا تاکہ وہ مجھے دیکھنے سے قاصر رہیں۔ ہوا بھی ایسا ہی تھا۔ اس خیال کے تحت میں نے لیڈی مکارنس کو یاد کیا۔

"میں تمہارے دل کا حال پڑھ رہی ہوں میرے عزیز۔" لیڈی مکارنس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ نادیدہ قوت جس نے میرے اور تمہارے درمیان ایک دیوار کھڑی کر رکھی تھی اب تمہارا ساتھ نہیں دے رہی ہے ورنہ میں بھی کالکا کی طرح تمہارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتی تھی۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں لیڈی مکارنس کہ تم نے

بھوشن کے دفتر میں ـــ"

"کیا اب تم میرا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا تم نے مجھے اس بات کا یقین دلانے کی کوشش نہیں کی تھی کہ بھوشن کے آدمی واپسی میں مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"میں نے کہا تھا مگر اس میں میری قوت کو کوئی دخل نہیں تھا۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں بلاوجہ ہیرو بننے یا دوسرے کا کریڈٹ اپنے سر لینے کی عادی نہیں ہوں۔ وہ کوئی اور ہی قوت تھی جس نے بھوشن کے آفس میں تمہاری مدد کی تھی۔"

"لیکن میں کسی قوت سے واقف نہیں ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔ اگر تم واقف ہوتے تو اس وقت ذہنی الجھن کا شکار بھی نہ ہوتے۔" لیڈی مکارنس نے کہا پھر سنجیدگی سے بولی۔ "ذہن پر زور ڈال کر سوچو میرے عزیز۔ کیا تم نے وہ آواز پہلے بھی کبھی سنی تھی جو بلیر کے رنگ بدلنے کے بعد اچانک ہی تبدیل ہو گئی تھی۔"

"نہیں، میں نے وہ آواز پہلی بار سنی تھی۔" میں نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کہیں اس میں بھی تو کالکا کی ماورائی قوت کا کوئی دخل تو نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ ڈبل گیم کھیلنے کی کوشش کی ہو۔"

"نہیں ـــ وہ کالکا نہیں ہو سکتی۔"

"آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہیں۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"اس لیے کہ کالکا کی ایک ایک حرکت اب میرے مشاہدے میں رہتی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی کچھ عرصے وہ اور میری دسترس سے باہر رہے گی۔ اس کے بعد وہ اپنی مورتی ہی کی طرح میرے قابو میں آجائے گی۔"

"ماہ رخ۔"

"میں جانتی ہوں۔" لیڈی مکارنس نے ماہ رخ کا نام سن کر جواب دیا۔ "تمہارے دوست کی اطلاع غلط نہیں ہے۔ وہ اس وقت ایک پرائیویٹ اسپتال کے وی آئی پی روم میں بے سدھ پڑی ہے۔ اس نے کل رات جو شراب پی تھی وہ زہر آلود تھی۔"

"کیا اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔"

"نہیں۔ یہ تمہیں پھنسانے کی ایک سازش ہے لیکن تم پریشان مت ہو۔ مخالف قوتیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔ "کیا تم اس طاقت سے واقف ہو جس نے میرے خلاف یہ سازش بنی ہے۔"

"ہاں، لیکن میں ابھی اس کے بارے میں زبان نہیں کھولوں گی۔"

"کیوں۔ کیا اس میں بھی کوئی مصلحت ہے۔" میرے لہجے میں ہلکی سی کاٹ بھی تھی۔

"ہاں۔ کچھ ایسی مصلحتیں ہیں جو ابھی تمہارے ذہن میں نہیں آسکتیں۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ بلیر کی حرکت کو آسانی سے معاف کر دے گا۔"

"نہیں۔ تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ تمہارے بھوشن کے دفتر سے باہر آتے ہی بلیر دوبارہ اپنی جون میں آگیا تھا لیکن بھوشن پاگل ہو رہا ہے، اس نے بلیر پر چوری کا الزام لگا کر اسے پولیس کے حوالے کر دیا ہے، دفتر کے دوسرے لوگ بھی اس کے عتاب کا نشانہ بنے تھے، لیکن ان کا ایک ہی جواب تھا کہ انھوں نے تمہیں دفتر سے واپس جاتے نہیں دیکھا، بھوشن کو مجبوراً ان کی بات تسلیم کرنی پڑی لیکن اس وقت بھی وہ جنون کی حالت سے دوچار ہے۔ اس کا بس نہیں چل رہا کہ خود اپنی ہی بوٹیاں نوچنا شروع کر دے۔"

"کیا تم بھوشن کے بارے میں کوئی پیشن گوئی نہیں کر سکتیں۔ میرا مطلب ہے کہ اب اس کا اگلا قدم میرے خلاف کیا ہو سکتا ہے۔"

"ابھی میں پورے اعتماد سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ اب کسی سفارش کے بجائے اپنی ذاتی قوت استعمال کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"کیا وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔"

"اس کا جواب آنے والا وقت ہی دے گا، لیکن میں ہر حال میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گی۔" اس نے کہا پھر سلسلہ منقطع ہونے کی ہلکی سی کلک کی آواز ابھری تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

اسی لمحے حسنہ کمرے میں داخل ہوئی اور میرا ذہن پھر الٹ گیا۔ ابھی تک اس کی شخصیت کا بھی دوسرا رخ میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔ میں اسے تنقیدی نظروں سے گھورنے لگا۔

"میں اس وقت مخل تو نہیں ہوئی۔" اس نے بڑی معصومیت سے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ تشریف رکھیے۔" میں نے سنبھل کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر بولا۔ "آپ کو دفتر کا کام سمجھنے میں کوئی دشواری تو پیش نہیں آرہی۔"

"مجھے دفتر کے کام کی نہیں، کسی اور بات کی پریشانی لاحق ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوری توجہ سے اسے دیکھا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"میرا خیال ہے شاید رکی آسانی سے اپنی زبان نہیں کھولے گا۔"

"رکی۔" میں چونکا۔ "کیا آپ کو۔"

"اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ وہ آپ کے دوست کے قبضے میں ہے۔" حسنہ نے معنی خیز انداز میں میرا جملہ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "کیا آپ رکی کے سلسلے میں میرا ایک مشورہ قبول کریں گے۔"

"آپ کو رکی کے بارے میں حالات کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"میرا مشورہ ہے کہ رکی کو قتل کر کے اس کی لاش کے ٹکڑے بھوش کے بنگلے کے عقبی حصے میں پھینک دیے جائیں۔" وہ میرا سوال نظر انداز کر کے بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "پولیس اس سلسلے میں کسی حد تک بھوش کو پریشان کرنے میں کامیاب بھی ہو سکتی ہے۔"

"فی الحال تو میرے پریشان ہونے کا نمبر ہے۔" میں نے دوسرے زاویے سے حسنہ کو کریدنے کی خاطر کہا۔ "ماہ رخ ایک پرائیویٹ اسپتال کے وی آئی پی روم میں بے ہوش پڑی ہے۔ اسے شراب میں زہر دیا گیا تھا' کم از کم پولیس سرجن کی یہی رپورٹ ہے۔"

"اور اسی سلسلے میں آپ کی پریشانی یہ ہے کہ اس شام آپ واحد آدمی تھے جو ماہ رخ سے ملے تھے۔"

"میں آپ کے بارے میں کیا سمجھوں۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "آپ کو اتنی ساری باتوں کا علم کس طرح ہو جاتا ہے۔"

"جب آپ کو میری فکر دامن گیر ہے تو پھر مجھے بھی آپ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"میں اب بھی آپ کے اس جملے کا مقصد نہیں سمجھا۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "آپ کو اس بات کا وہم کس طرح ہو گیا کہ مجھے آپ کی فکر دامن گیر ہے جبکہ ملازمت حاصل کرنے کی درخواست خود آپ نے کی تھی۔"

"ماہ رخ کے سلسلے میں پریشان نہ ہوں۔" وہ میرے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "اگر اسے شراب میں زہر کی آمیزش کا علم ہوتا تو شاید وہ اسے کبھی منہ نہ لگاتی۔"

"کیا مطلب۔" میں پھر چونکا۔

"سلیمان شاہ کی جگہ اگر آپ ہوتے تو شاید آپ کے ذہن میں بھی ماہ رخ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ایسی ہی کوئی ترکیب آ سکتی تھی۔" وہ اپنے جملے کو منقطع کیے بغیر بولی۔ "یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ سلیمان شاہ ایک ہفتے کے لیے اپنی زمینوں پر گیا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں پولیس کا شبہ اس کی طرف نہیں جا سکے گا۔"

"تو کیا سلیمان شاہ کے کسی خاص آدمی نے جان بوجھ کر شراب کی بوتل میں زہر ملایا تھا۔"

"کبھی کبھی انسان بہت زیادہ محتاط ہونے کے باوجود بھی دھوکا کھا جاتا ہے۔" حسنہ نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "ماہ رخ نے کبھی سلیمان شاہ کے کسی آدمی کو اپنی خواب گاہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی تھی۔ دونوں کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے یہ بیشتر لوگوں کو معلوم ہے۔ سلیمان شاہ اور ماہ رخ ایک دوسرے کی ضرورت بن چکے ہیں' لیکن آپ کی وجہ سے سلیمان شاہ نے یہی بہتر خیال کیا اب وہ ماہ رخ کا کانٹا درمیان سے نکال دے۔"

میں ایک لمحے کو گنگ رہ گیا' حسنہ کی وسیع معلومات نے مجھے پھر اس کی شخصیت کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا' میری چھٹی حس بار بار یہی کہہ رہی تھی کہ حسنہ بھی پراسرار قوتوں کی مالک ہے ورنہ اسے وہ حالات کس طرح معلوم ہو گئے تھے جو بھوش کے کمرے یا ماہ رخ کی بند خواب گاہ میں پیش آئے تھے۔

"کیا آپ یہ نہیں پوچھیں گے کہ ماہ رخ کی بوتل میں زہر کس نے شامل کیا تھا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"کیا آپ کی شخصیت اس کے بارے میں جانتی ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔ "میرا تعلق جس قبیلے سے ہے اس میں ایسی باتوں کا جاننا ضروری سمجھا جاتا ہے۔" حسنہ نے پھر ایک گول مول انداز میں کہا۔ "ماہ رخ سلیمان شاہ سے اسی قدر محتاط رہنے کی عادی تھی کہ وہ شراب کی ہمیشہ سیل بند بوتل استعمال کرنے کی عادی تھی لیکن اس بار اس کے اعتماد نے اسے دھوکا دیا۔"

"کیا مطلب۔۔۔"

"ماہ رخ کی خواب گاہ میں اس کی سکریٹری مس ملیحہ کے سوا کوئی دخل نہیں دے سکتا' ملیحہ کو خود ماہ رخ نے بہت سوچ سمجھ کے بعد اپنے لیے منتخب کیا تھا لیکن دولت کی طاقت کے آگے اس کے قدم بھی ڈگمگا گئے۔ سلیمان شاہ نے خاصی بھاری قیمت ادا کرنے کے بعد ملیحہ کے اعتماد کو خرید لیا ہے۔ زہریلی شراب کی بوتل بھی اسی نے موقع پا کر تبدیل کی تھی۔"

"ٹاکا اور لیڈی مکارنس کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟" میں نے تیزی سے برجستہ سوال کیا۔ میں اس کی شخصیت کو بے نقاب کرنے کا خواہش مند تھا' مجھے یقین تھا کہ وہ روانی میں اپنی اصلیت کا اظہار بھی کر جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔

"ٹاکا اور لیڈی مکارنس۔" اس نے غیر معمولی سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ نام میں پہلی بار سن رہی ہوں۔"

میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا اسی وقت ندیم کمرے میں داخل ہوا۔

"میرے بارے میں کسی اور سے ڈسکس نہ کیجیے گا۔ پلیز۔" حسنہ نے سرگوشی کی پھر اٹھ کر آفس سے باہر چلی گئی۔

"کیا راز و نیاز ہو رہے تھے۔" ندیم نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"دفتری معاملات پر ڈسکشن ہو رہا تھا۔" میں نے حسنہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے جواب دیا پھر موضوع بدل کر پوچھا۔ "ماہ رخ کی حالت اب کیسی ہے۔"

"وہ ابھی تک کوما (COMA) کی کیفیت سے دوچار ہے' ڈاکٹر اسے بچانے کی جان توڑ کوشش کر رہے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "میں نے ماہ رخ سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ پولیس والے بڑی سختی سے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔"

"سلیمان شاہ کے بارے میں کیا رپورٹ ہے' کیا اسے ابھی تک ماہ رخ کے بارے میں اطلاع نہیں ملی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے ہو گئی ہو لیکن ابھی تک وہ زمینوں سے واپس نہیں آیا۔" ندیم نے کہا پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "میری بات کا خیال رکھنا' جس وقت تم ماہ رخ سے ملے تھے اس وقت وہ نشے کی حالت میں نہیں تھی۔"

میں کچھ اور معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ سراج سادے کپڑوں میں دفتر میں داخل ہوا تھا' اس کے ساتھ جو ماتحت تھا وہ بھی سادہ لباس میں ہی تھا۔ البتہ اس نے روزنامچہ ٹائپ کا رجسٹر اور قلم ہاتھ میں دبا رکھا تھا' صاف ظاہر تھا کہ سراج میرا بیان قلمبند کرنے کے ارادے سے آیا تھا' میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا' ندیم کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے فوراً ہی اپنے آنے کا مقصد ظاہر نہیں کیا' کچھ دیر تک رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر سراج کو ندیم کی موجودگی میں اصل مقصد کی طرف آنا پڑا۔

"مسٹر شہباز' میں اس وقت آفیسر نہیں بلکہ دوست کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں۔"

"اور یہ روزنامچہ کس خوشی میں ساتھ لیے گھوم رہے ہیں۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ میں آپ کا بیان لینے کی غرض سے آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں گے۔" اس کے لہجے میں معذرت مندی سی تھی۔

"خیریت۔۔۔" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"خیریت ہوتی تو اس وقت یہاں کیوں آتا۔" اس نے کرسی پر کسمساتے ہوئے جواب دیا۔ "سوچ رہا ہوں کہ پھر طویل رخصت پر چلا جاؤں۔"

"بات کیا ہے؟"

"ماہ رخ صاحبہ ایک پرائیویٹ اسپتال میں داخل ہیں اور۔۔۔"

"پولیس سرجن کے دفتر کی رپورٹ ہے کہ ماہ رخ نے زہریلی شراب پی لی ہے۔" ندیم نے جلدی سے کہا۔

"اوہ۔ تو کیا آپ کو یہ خبر بھی مل چکی ہے۔" ندیم کا جواب سن کر سراج نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"آئی سی۔" میں نے سراج سے کہا۔ "گویا آپ اس وقت ماہ رخ کے سلسلے میں میرا بیان لینے کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔"

"جی ہاں۔ دراصل وہاں کے گارڈز اور دیگر ملازموں کا بیان ہے کہ کل شام آپ ہی وہ ملاقاتی تھے جو ماہ رخ صاحبہ سے آخری بار ملے تھے۔"

"میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں کل شام ماہ رخ سے ملنے گیا تھا۔" میں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ "آخری ملاقات والی بات ممکن ہے درست بھی ہو لیکن میں اس سلسلے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ ماہ رخ سے کس سلسلے میں ملے تھے؟"

"خالص کاروباری سلسلے میں۔" میں نے جواب دیا تو سراج کے ساتھ آنے والے اس کے ماتحت نے رجسٹر کھول کر اس پر سوال جواب لکھنے شروع کر دیے تھے' باضابطہ کی کارروائی تھی جسے میں روک نہیں سکتا تھا' مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ بعد میں مجھے اس پر اپنے دستخط بھی کرنے ہوں گے اس لیے میں اپنی جگہ خاصا محتاط ہو گیا تھا۔

"کیا جس وقت آپ ماہ رخ سے ملے اس وقت وہ نشے کی حالت میں تھیں۔"

"بدقسمتی سے نہ تو مجھے مے نوشی کا کوئی تجربہ ہے نہ ہی میں کسی دوسرے کے بارے میں اس کا اظہار خیال وثوق سے کر سکتا ہوں۔ بہرحال جہاں تک میرا خیال ہے ماہ رخ اس وقت نشے کی حالت میں نہیں تھی جب میں اس سے ملا تھا۔"

"کیا وہ کچھ پریشان معلوم ہو رہی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا مطلب ہے کہ دوران گفتگو کیا کوئی ایسی بات ہوئی تھی جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ محترمہ کسی وجہ سے دل برداشتہ ہوں۔"

"جی نہیں۔ ہمارے درمیان بڑے خوشگوار موڈ اور ماحول میں گفتگو ہوئی تھی۔"

"آپ وہاں سے کس وقت رخصت ہوئے تھے۔"

"میں نے وقت نہیں دیکھا لیکن میرا خیال ہے کہ اس

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

وقت سات یا پھر ساڑھے سات کا وقت رہا ہوگا۔"

"اور کوئی خاص بات جسے آپ نے خاص طور پر نوٹ کیا ہو۔"

"جی نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے درمیان بڑے خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی تھی۔"

"ایک بات اور۔" سراج نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا جس وقت آپ کے اور ماہ رخ صاحبہ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی اس وقت وہاں کوئی تیسری شخصیت بھی موجود تھی۔"

"جی نہیں۔"

"کیا آپ اکثر کاروباری سلسلے میں محترمہ سے ملتے رہتے تھے؟"

"صرف بوقت ضرورت۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے پہلو بدل کر سوال کیا۔ "کیا سلیمان شاہ کو اس بات کا علم ہے کہ آپ ان کی مسز سے ملتے رہتے ہیں۔"

"میں اس سوال کی وضاحت چاہوں گا۔" میں نے سراج کو تیز نظروں سے گھورا۔

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی مکمل کر وضاحت نہیں کی جا سکتی لیکن وہ قانونی نکتہ نگاہ سے خاصی اہم ہوتی ہیں۔"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ سلیمان شاہ کو ہمارے بارے میں کوئی علم ہے یا نہیں۔"

"کیا آپ کبھی سلیمان شاہ سے بھی براہ راست ملے ہیں؟"

"ایک دو بار کسی آفیشل فنکشن میں سرسری سی ملاقات ہوئی ہے۔"

"کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ سلیمان شاہ آج کل اپنی زمینوں پر گئے ہوئے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ نے ایسی کوئی بات کی تو تھی لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔"

"ایک آخری سوال اور۔ کیا آپ محترمہ کے بارے میں یہ بتا سکتے ہیں کہ انھوں نے جان بوجھ کر زہریلی شراب پی ہوگی یا کسی نے۔"

"آئی ایم سوری مسٹر سراج۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "آپ جو سوال مجھ سے کر رہے ہیں اس کا جواب ماہ رخ ہی بہتر طور پر دے سکتی ہیں۔"

"بائی دی وے مسٹر سراج۔" ندیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا آپ کو اس بات کا شبہ ہے کہ ماہ رخ کو زہر آلود شراب شہباز نے زبردستی پلائی ہوگی۔"

"میں نے یہ کب کہا۔" سراج نے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ کے آخری سوال سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کسی نہ کسی زاویے سے میرے دوست کو اس کیس سے منسلک کرنا چاہتے ہیں۔"

"قانونی باریکیوں کو آپ مجھ سے زیادہ نہیں سمجھتے مسٹر ندیم۔" سراج نے ناخوشگوار انداز میں جواب دیا۔ "ویسے بھی آپ کو بلاوجہ قانونی معاملات میں دخل اندازی سے گریز کرنا چاہیے۔"

"سوری۔" ندیم زہر خند سے بولا۔ "در اصل کسی کی مصیبت میں کام آنا میری عادت ہے۔ ایک بار میں نے شہباز ہی کے کہنے پر کسی ایسے ذمہ دار پولیس آفیسر کی بھی مدد کی تھی جسے معافی مانگنے کے جرم میں مجبوراً چھٹی پر جانا پڑا تھا۔ اگر میں اس وقت مداخلت نہ کرتا تو شاید آج صورت حال کچھ مختلف ہی ہوتی۔"

سراج اپنی جگہ بل کھا کر رہ گیا ندیم نے اس کی دکھتی رگ کو چھیڑ دیا تھا۔

"میں اب اجازت چاہوں گا مسٹر شہباز۔" وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ندیم کے تیکھے جملے نے اس کے چہرے کی تمازت کو بڑھا دیا تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر رجسٹر پر موجود اپنے بیان کو بہت غور سے دیکھا پھر بلا تامل اس پر دستخط کر دیے۔ سراج بل کھاتا دفتر سے چلا گیا تو ندیم مسکرا کر بولا۔

"میرا خیال ہے تمہارے سراج صاحب اب مجھے بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔"

"کسی کو پسند یا ناپسند کرنا انسان کی ذاتی رائے ہوتی ہے لیکن سراج خواہ مخواہ کسی کے خلاف کوئی غیر قانونی کارروائی کرنے والے افسران میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرا ذاتی شبہ ماہ رخ کے سلسلے میں سلیمان شاہ پر ہے۔" ندیم نے موضوع بدلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی خاص وجہ۔"

"سلیمان شاہ کا اچانک زمینوں پر جانا' ماہ رخ کا زہر آلود شراب پینا۔ یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم یہ کیوں فراموش کر رہے ہو کہ ساحلی علاقے میں سلیمان شاہ کی ہٹ میں تمہاری اور اس کی ملاقات کس نوعیت کی تھی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ خود سلیمان شاہ نے ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کی خاطر کوئی سازشی جال بچھایا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "میری پوزیشن خاصی نازک ہو گئی ہے اس لیے کہ کسی نے سلیمان شاہ سے ساحلی علاقے میں میری ملاقات کے بارے میں اطلاع فون پر دی تھی۔ شاید وہ سلیمان شاہ ہی کا کوئی آدمی رہا ہو۔"

"ممکن ہے تمہارا قیاس درست ہو لیکن ایک بات طے

ہے۔" ندیم نے بڑے وثوق سے کہا۔ "ماہ رخ کا شمار ان خواتین میں نہیں کیا جا سکتا جو نامساعد حالات کے پیش نظر خودکشی کو نجات کا ذریعہ سمجھ لیتی ہیں۔"

"تمہارا شبہ کس پر جاتا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔ میرے ذہن میں حسنہ کے کہے ہوئے جملے گونجنے لگے لیکن میں نے ندیم کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا اس لیے کہ حسنہ نے جاتے جاتے مجھ سے یہی درخواست کی تھی کہ میں اس سلسلے میں کسی اور سے ذکر نہ کروں۔

"جب تک ماہ رخ ہوش میں نہ آجائے ہم کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے یوں ہی ایک اور ممکنہ پہلو کو کریدنے کی کوشش کی۔ "کیا اسے اس بات کا علم نہ ہوگا کہ اس نے مجھے جس سازش میں پھانسنے کی کوشش کی تھی اس کا توڑ ماہ رخ کی سفارش نے کیا تھا۔"

"اور بھی بہت سارے امکانات ہیں لیکن ابھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔" ندیم نے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ جب تک ماہ رخ کو ہوش نہیں آجاتا ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ خاص طور پر بھوشن کے سلسلے میں۔ تم نے اس کے دفتر جا کر عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ بساط اتنی جلدی پلٹ جائے گی۔"

"میں ایک بار پھر اسپتال جا کر ماہ رخ سے ملنے کی کوشش کرتا ہوں۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے وہ ہوش میں آ چکی ہو لیکن پولیس ابھی تک اس سلسلے میں رازداری سے کام لے رہی ہو۔"

ندیم کے جانے کے بعد میرے ذہن میں دوبارہ حسنہ کی شخصیت کا پراسرار پہلو ابھر آیا۔ وہ بھی یقیناً کسی ایسی طاغوتی قوت کی مالک ضرور تھی کہ اسے تمام باتوں کا علم حیرت انگیز طور پر ہو جاتا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے ایک ایک جملے صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ دفتر میں میرے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے۔ میں نے نظر گھما کر دیکھا' کالکا اس وقت اپنے مکروہ روپ میں میرے سامنے کھڑی مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس کی خونی آنکھوں میں شعلوں کا رقص ہو رہا تھا' اس کے تیور غضب ناک نظر آ رہے تھے لیکن اس میں شکست کا احساس بھی شامل تھا۔

"تم ــــ" میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہارے کہنے پر بھوشن کے دفتر گیا تھا لیکن ــــ"

"پھر کسی کی چھایا تمہارے کام آ گئی۔" کالکا غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

"مجھے نہیں معلوم' لیکن بلیر نے نہ جانے کیوں میری مدد کی تھی جو میں بچ کر واپس آ گیا۔" میں نے کالکا کی چھایا والی بات سن کر کہا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ بھوشن نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا۔"

"مجھے کیول اتنا بتا دو کہ اب کون سی شکتی تمہارے کام آ رہی ہے؟"

"تمہاری شکتی بھی اپرمپار ہے۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ عین موقع پر تمہیں میرے اوپر دیا آ گئی ہو اور تم نے بلیر کا دماغ پلٹ دیا ہو۔"

"نہیں۔" وہ اپنی پراسرار نظروں سے میرے وجود کی گہرائیوں میں جھانکتے ہوئے سوچ میں بولی۔ "وہ میں نہیں تھی کوئی اور شکتی تھی لیکن ایک بات میں پورے وشواس سے کہہ سکتی ہوں' اب جو طاقت تمہارا بچاؤ کر رہی ہے وہ پوتر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب۔" میں نے سوالیہ نظروں سے کالکا کو گھورا۔ "کیا تم اس طاقت سے واقف ہو چکی ہو۔"

"نہیں۔ پر تو میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اب تمہارے قدم ڈگمگانے کے دن آ گئے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"جس سے تم ماہ رخ کے سندر شریر سے کھیل رہے تھے' میں تم دونوں سے زیادہ دور نہیں تھی لیکن اسی پلید آتما نے مجھے ماہ رخ کے شریر میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔" کالکا نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "اگر وہ شکتی پوتر ہوتی تو میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کبھی نہ کرتی۔ اس لیے کہ جن کے من اجلے ہوتے ہیں وہ پاپ کی دنیا سے ہمیشہ بہت دور رہتے ہیں' جو چھایا پہلے تمہاری سہائتا کر رہی تھی وہ بہت مہان تھی۔ تم نے شاید اسے ناراض کر دیا۔ کالکا جانتی تھی کہ پاپ اور پن کا گٹھ جوڑ زیادہ دنوں نہیں چلے گا۔ اسی کارن میں نے کہا تھا کہ وہ شکتی تم سے روٹھ جائے گی اور تم بہت جلد کالکا کی مٹھی میں ہو گے۔"

"لیکن تمہارے سپنے پورے نہیں ہوئے۔"

"اتنی جلدی کوئی آخری فیصلہ بھی مت کرو۔" کالکا کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "جس پلید قوت نے تمہارے ساتھ ناتا جوڑا ہے وہ تمہاری کالکا رانی کی نگاہوں سے زیادہ دنوں چھپی نہیں رہے گی۔"

"میرے لیے اب تمہارا کیا حکم ہے۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر دریافت کیا۔

"شکتی چاہتے ہو تو اب بھی میرے ساتھ دوستی کا سمبندھ توڑنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"میں تمہیں بھی نہیں بھول سکتا۔ تم نے کئی موقعوں پر میری جان بھی بچائی ہے لیکن بھوشن کے معاملے میں ــــ"

"یہ دیوتاؤں کا حکم ہے جسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ میں بھی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

نہیں۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔ "ہاں۔ جب اس کے ستارے چکر میں آجائیں تو پھر میں دیوتاؤں کی پابند نہیں رہوں گی۔"

"تم جس پلید شکتی کی سمت اشارہ کر رہی ہو کہیں وہ لیڈی مکارنس تو نہیں ہے۔"

"کاکا سے تمسخر بازی کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟" اس کے تیور تیکھے ہو گئے۔ "سفید چمڑی کی وہ بڑھیا میرے چرنوں کی دھول بھی نہیں ہے۔"

"شاہ رخ کے سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس نے جان بوجھ کر زہریلی شراب پی ہے یا ـــ"

"چتا مت کرو۔ دھیرج سے کام لو شہباز خان۔ میں دیکھوں گی کہ وہ پلید شکتی کب تک تمہارا ساتھ دے سکے گی۔" کاکا نے خشمگیں نظروں سے مجھے گھورا۔ "میں جا رہی ہوں پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا۔ بھوشن سے پنجہ لڑانے کی کوشش بھول کر بھی نہ کرنا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ میرے ذہن میں بس ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔ اگر کاکا کے کہنے کے مطابق کوئی گندی قوت میرا ساتھ دے رہی تھی تو اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا اسی کی وجہ سے خدا کے برگزیدہ بزرگ نے میرے سر سے شفقت کا ہاتھ کھینچ لیا تھا؟

☐ــــ٭ــــ☐

رکی کے بائیں پاؤں میں پنڈلی پر آیا ہوا میری گولی کا زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوا تھا لیکن اسے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ اس کی نگرانی پر مامور افراد کا یہی بیان تھا کہ وہ ہر وقت کسی گہری سوچ میں غرق رہتا تھا۔ اس وقت بھی جب اسے ہمارے سامنے لایا گیا تو وہ کسی سوچ میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔

"تمہارا زخم اب کیسا ہے؟" ندیم نے اسے سپاٹ لہجے میں مخاطب کیا تو رکی کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"جب تک رکی اپنے دشمن کے خون سے ہاتھ نہیں دھوتا اس کے زخم کبھی نہیں بھرتے۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم اپنا دشمن کسے سمجھ رہے ہو۔" ندیم نے پوچھا۔

"ابھی میں نے اس کا فیصلہ نہیں کیا۔"

"مسز فرگوسن کی خواب گاہ میں تمہیں میں نے زخمی کیا تھا میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے رکی کو مخاطب کیا۔

"تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔" اس نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "تم نے اگر بروقت پھرتی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو شاید رکی اس وقت تمہاری قید میں کبھی نہ ہوتا۔ بہرحال ابھی تک میں نے تمہارے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا۔"

شاہ فیصل شہید

★---- پروفیسر ایم اشرف

شاہ فیصل شہید کے کارناموں اور ان کی ذاتی زندگی کے متعلق ایک دلچسپ کتاب----

قیمت : -/50 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"پھر ـــ" ندیم نے سوال کیا۔ "تمہارا دشمن اور کون ہو سکتا ہے۔"

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میلبا کے قتل میں کس کا ہاتھ تھا؟" رکی نے ندیم کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔

"بھوشن کے اجرتی قاتلوں نے ـــ" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے لیکن کیا تم اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو؟"

"ثبوت اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے بے رخی سے کہا۔

"کیا مطلب ـــ" رکی چونکا۔

"مسز فرگوسن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"وہ ـــ وہ اچھے کردار کی مالک نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اس نے مجھے اپنی چھت کے نیچے پناہ دی تھی۔"

"صرف اس لیے کہ وہ تم پر جان چھڑکتی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"جب تمہیں یہ معلوم ہے تو پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ رقابت کی آگ جب بھڑکتی ہے تو کسی کا گھر پھونکنے سے دریغ نہیں کرتی۔"

"کیا ثابت کرنا چاہتے ہو۔" رکی نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"مس میلبا۔" میں نے مسکرا کر اس کے زخموں پر نمک پاشی کی۔ "مسز فرگوسن کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ وہ تمہاری کمزوری تھی۔ ایسی صورت میں اگر میلبا زندہ رہتی تو مسز فرگوسن تمہارے اوپر مکمل قبضہ نہیں جما سکتی تھی۔"

"ہو سکتا ہے لیکن تم نے ابھی یہ کہا تھا کہ میلبا کو بھوشن کے اجرتی قاتلوں نے قتل کیا ہے۔"

"تمہیں اس بات پر حیرت کیوں ہے۔" میں نے گمبھیر سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ بھوشن کے لیے کوئی حسین اور نوجوان لڑکی اتنی ہی اہم ہے جتنی کسی بھوکے کتے کے لیے گوشت دار ہڈی ہوتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے مگر میلبا کا ناپ تول ان لڑکیوں میں نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور تمہارے ساتھ اس کے تعلقات کیا اس کی شرافت کہی جا سکتی ہے۔" ندیم نے مسکرا کر کہا تو رکی کی پیشانی پر ان گنت شکنیں پیدا ہو گئیں۔

"میری بات اور ہے لیکن وہ دکان پر رکھے ہوئے مال کی طرح برائے فروخت نہیں تھی۔" وہ خونخوار لہجے میں بولا۔

"اور یہی خصوصیت اس کی موت کی وجہ بن گئی۔" میں نے لوہے کو گرم دیکھ کر کاری ضرب لگائی۔ "تمہیں معلوم ہوگا کہ مسز فرگوسن کے بھوشن کے ساتھ کس قسم کے کاروباری تعلقات تھے۔ وہ منہ مانگے داموں کے عوض بھوشن کو خوبصورت آزاد ماحول میں پروردہ کمسن لڑکیاں بھی فراہم کرتی تھی اور بعد میں ان لڑکیوں کو بلیک میل کر کے ان سے اچھی بڑی بڑی رقمیں وصول کرتی تھی۔"

"یہ بات میں تم سے بہتر طور پر جانتا ہوں کہ بھوشن حسین لڑکیوں کے سلسلے میں کس حد تک ندیدہ واقع ہوا ہے۔"

"میلبا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا اس کا شمار تم حسین لڑکیوں میں نہیں کرو گے۔"

"میرے اندر دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دینے کی کوشش مت کرو۔" رکی نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "میلبا میرے لیے کوہ نور ہیرے سے بھی زیادہ انمول تھی۔"

"اور مسز فرگوسن اس انمول ہیرے کو بھوشن کے ہاتھ فروخت کر کے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتی تھی۔"

"کیا ـــ" رکی کے تیور اچانک خطرناک ہو گئے۔ "تم مجھے بہکانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو؟"

"تم اس وقت ہمارے رحم و کرم پر ہو اس لیے بظاہر ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تمہیں بہکانے کی کوشش کریں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "مسز فرگوسن اب اس دنیا میں نہیں ہے کہ ہم اسے سچ اگلنے کی خاطر اس کا گلا دبا سکیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسز فرگوسن نے متعدد بار تمہاری میلبا کو بھوشن کی نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھانے کی خاطر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میلبا نے ہر بار اس کی آفر کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اس نے ایک موقع پر فرگوسن کو اس بات کی دھمکی بھی دی تھی کہ اگر اس نے بھوشن کے سلسلے میں اس پر زور دینے کی کوشش کی تو وہ تم سے سب کچھ صاف صاف بتا دے گی۔ ایسی صورت میں مسز فرگوسن نے وہی کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔ اس نے بھوشن کو اعتماد میں لے کر تمہاری میلبا کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کرا دی۔"

رکی نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ میری بات اس کے دل کو لگی تھی۔ کچھ دیر تک وہ خلا میں گھورتا رہا پھر اس نے ندیم کی طرف دیکھا۔

"کیا تم مجھے بھوشن سے فون پر گفتگو کرنے کی سہولت فراہم کر سکتے ہو؟"

ندیم نے جواب دینے کے بجائے اپنے آدمی کو اشارہ کیا۔

رکی کو ایک کارڈلیس فراہم کر دیا گیا پھر کمرے میں لگے پوشیدہ اسپیکر آن کر دیے گئے۔ رکی نے نمبر ڈائل کرنے شروع کیے پھر ایک منٹ بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز ابھری تھی۔

"بھوشن سے ملادو۔" رکی نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں۔"

"ڈبل ٹو ڈبل تھری ـــ" رکی نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ اس نے غالباً کوئی مخصوص کوڈ ورڈ استعمال کیا تھا۔

"میں سمجھی نہیں۔" دوسری جانب سے وضاحت طلب کی گئی۔

"زیادہ سمجھنے کی کوشش مت کرو۔" رکی نے اونچی آواز میں غصے کا اظہار کیا۔ "جو نمبر میں نے کہا ہے وہ بھوشن کو بتا دو۔"

"ہولڈ آن پلیز۔" نسوانی آواز کمرے میں گونجی پھر کچھ دیر بعد بھوشن کی آواز سنائی دی۔

"ٹکر راؤنڈ۔" بھوشن نے بھی کسی کوڈ ورڈ کا سہارا لیا تھا۔

"بلاسٹڈ۔" رکی نے جواب دیا۔

"تم اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟"

"جہنم سے ـــ" رکی نے جھلا کر کہا۔ "لیکن فی الحال تم پریشان مت ہو۔ میں جہاں بھی ہوں خیریت سے ہوں۔"

aazzamm@yahoo.com

"میں نے سنا تھا کہ تم کو۔۔۔"

"مسز فرگوسن اب اس دنیا میں نہیں ہے لیکن رکی ابھی زندہ ہے۔" رکی نے بوش کی بات کاٹ کر کہا۔

"کیا تم مجھ سے فوری طور پر مل سکتے ہو؟"

"نہیں۔"

"مجھے اپنے نمبر بتاؤ۔" بوش نے کسی ممکنہ خطرے کے پیش نظر بڑی دانش مندی سے کہا۔ "میں تمہیں رنگ بیک کرتا ہوں۔"

"فون بند مت کرنا بوش۔" رکی نے بھی دور اندیشی کا ثبوت دیا۔ "میں ایک پبلک بوتھ سے کال کر رہا ہوں۔"

"فون کا مقصد کیا تھا؟" بوش نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میلیبا کو کن لوگوں نے قتل کیا تھا؟" اس بار رکی نے بدلے ہوئے تیور سے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کہ فون پر ہمیں۔۔۔"

"تم جانتے ہو مائی ڈیئر بوش کہ رکی کی زبان اگر کھل گئی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔" رکی نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔ "میلیبا کے قتل میں کس کا ہاتھ تھا؟"

"شاید مسز فرگوسن کا۔"

"بکواس مت کرو۔" رکی کسی زخمی درندے جیسے انداز میں غرایا۔ "مسز فرگوسن نے مجھے مرنے سے پیشتر بہت کچھ بتادیا تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تم ہر قیمت پر میلیبا کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتے تھے لیکن اس نے تمہاری ناپاک خواہش کو رد کر دیا تھا اور اس کے بعد تمہارے شکاری کتوں نے تمہارے اشارے پر میلیبا کو راستے سے ہٹادیا۔"

"رکی۔" بوش نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "تم شاید اس وقت نشے کی حالت سے دوچار ہو۔"

"تمہارا خیال کسی حد تک ٹھیک ہی ہے۔" رکی نے سفاک لہجے میں کہا۔ "میں اس وقت واقعی نشے کی حالت میں ہوں لیکن رکی کا نشہ اب کسی کے جسم سے ابلتے ہوئے گندے خون ہی سے ٹوٹ سکے گا۔ تم شاید میرا مطلب سمجھ رہے ہو؟"

"کتے جب پاگل ہو جائیں تو انہیں گولی ماردی جاتی ہے۔" بوش نے کھردری آواز میں جواب دیا۔ "تم شاید اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہو۔"

"گویا میرا اندازہ درست ہے۔ میلیبا کو تمہارے ہی آدمیوں نے ٹھکانے لگایا ہوگا؟"

"میرا خیال ہے کہ تم رکی نہیں کوئی اور بول رہے ہو۔" بوش نے نفرت کا اظہار کیا۔ "ورنہ میں جس رکی سے واقف ہوں وہ نمک حرام نہیں تھا۔"

"رکی کی دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی بوش جوزف۔" رکی نے تیزی سے کہا۔ "تمہاری خیریت صرف اسی میں ہے کہ تم مجھے اس شخص کا نام بتادو جس نے میلیبا پر پہلی گولی چلانے کی جرات کی تھی۔ اس طرح تمہارا نمبر بعد میں آئے گا۔ دوسری شکل میں شاید مجھے تم ہی سے ابتدا کرنی پڑے۔"

"شٹ اپ۔" بوش فون پر چیخا۔ "دوبارہ میرے نمبر ڈائل کرنے کی حماقت نہ کرنا۔"

دوسری جانب سے ریسیور رکھنے کی آواز ابھری تو رکی نے کارڈلیس ندیم کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس وقت میرے اور بوش کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے وہ تمہارے کسی خفیہ نظام نے ضرور ٹیپ کرلی ہوگی۔"

"میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"کیا تم مجھ پر اعتماد کر کے صرف چوبیس گھنٹوں کے لیے آزاد کر سکو گے؟" رکی نے ہونٹ چباتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر زندہ رہا تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اپنے آپ کو دوبارہ تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"بوش کے خون سے اپنے انتقام کی آگ بجھانا چاہتے ہو؟" اس بار میں نے سوال کیا۔

"تمہاری جگہ اگر کوئی دودھ پیتا بچہ ہوتا تو وہ بھی یہی رائے قائم کر سکتا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہارے اور بوش کے درمیان ہونے والی گفتگو کی ٹیپ ہی ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگی۔"

"نہیں۔" رکی نے تڑپ کر جواب دیا۔ "میں بوش کو مہلت نہیں دینا چاہتا۔ تم شاید نہیں جانتے کہ اس ولد الحرام کے تعلقات کتنے اوپر تک ہیں۔ وہ جب چاہے بساط کا رخ اپنے حق میں پلٹ سکتا ہے۔"

"ہمیں معلوم ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم شاید اس بات سے ناواقف ہو کہ آج کل بوش نے اپنے اطراف جو حفاظتی جال پھیلا رکھا ہے اس کو توڑنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔"

"جب سر ہتھیلی پر رکھ کر کوئی فیصلہ کر لیا جائے تو پھر ایک ہی بات ممکن ہوتی ہے۔ دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی موت۔"

"تمہاری موت کی خواہش ہم بھی پوری کر سکتے ہیں۔" میں نے حسنہ کے مشورے کے تحت فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟" رکی نے مجھے گھورتے ہوئے بڑی سفاکی سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور فی الحال یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو کہ ہم تمہیں آزاد کرنے کا کوئی خطرہ مول لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

جواب میں رکی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ کمرے میں اس وقت ہم تینوں کے علاوہ ندیم کے دو مسلح گارڈ بھی موجود تھے جن کی نگاہیں جھپکے بغیر رکی پر جمی ہوئی تھیں لیکن رکی نے شاید ان پر غور کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ میرا جواب سن کر نہتا ہونے کے باوجود اس نے کسی زخمی آدم خور چیتے کی طرح اچانک مجھ پر چھلانگ لگادی تھی۔ شاید وہ پاگل ہی ہو گیا تھا۔ اتفاق ہی تھا جو میں نے رکی کا ارادہ بھانپ لیا تھا اس لیے جلدی سے کترا کر ایک طرف ہو گیا۔ رکی نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ پلٹنے کی کوشش کی تھی لیکن اسی وقت دوبارہ مدھم سی آواز گونجی اور رکی کے جسم سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ اپنا توازن تمام تر کوششوں کے باوجود برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"تم۔۔۔ مجھے۔۔۔ اب بھی تھوڑی سی مہلت دے دو۔" وہ رک رک کر ملتجیانہ آواز میں کہہ رہا تھا۔ "اگر میلیبا کی موت کا انتقام۔۔۔ لیے بغیر رکی۔۔۔ ای۔۔۔ ای۔۔۔ مر گیا تو۔۔۔ اس کی روح کو بھی۔۔۔ کبھی۔۔۔ کبھی چین نہیں۔۔۔ ملے۔۔۔ آ۔۔۔ آ۔۔۔ گا۔۔۔" رکی اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ اس کا سر ایک سمت ڈھلک گیا لیکن اس کی پتھرائی ہوئی نگاہیں اب بھی ہماری طرف بڑی حسرت بھرے انداز میں جم کر رہ گئی تھیں۔

"نمبر فور زیرو۔" ندیم نے ایک مسلح گارڈ کو مخاطب کیا۔ "تم رکی کی آخری خواہش پوری کرو گے۔ اس کی لاش کو بڑی احتیاط سے بوش کی کوٹھی کے عقبی حصہ تک پہنچادو لیکن ایک بات کا خیال رہے، پکڑے جانے کی صورت میں تم وہی کرو گے جو وفادار اور موقع کے افراد کرتے ہیں۔ تم شاید میرا اشارہ سمجھ گئے ہوگے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔" مسلح گارڈ نے بڑے پرسکون اور ٹھوس لہجے میں سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "دشمن کے جال میں پھنسنے کے بجائے میں موت ہی کو زیادہ ترجیح دوں گا۔"

"گڈ۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر رکی کی اکڑی ہوئی لاش پر ایک سرسری نظر ڈالی اور میرا ہاتھ تھام کر دوبارہ اپنے آفس میں آگیا۔ دوسرا گن مین ہمارے ساتھ ساتھ ہی اوپر آیا تھا۔

"میں نے فور زیرو کو جو ہدایت دی ہے تمہیں اس کی گہرائی کی ہوگی۔" ندیم نے بڑے پرسکون انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی انسان کو خود اپنی موت کے سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ کرنے میں خاصی دشواری پیش آتی ہے

موڑ پر تمہیں فور زیرو کی مشکل آسان کرنی ہوگی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں باس۔"

"ایک بات اور ذہن نشین کرلو۔" ندیم نے کہا۔ "رکی کی لاش بوش کی کوٹھی کے عقبی حصے میں ڈالنے کے بعد تم فوری طور پر مجھے صورت حال سے آگاہ کرو گے اور اس وقت تک وہاں سے دور نہیں ہٹو گے جب تک پولیس موقع واردات پر نہیں پہنچ جاتی۔"

"او۔کے باس۔" گن مین نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں نے تمہیں جو ہدایت دی ہے اس کی بھنک فور زیرو کو نہیں ملنی چاہیے۔" ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "فور زیرو کی کامیابی کی صورت میں اسے اپنی رہائش گاہ کی طرف پہنچنے کی ہدایت ضرور کر دینا۔ اگلے چوبیس گھنٹوں تک اسے اپنے ٹھکانے پر بھی محتاط رہنا ہوگا۔ کسی صورت میں بھی اسے زندہ حالت میں دوسرے گروہ تک نہیں پہنچنا چاہیے۔"

گن مین نے رائفل کے دستے پر ہاتھ مار کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا پھر الٹے قدموں تہ خانے والے راستے کی جانب لوٹ گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ ندیم نے اتفاق سے وہی فیصلہ کیا تھا جس کا مشورہ مجھے حسنہ نے دیا تھا پھر بھی میں نے ندیم کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھ ہی لیا۔ "رکی کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے بعد تم نے پولیس کو اس کی اطلاع دینی کیوں ضروری سمجھی ہے۔"

"میں ولیم پوکر کو ایک بار پھر زندہ کرنا چاہتا ہوں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ہمارے پاس بوش اور رکی کی گفتگو کی جو ٹیپ ہے وہ فور زیرو کی کامیابی کے فوراً بعد تمہارے سراج صاحب تک پہنچادی جائے گی جسے ولیم پوکر کی طرف سے سراج کے لیے ایک حقیر تحفہ قرار دیا جائے گا اگر اس کے باوجود تمہارے سراج صاحب ناکام رہے تو میں ان کی بزدلی پر آنسو بہانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا۔"

"تمہاری پلاننگ یقیناً شاندار ہے۔" میں نے ندیم کو سراہتے ہوئے کہا۔ "مجھے امید ہے کہ سراج اس سنہری موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گا لیکن ایک بات قابل غور ہے کیا بوش واقعی اتنی بڑی حماقت کا ثبوت دے سکتا ہے کہ رکی کو گولی مارنے کے بعد اسے اپنی ہی کوٹھی میں پڑا رہنے دے۔"

"یہ سوچنا پولیس کا کام ہے۔ ہمارا نہیں۔"

"لیکن بوش جیسی اس اہم نکتے کی آڑ لے کر اپنی پوزیشن کی وضاحت ضرور کر سکتا ہے۔"

"اور تمہارے سراج صاحب اگر عقل مندی کا ثبوت دیں تو اپنی رپورٹ میں یہ بھی شو کر سکتے ہیں کہ انھوں نے بوش کے آدمیوں کو عین اس وقت رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جب رکی کی لاش کو وہ کسی اور جگہ منتقل کرنے کی کوشش کر رہے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

تھے اس کے لیے سراج کو بھوشن کے چوکیدار اور دوسرے ایک دو ملازموں کو بھی گرفتار کرنا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ ولیم پو کر سراج کو اس بات کا مشورہ بھی دے سکتا ہے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ تمہاری کالکا رانی بھوشن کے معاملے میں اپنی پر اسرار قوتوں سے ضرور کام لے گی۔"

"ماہ رخ کے بارے میں تازہ رپورٹ کیا ہے؟" میں نے بات کا رخ بدلا۔

"پولیس ابھی تک اسے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دے رہی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولا۔ "میری رپورٹ کے مطابق سلیمان شاہ کو اس حادثے کی اطلاع مل چکی ہے۔ کل صبح تک شاید وہ بھی واپس آجائے۔"

"کریم کی حالت اب کیسی ہے۔" میں نے سلیمان شاہ کے ذکر کو نظر انداز کرنے کی خاطر پوچھا۔

"خطرے سے باہر ہے لیکن شاید اسے ابھی ہفتہ دس دن تک مزید اسپتال میں رہنا پڑے گا۔ ڈاکٹروں کا یہی مشورہ ہے۔"

"کیا میں کریم سے مل سکتا ہوں۔"

"بھوشن اور رکی کے ڈرامے کو اسٹیج ہو لینے دو اس کے بعد کریم سے بھی مل لینا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ کریم سے میری ملاقات کا بھوشن اور رکی کی ذات سے بھلا کیا تعلق ہے؟" میں نے تعجب سے دریافت کیا۔

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو فوری طور پر سمجھ میں نہیں آتیں لیکن ان کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے کریم سے تمہاری ملاقات تمہاری کالکا رانی کو بھی وہاں تک پہنچا دے۔ ایسی صورت میں کریم کی زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔"

"کیا موجودہ حالت میں کالکا وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔" میں نے ندیم کو تعجب سے گھورا۔

"کیا تم مجھے تفصیل سے بتانا پسند کرو گے کہ ماہ رخ سے آخری ملاقات کے دوران تم دونوں میں کیا گفتگو ہوئی تھی؟" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ تمہاری قسمت اچھی ہی تھی جو تم بال بال بچ گئے ورنہ سلیمان شاہ خاصی خطرناک قسم کی چیز ہے۔"

مہاراجہ رنجیت سنگھ
اور ان کی عیاشیاں
★---- پروفیسر ایم اشرف
مہاراجہ رنجیت سنگھ کے متعلق تحریر کی گئی ایک مکمل حوالہ جاتی کتاب جو قاری کے لئے دلچسپی کا باعث بنے گی۔
قیمت: -/75 روپے
مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"میں سمجھا نہیں؟"

"میں نے بڑی آسان سی بات کی ہے۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان جو معاہدہ ہے اس کی نوعیت تم بھی جانتے ہو لیکن شاید سلیمان شاہ ان قابل اعتراض قسم کی تصاویر کو برداشت نہیں کر سکا جو اس تک پہنچائی گئی تھیں۔"

"ایسی صورت میں وہ ماہ رخ کے بجائے مجھے بھی نشانہ بنا سکتا تھا۔"

"نہیں۔ وہ ایسا کرنے کی حماقت کبھی نہیں کرے گا۔" ندیم نے ایک معقول جواز پیش کیا۔ "تمہاری موت ماہ رخ کے لیے کسی تازیانے سے کم نہیں ہوگی اور ایسی صورت میں اس کا شبہ سلیمان شاہ کی طرف جائے گا جس کے نتائج سلیمان شاہ کے حق میں خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔ تمہیں شاید ابھی پوری طرح اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ ماہ رخ نے سلیمان شاہ کو کس طرح اپنے شکنجوں میں جکڑ رکھا ہے۔ وہ جب چاہے سلیمان شاہ کی پگڑی اچھال سکتی ہے اس کی مضبوط ساکھ کو ملیامیٹ کر سکتی ہے۔"

"ان حالات کے پیش نظر یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ خود سلیمان شاہ نے ماہ رخ کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی ہو۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔" ندیم نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ ماہ رخ کو یہ خطرہ شروع ہی سے ہے کہ سلیمان شاہ اپنا کام نکل جانے کے بعد اسے ٹھکانے لگا سکتا ہے۔ اسی غرض سے اس نے اپنے لیے کچھ خاص قسم کے شکاری کتے بھی پال رکھے تھے جو سلیمان شاہ کے پیچھے سائے کی طرح لگے رہتے تھے اس کے علاوہ ماہ رخ بھی ایسی بوتل کی شراب نہیں پیتی تھی جو سیل بند نہ ہو۔"

"ہو سکتا ہے کہ۔" میں نے حسنہ کی بات دہرانی چاہی لیکن پھر فوراً ہی اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔ حسنہ نے مجھے تاکید کی تھی کہ اس سلسلے میں کسی اور سے ڈسکس نہ کیا جائے۔

"کیا بات ہے؟" ندیم نے میرے چہرے کے تاثرات کو بھانپتے ہوئے سوال کیا۔ "تم کچھ کہتے کہتے خاموش کیوں ہو گئے تھے۔"

"ماہ رخ کی موجودہ حالت نے مجھے بری طرح الجھا دیا ہے۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "اگر مان لیا جائے کہ سلیمان شاہ نے محض میری خاطر ماہ رخ کو اپنی کسی سازش کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے تو پھر ماہ رخ کے بچ جانے کی صورت میں وہ اور زیادہ خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"تم اس کی فکر مت کرو۔" ندیم نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "جب تک ماہ رخ زندہ ہے وہ تمہارے خلاف کوئی خطرناک قدم اٹھانے کی حماقت بھی نہ کرے گا۔"

"میں کسی روڈ ایکسیڈنٹ کا بھی شکار ہو سکتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کوئی بس کوچ یا پھر لوڈنگ ٹرک بھی میری گاڑی کے ساتھ ٹکرا کر میرے وجود کے بھی پرخچے اڑا سکتا ہے اس کو محض ایک اتفاقی حادثہ سمجھا جائے گا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ اب تمہیں گھر جاکر آرام کرنا چاہیے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "اس وقت تمہارے ذہن کو سکون اور آرام کی ضرورت ہے ویسے میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آئے گا۔"

"لیکن کالکا کی گندی قوت ناممکن کو ممکن بھی بنا سکتی ہے۔"

"رحمانی قوتیں کالی طاقتوں کے مقابلے میں زیادہ قابل بھروسا ہوتی ہیں۔ یقین شرط ہے۔" ندیم نے بزرگانہ لہجے میں کہا پھر مجھے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "جب تک کریم دوبارہ صحت نہیں ہو جاتا میں اس کی جگہ تمہارے لیے کسی دوسرے قابل اعتماد ڈرائیور کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔"

"میں موت سے نہیں گھبراتا لیکن۔۔۔"

"ذہن پر زیادہ بوجھ نہ دو۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہت زیادہ طرحدار خان اور توپ قسم کی چیز واقع ہوئے ہو۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر اس نے مجھے سمجھا کر گھر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

راستے بھر میرا ذہن مختلف قسم کے سوالات کے جواب تلاش کرتا رہا۔ جہاں تک ماہ رخ کو پیش آنے والے حادثے کا تعلق تھا تو حسنہ کی پر اسرار شخصیت نے مجھے بتا دیا تھا کہ ماہ رخ کو مارنے کی سازش میں اسی کی پرسنل سکریٹری ملیحہ نے سلیمان شاہ سے ایک بھاری رقم لینے کے بعد زہریلی شراب کی سیل بند بوتلیں اصلی شراب کی جگہ رکھی تھیں۔ ماہ رخ کو سازش کا شکار کرنے کے بعد ملیحہ نے یقیناً باقی زہر آلود بوتلیں ہٹا دی ہوں گی لیکن کیا سلیمان شاہ ملیحہ کے جیتے جاگتے اہم ترین ثبوت کو زندہ رہنے کی مہلت دے گا؟ حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ ملیحہ کے وجود کو ختم کرا دے؟ اگر حسنہ کو اس سازش کا علم ہو چکا تھا تو اس نے ماہ رخ کو بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ حسنہ نے رکی کے ذریعے بھوشن کو پھنسوانے کا مشورہ دیا تھا؟ اس کی باتوں سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اس کا اصل شکار بھوشن ہے لیکن کیا وہ بذات خود اپنی نادیدہ قوتوں کو بھوشن کے خلاف استعمال نہیں کر سکتی تھی؟ اس میں ایسی کیا بات تھی کہ کالکا بھی اس کے وجود سے بے خبر تھی؟ لیڈی مکلارنس نے حسنہ پر اعتماد کرنے کا مشورہ کس بنیاد پر دیا تھا؟ کیا وہ حسنہ کی اصلیت سے واقف تھی؟ اگر ایسا تھا تو پھر وہ اس کے سلسلے میں اس قدر رازداری سے کام کیوں لے رہی تھی؟ ندیم کے پاس ایسی کون سی قوت تھی جس نے کریم کو کالکا کی دسترس سے دور کر رکھا تھا؟ کیا کالکا بھوشن کے قانونی شکنجوں میں پھنس جانے کے بعد اس کی مدد نہیں کر سکتی تھی؟ اگر اس بات کے امکان تھے تو پھر حسنہ نے بھوشن کو پھنسانے کی خاطر رکی کی لاش کے استعمال کا مشورہ کیوں دیا تھا؟ کیا حسنہ کالکا کی کالی قوتوں کے راز سے آگاہ نہیں تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ کالکا اور حسنہ ایک ہی وجود کے دو مختلف روپ تھے؟ اگر ایسا تھا تو پھر لیڈی مکلارنس نے حسنہ کی سفارش کیوں کی تھی؟ کہیں وہ بھی متعلق انگوٹھی کے غائب ہو جانے کے بعد کالکا اور حسنہ کے ساتھ مل کر میرے خلاف سازش کا کوئی نیا جال تو نہیں بن رہی تھی؟ اور وہ قوت کس کی تھی جس نے بھوشن کے دفتر میں ملیر کی رائفل کا رخ میرے بجائے بھوشن کی سمت موڑ دیا تھا؟

گھر پہنچ کر کھانا کھانے کے بعد میں بستر پر لیٹا تو اس وقت بھی بے شمار سوالات میرے ذہن میں ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہوتے رہے۔ عارفہ نے میری کیفیت کو محسوس کر کے میری پریشانی کا سبب جاننے کی کوشش کی لیکن میں اسے بڑی خوبصورتی سے ٹال گیا۔ رات کو خاصی دیر بعد میری آنکھ لگی لیکن اس وقت تک ندیم کیسینو سے واپس نہیں لوٹا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ غنودگی کے بعد نیند کی حالت سے دوچار ہونے تک عارفہ آہستہ آہستہ میرا سر دباتی رہی تھی۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

صبح ناشتے کی میز پر ندیم خاصا تروتازہ نظر آرہا تھا۔ حالانکہ رات کو اس کی واپسی دیر سے ہوئی تھی۔ عارفہ اور نسیم کی موجودگی میں، میں نے اسے کریدنا ضروری نہیں سمجھا لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ رکی کے سلسلے میں اس نے جو پلان مرتب کیا تھا اس میں اسے یقیناً کامیابی ہوئی ہوگی۔

"کیا بات ہے خان صاحب۔" ندیم نے بڑے موڈ میں مجھے مخاطب کیا۔ "عارفہ بتا رہی تھی کہ رات تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔"

"ہاں۔۔۔ آں۔۔۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "کام کی زیادتی کی وجہ سے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔"

"پریشان مت ہو۔" ندیم نے مجھے چھیڑنے کی خاطر معنی خیز انداز میں کہا۔ "میں نے تمہارے سلسلے میں نسیم کو بھی وہ بات نہیں بتائی ورنہ نسیم کے پیٹ میں تکلیف ہوتی تو وہ عارفہ سے بتا دیتیں اور پھر تم بلاوجہ مجھ سے ناراض ہوتے کہ میں نے زبان کیوں کھولی۔"

"کس سلسلے میں۔" عارفہ نے پہلے مجھے دیکھا پھر ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"نہیں ایسی کوئی خاص بات بھی نہیں ہے۔" ندیم نے جان بوجھ کر الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "آخر اتنا پھیلا ہوا کاروبار ہے، کسی نہ کسی کو تو تمہاری جگہ لینی تھی لیکن تمہارے خان صاحب کو ہر کسی سے اتنا فری ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ بعد میں وہ گلے ہی پڑ جائے۔"

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟" عارفہ نے چونک کر پوچھا۔

"کسی کی نہیں۔" ندیم نے بڑبڑا کر ایک فرضی مذاق کو حقیقت کا رنگ دیتے ہوئے کہا۔ "تم فکر مت کرو، ابھی معاملہ زیادہ آگے نہیں بڑھا اور میرے ہوتے ہوئے ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔"

"کیا بات ہے؟" عارفہ نے دبی زبان میں مجھ سے سوال کیا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔

"تم بھی کس کی باتوں میں آرہی ہو۔" نسیم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اتنا بیوقوف نہیں سمجھتی تھی کہ تم گلن کو ہاتھ لگانے کے بجائے کوے کے پیچھے دوڑ پڑو گی۔"

"کچھ بھی ہو لیکن شہباز کو کم از کم عارفہ کو اعتماد میں لینے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا چاہیے تھا۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"بس۔ اب میری زبان کھلوانے کی کوشش نہ کریں۔" نسیم نے پیار سے ندیم کو گھورا۔ "خود آپ ہی نے تو عارفہ کی جگہ اس لڑکی کو ملازم رکھنے کی سفارش کی تھی مگر شہباز بھائی نے منع کر دیا تو اب بیچاری عارفہ کو پریشان کر رہے ہیں۔"

"اچھا ہوا جو تم نے میری پوزیشن صاف کر دی ورنہ اس وقت جو گھنگھور گھٹا ٹوپ بادل اٹھے تھے وہ کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتے تھے۔" میں نے کن انکھیوں سے عارفہ کی سمت دیکھتے ہوئے نسیم سے کہا تو عارفہ بھی سمجھ گئی کہ ندیم اس وقت شرارت کے موڈ میں ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی بوکھلاہٹ پر بڑی خوبصورتی سے قابو پاتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ ندیم بھائی بلاوجہ ہمارے درمیان لڑائی لگوانے کی کوشش کیوں کریں گے۔ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔"

"بیچارے۔ تمہارے ندیم بھائی۔" نسیم نے میری طرفداری کی۔ "ابھی تک ان کے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے ارے ان کی تو وہی شکل ہے کہ بھس میں چنگاری ڈال بی جمالو دور جا کھڑی ہوئیں۔ مجھ سے پوچھو اپنے ندیم بھائی کے کرتوت۔ میں بتاؤں تمہیں کہ بھینس کتنے پانی میں اور رنگ سفید ہے یا کالا۔"

"نسیم۔ زندہ باد۔" میں نے نعرہ بلند کیا۔

"آپ کیوں نہیں کہیں گے زندہ باد۔" عارفہ نے مجھے مسکرا کر گھورا۔ "آپ کی منہ بولی بہن جو ہیں۔"

"اسے کہتے ہیں کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔" ندیم نے بڑی معصومیت سے انڈے اور توس کا ایک لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں نے تو بھلائی کی کوشش کی تھی لیکن وہاں گھر کا بھیدی لنکا ڈھانے پر آمادہ ہو گیا۔"

"قرب قیامت کی دلیل ہے ندیم بھائی۔" عارفہ نے ندیم کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔ "ورنہ پہلے زمانے میں تو بیویاں شوہروں کے سامنے گھونگھٹ اٹھانے سے بھی پرہیز کرتی تھیں۔ اب گز بھر کی زبان چلانے لگی ہیں۔"

ابھی ہمارے درمیان اسی قسم کی چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی کہ ملازم نے آکر مجھے سراج کے فون کی اطلاع دی۔ میں تیزی سے ناشتے کی میز سے اٹھ کر ٹی وی لاؤنج میں آگیا۔ اس وقت سراج کا فون آنے کا مطلب یہی تھا کہ کوئی بہت ہی خاص اور اہم بات رونما ہوئی ہوگی۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ماہ رخ صاحبہ کے سلسلے میں مجھے آپ کا بیان لینے کا فریضہ انجام دینا پڑا لیکن اب اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"ماہ رخ صاحبہ کو ہوش آگیا ہے، ان کا بیان بھی لیا گیا کہ انہوں نے آپ کے جانے کے بعد مے نوشی کا شغل شروع کیا تھا۔"

"اور شراب میں زہر کی آمیزش کے سلسلے میں ان کا کیا بیان ہے؟"

"انھوں نے اس حیثیت کو تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا ہے۔"

"گویا پولیس سرجن کی رپورٹ۔۔۔"

"وہ میں نے پولیس سرجن ہی کے کہنے پر اب فائل سے نکال دی ہے۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "دراصل کوئی خاص وجہ ہے جو ماہ رخ صاحبہ زہر والی کہانی کو چھپانا چاہتی ہیں۔"

"کیا سلیمان شاہ آگئے ہیں؟"

"جی نہیں۔ ابھی میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا۔" سراج نے کہا پھر بڑے جذباتی انداز میں بولا۔ "اس وقت میں نے آپ کو ایک خاص خبر سنانے کی خاطر فون کیا تھا۔ بھوشن اس وقت ہماری تحویل میں ہے۔ اس بار اسے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے اور مجھے ایسے ثبوت بھی ملے ہیں جو بھوشن کو قاتل ثابت کرنے کے لیے بہت کافی ہیں۔"

"آپ مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے؟" میں نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ میں بالکل سنجیدہ ہوں۔" سراج نے بڑی گمبھیرتا سے کہا۔ "مس میلیا کے سلسلے میں رکی اور بھوشن کی ان بن ہو گئی تھی۔ رکی اگر زبان کھول دیتا تو بھوشن بڑی مشکل میں پھنس سکتا تھا چنانچہ اس نے کسی بہانے سے رکی کو ملاقات کرنے پر آمادہ کر لیا۔ اس کے بعد بھوشن نے اسے گولی ماری اور اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام مرتب کر رکھا تھا لیکن کسی نے فون پر اطلاع کر دی اور ہم نے عین وقت پر جا کر اسے رکی کی لاش سمیت اپنی تحویل میں لے لیا۔ میرا خیال ہے کہ اس بار وہ آسانی سے رہائی نہیں حاصل کر سکے گا۔"

"فون کس نے کیا تھا؟"

"سوری مسٹر شہباز۔" سراج نے جلدی سے معذرت کی۔ "فی الحال اوپر سے یہی احکام ملے ہیں کہ ہم بہت رازداری سے کام لیں۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ اس بار ہم نے ڈی آئی جی صاحب کی موجودگی میں بھوشن کے خلاف کاروائی کی ہے۔ پولیس پارٹی ڈی آئی جی صاحب کی قیادت ہی میں بھوشن کے بنگلے میں داخل ہوئی تھی۔"

"آپ نے بڑی عقل مندی کا ثبوت دیا۔"

"میں پھر کسی وقت آپ کو مفصل کہانی سنانے کی کوشش کروں گا۔ ماہ رخ صاحبہ کے سلسلے میں آپ کا بیان ریکارڈ کرنے کے سلسلے میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں۔" سراج نے بڑی خوش اخلاقی سے کہا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

ناشتے کے بعد میں نے ندیم کو سراج کی فون کال کے بارے میں تفصیل بتائی تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ خبر مجھے گزشتہ رات ہی مل گئی تھی۔ سراج نے عقل مندی کا ثبوت دیا جو ڈی آئی جی کے ساتھ ریڈ کیا۔ تمہاری کالکارانی نے اب اگر بھوشن کی مدد کی تو اس میں ڈی آئی جی کی ٹانگ بھی گھسیٹی جائے گی۔"

"ماہ رخ کے بیان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"مجھے پہلے ہی امید تھی کہ وہ کم از کم تمہارے خلاف کوئی بیان نہیں دے گی۔"

"کیا تمہاری اور ماہ رخ کی براہ راست کوئی ملاقات ابھی تک نہیں ہو سکی؟"

"نہیں۔ لیکن تم بھی یہی کوشش کرنا کہ فی الحال اس سے دور ہی رہو۔ سلیمان شاہ میری اطلاع کے مطابق زمینوں سے واپس آگیا ہے۔ اگر ماہ رخ کے خلاف اس نے کوئی سازش مرتب کی تھی تو پھر شاید وہ اپنی موجودگی میں تمہارا اور ماہ رخ کا ملنا پسند نہ کرے گا۔"

میں تیار ہو کر دفتر جانے کے لیے باہر آیا تو میری گاڑی پہلے ہی سے پورٹیکو میں موجود تھی۔ اس کے قریب ہی وہ نوجوان داڑھی والا بھی موجود تھا جسے میں ندیم کے کیبن پر متعدد بار دیکھ چکا تھا۔ مجھے باہر آتا دیکھ کر اس نے تیزی سے پچھلا دروازہ کھولا۔ شاید ندیم نے اسے کریم کی جگہ تعینات کیا تھا۔ میرے ذہن میں اس وقت بھی داڑھی والے کے بارے میں کئی شبہ ابھار رہا تھا کہ میں اس سے پہلے بھی کہیں مل چکا ہوں۔ میں نے دو ایک بار اسے غور سے دیکھا لیکن وہ بڑی مستعدی سے اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف تھا۔

"تمہیں ندیم نے یہ ڈیوٹی انجام دینے کو کہا ہے۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد اسے مخاطب کیا۔

"یس سر۔" اس نے نہایت سعادت مندی سے جواب دیا۔ "جب تک آپ کا ڈرائیور ڈیوٹی پر واپس نہیں آتا یہ خدمت مجھے ہی انجام دینی ہے۔"

"کیا تم مجھے پہلے سے جانتے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"یس سر۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اور ندیم صاحب ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ مجھے ساجد کے نام سے پکار سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اس کے جواب پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہارا اصلی نام ساجد نہیں ہے۔"

"باس نے یہی نام تجویز کیا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے جواب دیا جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اپنا اصلی نام ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرے لیے اس کا جواب مزید الجھن کا سبب تھا لیکن میں نے اس سے بازپرس ضروری نہیں سمجھی اور

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سلیمان شاہ کے بارے میں غور کرنے لگا۔ حسنہ نے مجھے یہی بتایا تھا کہ سلیمان شاہ نے بلیو کے ذریعے قتل کرا کے ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن ساتھ ہی اس نے تاکید بھی کی تھی کہ میں اس کا ذکر کسی اور کے سامنے نہ کروں اور اگر حسنہ کی اطلاع درست تھی تو پھر مجھے سلیمان شاہ سے بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی۔ اگر وہ ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کی سازش مرتب کر سکتا تھا تو پھر میرے لیے بھی اپنے شکاری کتوں کو کوئی خطرناک حکم دے سکتا تھا۔

بھوشن اس وقت پولیس کی تحویل میں تھا۔ ندیم نے کہا تھا کہ سراج نے ڈی آئی جی کی سربراہی میں کارروائی کر کے عقلمندی کا ثبوت دیا تھا لیکن کالکا کی مافوق الفطرت قوت ڈی آئی جی کے لیے بھی خطرناک ہو سکتی تھی۔ اس نے محض بھوشن کی وجہ سے مجھ سے منہ موڑا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ کالکا بھوشن کے خلاف کسی پولیس کیس کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ اس سے پہلے بھی بھوشن کو دودھ کی مکھی کی طرح کئی مقدمات سے گلو خلاصی دلا چکی تھی لیکن اس بار اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ چاہتی تو قبل از وقت بھوشن کو آنے والے خطروں سے آگاہ کر سکتی تھی مگر اس نے ایسا کوئی اقدام بھی نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ میں نے سوچا۔ کیا وہ ابھی تک کسی خاص مصلحت کی بنا پر خاموش تھی یا پھر بھوشن کے ستارے ہی گردش میں آ چکے تھے؟

"بھوشن کے لیے تم پریشان مت ہو شہباز خان۔" اچانک کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "وہ میرا مسئلہ ہے اور میں ہی جانتی ہوں کہ مجھے اس کے لیے کیا کرنا ہے۔"

"اگر تم بھوشن کی خاطر مجھ سے ناراض تھیں تو پھر تمہیں اسے پولیس کی تحویل میں بھی نہیں جانے دینا چاہیے تھا۔"

"تمہارے پیٹ میں درد کیوں ہو رہا ہے۔" وہ تلملا کر بولی۔ "تم کالکا کی مہان شکتی کے بہت سارے چمتکار دیکھ چکے ہو۔ پولیس نے بھوشن کو گرفتار ضرور کر لیا ہے لیکن میں جانتی ہوں کہ رکی کا خون کس نے کیا تھا۔"

"کس نے کیا تھا؟" میں نے کالکا کو ٹٹولنے کی خاطر بڑی معصومیت سے دریافت کیا۔ نہ جانے کیوں میرے ذہن میں اچانک یہ خیال ابھرا تھا کہ جس قوت نے مجھے بھوشن کے دفتر میں بلیر کے ہاتھوں سے بچایا تھا وہ کالکا سے زیادہ بڑی طاقت ہے ورنہ کالکا اتنی آسانی سے مجھے وہاں سے فرار ہونے کا موقع بھی نہ دیتی۔

"دھیرج سے کام لو۔ سمے تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔" کالکا نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں اس بات کی خبر مل چکی ہوگی کہ سلیمان شاہ زمینوں سے واپس آ گیا ہے۔"

طنز و مزاح

انگور کھٹے ہیں	اعتبار ساجد	100/-
غالب کی آبرو	اعتبار ساجد	80/-
ایمرجنسی وارڈ	اعتبار ساجد	80/-
منہ شگافیاں	اعتبار ساجد	75/-
جا تیل اسے مار	اعتبار ساجد	75/-
اس طرح تو ہوتا ہے	اعتبار ساجد	80/-
غالب ہمیں بھی چھیڑ	اعتبار ساجد	100/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

"یہ اس وقت تمہیں سلیمان شاہ کا خیال کس طرح آ گیا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں چاہوں تو سلیمان شاہ کے ذریعے بھی تمہاری زندگی کے دیئے (چراغ) کو گل کرا سکتی ہوں لیکن ایسا کروں گی نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کالکا رانی۔" میں نے اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی۔ "تم نے جسے اپنے من مندر کے اندر پوتر مورتی بنا کر سجا رکھا ہے اس کو۔"

"اس خیال کو من سے نکال دو۔" وہ خشک لہجے میں بولی۔ "ہمیں دھرم کے کارن اور دیوی دیوتاؤں کی آگیا کے انوسار اپنی منو کاماناؤں (دل کی خواہشات) کو بھی کچلنا پڑتا ہے۔"

"پھر انتظار کس بات کا ہے؟" میں نے خود کو دل برداشتہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ "سسکا سسکا کر مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک ہی دفعہ میرا کریا کرم کیوں نہیں کر دیتیں۔"

"نراش مت ہو۔ وہ گھڑی بھی بہت جلد آنے کی۔ پھر تمہیں کالکا کے اشاروں پر عمل کرنا ہوگا۔" اس نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "میری بات دھیان سے سنو۔ اپنے سراج سے کہو کہ وہ بھوشن کے سلسلے میں زیادہ اچھلنے کودنے کی کوشش نہ کرے اسی میں اس کی مکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ڈی آئی جی کی وجہ سے سراج کا دخل اتنا نہیں ہوگا کہ۔۔"

"شہباز خان۔" کالکا کے لہجے میں سفاکی آ گئی۔

"جانتے ہو کہ میں سارا کھیل پلٹ دوں اور بھوشن کی جگہ رکی کے قتل کے الزام میں تم اور تمہارے سراج کو پھنسوا دوں۔"

"لیکن۔" میں نے دل کڑا کر کے جواب دیا۔ "کیا تم اپنی قوت سے ڈی آئی جی کو بھوشن کے سلسلے میں رام نہیں کر سکتیں۔"

"اچھا۔ اب تم کالکا کی بات سے انکار نہیں کرو گے کیوں۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"زیادہ اونچی اڑنے کی کوشش مت کرو۔" وہ میرا جملہ کاٹ کر بولی۔ "کالکا سے پنجہ لڑانے کی کوشش تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ میں چاہوں تو اس سے بھی کسی حادثے کے ذریعے تمہارے جیون کی نیا ڈبو سکتی ہوں۔"

"میں سراج کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔" میں نے جلدی سے ہامی بھری اس لیے کہ میں کالکا کی مافوق الفطرت قوت کے بہت سارے کرشمے پہلے دیکھ چکا تھا۔

"مجھے وشواس تھا بھولے ناتھ کہ تم میری بات سے انکار نہیں کرو گے۔"

"ماہ رخ کے سلسلے میں تم کیا کہو گی؟" میں نے تھوڑے توقف سے دریافت کیا۔ "کیا اس نے خود سلیمان شاہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر زہریلی شراب پی تھی۔"

"نہیں۔ ایسا نہیں تھا۔" کالکا نے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جس سے تم ماہ رخ کے ساتھ گل چھرے اڑانے میں مگن تھے میں نے اس کے شریر میں داخل ہو کر اپنے من کی اگنی بجھانے کی کوشش کی تھی لیکن آگ کا ایک بھڑکتا ہوا شعلہ میرے آڑے آ گیا تھا۔"

"آگ کا شعلہ۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"چھما مت کرو۔" وہ تیزی سے بولی۔ "ابھی وہ اصلی روپ میں میرے سامنے نہیں آیا ہے لیکن میں دیوتاؤں کی سہائتا حاصل کر کے بہت جلد اس کا کھوج لگا لوں گی۔"

"سلیمان شاہ کے سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔ "کیا ماہ رخ کی خود کشی میں اس کا ہاتھ تو شامل نہیں ہے؟"

"سمے آنے دو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ یہ کیا گورکھ دھندا ہے۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ وہ آگ کا شعلہ کیوں میری مدد کر رہا ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے؟"

"تم نے سراج کے سلسلے میں بات کرنے کا جو وچن دیا ہے اسے بھول مت جانا۔" کالکا نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا پھر میں نے اس کو کئی بار دل ہی دل میں آوازیں دیں لیکن دوسری سمت سے کوئی جواب نہیں ملا۔

دفتر پہنچ کر میں اپنے آفس میں داخل ہوا تو خلاف توقع سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"کوئی تازہ خبر؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"فی الحال میں آپ کو ایک خوشخبری سنانے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔" سراج نے پرجوش انداز میں کہا۔ "ڈی آئی جی نے بھوشن کا جسمانی ریمانڈ حاصل کر لیا ہے۔"

"گویا اب اس کے ساتھ پولیس کا ڈرائنگ روم ٹریٹ منٹ شروع ہوگا۔"

"میں ضابطے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ ویسے ہمارے اوپر بھوشن کے کچھ قرض باقی ہیں۔ ان میں کچھ ادائیگی کر دی جائے تو یہ زیادتی بھی نہیں ہوگی۔"

"اس واردات کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی۔"

"میں اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتا۔" سراج نے جواب دیا۔ "لیکن اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ وہ بھوشن کے اپنے حلقے ہی کا کوئی آدمی ہے۔"

"ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے بڑی معصومیت کا اظہار کیا۔ "کیا بھوشن اپنی کوٹھی میں رکی کو گولی مارنے کی حماقت کر سکتا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کو یہ بھی حکم دے سکتا تھا کہ رکی کو کسی اور جگہ لے جا کر ختم کر دیا جائے۔"

"قاتل جب اشتعال کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو پھر مصلحتوں کو یکسر فراموش کر دیتا ہے۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ رکی نے کوئی ایسی ہی اہم بات کہہ دی ہو جو بھوشن کے برداشت کی حد سے تجاوز کر گئی ہو۔"

"آپ نے بتایا تھا کہ واردات کی اطلاع دینے والے نے کچھ اور اہم ثبوت بھی مہیا کیے ہیں جو بھوشن کو مجرم یا قاتل ثابت کر دینے میں موثر ثابت ہوں گے۔"

"کچھ ایسی ہی بات ہے لیکن فی الحال میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"مائی ڈیئر مسٹر سراج۔" میں نے کالکا سے کیے ہوئے وعدے کے پیش نظر دلی زبان میں کہا۔ "کیا آپ بھول رہے ہیں کہ اس سے پہلے بھی کچھ نادیدہ مافوق الفطرت قوتوں نے عین وقت پر بساط پلٹ دی تھی۔ آپ کو بھوشن ہی کے سلسلے میں چھٹی بھی لینی پڑی تھی۔"

"میں آپ کی بات کو سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ پراسرار قوتیں اس بار بھی ہمارے راستے میں رکاوٹ ڈالیں۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے ڈی آئی جی کو فورفرنٹ پر رکھا ہے۔"

"یہ آپ نے دور اندیشی سے کام لیا ہے۔" میں نے کہا پھر پوچھا۔ "ویسے کیا بھوشن نے رکی کے قتل کا اعتراف کر لیا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہے؟"

"آپ خود بھی محکمہ پولیس سے وابستہ رہ چکے ہیں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی اپنے جرم کا اعتراف کرلے اور وہ بھی قتل کے سلسلے میں۔ جو لوگ پولیس کی سختی سے بچنے کی خاطر جیل کسٹڈی میں جانے کے لیے اعتراف کرلیتے ہیں وہ بھی عدالت میں جاکر اپنے بیان سے منکر ہوجاتے ہیں۔ بہوش تو ویسے بھی بہت گھاگ ہے۔ وہ ابھی تک نہ صرف یہ کہ رکی کے قتل سے انکار کر رہا ہے بلکہ پولیس کے اعلیٰ افسران و اپنے تعلقات کی وجہ سے دھمکی بھی دے رہا ہے۔"

"میرا مشورہ ہے کہ اگر آپ ڈی آئی جی سی کو آگے رکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"بہوش کی رسائی کہاں تک ہے۔ آپ پہلے بھی اس کا اندازہ لگا چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس بار بھی وہ بال بال بچ جانے میں کامیاب ہوجائے۔"

"ہونے کو اور بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن پولیس کو تو بہرحال آخری وقت تک مجرم کو سزا دلانے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔"

"ماہ رخ کے بیان سے آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلا۔

"ابھی تک میڈم نے صرف آپ کو بچانے کی خاطر اپنا تحریری بیان دیا ہے۔" سراج نے مسکراتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "زہر آلود شراب کے سلسلے میں اس نے یہی کہا ہے کہ وہ اپنے قانونی مشیر سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی بیان دے گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میرا اندازہ ہے کہ ماہ رخ صاحبہ کو یقین ہے کہ زہر آلود شراب کی سیل بند بوتل کو ان کے اسٹاک میں رکھنے میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے لیکن وہ کسی خاص وجہ سے اس کا نام زبان تک لانے سے گریز کر رہی ہیں۔"

"سلیمان شاہ۔" میں نے اپنے شک کا اظہار کیا۔

"فی الحال کوئی بات یقین سے نہیں کی جاسکتی۔" سراج نے دبی زبان میں جواب دیا۔ "ممکن ہے میڈم کسی کو جان بوجھ کر بچانا چاہتی ہوں یا پھر وہ بذات خود اس شخصیت سے نپٹنے کے بارے میں غور کر رہی ہوں۔"

"خودکشی کا کیس تو بہرحال رجسٹر کرلیا گیا ہوگا۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" سراج نے میری بات کو ٹالتے ہوئے جواب دیا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا میں یقین رکھوں کہ اس وقت ہمارے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس کا علم کسی اور کو نہیں ہوگا۔"

"آپ میری ذات پر اعتماد کرسکتے ہیں۔" میں نے اٹھ کر رخصتی مصافحہ کیا پھر سراج کے جانے کے بعد کرسی پر بیٹھا تھا کہ حسنہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور میں ایک بار پھر اس کی پراسرار شخصیت میں الجھ کر رہ گیا۔ اب تک اس نے جو باتیں کی تھیں وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی تھیں۔ بہوش کے سلسلے میں بھی اس کی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی۔ ماہ رخ کے سلسلے میں بھی اس نے بڑے یقین کے ساتھ اس سیکریٹری ملیحہ کے بارے میں کہا تھا کہ اس نے سلیمان شاہ سے ملنے کے بعد ایک بھاری معاوضہ کے عوض اس کی سازش میں ہاتھ بٹایا تھا۔ ابھی تک اس سلسلے میں ملیحہ کا نام سامنے نہیں آیا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ ملیحہ کے بارے میں بھی اس کے شبہات درست ہی ثابت ہوں گے لیکن وہ آخر تھی کون؟ اس نے میرے دفتر میں ملازمت کرنے کی آڑ کیوں لی تھی؟ کیا حقیقتاً کچھ لوگوں سے خوف زدہ تھی یا اس نے محض فرضی کہانی سنائی تھی؟ اور لیڈی ملکہ رکس نے اس کی سفارش کیوں کی تھی؟ وہ میرے اشارے پر بیٹھ گئی تو میں نے پوچھا۔

"کیا آپ کو بہوش کی گرفتاری کی اطلاع مل چکی ہے؟"

"جی ہاں۔" اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

"آپ کا سورس آف انفارمیشن کیا تھا؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"وہی جس نے مجھے ملیحہ کے بارے میں بتایا تھا۔" اس کا لہجہ اس بار معنی خیز ہوگیا۔

"سلیمان شاہ میری اطلاع کے مطابق اپنی زمینوں سے واپس آچکا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" اس نے مختصراً کہا۔

"کیا اپنی سازش میں ناکام ہونے کے بعد سلیمان شاہ کی ذات سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا؟"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہی ہوں۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اپنی سازش میں ناکامی کے بعد فطری طور پر سلیمان شاہ کو ملیحہ کو یا تو ختم کرنا چاہیے یا پھر گراؤنڈ کردینا چاہیے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا۔"

"آپ اس قدر وثوق سے کس طرح کہہ سکتی ہیں؟" میں نے حسنہ کو پھر حیرت سے گھورا۔

"کیا اس کا جواب دینا میرے لیے ضروری ہے؟"

"بظاہر کوئی حرج بھی نہیں ہے اس لیے کہ ملیحہ کی کو بے نقاب کرنا اصولی طور پر ہمارے اوپر فرض بنتا ہے۔"

"پریشان مت ہوں۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی۔ "ملیحہ کو اس کے کیے کی بڑی عبرتناک سزا ملے گی۔"

"میں آپ کی پراسرار شخصیت کے بارے میں کیا رائے قائم کروں۔" میں نے قدرے جھلا کر سوال کیا۔

"یہ بات آپ پہلے بھی شاید ایک دو موقعوں پر کہہ چکے ہیں۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "اگر آپ کو میرا وجود اس دفتر میں بوجھ محسوس ہو رہا ہے تو آج ہی اس ملازمت سے۔۔۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا لیکن۔۔۔"

"میں آپ کو ایک مشورہ دینے کی خاطر حاضر ہوئی ہوں۔" اس نے میری بات کاٹتے ہوئے بڑی معصومیت سے کہا۔ "آپ اگر کسی پراسرار شخصیت سے خائف ہیں تو اس خوف کو دل سے نکال دیں۔ فی الحال وہ آپ کے خلاف کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ "میں کس سے خائف ہوں؟"

"آگ کے شعلے کی لپک جب تک آپ کی پشت پناہی کرتی رہے گی کوئی دوسری قوت آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

حسنہ کے جواب پر میں اچھل پڑا۔ اس نے بھی کالکا ہی کی طرح کسی آگ کے شعلے کا حوالہ دیا تھا لیکن وہ آگ کا شعلہ کیا تھا؟ کون تھا؟ اس کا علم کالکا کے علاوہ حسنہ کو بھی تھا لیکن ابھی تک میں تاریکی میں بھٹک رہا تھا۔ میرے ذہن میں مختلف سوال آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں نے حسنہ سے کھل کر بات کرنے کی ٹھان لی لیکن اس سے پیشتر کہ میں کوئی بات کرتا اس نے مجھے مزید حیرت زدہ کرنے کی خاطر معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کو دانش تو یاد ہوگا؟ آپ کا وہی وفادار ملازم جو خان جبار کے ہاتھوں مرتے مرتے بچا تھا۔"

"کیا آپ اس کے بارے میں بھی جانتی ہیں؟" میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"آپ اگر چاہیں تو ساجد اور دانش کو ایک ہی شخصیت کے دو مختلف روپ سمجھ سکتے ہیں لیکن اس کا اظہار ابھی کھل کر نہ کیجیے گا ورنہ دانش یا ساجد کی زندگی کو خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں دو روز تک دفتر نہ آسکوں گی۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں اس کے بارے میں مزید کچھ جاننے کی کوشش کرتا وہ ایڑیوں کے بل گھومی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آفس سے باہر نکل گئی۔ میں نے اسے روکنا چاہا تھا لیکن میری آواز سلب ہو کر رہ گئی۔ کچھ دیر بعد میں نے واثق کو طلب کیا۔ کچھ دیر تک کاروباری امور کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد میں نے دبی دبی زبان میں پوچھا۔

"حسنہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کس خانے میں فٹ کیا جائے؟"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"آج کل اس کے دفتر آنے جانے کا کوئی وقت نہیں ہے۔ کب آتی ہے اور کب چلی جاتی ہے یہ معلوم کرنا مشکل ہے لیکن اس کا سارا کام اپ ٹو ڈیٹ ہوتا ہے۔"

"کیا آج وہ دفتر آئی ہے؟"

"جی نہیں۔ میں نے اسے صبح سے نہیں دیکھا۔" واثق نے سنجیدگی سے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے میں خود بھی اس کی طرف گیا تھا لیکن۔۔۔"

"وہ مجھ سے چھٹی لے کر گئی ہے دو روز کی۔" میں نے کہا۔ "چند لمحے پہلے وہ میرے ہی پاس بیٹھی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اسے کوئی ضروری کام درپیش ہے۔"

"آپ کے پاس وہ کب آئی تھی؟" واثق نے تعجب سے پوچھا۔

"کوئی دس منٹ پہلے۔ واپسی آپ کے آنے سے ایک منٹ پہلے ہی ہوئی ہے۔"

"حیرت ہے۔" واثق نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نے اپنے گارڈز کو حسنہ کے سلسلے میں کوئی خاص ہدایت دی ہے؟"

"نہیں۔ کیوں؟"

"میں ابھی حسنہ کے کمرے سے ہوتا ہوا آیا ہوں۔ وہ اپنے آفس میں نہیں تھی۔ آپ کے دفتر میں داخل ہونے سے پہلے میں نے گارڈز سے بھی دریافت کیا لیکن اس کا بیان ہے کہ اس نے بھی حسنہ کو نہیں دیکھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ محض اتفاق ہو۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا پھر دوسری ضروری باتیں کرنے لگا لیکن میرا ذہن بدستور حسنہ میں الجھا ہوا تھا۔ واثق کے بیان نے اس کی شخصیت کو اور پراسرار بنا دیا تھا۔ مجھے اس وقت کول ورما یاد آرہی تھی جو پاٹے کے لیے مرنے کے بعد بھی کام کرتی رہی تھی لیکن حسنہ؟ میں نے اپنے ذہن پر زور دینے کی بہت کوشش کی لیکن ہر بار دھوئیں کے بادل میرے راستے میں حائل ہو جاتے تھے۔

واثق کے جانے کے بعد میں اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ حالات کے نشیب و فراز نے دفتری معاملات سے مجھے خاصا دور کر رکھا تھا۔ بہت ساری ضروری فائلیں میری خصوصی توجہ کی منتظر تھیں۔ میں انہیں ایک ایک کرکے نمٹاتا رہا۔ ڈنر کو کھانے کے بعد میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا کہ ندیم کا فون آگیا۔

"سراج آیا تھا تمہاری طرف؟"

"ہاں۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"کوئی خاص بات معلوم ہوئی۔"
"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس بار وہ کچھ زیادہ ہی محتاط نظر آ رہا ہے۔"
"تمہارے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔" ندیم نے کہا۔ "مجھے پتا چلا ہے کہ کچھ دیر پیشتر سلیمان شاہ نے ماہ رخ سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن ڈاکٹروں نے اسے اجازت نہیں دی لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔"
"وہ کیا؟"
"ہو سکتا ہے کہ خود ماہ رخ نے ڈاکٹروں کو ہدایت کر دی ہو کہ وہ ابھی کسی سے نہیں ملنا چاہتی۔"
"کیا پولیس کو اسپتال سے ہٹا لیا ہے۔"
"نہیں۔ پولیس کے مسلح افراد اب بھی پوری مستعدی سے ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں لیکن اب ماہ رخ سے ملنے کی اجازت کا دارومدار صرف ڈاکٹروں کی صوابدید پر ہے۔"
"کیا ماہ رخ ابھی تک کسی سے نہیں ملی؟"
"براہ راست نہیں ملی لیکن ہمارے مخبروں نے اطلاع دی ہے کہ آج صبح سے وہ دو فون کر چکی ہے۔"
"سلیمان شاہ سے نہ ملنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔
"میرا ذاتی خیال ہے کہ ماہ رخ کو بھی یہی اندیشہ ہو گا کہ اسے زہریلی شراب دلوانے میں سلیمان شاہ کا ہاتھ بھی شامل ہو سکتا ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "ویسے سلیمان شاہ نے ماہ رخ سے ملاقات نہ ہونے پر کسی غصے یا جھلاہٹ کا اظہار نہیں کیا' وہ خاموشی سے ڈاکٹروں سے ماہ رخ کی خیریت دریافت کر کے واپس چلا گیا تھا۔"
"اس اطلاع میں میرے لیے بھلا کیا اہمیت ہے۔"
"اگر سلیمان شاہ نے ماہ رخ کے خلاف سازش کی ہے تو پھر ماہ رخ کے بعد اس کے ذہن میں تمہارا ہی خیال ہو گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم سلیمان شاہ کے بارے میں ابھی پوری طرح واقف نہیں ہو' سیاسی حلقوں میں اسے پوجا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ اس کی ایک حیثیت اور بھی ہے اس کے بے شمار مرید بھی ہیں جو اس کے ایک اشارے پر جان دینے کو آمادہ ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ کسی طرح سے تمہیں بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے' اپنے گارڈز کو ہدایت کر دو کہ کسی اجنبی کو اس حصے میں بھی داخلے کی اجازت نہ دیں جہاں تمہارا آفس واقع ہے۔"
"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے سلیمان شاہ نے میری ہی وجہ سے ماہ رخ کو ہٹوانے کی کوشش کی ہو لیکن ماہ رخ کے منہ سے انکار کے بعد اگر اس نے فوری طور پر میری سمت رخ کیا تو ماہ

اردو کے شاہکار سفرنامے	ضیاء ساجد	200/-
منتخب مشہور سفرنامے	ضیاء ساجد	250/-
منتخب مشہور افسانے	ضیاء ساجد	150/-
منتخب اعلیٰ افسانے	ضیاء ساجد	125/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

رخ کے شک کو اور بھی تقویت حاصل ہوگی۔"
"بہرحال' تمہارا محتاط رہنا ضروری ہے لیکن پریشان مت ہونا' میں نے خاص طور پر ماسٹر کی اور اس کی ٹیم کو تمہاری حفاظت پر مامور کر دیا ہے۔"
"کریم کی جگہ دوسرا ڈرائیور بھی اپنے فرائض کو پوری تندہی سے انجام دے رہا ہے۔" تم نے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا لیکن میرا خیال ہے کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔"
"ہو سکتا ہے۔"
"کیا تم اس کا مکمل تعارف نہیں کرا سکتے۔"
"آئی ی۔" ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو گیا ہو لیکن اس کے سلسلے میں تمہیں اپنی زبان بند ہی رکھنی ہوگی۔"
"کیا وہ بہت خاص آدمی ہے۔" میں نے زیر خند ہو لہجے میں سوال کیا۔
"میں کچھ دیر بعد تمہیں دوبارہ فون کروں گا۔" ندیم نے کہا پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ میں نے گارڈ کو بلا کر سختی سے تاکید کر دی کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو میرے آفس کی سمت آنے کی اجازت نہ دی جائے۔
ندیم نے سلیمان شاہ کے سلسلے میں جس خطرے کا اظہار کیا تھا میں اس سے پوری طرح متفق نہیں تھا۔ مجھے توقع تھی کہ ماہ رخ کے اسپتال سے رخصت ہونے سے قبل وہ دوسری حماقت کا ثبوت پیش کر سکتا ہے لیکن وہ جس جانب کا آدمی تھا اس سے کچھ بعید بھی نہیں تھا کہ وہ کس وقت کیا چال چل جائے۔
اچانک میرے ذہن میں بلیچ کا خیال ابھرا۔ اگر حسن کا خیال درست تھا کہ بلیچ نے ہی سلیمان شاہ سے کوئی بھاری

لے کر ماہ رخ کے خلاف سازش کی تھی تو پھر اس کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ میرے مقابلے میں بلیچ سلیمان شاہ کے لیے زیادہ اہم تھی۔ ایک اہم ثبوت کو مٹانے کی خاطر اس کا پہلا نشانہ بلیچ بھی بن سکتی تھی۔ اگر کسی طرح بلیچ ہمارے قبضے میں آ جاتی تو وہ سلیمان شاہ کے خلاف بہت کارآمد ہو سکتی تھی۔ ابھی میرے ذہن میں بلیچ کے متعلق یہ خیال ابھرا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔
"کیا میں مسٹر شہباز سے بات کر سکتی ہوں؟" دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔
"کوئی خاص کام۔"
"کام کی نوعیت بھی میں مسٹر شہباز کو ہی بتا سکتی ہوں۔"
"آپ کا نام۔"
"میں ــــ بلیچ بول رہی ہوں۔"
"بلیچ۔" میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ اگر وہ واقعی بلیچ ہی بول رہی تھی تو اس کا مجھے فون کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا تھا؟ میں نے سوچا۔ اسے میرے بارے میں کس طرح علم ہوا تھا؟ کیا سلیمان شاہ ماہ رخ کے بعد اب مجھے بھی بلیچ کے ذریعے کسی سازش کا شکار کرنا چاہتا تھا؟ ماہ رخ کو درمیان سے ہٹانے کے لیے ممکن ہے سلیمان شاہ نے میرا ذکر بھی کیا ہو اور اب وہ اسی حسین تلوار سے میری شہ رگ تک پہنچنے کی کوشش کرنا چاہتا ہو؟
"مسٹر شہباز!" بلیچ نے میرے جواب دینے سے پیشتر ہی سنجیدگی سے کہا۔ "تم مجھ سے بہت دور ہو' میں تم سے پہلی بار ہم کلام ہو رہی ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ہی شہباز ہو گے۔"
"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے محترمہ۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "مسٹر شہباز اس وقت واش روم میں ہیں آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا ہو گا۔"
"میرے پاس وقت کم ہے مسٹر شہباز' مجھے تم سے ایک بہت اہم بات کرنی ہے۔"
"لیکن ــــ"
"مجھے ٹالنے کی کوشش مت کرو مائی ڈیئر۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "میں تم سے دور ہونے کے باوجود تمہاری ایک ایک نقل و حرکت کو دیکھ رہی ہوں۔ کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ ابھی کچھ دیر پیشتر تم نے اپنے دوست مسٹر ندیم سے کیا باتیں کی تھیں۔"
"دو دوستوں کے درمیان ہونے والی گفتگو ایکسچینج سے بھی سنی جا سکتی ہے۔" میں نے ایک ممکنہ شک کا اظہار کیا۔
"اوہ ــــ تو گویا اب مجھے تمہیں اپنی شخصیت کے بارے میں یقین دلانے کی خاطر وہ باتیں بھی دہرانی پڑیں گی جو تمہارے اور حسن کے درمیان ہوئی تھیں۔" اس کے بعد تم نے وہاں کی کیا گفتگو کی تھی۔"
میں حیرت سے اچھل پڑا' دوسری طرف سے بولنے والی بلیچ نہیں ہو سکتی تھی وہ یقیناً کالا کا یا پھر حسن کی پراسرار شخصیت ہو سکتی تھی ورنہ میرے بند کمرے میں ہونے والی گفتگو کسی کو بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی۔
"تم بھول رہے ہو میرے دوست۔" اس بار ایک نوجوان کی آواز ریسیور پر سنائی دی۔ "تمہاری کالا کا ریوی نے کیا تم سے کسی آگ کے شعلے کا ذکر نہیں کیا تھا؟"
"کون ہو تم؟" میں حیرت سے اچھل پڑا ایک ہی لائن پر پہلے بلیچ اور پھر کسی نوجوان کی آواز نے مجھے حیرت زدہ کر دیا تھا اور پھر آگ کے بھڑکتے شعلے کا حوالہ۔ یہ سب طلسمی باتیں تھیں جو میری سمجھ سے بالاتر تھیں۔
"میری بات کا یقین کرو۔ اس وقت بلیچ ہی تم سے ہمکلام ہے۔"
"لیکن تم ــــ"
"سلیمان شاہ کے اشارے پر میں نے ہی ماہ رخ کے اسٹاک میں زہر آلود شراب کی بوتل بند رکھی تھی۔" نسوانی آواز دوبارہ ابھری۔ "زہر اتنا خطرناک تھا کہ اس کے دو قطرے بھی کسی ہاتھی کو نیست و نابود کر سکتے تھے لیکن ماہ رخ نہ جانے کیسے بچ گئی اور اب سلیمان شاہ میری نیت پر شبہ کر رہا ہے اس کا خیال ہے کہ میں نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔"
"اصلیت کیا ہے۔" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔
"میں نے سلیمان شاہ کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا تھا۔"
"اگر سلیمان شاہ کو تمہاری نیت پر شبہ ہو گیا ہے تو پھر تم ابھی تک زندہ کس طرح ہو؟"
"میں چاہتا ہوں کہ تم اس حسین تتلی کو اپنے دوست کے زمین دوز کمروں تک پہنچا دو ورنہ سلیمان شاہ کی خباثت اسے بھی چٹ کر جائے گی۔" اس بار نوجوان کی آواز ابھری پھر فوراً ہی نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میں نے فی الحال ایک جگہ پناہ لے رکھی ہے جہاں تک سلیمان شاہ کا ذہن بھی نہیں پہنچ سکتا لیکن اس کے بھوکے شکاری کتے چاروں طرف میری خوشبو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"
"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"
"میرا خیال ہے کہ میں تمہاری پناہ میں زیادہ محفوظ رہ سکتی ہوں۔"
"سلیمان شاہ کا میرے بارے میں کیا خیال ہو رہا ہے۔"
"وہ تمہارے خون کا پیاسا ہو رہا ہے' مجھے وہ تمہارے سلسلے میں بھی بطور چارہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔"
"پھر تم نے انکار کیوں کر دیا؟" میں نے زہرخند سے کہا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

میرے خلاف بھی تم اس سے منہ مانگی قیمت وصول کر سکتی تھیں۔"

"وقت ضائع مت کرو۔" نوجوان کی ٹھوس آواز ابھری۔ "اپنے دوست سے کہو کہ میں ملیحہ کو اس کے آفس تک پہنچا رہا ہوں۔ اس کے بعد اس کی حفاظت کرنا تمہارے دوست کا فرض ہوگا۔ ملیحہ کی ایک مخصوص نشانی نوٹ کرلو۔ اس کے گداز ہونٹوں کے بائیں جانب ٹھوڑی سے ذرا اوپر ایک سیاہ رنگ کا تل ہے جو اس کے حسن میں چار چاند سے لگتا ہے۔"

"خاصے رومانٹک معلوم ہوتے ہو۔"

"تمہیں بھی بتاؤں گا۔ فکر مت کرو۔" اس نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا پھر گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں نے کچھ توقف کے بعد ندیم کو فون کیا لیکن ملیحہ کے سلسلے میں اس کے استفسار پر میں نے لیڈی مکلارنس کا نام لیا تھا۔ کوئی نادیدہ قوت مجھے اس وقت بھی نوجوان کے ذکر سے روک رہی تھی۔!!

"ملیحہ کو میرے پاس بھیجنے کی کوئی خاص وجہ؟" ندیم نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اسی نے سلیمان شاہ کے کہنے پر ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کی سازش کی تھی۔"

"یہ تمہارا ذاتی خیال ہے کہ لیڈی مکلارنس نے ایسا کیا تھا۔" ندیم نے مجھے معنی خیز انداز میں کریدا۔

"لیڈی مکلارنس نے یہی بتایا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "وہی اپنے کسی بندے کے ذریعے اسے تمہارے پاس پہنچائے گی۔"

"کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ درست ہے یا مجھے اندھیرے میں رکھنے کی خاطر لیڈی مکلارنس کی آڑ لے رہے ہو؟"

"باقی باتیں ملنے کے بعد ہی تفصیل سے بتاؤں گا۔"

"ملیحہ کے ساتھ میرا برتاؤ کیا ہوگا؟" ندیم نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میں اس اسے کئی بار ماہ رخ کے گھر دیکھ چکا ہوں۔ اچھی خاصی صحت مند اور جاندار لڑکی ہے۔ تم اسے ایسی چکنی کائی بھی کہہ سکتے ہو کہ کوشش کے باوجود بھی اس پر پاؤں رپٹ جانے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔"

"اس کا مشورہ تم تسنیم سے کر لینا۔"

"وہ کتنی دیر تک یہاں پہنچ جائے گی؟" ندیم نے اس بار سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر۔" میں نے کہا۔ "فی الحال تم صرف اتنا خیال رکھنا کہ وہ تمہاری قید سے فرار نہ ہو جائے۔"

"تمہاری قید سے انسان نہیں صرف اس کی روح ہی فرار حاصل کر سکتی ہے۔"

ندیم سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد میں نے اس نوجوان کے بارے میں غور کرنا شروع کر دیا۔ کالکا کے آگ کے شعلے والی بات کا ذکر اس نوجوان سے سننے کے بعد میں کچھ زیادہ ہی الجھ گیا تھا۔ مجھے اس بات کا شبہ بھی لاحق تھا کہ ملیحہ کے جسم پر اس کا مکمل قبضہ تھا اسی لیے وہ کبھی اپنی اور کبھی ملیحہ کی زبان میں بات کرنے لگتا تھا کالکا کی گفتگو سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ صندلی انگوٹھی کے بعد آگ کا بھڑکتا ہوا ایک شعلہ میرے اور اس کے درمیان آجاتا ہے۔ فون پر ملیحہ کے سلسلے میں گفتگو کرنے والے نوجوان نے بھی آگ کے شعلوں ہی کا حوالہ دیا تھا۔ تو کیا وہ نوجوان ہی آگ کا شعلہ تھا؟ میرا ذہن الجھ رہا تھا کہ میرے ذہن میں اس نیک دل جن کا خیال ابھرا جسے کمبل پوش بزرگ نے میری نگرانی پر مامور کر رکھا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اسے یاد کیا۔

"اب تم نے مجھے کس لیے یاد کیا ہے؟" میرے ذہن میں اس کی آواز گونجی تو ایک لمحے کو میرے اندر خون کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"میرے محترم۔ کیا آپ کے علم میں ہے کہ میاں صاحب نے مجھ سے منہ موڑ لیا ہے؟"

"ہاں۔ پیر و مرشد تم سے خوش نہیں ہیں۔"

"ان کی خفگی کی وجہ کیا ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"اپنے اندر جھانک کر دیکھو میرے عزیز۔ کیا تمہیں وہاں گھپ اندھیرے نظر نہیں آتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میاں صاحب نے کئی بار اشاروں کنایوں میں تمہارے لیے ایک مخصوص راستے کا تعین کرنے کی کوشش کی تھی لیکن افسوس کہ تم ان کے اشاروں کا مفہوم نہ جان سکے۔"

"میرے محترم۔ کیا آپ میری کوتاہیوں کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔" میں بڑی لجاجت سے بولا۔ "میں اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ کام پیر و مرشد ہی نے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ میں ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کر سکتا۔"

"لیکن سیدھا راستہ تو دکھا سکتے ہیں؟" میں نے عاجزی کا اظہار کیا۔

"صندلی انگوٹھی کی واپسی پیر و مرشد کی خفگی کی دلیل ہے اس لیے میں ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"اس کراماتی انگوٹھی کے چھن جانے کے بعد سے میں خود کو بڑا بے دست و پا محسوس کر رہا ہوں۔ طاغوتی قوتیں میری عبرتناک موت کا پلان بنا رہی ہیں میں تنہا کب تک ان کی پراسرار قوتوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔"

"تم پھر گمراہی کی بات کر رہے ہو میرے عزیز۔ خدا کی قوت کے آگے تمام عالم کی قوتیں مل کر بھی ہیچ ہیں۔"

"حالات نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ رکھا ہے۔"

"میں دیکھ رہا ہوں لیکن افسوس کہ میں پیر و مرشد کی خفگی کے سبب تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"تو کیا آپ بھی اب میرا ساتھ چھوڑ دیں گے؟"

"اس کی رسی کو پکڑنے کی کوشش کرو۔ اصل نجات دہندہ وہی ہے۔"

"کالی اور گندی قوتیں میرے اطراف مکروہ سازشوں کا جال بن رہی ہیں۔" میں نے کہا۔ "کیا محترم بزرگ مجھے صندلی انگوٹھی واپس نہیں کر سکتے؟"

"یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"اور آپ۔ کیا آپ بھی۔؟"

"مجھے افسوس ہے میرے عزیز کہ میں پیر و مرشد کے حکم اور اشاروں کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔"

"وہ آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ کیا ہے جو میری مدد کر رہا ہے؟"

"میں جا رہا ہوں۔" اس بار تلملا کر جواب ملا۔ "کاش میں اسے اس کے ارادوں سے روک سکتا۔"

"اس کے ارادے سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"اس کا جواب تمہیں آنے والا وقت دے گا لیکن تم اگر چاہو تو اب بھی سنبھل سکتے ہو۔ میں اس کے سوا کوئی اور اشارہ نہیں دے سکتا۔"

"کیا ہاتھ تھام کر صراط مستقیم پر بھی نہیں لگا سکتے؟"

"تم کفر کا کلمہ ادا کر رہے ہو۔ سنبھلو میرے عزیز سنبھلو۔ زمانہ تمہارے لیے قیامت کی چال چل رہا ہے اگر تمہارے قدم ڈگمگا گئے تو پھر تمہاری کیفیت بھی اس بدنصیب جیسی ہوگی جو دلدل سے نکلنے کی خاطر جتنا ہاتھ پاؤں چلاتا ہے اتنا ہی اور اس کی گندگی اور غلاظتوں میں لتھڑ کر رہ جاتا ہے۔ کوشش کرو کہ ـــــ"

لیکن پھر میں اس کا مکمل جملہ نہیں سن سکا۔ میرے رگ و پے میں دوڑنے والی خون کی گردش اس قدر تیز ہو گئی کہ میں ذہنی طور پر تپنے لگا۔ میری نگاہوں کی سامنے چنگاریاں سی چھٹنے لگیں لُو کے گرم اور تیز جھونکے میرے وجود کو جھلسانے لگے پھر اسی نوجوان کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم کو سکون کی ضرورت ہے میرے دوست۔ ایسے لذت آمیز اور خواب آگیں سکون کی ضرورت جو تمہیں دنیا مافیہا سے بے خبر کر دے۔ تم بھول جاؤ کہ دشمن کی قوتیں تمہارے خلاف کوئی چال بھی بن سکتی ہیں۔"

"کیا مجھے ایسا سکون میسر آسکتا ہے؟" میں نے خوابیدہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں لیکن اس کے لیے تمہیں میرے اشارے پر چلنا ہوگا۔"

"تمہارے اشارے پر لیکن تم کون ہو؟"

"تم چاہو تو مجھے اپنا ہمراز بھی سمجھ سکتے ہو۔" وہ بے تکلفی سے بولا۔

"کیا تم مجھے کالکا کی منحوس قوتوں سے نجات دلا سکتے ہو؟"

"اس کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔ اب کالکا تمہارے خلاف کچھ نہیں کر سکے گی۔ ہاں اگر تم چاہو تو اب بلا کسی خوف خطر کالکا کے حسین وجود سے اپنا دل بہلا سکتے ہو۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم نے شاید ابھی تک ملیحہ کو بھی نہیں دیکھا۔ صرف ایک بار اسے نظر بھر کر دیکھ لو۔ تمہارے ذہن کی ساری تپش سرد ہو جائے گی۔"

"لیکن تم ملیحہ کو ندیم کے پاس چھوڑ آئے ہو۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں مگر تم پریشان مت ہو۔" وہ ٹھوس آواز میں بولا۔ "تمہارا دوست یا اس کے ماتحت بھی ملیحہ کے خوبصورت جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکیں گے۔"

"تمہیں ملیحہ کو منظر عام سے ہٹانے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔ "کیا تم ویسے اسے سلیمان شاہ کے عتاب سے نہیں بچا سکتے تھے؟"

"بچا سکتا تھا لیکن میں چاہتا ہوں کہ سلیمان شاہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بوٹیاں نوچنے پر مجبور ہو جائے۔ ماہ رخ کے سلسلے میں جو گھٹیا چال چلی تھی اس کی سزا تو اسے بہرحال ملنی چاہیے۔"

"ملیحہ کی گمشدگی کے بعد سلیمان شاہ کے احمق حواری میرا جینا دوبھر کر دیں گے۔" میں نے ایک ممکنہ خطرے کا اظہار کیا۔

"ماہ رخ تمہیں کیسی لگتی ہے؟" نوجوان کی سرسراتی ہوئی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"اگر سلیمان شاہ کی گدی پر ماہ رخ کو بٹھا کر تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا جائے اور سلیمان شاہ کو کوڑھیوں کے اسپتال میں داخل کرنے کی نوبت آجائے تو کیا تم اسے پسند کرو گے؟"

"مجھے ماہ رخ یا سلیمان شاہ کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"دلچسپی پیدا کرو میرے دوست۔ ماہ رخ کی خواب گاہ تمہارے لیے سکون کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

"نہیں۔ میں دیدہ و دانستہ گناہ کے راستوں پر نہیں چل سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں شادی شدہ ہوں اور اپنی بیوی کی حق تلفی نہیں کر سکتا۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"تمہاری بیوی۔" نوجوان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "انسان ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ کل کیا ہونے والا ہے، کون کہہ سکتا ہے۔"

"میں۔۔۔ میں تمہارا مقصد نہیں سمجھا۔"

"کچھ قوتیں تمہاری عارفہ کے گرد اپنی قوتوں کا گھیرا تنگ کر رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا ذہنی توازن خراب کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسے تمہارے وجود سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دیں۔"

"نہیں۔" میں جذباتی ہو کر جذباتی انداز میں بولا۔ "وہ ایسا نہیں کر سکتیں۔"

"میں بھی نہیں چاہوں گا کہ تمہارے ذہن کو کوئی شدید جھٹکا پہنچے۔"

"کیا تم عارفہ کا تحفظ نہیں کر سکتے؟" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

"حالات پر منحصر ہے۔" اس نے مبہم انداز میں جواب دیا۔

"لیکن تم کون ہو۔ تم نے ابھی تک مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ آہستہ آہستہ تمام گرہیں کھلتی چلی جائیں گی۔ وقت کا انتظار کرو۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے میں کسی گہری نیند سے اچانک جاگ اٹھا ہوں۔ بہرحال میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"شہباز اسپیکنگ۔"

"میں ماہ رخ بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری۔ "تم نے ابھی تک میرے پاس آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"حالات نے مجبور کر رکھا ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "پولیس اور ڈاکٹر ابھی تک کسی کو تم سے ملاقات کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔"

"سلیمان شاہ کے لیے میں نے خاص طور پر یہی ہدایت جاری کی تھی کہ اسے مجھ سے دور رکھا جائے لیکن تم۔۔۔ تمہاری بات اور ہے۔"

"سلیمان شاہ سے تمہاری اتنی نفرت کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"مجھے یقین ہے کہ مجھے مروانے میں اس کا ہاتھ شامل ہے۔"

"لیکن وہ تو اپنی زمینوں پر گیا ہوا تھا۔"

"تم ابھی ان سیاسی ہتھکنڈوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔" ماہ رخ نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے شبہ تھا کہ سلیمان شاہ ہماری

اسلام کے نامور مجاہدین	قمر تسکین	50/-
اسلام کی نامور خواتین	قمر تسکین	40/-
سو مسلمان مشاہیر	قمر تسکین	75/-
ملک ملک کی عورتیں	قمر تسکین	35/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

تصویریں دیکھ لینے کے بعد چپا نہیں بیٹھے گا۔ زمینوں پر جانے کا محض ایک بہانہ تھا۔ جانے سے پہلے وہ اپنی ناپاک سازش کا جال بن کر گیا تھا۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو؟"

"کچھ میرے بساط سے ہٹائے گئے ہیں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "شاید مجھے دیر ہو گئی اور سلیمان شاہ نے زمینوں سے واپس آتے ہی انہیں یا تو ختم کرا دیا یا پھر ملک سے باہر فرار کرا دیا لیکن شاید وہ ماہ رخ سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔"

"تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟" میں نے انجان بن کر کہا۔ "کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں؟"

"کیا تم نے میری پرائیویٹ سیکریٹری کو دیکھا تھا؟"

"نہیں لیکن۔۔۔"

"بڑی جاندار اور حسین شے ہے۔" ماہ رخ نے اپنا انداز اختیار کیا۔ "جب میں نے اس کا انتخاب کیا تھا اسی وقت سے سلیمان شاہ کی رال اس پر ٹپکنی شروع ہو گئی تھی۔ میرے شراب کے اسٹاک کی دو چابیاں ہیں۔ ایک میرے پاس رہتی تھی اور دوسری اسی حرافہ کے پاس۔ میں بڑے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ سلیمان شاہ نے اسے بھاری رقم چکا کر خرید لیا ہو گا۔ اس کی گمشدگی ہی میرے شک کو تقویت دینے کے لیے بہت کافی ہے۔"

"مگر تم نے پولیس کو ایسا کوئی بیان کیوں نہیں دیا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ سلیمان شاہ کو اسی جال میں پھانس کر ماروں جو اس نے میرے لیے بنا تھا۔" ماہ رخ نے بے حد سنجیدہ تھی۔ "سیکریٹری کو میرے آدمیوں کے ہاتھ آ لینے دو پھر میں سلیمان شاہ کو بتاؤں گی کہ اس نے مجھ سے بے وفائی کر کے اپنی موت ہی کو دعوت دی ہے۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ سلیمان شاہ نے تمہاری سیکریٹری کو انڈر گراؤنڈ کر دیا ہے۔"

"میرا نام ماہ رخ ہے جانِ من۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اسپتال کے بند کمرے میں ہونے کے باوجود باہر کے تمام

حالات سے باخبر ہوں۔"

"کیا میں تم سے مل سکتا ہوں۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی لیکن فی الحال تمہارا میرے قریب آنا مناسب نہیں ہو گا۔ میں نہیں چاہتی کہ سلیمان شاہ کے حواری کے لیے تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ کچھ دنوں اور انتظار کر لو اس کے بعد میں سلیمان شاہ کو یا تو ختم کرا دوں گی یا پالتو کتوں کی طرح اپنے قدموں پر لوٹنے پر مجبور کر دوں گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود میں اس جنگ میں کام آ جاؤں۔ اگر ایسا ہوا تو میری بے چین روح بھی ہمیشہ تمہارے آس پاس بھٹکتی رہے گی۔"

"بہت خوب۔" میں نے پہلی بار شوخی سے جواب دیا۔ "گویا تم مرنے کے بعد بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑو گی۔"

"سچ بتانا۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "کیا تم نے بھی اپنی ماہ رخ کی زندگی کی دعا مانگی تھی؟"

"کچھ کچھ۔"

"تمہیں۔۔۔ یہ بھی بہت کچھ ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی پھر یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "میں تمہیں پھر کسی وقت فون کروں گی۔ کوئی اندر آنے کی خاطر دستک دے رہا ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ مجھے ماہ رخ کی گفتگو پر کوئی تعجب یا حیرت نہیں ہوئی۔ سلیمان شاہ جوڑ توڑ کرنے کا ماہر تھا لیکن اس کی ساکھ کو بنانے میں بقول ندیم کے ماہ رخ کی ذات کو زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ ان کے درمیان محبت سے زیادہ کاروباری رشتہ قائم تھا جو حیا اور شرم سے بالاتر تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے نجی معاملات سے پردہ پوشی کرنے کے معاہدے پر عمل پیرا تھے لیکن سلیمان شاہ میرا دشمن بن گیا۔ شاید وہ مخرب اخلاق تصویریں اس سے ہضم نہیں ہو سکی تھیں۔ اس نے بڑی چالاکی اور عیاری سے ماہ رخ کو درمیان سے ہٹانے کی چال چلی تھی لیکن ماہ رخ بروقت طبی امداد کے سبب زندہ تھی اور اب وہ سلیمان شاہ سے انتقام لینے کے منصوبوں کو تشکیل دے رہی تھی۔ اس کے ذرائع لامحدود تھے۔ بلیجہ کے بارے میں اس کا شبہ کرنا قدرتی بات تھی اس لیے کہ صرف اسی کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ ماہ رخ کی خواب گاہ میں بلا کسی روک ٹوک کے آ جا سکتی تھی۔ اس کی مے نوشی کے اسٹاک کا خیال رکھنا بھی بلیجہ کے فرائض منصبی میں شامل تھا چنانچہ زہریلی شراب کی سازش میں بھی اسی کا ہاتھ سرفہرست سمجھا جا سکتا تھا۔ بہرحال ماہ رخ اور سلیمان شاہ کی ذاتی چپقلش اور رنجشوں کا معاملہ تھا جس میں کاکا کی پراسرار قوتوں نے مجھے بھی شامل کر دیا تھا۔

ماہ رخ کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں اس پراسرار نوجوان کا خیال بھی اتھل پتھل مچا رہا تھا جو ایک طرف میری مدد کر رہا تھا تو دوسری جانب مجھے دھمکیاں بھی دے رہا تھا۔ اسی نے مجھے

بھوشن کے آفس میں بلیجہ کے ہاتھوں سے بچایا تھا اور اب اسی نے مجھے یہ بات باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تو سلیمان شاہ کی موت میرے دفتر میں بھی واقع ہو سکتی تھی جس کے بعد قانون کے ہاتھوں میں پھنس کر ذلیل ہونا میرا مقدر بن سکتا تھا۔ میری بنی بنائی ساکھ اور کاروباری پوزیشن پلک جھپکتے میں خاک میں مل سکتی تھی۔ دبی زبان میں اس نے عارفہ کے ذہنی توازن کھو جانے کی بات بھی کی تھی۔ وہ کیا چاہتا تھا؟ کیا اس کی صرف یہی ایک خواہش تھی کہ میں اس کے فیصلوں پر بلا چوں و چرا عمل کرتا رہوں؟ لیکن اس سے اسے کیا حاصل ہو سکتا تھا۔ کاکا نے اسے لپکتا ہوا شعلہ کہا تھا جس نے کاکا کو ماہ رخ کے جسم میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا یقیناً حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا جس کا اندازہ مجھے بلیجہ کی گفتگو سے بخوبی ہو گیا تھا۔ کبھی وہ اپنی زبان میں گفتگو کرتی تھی اور کبھی نوجوان کے لب و لہجے میں۔ یقیناً بلیجہ کو اس نے اپنی بھرپور اور حیرت انگیز قوتوں کے جال میں جکڑ لیا تھا ورنہ بلیجہ اتنی احمق بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ ماہ رخ کی سازش میں ملوث ہونے کے بعد وہ مجھ سے ہی پناہ کی درخواست کرتی۔ حسنہ کا کردار بھی میری عقل کو خبط کر دینے کے لیے کافی تھا۔ بظاہر وہ ایک عام سی مظلوم لڑکی معلوم ہوتی تھی لیکن اس کی نگاہیں حیرت انگیز طور پر دل میں چھپے ہوئے راز بھی جان لینے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ بلیجہ کے بارے میں بھی اسی نے مجھے بتایا تھا۔ ساجد کے سلسلے میں بھی اسی نے کہا تھا کہ وہ دانش کی ایک بدلی ہوئی شکل ہے لیکن اس نے مجھے تاکید بھی کی تھی کہ میں ساجد یا دانش کے بارے میں کوئی بات زبان تک نہ لاؤں۔ رکی کے بارے میں بھی حسنہ ہی نے مجھے خبر دی تھی جو سو فیصد درست ثابت ہوئی تھی لیکن اس نے وہ معلومات مجھے لکھ کر فراہم کی تھیں۔ ایسا کیوں تھا؟ کیا حسنہ بھی کسی دوسری قوت سے خائف تھی؟ وہ دوسری طاقت کون تھی؟ کاکا یا وہ نوجوان جو اچانک میرا ہمدرد بن کر سامنے آ رہا تھا؟

شام کو میں گھر جانے کے لیے دفتر سے نکلا تو ساجد پارکنگ لاٹ میں میرا منتظر تھا۔ حسنہ کے بتا دینے کے بعد میرا وہ تجسس بھی دور ہو گیا جو اب تک قائم تھا۔ میں اسے دانش کی حیثیت سے پہچان چکا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ دانش جیسا جانثار پھر میرے ساتھ ہو گیا تھا۔ جب دشمنوں نے کاکا کی ایما پر میرے گھر کو آگ لگائی تھی اس وقت دانش ہی نے جان جانے کا جوکھم کر کے میرے دشمنوں کو گھیرنے کی کوشش کی تھی لیکن خود حالات کا شکار ہو کر رہ گیا۔

اس وقت بھی ساجد نے بڑی مستعدی سے لپک کر کار کا پچھلا دروازہ کھولا تھا پھر میرے بیٹھنے کے بعد اس نے ڈرائیور کی سیٹ سنبھال لی تھی۔ میں اس سے بہت ساری باتیں دریافت

aazzamm@yahoo.com

کرنا چاہتا تھا لیکن حسنہ کی ہدایت کے پیش نظر میں نے ایسا نہیں کیا۔ ویسے دانش کے اچانک سامنے آجانے سے ماضی کی بہت ساری باتیں تازہ ہو رہی تھیں، جو زخم مندمل ہو رہے تھے وہ پھر سے تازہ ہونے لگے تھے۔ میں نے بیک ویو مرر میں دانش کو دیکھا لیکن وہ مجھ سے قطعی بے خبر ڈرائیونگ کرنے میں مصروف تھا۔

پھر اچانک گھر کے قریب پہنچنے پر ایک آخری موڑ کاٹتے ہوئے اگر دانش نے سنجیدگی کے ساتھ اپنی مہارت کا ثبوت نہ دیا ہوتا تو ہماری گاڑی اس ٹرک سے ٹکرا کر الٹ جاتی جو اچانک سامنے آگیا تھا۔ وہ کوئی لوڈنگ ٹرک تھا جس کے اوپر ایک مقامی ادارے کا نام جلی حروف میں درج تھا۔ اس نام کو پڑھتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا۔ وہ جس ادارے کا ٹرک تھا اس میں بھی بھوشن پچاس فیصد سے زیادہ کا شیئر ہولڈر تھا۔ دانش نے معاملے کی نوعیت سمجھنے میں شاید کسی غلطی کا ثبوت نہیں دیا۔ گاڑی روکتے ہی وہ بڑی پھرتی سے دروازہ کھول کر قلابازی کھاتا ہوا اس طرح کار کی دوسری جانب چلا گیا کہ اب وہ ٹرک گاڑی کی دوسری جانب ہو گیا تھا جس کی بدولت اس میں بیٹھے ہوئے افراد دانش کی نقل و حرکت پر نظر نہیں رکھ سکتے تھے۔ وہ شاید بھوشن کے آدمی تھے جنہوں نے مجھے راستے میں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ سڑک پر اس وقت زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ انہوں نے یقیناً اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس موڑ کا انتخاب کیا تھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے بغلی ہولسٹر سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا۔ میرا خیال تھا کہ گاڑی رکتے ہی ٹرک میں چھپے ہوئے اجرتی قاتل مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ ٹرک میں بیٹھے بیٹھے بھی وہ خودکار رائفل سے میرا قصہ تمام کر سکتے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ خلاف توقع ٹرک سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر کا شخص اتر کر تیزی سے میرے قریب آگیا۔ میری گرفت آٹومیٹک کے دستے پر مضبوط ہو گئی لیکن ادھیڑ عمر کے شخص نے میرے قریب آکر بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

"معاف کیجئے گا جناب، میرا ٹرک اس جگہ پہنچ کر اچانک بند ہو گیا، شاید انجن میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے، میں نیچے اتر کر کسی ممکنہ حادثے کے پیش نظر اس موڑ کی طرف آنے والی گاڑیوں کو روکنے کا خواہشمند تھا لیکن اس سے پہلے ہی آپ کی گاڑی آگئی۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ آپ کو میری وجہ سے زحمت اٹھانی پڑی لیکن آپ کا ڈرائیور ــــ" ادھیڑ عمر شخص نے خالی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف غور سے دیکھا پھر حیرت سے بولا۔ "آپ کا ڈرائیور کہاں چلا گیا؟ یا خدا انخواستہ ــــ"

"نہیں ــــ" میں نے اسے بغور گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ ہر وقت آنکھ کھلی رکھنے کا عادی ہے، شاید اس نے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہی گاڑی روک کر چھلانگ لگا دی۔"

"لیکن کیوں؟ اسے کس قسم کا خطرہ تھا؟"

"ٹرک میں تمہارے علاوہ اور کون ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"کوئی بھی نہیں۔" بوڑھا جو بظاہر شریف ہی نظر آ رہا تھا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "اگر میرے ساتھ کوئی اور ہوتا تو میں انجن خراب ہوتے ہی ٹرک کو کم از کم اس بلائنڈ ٹرننگ (BLIND TURNING) سے فوراً ہٹا لیتا۔"

"ٹرک میں کس قسم کا سامان لدا ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا، اسی وقت دانش بھی سامنے آگیا۔ اس نے ادھیڑ عمر والے شخص کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اس موڑ کے سوا کوئی اور جگہ نظر نہیں آئی۔"

"یہ اتفاق کی بات ہے جناب ورنہ ــــ"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" دانش نے نفرت اور غصے کا اظہار کیا پھر دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سامنے ٹرک کے ہونے کے باوجود اتنی جگہ تھی کہ گاڑی کو احتیاط سے نکالا جا سکتا تھا۔ دانش نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تھا لیکن اسی وقت ادھیڑ عمر والے شخص نے مسکرا کر کہا۔

"گاڑی اسٹارٹ کرنے کا ارادہ ترک کر دو میرے دوست، تم یہاں سے آگے نہیں جا سکتے۔"

"کیوں۔ کیا آگے سڑک کھدی پڑی ہے؟"

"کبھی کبھار نئی نئی سڑکوں پر بھی موت اور زندگی کا سنگم ہو جاتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے آٹومیٹک نکال کر اسے ادھیڑ عمر والے کی طرف تان کر سرد لہجے میں پوچھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم نے گاڑی سے چھلانگ کیوں لگائی ہوگی۔" وہ میری بات نظر انداز کر کے دانش سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد ہی سامنے آئے ہو کہ ٹرک میں میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے اسے دوبارہ للکارا، وہ میری زد میں تھا، لبلبی پر میرا ایک معمولی سا دباؤ بھی اسے جہنم رسید کر سکتا تھا لیکن وہ بے حد بے پروا نظر آ رہا تھا، میرے سوال پر اس نے مسکرا کر کہا۔

"سائنس رفتہ رفتہ بہت ترقی کر گئی ہے۔ اب ہر کام سائنٹفک اصولوں پر کیا جاتا ہے۔ ویسٹرن فلموں کا دور ضرور ختم ہو گیا لیکن جرائم کی دنیا کا گراف وقت کے ساتھ ساتھ تو اب بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ تم چاہو تو مجھے گولی مار سکتے ہو لیکن اس کے بعد تم دونوں کے سارے جسم سے خون کے فوارے ابل پڑیں گے، میرے ساتھی جو پوزیشن لئے تمہاری گھات میں بیٹھے تھے وہ مجھے گرتا دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اگر تم خون کی ہولی

کھیلنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری مرضی ہوگی۔ بغیر خون خرابے کے صرف ایک ہی راستہ ہے تمہارے پاس، خاموشی سے گاڑی سے اتر کر نہایت شرافت کے ساتھ ٹرک کے پچھلے حصے میں بیٹھ جاؤ لیکن ایسا کرنے سے پہلے تمہیں اپنے یہ آتشیں کھلونے میرے حوالے کرنے پڑیں گے۔"

"دغابازی کا یہ کاروبار کب سے کر رہے ہو؟" دانش نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"اس وقت سے جب تمہارے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے ہوں گے۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔

"کیا تمہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ مداخلت کی صورت میں ہمیں ٹھکانے لگا دو۔" میں نے سرد لہجے میں دریافت کیا لیکن میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ ادھیڑ عمر کے شخص نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہوگا۔ ٹرک پر اس فرم کا نام ہی اس بات کی دلالت کر رہا تھا کہ اس کا تعلق بھوشن سے بھی تھا اور ایسی صورت میں بھوشن کے شکاری کتوں کا ہماری گھات لگائے خفیہ مقامات پر موجود ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔

"فرسٹ چوائس یہ ہے کہ تم موت پر زندگی کو ترجیح دے کر ہمارے ساتھ چلو۔ دوسری صورت میں تمہاری موت پر بھی ہم سے کوئی جواب طلبی نہیں ہوگی۔"

"بھوشن کے آدمی ہو؟" میں نے سرد لہجے میں دریافت کیا، آٹومیٹک کا رخ ابھی تک میں نے ادھیڑ عمر والے شخص کے سینے کی طرف کیا ہوا تھا۔

"اس دور میں آدمی آدمی کی پہچان بھی ایک مشکل مسئلہ ہے۔" اس نے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا پھر ہمیں پچکارتے ہوئے بولا۔ "لاؤ یہ کھلونے میرے حوالے کر دو۔"

میں نے دانش کو بہت حیرت اور تعجب سے دیکھا جو اپنا ریوالور بڑی خاموشی سے ادھیڑ عمر والے کے حوالے کر چکا تھا۔ شاید اس نے فوری طور پر بچاؤ کا یہی راستہ مناسب سمجھا تھا۔

"تمہارا کیا فیصلہ ہے؟" دانش کا ریوالور جیب میں ڈالنے کے بعد وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔

"اس کی بات مان لو بھولے ناتھ۔" کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "حماقت کرو گے تو جیون گنوا بیٹھو گے۔"

کاکا! میرے ذہن میں کاکا کا منحوس تصور ابھرا تو میں نے بھی خاموشی سے اپنا آٹومیٹک ادھیڑ عمر والے کے حوالے کر دیا، منتر والی انگوٹھی کے غائب ہونے کے بعد کاکا کی پراسرار قوت سے مقابلہ کرنا میرے لئے کوئی دانشمندانہ اقدام نہیں تھا۔ لیڈی مظفر نے بھی یہی کہا تھا۔

"اب اچھے بچوں کی طرح گاڑی سے نیچے اترو اور ٹرک کے پچھلے حصے میں بیٹھ جاؤ، تمہیں تھوڑی سی زحمت ضرور ہوگی اس لئے کہ لوڈنگ ٹرک میں صرف بار برداری کا سامان رکھنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ رہا اگلی سیٹ پر گنجائش ہونے کا مسئلہ تو میں یہ رسک مول نہیں لے سکتا، میری جگہ تم ہوتے تو شاید تم بھی اپنے دو دشمنوں کو اپنے ساتھ بٹھانے کی حماقت کبھی نہ کرتے۔"

گاڑی سے اترنے میں دانش نے پہل کی اس کے بعد مجھے بھی اس کی پیروی کرنی پڑی۔ فی الحال عقل مندی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ویسے میرا دل گواہی دے رہا تھا ماسٹر جی اور اس کے ساتھی اس وقت بھی کہیں قریب ہی موجود ہوں گے۔ ندیم نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ حالات کے پیش نظر اس نے ماسٹر جی اور اس کی ٹیم کو میری نگرانی پر مامور کر دیا ہے۔ ماسٹر جی، جو اپنے جسم کے ہر حصے پر ایک خفیہ آنکھ رکھتا تھا، میں اس کے کچھ حیرت انگیز کارنامے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

ٹرک ہمارے اندر بیٹھتے ہی چل پڑا، اس کی رفتار بتدریج تیز ہو رہی تھی۔ دانش کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

"کیا ہم نے اپنے اسلحہ دشمنوں کے حوالے کر کے حماقت نہیں کی۔" میں نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد دانش سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ زندگی اسلحے سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے ساجد یا دانش کو حیرت سے گھورا۔

"موت برحق ہے باس۔" اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جو وقت، جو طریقہ کار لوح محفوظ پر رقم کر دیا گیا ہے اسے کوئی بھی نہیں ٹال سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں تم کو ــــ"

"اب ان باتوں سے کیا فائدہ۔" اس نے مجھے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "مقدر کا لکھا ہمیشہ ہو کر رہتا ہے۔"

"تمہارے خیال میں یہ کون لوگ ہوں گے جنہوں نے ہمیں اغوا کرنے کی کوشش کی ہے؟" میں نے دانش کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"جو بھی ہوں لیکن ہمارے دوست نہیں ہوں گے ورنہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک بھی نہ کرتے۔"

میں نے دانش کو مزید چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہمارے اغوا میں کس کا ہاتھ تھا، بھوشن کا اور کاکا اس کی مدد کر رہی تھی۔ اس کی آواز اس وقت بھی میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔

بھوشن پولیس حراست میں تھا۔ سراج کے بیان کے مطابق وہ پورے ثبوت کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں اگر کاکا ہمیں اپنی پراسرار قوتوں کا نشانہ بناتی تو بھوشن پر کوئی حرف نہیں آسکتا تھا۔ شاید اسی لئے کاکا نے اپنی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

طاغوتی قوتوں کے ذریعے بھوشن کے اجرتی قاتلوں اور بدمعاشوں کو ہمیں اغوا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اگر میں نے اس کی آواز نہ سنی ہوتی تو شاید خود کو بچانے کی خاطر رسک لینے سے دریغ نہ کرتا لیکن کاکا نے یہی کہا تھا میں دشمنوں کا کہنا مان لوں ورنہ مارا جاؤں گا۔

میرے ذہن میں متعدد خیال گونج رہے تھے‘ سب سے زیادہ حیرت مجھے دانش کی شخصیت پر تھی۔ حسنہ کے بیان کے مطابق وہ دانش ہی تھا۔ اس نے حالات کے پیش نظر اپنا جبہ اور نام تبدیل کر لیا تھا لیکن کیا کاکا کی ناپاک اور کالی قوتیں بھی اس کی اصلیت کا راز نہیں معلوم کر سکی تھیں؟ یقیناً ایسا ہی تھا ورنہ حسنہ مجھے اس بات کی تاکید کبھی نہ کرتی کہ میں ساجد کو دانش کے نام سے مخاطب نہ کروں۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے" میں نے ایک بار پھر دانش کو مخاطب کیا۔ "کیا ندیم کے آدمی ہماری نگرانی پر مامور نہیں ہوں گے؟"

"میں ایک ڈرائیور ہوں جناب۔ بھلا میں مالکوں کے بارے میں اس کے سوا اور کیا جان سکتا ہوں کہ کون سی گاڑی کس کی ہے۔"

میں نے دوبارہ خاموشی اختیار کر لی۔ دانش کا طرز عمل اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ میں اس وقت اس سے گفتگو نہ کروں‘ میں نے دوبارہ کاکا کے سلسلے میں سوچا‘ وہ مجھے ادھیڑ عمر کے ٹرک ڈرائیور کے ہمراہ جانے کی ہدایت کر کے واپس چلی گئی تھی۔ مگر کہاں؟ کیا اسے علم ہو گیا تھا کہ ہمارے کچھ اور ساتھی بھی ہماری نگرانی پر مامور ہیں۔ یقیناً ایسی ہی بات ہوگی۔ وہ ماسٹر جی اور اس کے ساتھیوں کا بندوبست کرنے گئی ہوگی۔ میں نے دانش کی سمت دیکھا جو آنکھیں بند کیے ٹرک کے تختوں سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا‘ اس کے چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔ موت یا خوف کی ایک ہلکی سی جھلک بھی موجود نہیں تھی۔ شاید اسے علم تھا کہ ماسٹر جی کن صلاحیتوں کا مالک ہے‘ جس انداز میں اس نے ائیرپورٹ پر بھوشن کے خاص الخاص ٹوڈی ہری رام یا کرشن شرما کو قابو کیا تھا اس نے میرے علاوہ پولیس پارٹی کو اور شاید بھوشن کے آدمیوں کو بھی ششدر کر دیا ہو۔ پھر ہری رام یا کرشن شرما نے ہی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ وہ بھوشن کے لیے ہیرے جواہرات کی اسمگلنگ کے مذموم کاموں میں اس کا ساتھ دینے کے لیے مجبور تھا اس لیے کہ بھوشن نے اس کی خوبصورت‘ حسین اور نوجوان بیوی گیتا کو یرغمال بنا رکھی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد ٹرک کی رفتار مدھم ہونی شروع ہو گئی پھر وہ رک گیا‘ ہمیں دو اسلحہ برداروں نے ٹرک سے اتارا تو ہم کسی ویران مکان کے گیراج میں تھے‘ میں نے اس مقام کا اندازہ لگانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا پھر دونوں مسلح

عظیم جرنیل بونا پارٹ کی زندگی
اور کارناموں پر مشتمل
ایک دلچسپ کتاب-----

نپولین بونا پارٹ

قیمت : -/75 روپے

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

آدمیوں نے ہمیں اسی ویران مکان کے ایک زمین دوز کمرے میں پہنچا دیا جہاں سیلن کی بو پھیلی ہوئی تھی‘ وہ باہر سے کمرے کا دروازہ بند کر کے چلے گئے تو ہم نے کمرے پر نظر ڈالی‘ وہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جو شاید کبھی گودام کے کام آتا رہا تھا لیکن وہاں سازوسامان قسم کی کوئی شے موجود نہیں تھی البتہ کمرے کے مشرقی کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے ایک نوجوان ضرور موجود تھا جس کی ظاہری حالت بتا رہی تھی کہ اسے خاصے طویل عرصے سے وہاں مہمان رکھا گیا تھا‘ اس کی داڑھی جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھی ہوئی تھی۔ جسم پر ایک نیکر کے سوا کوئی لباس نہیں تھا اس لیے میل کی وہ تہیں بھی صاف نظر آ رہی تھیں جو گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس کے جسم پر جم رہی تھیں‘ اس کے ہاتھ پیر آزاد تھے لیکن اس کے باوجود پہلی نظر میں یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے بھی معذور ہے۔ اس کی آنکھیں بہت ویران تھیں۔ ہمارے آنے سے پہلے شاید وہ خواب خرگوش میں جتلا رہا ہو گا لیکن اب وہ ہمیں عجیب وحشت ناک نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ اس وحشت کے باوجود اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی چغلی کھا رہے تھے کہ اسے ہمارے وہاں آنے سے مسرت ہوئی ہے۔ شاید اس لیے کہ تنہائی کا زہر پیتے پیتے اس کی قوت رفتہ رفتہ دم توڑتی جا رہی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی موجودگی نے کمرے کی وحشت میں کچھ اور اضافہ کر رکھا تھا۔ کمرے سے نکاسی کا وہی ایک دروازہ تھا جس سے ہمیں اندر دھکیلنے کے بعد باہر سے مقفل کیا جا چکا تھا لیکن کمرے میں ایک کم پاور کا بلب چھت سے لٹک رہا تھا جس کی روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ندیم کے آدمی بھی یہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔" میں نے دانش کی طرف دیکھتے ہوئے خود کلامی کے لہجے میں کہا۔ "پراسرار اور گندی قوتوں نے شاید انہیں گمراہ کر دیا ہو یا پھر ان کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک کر دیا ہو۔"

"شاید ہمارے دشمن ہمیں فوری طور پر ختم نہیں کریں گے" دانش نے پہلی بار اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "اگر انہیں ہمیں صرف مارنا مقصود ہوتا تو وہ راستے میں کہیں بھی ہمیں گولی مار کر کسی ویران سڑک کے کنارے پھینک چکے ہوتے۔"

"بہرحال۔ وہ ہمارے ساتھ کوئی اچھا سلوک بھی نہیں کریں گے" میں نے ٹوٹے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "سسک سسک کر مرنا ایک بار کے مر جانے سے زیادہ اذیت ناک ہوتا ہے۔"

"میں آپ کے خیال سے متفق ہوں لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔"

"تم شاید یہ بات بہت دیر بعد کہہ رہے ہو۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "چلتے ٹرک سے فرار ہونا ہمارے لیے زیادہ آسان ہوتا۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ ہمیں کس مقصد کے لیے یرغمال بنایا گیا ہے؟"

"حماقت کی باتوں سے گریز کرو۔" میں جھلا گیا۔ "اگر تم نے اپنا ریوالور دشمن کی سمت بڑھانے میں اتنی جلدی نہ کی ہوتی تو شاید ہم اس وقت یہاں نہ ہوتے۔"

"ہر شخص کو اپنی زندگی پر اختیار ہے اور جان بچانے کا حق بھی حاصل ہے۔" دانش نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "زندگی کی ایک موہوم سی امید جو اس وقت ہمیں سہارا دے رہی ہے شاید ریوالور کے استعمال کے بعد اسی وقت ٹوٹ کر بکھر جاتی۔"

"تم شاید اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہو۔" میں تلملا کر بولا تو دانش کے ہونٹوں پر ایک عجیب سا تبسم ابھر آیا۔ شاید وہ اپنی مسکراہٹ سے مجھے اس بات کا احساس دلانا چاہ رہا تھا کہ جو جملہ میں نے اس کے لیے استعمال کیا تھا وہ میرے لیے زیادہ حسب حال تھا۔ میں نے دانش کی جانب سے نظریں پھیر لیں۔ بھوشن کی گرفتاری کے بعد مجھے جو سکون ملا تھا وہ زیادہ پائیدار ثابت نہیں ہو سکا‘ میں نے میلے کچیلے نوجوان کی سمت دیکھا جو اب اپنے جسم کو عجیب انداز میں گھسیٹتے ننگے فرش پر آرام سے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ غالباً وہ اس زندگی کا عادی ہو چکا تھا۔ حالات نے اسے وقت کے ساتھ مفاہمت کرنے کا سلیقہ سکھا دیا تھا۔ میرا دل چاہا کہ اس کے قریب ہی جا کر اس کا حال احوال دریافت کروں۔ اس سے پوچھوں کہ کس جرم کی پاداش میں اسے قید تنہائی کی اذیت ناک سزا دی جا رہی ہے۔ میں نے ارادے کی تکمیل کی خاطر اس کی جانب قدم اٹھایا لیکن دوسرے ہی لمحے ٹھٹک کر رک سا گیا۔ میرے اور اس نوجوان کے درمیان کاکا کی پراسرار شخصیت ایک حسین روپ میں سامنے آ گئی‘ میں نے اس سے قبل کاکا کو اتنے حسین روپ اور ہیجان انگیز لباس میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ پھیل رہی تھی اور آنکھوں میں مستی کے ساغر گردش کر رہے تھے۔

"تم ـــ" میں نے اسے گھورتے ہوئے خشک آواز میں مخاطب کیا۔

"کیوں۔ کیا تم اپنی کاکا رانی کو اس حال میں دیکھ کر خوش نہیں ہوئے" وہ ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔

"حیرت ہے کاکا رانی ـــ" میں زہرخند سے بولا۔ "تم نے مجھے بھوشن کا دشمن سمجھ کر اس کے آدمیوں کے ذریعے اغوا کرایا ہے اور اب اسی دشمن کو دعوت نظارہ بھی دے رہی ہو‘ میں تمہیں کیا سمجھوں؟"

"حیرت ہے" وہ مجھے پیار بھرے انداز میں گھورتے ہوئے بولی۔ "تم اسی دھرتی پر سانس لے رہے ہو لیکن یہاں کے دستور سے واقف نہیں ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اس دھرتی پر ہر شخص کے دو روپ ہوتے ہیں‘ ایک وہ جو دن کے اجیارے میں نظر آتا ہے اور دوسرا وہ جو اندھیروں میں دکھائی دیتا ہے‘ میرا خیال ہے کہ شخص کا اصلی روپ وہی ہوتا ہے جو اندھیرے میں سامنے آتا ہے لیکن ہم روشنی کے باوجود اسے نہیں پہچان سکتے۔"

"اس وقت کیا تم مجھ سے انسان کے مختلف روپ کے بارے میں اپنا فلسفہ بگھارنے کی خاطر آئی ہو۔"

"غصہ مت کرو میرے من مندر کے دیوتا۔" اس کی آنکھوں کا نشہ اور گہرا ہو گیا۔ "تیز اور چالاک وہی ہوتا ہے جو سے کی خوشیوں اور رنگینیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے مجھے غور سے دیکھو کیا میں تمہیں اندر کے اکھاڑے کی اپسرا سے کم نظر آتی ہوں جس کے بارے میں تم نے آج تک صرف کتابوں اور قصے کہانیوں میں پڑھا اور سنا ہے۔"

"میرا خیال ہے تم مجھے اپنے سندر شریر سے بھڑکا کر کسی مصیبت میں گرفتار کرنے کا خواب دیکھ رہی ہو۔"

"کاکا کے لیے دور دشی چال چلنے کے بارے میں مت سوچو شہباز خان۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "میں کون ہوں‘

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کیا ہوں اور کیا کچھ کر سکتی ہوں اس کا تماشا تم اپنی آنکھوں سے بہروپ بھرے آج تک دیکھتے رہے ہو۔ کیا جمنا اور شکریا دیں تمہیں بالکل ہی بھول گئے؟"

"مجھے یہاں لانے کا سبب کیا ہے؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے روکھے لہجے میں سوال کیا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا بھولے ناتھ کہ بھوشن کا دھیان من میں اس سے تک مت لاؤ جب تک اس کے ستارے گردش میں نہیں آجاتے پر تم نے اپنی کاکا کا کہا ٹھکرا دیا۔"

"میرے لیے تمہارا ہر روپ ناقابل فہم ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے کیا مجھے یہاں لانے کے بعد بھوشن کی چنتا ختم ہو جائے گی۔"

"اپنے ذہن پر کیوں بوجھ ڈال رہے ہو۔" وہ دوبارہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "بھوشن کے لیے مجھے کیا کرنا ہے' یہ سوچنا میرا کام ہے۔ تم تو کیول اتنا سوچو کہ اب ہمارے درمیان کی ساری دیواریں گر چکی ہیں۔ اب تم اپنی کاکا رانی کو چھو کر دیکھ سکتے ہو؟ اس کے سندر شریر سے اسی طرح کھیل سکتے ہو جیسے ماہ رخ کے ساتھ کھیلتے تھے۔ ان فاصلوں کو ختم کر دو میرے پران ناتھ۔ کاکا کل بھی تمہاری تھی اور آج بھی تمہارا سواگت کرنے کو تن من دھن سے تیار ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کاکا رانی۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "تم مجھے پاپ کے جس دلدل میں گھسیٹنا چاہتی ہو اس میں تمہیں کامیابی نہیں ہوگی۔"

"کاکا کی مہان شکتی کو للکارنے کی کوشش کر رہے ہو یا یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو کہ تم ماہ رخ کے ساتھ جو کھیل کھیل چکے ہو وہ پاپ نہیں بلکہ پن تھا۔"

"وہ محض ایک مجبوری تھی۔"

"اب تمہیں میرے کارن بھی مجبور ہو جانا چاہیے۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔ "وہ اندھیرے چھٹ چکے ہیں جو تمہاری سہائتا کر رہے تھے اب کاکا تمہیں اپنی انگلیوں کے اشارے پر بھی نچا سکتی ہے۔ لیکن نہیں میرا خیال ہے پریم روگ میں زبردستی کی چھینا جھپٹی اچھی نہیں ہوتی۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "تم چاہو تو اپنی من مانی کر کے یہ بھی دیکھ لو مگر سوچ لو کہیں تمہیں تراش نہ ہونا پڑے۔"

"نراش ہونا پڑے ۔۔۔ اور وہ کاکا کو۔" وہ فاتحانہ انداز میں تن کر بولی۔ "رسی جل گئی پر بل ابھی تک نہیں گیا۔ ابھی تک سپنوں میں بول رہے ہو۔ بڑی بات ہے شہباز خان۔ اپنے اوپر گھمنڈ کرو کہ کاکا کی شکتی تم پر مہربان ہے' آؤ مجھے اپنی بانہوں میں سمیٹ لو۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے

ہٹلر کی حیاتِ معاشقہ

★---- پروفیسر ایم اشرف

ہٹلر کے معاشقوں کی مکمل تفصیل
اس کی ذاتی زندگی کے متعلق
ایک دلچسپ کتاب----
جو اس سے پہلے شائع نہیں ہوئی۔

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

اس کی نگاہوں میں مستی کے ساغر پھر ٹکرانے لگے تھے۔

"میں سمجھ سکتا ہوں کاکا دیوی ۔۔۔ لیکن تم مجھے کسی بات کے لیے مجبور نہیں کر سکتیں۔"

"تم ۔۔۔ میری نرمی سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔ انجام سوچا ہے اپنا؟"

"موت زندگی کے طویل راستے کی آخری حد ہے۔ جسم اور روح کا رشتہ کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ تم اپنے منتر بھی آزما کر دیکھ لو۔"

"شہباز خان۔" کاکا نے پلک جھپکنے میں اپنی ہیئت تبدیل کر لی۔ اب وہ کالی کے روپ میں بڑی ہولناک نظر آ رہی تھی۔ مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے غضب ناک لہجے میں بولی۔ "اب تمہیں میری آگیا کا پالن کرنا پڑے گا ۔۔۔ آگے بڑھو! اور کسی پالتو کتے کی طرح کاکا کے چرنوں کو اپنی زبان سے چاٹو۔"

"میں کوئی پریم پجاری قسم کا دیوتا نہیں ہوں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سختی سے کہا۔ "تم جو چاہتی ہو وہ ناممکن ہے۔"

"ناممکن ۔۔۔ اور کاکا کے لیے۔" اس نے اپنی خون آلود زبان ہونٹوں پر لپلپاتے ہوئے جواب دیا پھر اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے لپکنے لگے اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ اس کی

نگاہوں میں قہری قہر تھا۔ مجھے اپنے قدموں میں جھکانے کی خاطر کسی منتر کا جاپ شروع کر چکی تھی میں نے اس کی نگاہوں کے حصار سے بچنا چاہا لیکن شاید اس نے مجھے عمل تنویم کی کیفیتوں سے دوچار کر دیا تھا۔ نہ چاہنے کے باوجود میرے قدم اس کی جانب مشینی انداز میں اٹھنے لگے۔ کاکا کے ہونٹوں کی حرکت تیز ہو گئی۔ میں کسی معمول کی طرح اس کی سمت بڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک شعلہ بڑی تیزی سے میرے اور کاکا کے درمیان زمین سے کڑک کر چھت کی طرف جا کر غائب ہو گیا۔

کاکا کے ہونٹوں کی جنبش اچانک تھم گئی' اس کی نگاہوں میں اب ہلکا ہلکا خوف نظر آ رہا تھا۔ وہ چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھنے لگی لیکن پھر دوسرا شعلہ ابھرا تو کاکا اچانک میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ پڑھنے والوں کے لیے ہوش ربا کا کوئی پراسرار باب ہو سکتا ہے لیکن میں جیتی جاگتی آنکھوں سے اس حقیقت کو دیکھ رہا تھا۔ کاکا نے ایک بار پہلے بھی مجھے کسی شعلے کا حوالہ دیا تھا جس نے اسے ماہ رخ کے گھر میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور اب پھر وہی شعلہ میرے لیے نجات کا ذریعہ بن گیا تھا۔ ابھی میں حیرت میں مبتلا تھا کہ دانش کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"باس کیا آپ جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔" دانش کے جملے نے مجھے چونکا دیا' مجھے معلوم تھا کہ نہ تو اس نے کاکا کو دیکھا ہو گا نہ ہی ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سنی ہو گی البتہ میری طویل خاموشی نے اسے ضرور حیرت زدہ کر دیا ہو گا' میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں سے بچ کر نکل جانے کے لیے کسی ممکنہ طریقے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ اب ہمیں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے ورنہ شاید ذہنی خلفشار میں مبتلا ہو کر ہماری حالت بھی اس دیوانے نوجوان جیسی ہو سکتی ہے جو نہ جانے کب سے قید ہے۔"

دانش کے جملے کو سن کر میں نے نوجوان کی طرف دیکھا وہ بیدار ہو چکا تھا اور گھوم گھوم کر پاگلوں کی طرح چاروں طرف دیکھ دوڑا رہا تھا پھر اس کی نظریں ہمارے چہروں پر منڈلانے لگیں' اس کے دیکھنے کا انداز بھی اس کے دیوانے پن کا ثبوت دے رہا تھا۔

"کون ہو تم۔" میں نے اسے بڑی نرمی سے مخاطب کیا۔

"میں ۔۔۔ میں ۔۔۔ کون ہوں؟" اس نے حیرت سے میرے سوال کو دہرایا پھر اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ اپنی اصلیت کے بارے میں کوئی اہم ثبوت تلاش کر رہا ہو۔

"اس قید تنہائی کا زہر کب سے پی رہے ہو؟" دانش نے بڑی اپنائیت سے سوال کیا۔

"میں زہر نہیں پیتا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "بس' مجھے اس کا مزہ کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

"پھر تمہیں کیا اچھا لگتا ہے؟" میں نے اس کے قریب جا کر ہمدردی کا اظہار کیا۔

"مجھے ۔۔۔ مجھے اپنا گھر اچھا لگتا تھا۔" اس نے حسرت بھری آواز میں کہا۔ "لیکن میرے باپ نے مجھے کان پکڑ کر گھر سے نکال دیا۔ جب سے میں اسی طرح دربدر ہوں ۔۔۔ وہ کیا کہتے ہیں اسے ۔۔۔ ہاں' آں خاک چھانتا پھر رہا ہوں' جہاں ویرانی اور تنہائی میسر آتی ہے وہیں پڑ رہتا ہوں۔"

"تمہارا گھر کہاں ہے؟"

"یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے بولا۔ "لیکن تم میرے باپ کو نہیں جانتے وہ ۔۔۔ بہت ایماندار' شریف اور ضدی واقع ہوا ہے' مجھے دوبارہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے گا۔"

"تمہیں گھر سے نکالنے کی وجہ کیا تھی؟" دانش نے اس کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ظالم مجھے اپنی طرح سیدھا سادا' نیک اور بزدل بنانا چاہتا تھا۔"

"یہ تو کوئی بری بات نہیں ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "دنیا کے تمام ماں باپ اپنے بچوں کو سیدھے راستے پر چلانے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔"

"میں سب جانتا ہوں۔" وہ بڑے معنی خیز انداز میں بولا۔ "خود جوانی میں ان کے قدم ڈگمگاتے رہتے ہیں' ہر گناہ کی لذت کا مزہ چکھتے ہیں' زبان پر رام رام اور بغل میں چھری والی مثال ہے' اندر سے کچھ اوپر سے کچھ' اور جب خون کا جوش سرد پڑنے لگتا ہے تو وہ بچوں کو نصیحت کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ میں نے ساتویں جماعت میں فارسی کی کتاب میں پڑھا تھا کہ خود "را فضیحت دیگراں را نصیحت۔" یہ تو جہانگیر کا انصاف نہیں ہوا۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"کبھی شوق تھا لیکن اب دل نہیں لگتا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟" دانش نے اس کے اچھائی برائی کے فلسفے اور مثالوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"عثمان غنی۔" اس نے مسخروں کی طرح کورنش بجالاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں عثمان تو نہیں بن سکا البتہ غنی ضرور ہوں۔"

"اس ویرانے میں قیلولہ کرنے کی کیا سوجھی آپ کو۔" دانش نے درباری لہجہ اختیار کیا۔ "میرا ناقص خیال ہے کہ یہ جگہ حضور کے شایان شان نہیں ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

"تمہارا خیال چونکہ ناقص ہے اس لیے میں اس پر غور کر کے اپنا وقت نہیں برباد کروں گا۔" وہ شانِ بے نیازی سے بولا۔

"آپ نے اس مختصر لباس اور حلیے کے بارے میں کیا خیال ہے جناب کا؟" دانش نے اسے سرتاپا گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں فقیری میں امیری کرنے کا قائل ہوں۔"

"شاید اسی لیے محترم کو یہاں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑ رہی ہیں۔"

"سمجھا۔" اس نے عجیب انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "کیا تم دونوں کو یہاں کس جرم کی پاداش میں بند کیا گیا ہے؟"

"ہم اس وقت جس نیم شکستہ اور ویران حویلی میں قیام پذیر ہیں وہ کیا آپ ہی کی ملکیت ہے؟"

میں بہت غور سے نوجوان کی باتیں سن رہا تھا۔ ظاہری اعتبار سے وہ کوئی دیوانہ یا پاگل نظر آ رہا تھا لیکن اس کی باتیں، گفتگو کا انداز اور اس کے چہرے کا سکون میرے خیالات کی نفی کر رہا تھا لیکن ایک بات جو میرے لیے پریشان کن تھی وہ وہاں اس کی موجودگی تھی جہاں کالکا کے اشارے پر بھوشن کے آدمیوں نے ہمیں محصور کر دیا تھا۔ کالکا کی آمد کے وقت وہ بڑی پرسکون نیند میں ڈوبا نظر آ رہا تھا لیکن پھر وہ شعلے لپکنے کے بعد وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اگر وہ ہوش مند تھا تو پھر اسے وہاں کیوں قید کیا گیا تھا؟ کیا وہ بھی بھوشن کے مخالفین میں سے کوئی تھا؟ یا پھر بھوشن کا کوئی اپنا کارندہ تھا جو کسی حکم عدولی کے جرم میں قید تنہائی کی اذیتوں سے دوچار کر دیا گیا تھا؟ اس کی فلسفیانہ باتیں کیا محض اس کے ذہنی فتور کا نتیجہ تھیں یا حقیقتاً وہ دیوانگی کے عالم میں بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا؟ اور وہ شعلے کس کی طاقت کا کرشمہ تھے جنھوں نے کالکا کو خوف زدہ کر کے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا؟ کیا خدا کے اس برگزیدہ کمبل پوش بزرگ نے ناراض ہو کر اپنی کراماتی صندلی انگوٹھی واپس لے لینے کے بعد بھی اپنا ہاتھ مکمل طور پر میرے سر سے نہیں اٹھایا تھا؟ یا پھر وہ لیڈی ملکارنس کی پراسرار شخصیت اور اس کے بلیک میجک کا کرشمہ تھا جو کالکا کی ماورائی قوتوں سے مجھے محفوظ کیے ہوئے تھا؟

میرے ذہن میں بہت سارے ممکنہ پہلو اور سوالات گونج رہے تھے پھر اچانک مجھے حسنہ کا خیال آیا۔ وہ مجھ سے دو روز کی رخصت لے کر کیوں گئی تھی؟ وانی کے بیان کے مطابق وہ اس روز دفتر میں بھی نہیں دیکھی گئی جس روز میری اور اس کی آخری ملاقات ہوئی تھی۔ میرے گارڈز نے بھی وانی سے حسنہ کے بارے میں یہی کہا تھا کہ وہ اسے نظر نہیں آئی تھی۔ یہ تمام باتیں اور حسنہ کی حیرت انگیز معلومات جو اس نے وقتاً فوقتاً مجھے فراہم کی تھیں اس بات کی دلیل تھی کہ وہ بھی کسی نادیدہ قوت کا جیتا جاگتا ثبوت تھی لیکن وہ کون تھی؟ مجھ سے کیا چاہتی تھی؟ کیا وہ محض پرکی مسز فرگوسن اور میلیبا کے بارے میں مجھے آگاہ کرنے آئی تھی؟ اگر صرف یہی بات تھی تو پھر حسنہ نے ملازمت کا اصرار کیوں کیا تھا؟ اس نے یہی کہا تھا وہ محض اپنے تحفظ کی خاطر ملازمت اختیار کر رہی تھی؟ اس نے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ بھوشن کے اجرتی قاتل بھی اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں لیکن شاید وہ محض ایک بہانہ تھا، وہ کسی مقصد کے پیش نظر میرے قریب رہنا چاہتی تھی ورنہ جو دوسروں کی نگاہوں کے سامنے ہونے کے باوجود نظر نہیں آتی تھی اس کے لیے بھوشن یا اس کے آدمیوں سے خوفزدہ ہونا ایک بے معنی سی بات تھی۔

میں ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا لیکن میری نظریں بدستور اس نوجوان پر مرکوز تھیں جو دانش کے آخری سوال پر اسے حیرت سے آنکھیں پھاڑے عجیب انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"اس قدر حیرت سے اس خادم کو عقابی نظروں سے کیوں گھور رہے ہیں والئی ویران حویلی۔" دانش نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "کیا اس ہیچ مداں سے کوئی قابل گردن زدنی خطا سرزد ہو گئی ہے یا پھر میں اپنی لاعلمی کے سبب حضور پر نور سے اصلیت کا کوئی مذاق کر بیٹھا ہوں۔"

"تم میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہو۔" نوجوان نے اپنی جھاڑ جھنکاڑ داڑھی کو کھجاتے ہوئے جواب دیا۔ "تم میری نگاہوں کے سامنے کھڑے ہو پھر تم نے بیٹھنے کا صیغہ کیوں استعمال کیا؟ کیا تمہیں ہماری چشم بینا پر شبہ ہے۔"

"اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔" دانش نے اس کا مذاق اڑانے کی خاطر بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"نہیں۔ ہم اتنی بڑی گستاخی کرنے کے بعد تمہاری معافی کی درخواست کو چیر پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے بعد حکم صادر فرماتے ہیں کہ تم آبلہ پائی کی شرح کی گردان کرتے ہوئے افریقہ کے لیے روانہ ہو جاؤ جہاں کے جنگلات میں تمہیں ایک سیاہ رنگ کا قد آدم شترمرغ تلاش کرنا ہوگا تاکہ تم اس پر سوار ہو کر ہمیشہ کے لیے عالم بالا کی طرف کوچ کر جاؤ۔"

"تمہیں یہاں کون لایا تھا؟" میں نے نوجوان کو نرمی اور پیار سے مخاطب کیا۔ "یہ جگہ جہاں تم اس وقت موجود ہو ایک زمین دوز صعوبت خانہ ہے جہاں صرف برے لوگوں کو سزا کے طور پر رکھا جاتا ہے۔"

"تم اپنے ذہن پر زور دے کر غور کرو شتونو (جاہلو) ہم پہلے ہی اس بات کا اعلان کر چکے ہیں کہ ہمارے والد بزرگوار نے ہمیں گھر سے بے گھر اسی لیے کیا ہے کہ شرافت کی زندگی ہمیں

پسند نہیں ہے۔ ابھی میں نوجوان ہوں اس لیے کوئی پابندی، کوئی بندش بھی منظور نہیں، ہم دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھنے کی خاطر اس حلیے کو پہنچے ہیں۔ اس باغِ عالم کی حسین اور شگفتہ کلیوں کو چٹکانے کا منصوبہ ہمارے منشور میں شامل ہے۔ اس کے بعد ہم باغِ زندگانی میں چہل قدمی کریں گے اور خوشہ چینی سے شغل کریں گے۔ جب تک خون کی گردش جاری ہے ہم قدرت کے تراشیدہ حسین اور خوبصورت چلتے پھرتے شاہکاروں سے اپنی خلوت میں جلوت کا رنگ گھولتے رہیں گے اور پھر۔" نوجوان نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "جب پیری سے ہماری کمر میں خم آجائے گا تو ہم بھی ہمہ وقت خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر توبہ کے دروازے پر دستک دیتے رہیں گے، چہرے کو پرنور بنانے کی خاطر بڑی متشرع چمکیلی داڑھی رکھ کر مصلا نشین ہو جائیں گے تاکہ نیکی کے فرشتے ہمارے ماضی میں نہ جھانک سکیں۔"

"چ۔ غ۔ د۔ کے مطلب سمجھتے ہیں آپ؟" دانش نے اس بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا تم ہمیں کندۂ ناتراش سمجھ رہے ہو، بے ادب، گستاخ۔" وہ چراغ پا ہو گیا۔ "کون نہیں جانتا کہ "چ" سے مراد چمن زار رہتی ہے "غ" سے مراد غسل آفتابی ہوتا ہے اور غسل آفتابی ہے جس میں جسم پر برائے نام لنگوٹی ہوتی ہے "د" سے دعوتِ عام یا پھر دعوتِ نظارہ دی جاتی ہے۔"

"خوب بہت خوب۔" دانش نے داد دی۔ "کیا خوبصورت اور حسبِ حال تشریح بیان کی ہے جناب نے لطف آگیا۔"

جواب میں نوجوان نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے ایک طویل انگڑائی لی پھر اس طرح دیدے نچا نچا کر ہمیں دیکھنے لگا جیسے اپنے قریب ہماری موجودگی سے قطعی طور پر لاعلم رہا ہو۔

"تم۔ کون ہو تم دونوں۔" اس نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں سوال کیا۔

"ہم کوہ قاف سے تمہاری زیارت کے لیے آئے ہیں۔" میں نے اس بار جھلا کر جواب دیا تو وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہو گیا پھر تھوڑے توقف کے بعد خوفزدہ آواز میں بولا۔ "کیا آپ دونوں کو ہماری یہاں موجودگی ناگوار گزری ہے۔"

"تم نے پہلی بار ایک عقل مندی کی بات کہی ہے لیکن وہ بھی بے سود۔" دانش بولا۔ "ہم اس وقت دشمن کی قید میں ہیں یہاں تمہیں مجبوراً تمہیں بھی بھگتنا پڑے گا۔"

"قید۔" اس نے تعجب سے باری باری ہم دونوں کو گھورا پھر تنک کر بولا۔ "تم ہو گے قیدی۔ میں تو یہاں دو گھڑی [illegible] کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ تم کہو تو واپس چلا جاؤں۔"

"بڑی مہربانی ہوگی جناب کی۔" دانش نے جھلا کر کہا۔ "مقفل دروازے میں دو چار جھری ہوا کے لیے موجود ہیں آپ اس کے درمیان سے ہو کر بہ آسانی یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"اوہ۔" اس نے سر کے الجھے ہوئے بالوں کو نوچتے ہوئے جواب دیا۔ "حیرت ہے کہ یہاں سے باہر نکلنے کا اتنا آسان طریقہ اب تک میری سمجھ میں کیوں نہیں آیا۔ شاید اس لیے کہ دیر آید درست آید والی مصلحت ہوگی۔"

"اپنی قابلیت بگھارنے میں وقت ضائع نہ کریں ورنہ کہیں ان جھریوں میں بھی روئی ٹھونس دی گئی تو پھر آپ کے فرار ہونے کے تمام راستے مسدود ہو جائیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ اس مشورے کا۔ لیکن میرے جانے کے بعد آپ حضرات کیا کریں گے؟" اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"کسی چوہے کا بل تلاش کریں گے۔" دانش اب سچ مچ بری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

"مناسب خیال ہے۔ اچھا، خدا حافظ، زندگی رہی تو پھر ملاقات کریں گے۔" اس نے سلام کیا پھر ہم پر الوداعی نظر ڈال کر آہستہ آہستہ مقفل دروازے کی جانب قدم اٹھانے لگا۔

اس بات میں کوئی کلام باقی نہیں رہ گیا تھا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ قید کی صعوبتوں نے شاید اس کو خود اپنی شناخت سے بھی محروم کر دیا تھا۔ مقفل دروازے کے قریب جا کر اس نے متعدد بار جھریوں کے ذریعے باہر نکلنے کی ناکام کوشش کی۔ ہمیں اس کی ذہنی کیفیت پر رحم آنے لگا لیکن پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے ہمیں انگشت بدنداں ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ جھریوں سے گزرنے کی ناکامی کے بعد وہ ایک لمحے تک خاموشی سے کھڑا لوہے کے مضبوط دروازے کو تکتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس آہنی دروازے کو کسی ہلکے پھلکے کھلونے کی طرح اٹھا کر ایک طرف دیوار کے سہارے کھڑا کیا اور سر جھکائے باہر نکل گیا۔

میں اور دانش ایک دوسرے کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھورنے لگے۔ جو کچھ ہماری نظروں نے دیکھا تھا وہ ناقابلِ یقین ہی تھا۔۔۔!!!

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سے راضی ہے کالا کی بلاک تو تمہیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں' اسی نے مجھے پیشکش کی تھی کہ اگر میں چاہوں تو وہ ماہ رخ کو سلیمان شاہ کی جگہ دے کر سلیمان شاہ کو زخمیوں کے اسپتال میں بھی داخل کرا سکتا ہے اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں ماہ رخ کے علاوہ بلیر سے بھی جسمانی رابطہ قائم کرلوں ورنہ وہ سلیمان شاہ کو میرے دفتر میں ہلاک کر کے مجھے مصیبتوں اور الجھنوں میں بھی گرفتار کرا سکتا تھا' یہ دھمکی بھی دبی زبان میں دی تھی کہ عارفہ اپنا ذہنی توازن بھی کھو سکتی ہے۔

وہ کون تھا۔؟

اچانک میری مدد کی خاطر کسی چھلاوے کی طرح درمیان میں کیوں آگیا تھا۔؟

اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا چاہتا تھا وہ؟

کہیں وہ بھی کالا کی کوئی دوغلی چال تو نہیں تھی جو مجھے ایک نئی طاقت دکھا کر تسخیر کرنے کی خواہش مند تھی؟

حسنہ کون تھی۔؟

لیڈی ملا دس میری زندگی کی اس عجیب و غریب داستان میں کیا کردار ادا کر رہی تھی؟ کیا وہ حقیقتاً میری دوست تھی یا محض جھوٹی تسلیوں سے گمراہ کرنے کا پارٹ نبھا رہی تھی؟

"بس۔۔۔" دانش کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں کہیں وہ خواب تو نہیں ہے۔"

"ہو بھی سکتا ہے لیکن ہمیں بہرحال وقت سے فائدہ اٹھانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

میں کہتے ہوئے دروازے کی سمت لپکا' دانش نے بھی میری پیروی کی تھی' لوہے کے دروازے سے باہر نکلتے ہی ہم دوبارہ ٹھٹک کر رک گئے' جس ادھیڑ عمر والے شخص نے ہمیں اغوا کیا تھا وہ چاروں خانے چت پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں محاورۃً نہیں بلکہ حقیقتاً اپنے حلقوں سے باہر ابل پڑی تھیں' کسی نے ناقابل یقین قوت ہی سے اسے گلا گھونٹ کر زندگی کی سرحدوں کو پار کرا دیا تھا۔ قریب اس کی خودکار رائفل پڑی تھی جسے ساجد نے لپک کر اٹھالیا پھر اس کا معائنہ کرتے ہوئے بولا۔

"اس کی میگزین بھری ہوئی ہے جناب۔ یہ آڑے وقت میں ہمارے بہت کام آسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے اور ہمارے لیے کوئی خطرہ موجود ہو۔ اس ہتھیار سے ہم اپنا دفاع کرسکتے ہیں۔"

"شاید۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

سیڑھیاں عبور کرتے ہوئے تہ خانے کے اوپر والے حصے میں آئے تو وہاں بھی تین مسلح افراد جو چہرے ہی سے خونی اور قاتل نظر آرہے تھے' زمین پر بے سدھ پڑے دکھائی دیے' ان کی کیفیت بھی ادھیڑ عمر والے سے مختلف نہیں تھی۔ قریب ہی ان کا آتشی اسلحہ بھی موجود تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب یہ رائفل یہیں پھینک دو۔" میں نے دانش کو مخاطب کیا۔ "اس کے دستے پر ہماری انگلیوں کے نشانات ہمارے لیے مصیبت کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔"

دانش نے میرے کہنے پر جیب سے رومال نکال کر رائفل سے اپنی انگلیوں کے تمام ممکنہ نشانات صاف کیے پھر اسے تینوں مردہ اشخاص کے قریب ہی فرش پر پھینک دیا ہم اس ویران عمارت سے باہر نکلے تو ایک بار پھر ہمیں حیرت کا شکار ہونا پڑا' ہمیں جس ٹرک کے ذریعے اغوا کیا گیا تھا اس کے برابر میری کار بھی موجود تھی۔

"میرا خیال ہے کہ وہ دشمن اسے بھی ہمارے ساتھ ہی یہاں لائے ہوں گے۔" دانش نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "عام شاہراہ پر اس کا پایا جانا ہمارے دشمنوں کے خلاف پولیس کو خطرے کا الارم بھی دے سکتا تھا۔"

"ہوسکتا ہے۔" میں نے دبی دبی زبان میں کہا پھر گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ ساجد نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا' راستے میں کچھ دیر ہمارے درمیان خاموشی ہی رہی شاید میری طرح ساجد بھی اسی پراسرار نوجوان کے بارے میں سوچ رہا تھا جو ہمارے لیے ایک معمہ ہی ثابت ہوا تھا۔

"کس خیال میں گم ہو۔" میں نے خود کو بہلانے کی خاطر ساجد سے پوچھا۔

"اسی نوجوان کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" ساجد نے جواب دیا۔ "وہ بظاہر انسان کے روپ میں ضرور تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن۔۔۔" ساجد نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑا تو میں نے تیزی سے پہلو بدل کر کہا۔ "تم چپ کیوں ہوگئے۔"

"ہوسکتا ہے کہ میرا شبہ غلط ہو لیکن وہ نوجوان مجھے جنات کے کسی قبیلے کا معلوم ہوتا ہے۔"

"جنات۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر میرے ذہن میں وہ نیک دل جن ابھر آیا جس نے کمبل پوش بزرگ کی ہدایت پر کئی موقعوں پر سامنے آئے بغیر میری مدد کی تھی لیکن میں ان کی ذات سے چار انسانوں کی حیرت انگیز موت کو منسلک نہیں کرسکتا تھا' تہ خانے میں بھی میرے بلانے پر ان کی نادیدہ شخصیت نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میری بے راہ روی کے سبب ہی صندلی انگوٹھی مجھ سے واپس لی گئی ہے' میں نے اس نیک دل جن سے مدد کی درخواست کی تھی لیکن اس نے بڑی صاف گوئی سے یہی جواب دیا تھا کہ اپنے پیرو مرشد کی اجازت کے بغیر وہ میرے کسی کام نہیں آسکتا' ایسی صورت اس نیک دل سے چار آدمیوں کی عبرتناک موت کو تعبیر نہیں کیا جاسکتا تھا' پھر میرے ذہن میں اس نوجوان سے کی ہوئی گفتگو کے ایک ایک الفاظ گونجنے لگے لیکن پیش آنے والے محیرالعقول واقعات اور حالات کی وجہ سے اس نوجوان کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کرسکا۔ البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

جو کچھ ہماری نگاہوں نے دیکھا وہ ناقابل یقین ہی تھا۔ پاگل اور دیوانہ نظر آنے والا نوجوان ہمارے لیے حیرت انگیز ہی ثابت ہوا' جس انداز میں اس نے لوہے کے وزنی دروازے کو چوکھٹ سے علیحدہ کرکے دیوار کے سہارے کھڑا کیا تھا وہ کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہم جو کچھ دیر سے اس کا مذاق اڑا رہے تھے اب خود تصویر حیرت بن کر رہ گئے تھے۔ شاید ہم نے کوئی خواب دیکھا تھا جس سے خوف زدہ ہوکر جاگ اٹھے تھے لیکن وہ ہمارا وہم نہیں ایک زندہ حقیقت تھی جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا تھا۔

مجھے کالا کی آمد اور پھر شعلوں کے لپکتے ہی اس کا غائب ہوجانا یاد آنے لگا۔ یقیناً وہ نوجوان وہاں قیدی کی حیثیت سے نہیں رکھا گیا تھا۔ کالا نے اس پر کوئی توجہ ہی نہیں دی تھی۔ شاید وہ اس تہ خانے میں اس کی موجودگی سے بھی قطعی طور پر لاعلم تھی۔ وہ میرے سامنے ایک حسین ساحرہ کے روپ میں آئی تھی۔ اس نے مجھے دعوت گناہ دی تھی۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو شاید اس کے قدم بہک جاتے لیکن صندلی انگوٹھی کے اچانک غائب ہوجانے کے سبب میں محتاط ہوگیا تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ کمبل پوش بزرگ کی ناراضی کی وجہ کیا تھی' اسی خوف سے میں نے کالا کے اس حسین روپ کو اپنی باہوں میں سمیٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میرے انکار پر اس کی

طاغوتی قوتوں کو جلال آگیا پھر اس نے کالا کا روپ دھار
حکم دیا تھا کہ میں کسی پالتو کتے کی طرح اس کے قدم چاٹ
مجھے اپنے حکم پر آمادہ کرنے کے لیے جو جنتر منتر پڑھ رہی
میرے ذہن کو مفلوج کر رہا تھا۔ میں نہ چاہنے کے باوجود
معمول کی طرح اس کی طرف بڑھ رہا تھا' کالا کے غلیظ ہونٹ
فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی لیکن قبل اس کے کہ وہ
اپنے قدموں میں جھکانے میں کامیاب ہوتی۔ آگ کے
نمودار ہوئے تھے جنھوں نے کالا کے جنتر منتر میں خلل
تھا پھر وہ خوف زدہ ہو کر میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی
وہ نوجوان جس آسانی سے لوہے کے دروازے کو کسی
تنکے کی طرح درمیان سے ہٹا کر باہر نکل گیا تھا اس نے
علاوہ دانش کو بھی ششدر کردیا تھا۔

میں اسی نوجوان کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اب
کامل یقین ہوگیا تھا وہ کالا کے مقابلے میں کہیں زیادہ
قامت اور طاقت ور تھا۔ یقیناً وہی وہ طاقت تھی جس
بھوشن کے دفتر میں مجھے بے عزت ہونے سے محفوظ رکھا
اسی نے بلیر کو ندیم کے محفوظ ہاتھوں تک پہنچانے کا بندو
کیا تھا اور وہی ان لپکنے والے شعلوں کا ایک عکس
میرے اور کالا کے درمیان کسی آہنی چٹان کی مانند حائل
تھا۔ ایک موقع پر اس نے مجھ سے بھی کہا تھا کہ جب تک

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

مسلم تھی کہ اس کی اچانک آمد نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا دیا تھا۔

"جس طاقت کا مظاہرہ اس نوجوان نے کیا تھا وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہو سکتی۔" ساجد نے دوبارہ اپنے شک پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"وہ اگر جنات کے قبیلے کا ہوتا تو ہوا بن کر بھی دروازے کے اس پار جا سکتا تھا۔ دروازہ اکھاڑنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ ہم پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہو۔"

"بہرحال، وہ جو کوئی بھی تھا بے پناہ اور ناقابل یقین قوت کا مالک تھا۔"

"اب کہاں چلنے کا ارادہ ہے۔" ساجد نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دریافت کیا۔

"کیسینو۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ندیم کو تازہ حالات سے باخبر کر دوں۔"

"بہتر ہے۔" ساجد نے جواب دیا پھر توقف سے بولا۔ "ماسٹر حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے لیکن وہ بھی ہمارے کسی کام نہ آ سکا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ بھی کسی پراسرار قوت کی وجہ سے ہمارا سراغ کھو بیٹھا ہو۔"

ساجد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم کیسینو پہنچے تو ندیم بڑی اضطرابی کیفیت میں اپنے آفس میں ٹہل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "کہاں گم ہو گئے تھے تم دونوں۔"

"کیوں کیا ماسٹر کی نے تمہیں ہمارے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی۔"

"یہی تو پریشانی کا سبب ہے۔" ندیم بولا۔ "ماسٹر کی ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو آسانی سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ تم بذات خود اس کی صلاحیتوں کا مظاہرہ دیکھ چکے ہو۔ تمہاری نگرانی کرتے وقت بھی وہ پوری طرح محتاط تھا۔ اس نے تمہیں اور ساجد کو ٹرک میں بیٹھتے دیکھ لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اور اس کے جاں نثار ساتھی بھی حرکت میں آ گئے تھے۔ وہ کسی ویران سڑک پر ایکشن کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ تم نے ٹرک کی پشت کے پردے کو ہٹا کر اسے اشارے سے واپس جانے کو کہا تھا۔ ماسٹر کی کا کہنا ہے کہ وہ تمہارے اشارے کو کوئی خاص مصلحت سمجھ کر واپس اس مقام پر آیا جہاں تمہاری گاڑی پارک تھی لیکن واپسی پر اس نے تمہاری گاڑی بھی وہاں نہیں دیکھی جس کے بعد اس نے مجھے فوری طور پر اطلاع دی تھی۔"

"حیرت انگیز۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا تم یقین کرو گے کہ میں نے ماسٹر کی کو سرے سے دیکھا ہی نہیں، اشارہ کرنا تو بعد کی بات ہے۔"

"پھر وہ کون تھا؟"

"میرا ہم زاد ہی ہو سکتا ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"تم اس وقت کہاں سے آ رہے ہو؟"

"کیا اب تمہارے اتنے بڑے کیسینو میں بھی کسی مشروب کی قلت پیدا ہو گئی ہے۔"

ندیم نے میرا اشارہ سمجھ کر ٹھنڈا مشروب طلب کیا۔ حلق اس وقت خشک ہو رہا تھا۔ میں نے اپنی پیاس بجھانے کے بعد تفصیل بتانی شروع کی۔ ندیم میری بات کو بغور سنتا رہا پھر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ نوجوان کون ہو سکتا ہے۔"

"فی الحال میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ جو بھی تھا ہمارا ہمدرد تھا۔ نہ ہوتا تو شاید اس وقت ہم یہاں نہ ہوتے۔"

"کہیں تمہاری کالکا دیوی تو تمہیں کسی نئے روپ میں فریب نہیں دے رہی ہیں۔"

"میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں۔ کالکا پراسرار حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔ اسے بلاوجہ ڈھونگ رچانے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"پھر مجھے ساجد کا خیال زیادہ قریب تر محسوس ہوتا ہے۔"

"میں بھی ان ہی خطوط پر غور کر رہا ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر ملیحہ سے فون پر ہونے والی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "ایک ہی فون پر ایک ہی وقت میں مرد اور عورت کی آواز کا آنا۔"

"کوئی مشکل نہیں ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "آج کل اسٹیج پر چھوٹے موٹے مسخرے بھی اس قسم کا کامیاب مظاہرہ کرتے ہیں۔"

"کیا ملیحہ یہاں نہیں پہنچی۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"وہ پہنچ چکی ہے اور ابھی تک محفوظ ہے۔"

"محفوظ ہے۔" میں نے ندیم کو سنجیدگی سے گھورا۔ "تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"میرا مطلب تم اسے دیکھنے کے بعد خود ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو۔" ندیم نے اس بار معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا تو میں اس کے جملے کا مفہوم سمجھ گیا۔ ماہ رخ کی کوٹھی پر ایک بار میں نے بھی اس کی بس ایک جھلک دیکھی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں حسین کہلانے کی مستحق تھی۔ میری مدد کرنے والے نادیدہ [illegible] نے بھی مجھے ملیحہ کے ساتھ تعلقات بڑھانے کا مشورہ [illegible] ندیم کے جملے نے میرے شوق کو مزید ہوا دی۔

"کیا وہ بھی تہ خانے میں ہے؟" میں نے نہ چاہنے کے

باوجود کہہ گیا۔ "میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"سوچ لو۔" ندیم مسکراتے ہوئے اٹھا۔ "کہیں اس کی نگاہوں کا سحر تمہیں تسخیر نہ کر لے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ندیم مجھے تہ خانے کے ایک ایسے کمرے میں لے گیا جو کسی خواب گاہ کی مانند پوری طرح آراستہ تھا۔ وہاں ہر قسم کا ساز و سامان موجود تھا۔ ملیحہ ڈریسنگ روم کے قریب ایک راکنگ چیئر پر بیٹھی اپنے کسی خیال میں مستغرق تھی۔ ہماری آہٹ پا کر چونک کر اس نے باری باری ہماری طرف پریشان نظروں سے گھورنا شروع کر دیا۔ وہ یقیناً کسی مرمر کے تراشیدہ بت کی طرح اپنی مثال آپ تھی جس میں روح پھونک کر گوشت پوست کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس کے بدن کے نشیب و فراز چہرے کے دلکش اور سہمے سہمے تاثرات بھی اس کے حسن کی سحر انگیزیوں میں کوئی کمی واقع نہیں کر سکے تھے۔ اس کی بادامی غلافی آنکھوں میں ایسی کشش تھی کہ جو کسی کو عمل تنویم کے ذریعے اپنا معمول بنا سکتی تھی۔ جنس مخالف کے لیے اس کے اندر بے پناہ مقناطیسی قوتیں پوشیدہ تھیں۔ مجھے حیرت تھی کہ ماہ رخ کو جب اس بات کا اندازہ تھا کہ سلیمان شاہ کس قماش کا آدمی ہے تو اس نے ملیحہ کو اس کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رکھنے کی حماقت کس لیے کی تھی۔ کیا اس میں بھی کوئی خاص مصلحت تھی یا پھر وہ سلیمان کے صبر کا امتحان لینا چاہتی تھی۔

میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ ملیحہ کو قریب سے نظر بھر کر دیکھنے کے بعد اس کے حسن کے جادو کا شکار ہو گیا تھا۔ پوری طرح اس کے وجود کے سحر میں ڈوب گیا تھا لیکن پھر اس کی ترنم گر کھنکتی آواز کمرے میں گونجی تو میں اس طرح چونکا جیسے کوئی حسین خواب دیکھتے دیکھتے اچانک میری آنکھ کھل گئی ہو۔

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔" اس نے ہم دونوں کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے اس کا جواب تمہارے سینے میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی گوشے میں ضرور دفن ہوگا۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"وہ کون لوگ تھے جو مجھے لائے تھے؟" وہ اپنے خوف پر رفتہ رفتہ قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیوں؟" ندیم استہزائیہ انداز میں بولا۔ "کیا تم اس وقت ہوش میں نہیں تھیں؟"

وہ ایک لمحے کو خاموش ہو گئی پھر ندیم کو گھورتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ تمہارے اور میڈم ماہ رخ کے نجی تعلقات کس نوعیت کے ہیں۔ ہر فرد اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے، اس کی اپنی بھی کوئی پسند ہوتی ہے، کوئی معیار ہوتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ میں بھی تمہیں ویسی ہی نظروں سے دیکھوں جیسی نگاہوں سے میڈم دیکھتی ہیں۔"

"تم شاید اپنی پارسائی کا اظہار کرنا چاہتی ہو۔" اس بار میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن پارسائی کے مفہوم کا دائرہ معنوی اعتبار سے بہت وسیع ہوتا ہے۔ تم کس قسم کی پارسائی کا دعویٰ کر رہی ہو۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے ہر فضول سوال کا جواب دوں۔" اس نے نفرت سے منہ پھیر کر جواب دیا۔

"کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اگر تم اس وقت یہاں نہ ہوتیں تو کہاں ہوتیں۔" میں نے تلخ آواز میں پوچھا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن۔۔۔"

"سلیمان شاہ کے پالتو شکاری کتے ہر طرف گلی کوچوں میں تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔" ندیم سپاٹ آواز میں بولا۔ "اگر تم ان کے ہاتھ لگ جاتیں تو شاید وہ اب تک تمہاری تکہ بوٹی کر کے چیل کوؤں کو کھلا چکے ہوتے۔"

"گھٹیا باتیں مت کرو۔" اس نے احتجاج کیا۔ "سلیمان شاہ سے میرے ایسے کوئی مراسم نہیں تھے جیسے تمہارے اور میڈم کے تھے۔"

"جرم بذات خود بھی ایک بدترین گناہ ہے۔ کیا تم اس سے انکار کرو گی۔"

"جرم۔۔۔" اس نے حیرت سے کہا۔ "میں نہیں سمجھی کہ تم کس جرم کی بات کر رہے ہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے حقارت سے دریافت کیا۔ "کیا تمہاری میڈم محض تفریحاً یا آرام کرنے کی غرض سے اسپتال میں داخل ہیں۔"

"مجھے اس کی اصل وجہ نہیں معلوم۔" وہ بدستور بے پروائی سے بولی۔ "ہو سکتا ہے میڈم نے اپنی کسی نجی ضرورت کی خاطر وقتی طور پر اسپتال میں داخل ہونا ضروری سمجھا ہو۔ ویسے کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ میڈم نے زہر پی لیا ہے۔"

"اور وہ زہر شراب کی سیل بند بوتل کے ذریعے تم نے ماہ رخ کے اسٹاک میں ملایا تھا۔" ندیم نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ سراسر بہتان ہے۔" ملیحہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ سلیمان شاہ نے تمہیں کتنی رقم میں خریدا تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہ کہانی تم دونوں نے میرے خلاف بنائی ہوگی ورنہ۔۔۔"

"اب اس اداکاری کا چولا اتار پھینکو مائی ڈیئر مس ملیحہ۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "جو رقم تم نے سلیمان شاہ سے ایک گھناؤنے جرم کے ارتکاب کے سلسلے میں وصول کی تھی وہ اب پولیس کی تحویل میں ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے پولیس کے پاس کہ اس رقم کا تعلق میڈم کے زہر پینے سے ہے۔" وہ روانی میں کہہ گئی۔

"میرا خیال ہے کہ پولیس تم سے یہ سوال ضرور کرے گی کہ اتنی کثیر رقم تمہیں کہاں سے ملی؟" ندیم نے لوہا گرم دیکھ کر دوسری ضرب لگائی۔

"مجھے تم دونوں کی ہمدردی کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم مجھے آزاد کردو، میں پولیس اور سلیمان شاہ دونوں سے نپٹ لوں گی۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ "میں میڈم سے مل کر انہیں بتاؤں گی کہ اصل حالات کیا تھے۔"

"فضول ہے۔" ندیم کا لہجہ اور سرد ہوگیا۔ "میڈم کے آدمی بھی تمہاری تلاش میں شہر کا کونا کونا چھان رہے ہیں، اس نے بھی اپنے آدمیوں کو شوٹ ایٹ سائٹ کا آرڈر دے رکھا ہے۔ تمہاری کوئی چالاکی کام نہیں آسکے گی۔"

"پھر۔۔۔ پھر میں کیا کروں۔" پہلی بار اس کے لہجے سے مایوسی کا اظہار ہوا تھا۔

"ہم اگر تمہیں بچانا نہ چاہتے تو بلاوجہ مہربانی کا فرض بھی ادا نہ کرتے۔" ندیم نے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ ماہ رخ سے میرے کتنے دیرینہ اور کس نوعیت کے تعلقات ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہاری سفارش اوروں کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر کرسکتا ہوں۔"

ملیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اب اس کے چہرے سے خوف کے تاثرات جھلک رہے تھے۔

"کس سوچ میں غرق ہو۔" میں نے پوچھا۔ "کیا تمہیں ہمارے اوپر اعتماد نہیں ہے۔"

"میرا ایک کام کرو گے۔" اس نے ندیم کو دیکھ کر ہونٹ چباتے ہوئے عجیب مایوسی بھرے انداز میں کہا۔ "مجھے کہیں سے تھوڑا سا زہر لادو، میں اپنی موت آپ مرنا چاہتی ہوں۔ سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کے تصور ہی سے مجھے ہول آتا ہے۔"

"سلیمان شاہ نے تمہیں ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کے سلسلے میں کتنی رقم ادا کی تھی۔"

"کیا مطلب۔" وہ چونک کر بولی۔ "کیا تم نے وہ پولیس والی بات غلط کہی تھی۔"

"ہاں، لیکن میرا مشورہ ہے اب ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ہوگا، اس کے سوا کم از کم تمہارے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔"

ملیحہ ہونٹ چبانے لگی پھر تھوڑے توقف سے بولی۔ "سلیمان شاہ نے مجھے دس لاکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ نصف رقم پیشگی تھی اور دوسرا حصہ کام ہوجانے کے بعد۔۔۔ لیکن۔۔۔ اگر وہ مجھے رقم کی آفر نہ بھی کرتا تو بھی میں اس کے کسی حکم سے انکار کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔"

"آئی سی۔" میں نے خالص پولیس والوں جیسے انداز میں کہا۔ "گویا تمہاری کوئی نجی کمزوری تھی، سلیمان شاہ کی مٹھی میں ہے جسے وہ تمہارے انکار کی صورت میں استعمال کرسکتا تھا۔"

"ہاں۔" وہ نظر جھکا کر بولی۔ "ویسی ہی کمزوری جس کا ثبوت تصویر کی صورت میں سامنے آجانے کے بعد اس نے میڈم کو راستے سے ہٹانے کا پروگرام بنایا تھا۔ میڈم کے بعد دوسرا نمبر تمہارا تھا۔۔۔ لیکن کچھ عرصے بعد۔"

"سلیمان شاہ نے جو رقم تمہیں دی تھی کہ وہ کس شکل میں تھی۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کیش ادائیگی ہوئی تھی یا۔۔۔"

"کیش ہی تھی۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "چیک کی صورت میں طے شدہ رقم کی ادائیگی اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہوسکتی تھی اور سلیمان شاہ جیسا کائیاں آدمی اس قسم کی حماقتیں کبھی نہیں کرتا۔"

"رقم کہاں رکھی ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"اسے میں نے اپنے اپارٹمنٹ ہی میں ایک ایسی جگہ رکھا ہے جہاں آسانی سے کسی کا دھیان نہیں جاسکتا۔"

"فکر مت کرو۔" ندیم نے کہا۔ "یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، بشرطیکہ تم نے میرے آدمیوں کو پریشان کرنے کی کوشش نہ کی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ میڈم مجھے معاف کردے گی۔" ملیحہ کی حسین آنکھوں میں امید کی ایک کرن جاگ اٹھی۔

"قبل از وقت یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ ویسے ہوسکتا ہے اگر تم سلیمان شاہ کے خلاف ماہ رخ کے کسی کام آسکو تو تمہاری گلوخلاصی بھی ممکن ہوجائے۔"

ملیحہ نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا پھر اس سے پیشتر کہ وہ کوئی جواب دیتی ندیم کو ایک ضروری کال کی اطلاع ملی تو وہ اوپر اپنے آفس میں آگیا، میں نے بھی وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک اچٹتی ہوئی نظر ملیحہ پر ڈالتے ہوئے ندیم کے پیچھے ہولیا۔

ندیم نے کال سننے کے بعد ریسیور کریڈل پر رکھا پھر تیزی سے اٹھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں فوری طور پر پانڈے کے ٹھکانے پر پہنچنا ہے۔"

"کوئی اہم اطلاع۔"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن پانڈے نے جس انداز میں

مجھے بلایا ہے اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اچانک کسی مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہے۔"

"اس نے کوئی اشارہ نہیں دیا تھا۔"

"نہیں۔" ندیم نے مختصراً جواب دیا۔

مجھے پانڈے کی رہائش گاہ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا لیکن شاید دانش واقف تھا اس سے۔ ندیم نے اس سے صرف پانڈے کی رہائش کا حوالہ دیا تھا اور گاڑی تیزی سے حرکت میں آگئی، ندیم کسی گہری سوچ میں ڈوبا نظر آرہا تھا۔ میرا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں تھا۔ ندیم کے کہنے کے مطابق اس نے پانڈے کو ایک ایسے محفوظ مقام پر رکھا تھا جہاں تک کالکا کی رسائی بھی ناممکن تھی۔ بھوشن پولیس کی تحویل سے نکل کر جیل کسٹڈی میں جاچکا تھا۔ اس لیے وہ اب پانڈے کے لیے کوئی خطرہ نہیں بن سکتا تھا، پھر پانڈے کو ایسی کیا پریشانی لاحق تھی جو اس نے فون پر بتانی مناسب نہیں سمجھی۔

"کیا پانڈے کی رہائش کا پتا تمہارے علاوہ کچھ اور لوگوں کو بھی ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر ندیم سے سوال کیا۔

"وہ میرے اعتماد کے لوگ ہیں۔"

"پھر۔۔۔ پانڈے کو اچانک کیا پریشانی لاحق ہوسکتی ہے۔"

"تمہاری طرح میں بھی اسی سوال کے جواب کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ بہرحال پانڈے کے لب و لہجہ سے یہی ظاہر ہورہا تھا کہ اسے کوئی خاص پریشانی درپیش ہے۔"

پندرہ بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد ہم سول لائنز ایریا کے ایک بنگلے میں داخل ہوئے۔ دانش نے جیسے ہی گاڑی روکی ندیم تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اترا، میں نے بھی اس کی پیروی کی تھی۔ کال بیل بجانے سے پیشتر ہی دروازہ کھول دیا گیا۔ شاید پانڈے ہمیں بنگلے میں داخل ہوتا دیکھ چکا تھا۔ اس کے چہرے پر موت کے بھیانک سائے لرز رہے تھے۔ غالباً وہ بہت دیر تک روتا رہا تھا جس کے سبب اس کی آنکھیں سوج رہی تھیں۔

"میں لٹ گیا، برباد ہوگیا ندیم بھائی۔" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ ہم اندر داخل ہوئے تو ایک لمحے کو ہم بھی چکرا گئے۔ اندر کی کیفیت کچھ ایسی ہی تھی جیسے کچھ دیر پہلے وہاں بھونچال آیا ہو، ہر چیز ادھر ادھر بکھری پڑی تھی۔ شیشے کے برتن ٹوٹے پڑے تھے، آرائشی ساز و سامان جو خاصا وزنی بھی تھا الٹ پلٹ ہوگیا تھا۔

"یہ سب کیا ہے پانڈے جی۔" ندیم نے پوچھا۔ "یہ حرکت کس نے کی؟ کیا کوئی آیا تھا یہاں؟"

"جی نہیں۔" پانڈے نے گلوگیر آواز میں جواب دیا۔

"پھر اس طوفان بدتمیزی کا مظاہرہ کس نے کیا ہے۔"

"نرمل نے۔" پانڈے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔

"ایک گھنٹے پہلے تک وہ بالکل نارمل تھی، میں ورانڈے میں تخت پر بیٹھا گیتا کا گیان دھیان کررہا تھا کہ بس اچانک ہی اس پر جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا ہو، اس نے ایک ایک چیز کو پاگلوں کی طرح اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کردیا۔ میں جتنی دیر میں تخت سے نیچے اترا تا وہ خاصی توڑ پھوڑ مچا چکی تھی۔ میں نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے میری کوئی بات ماننے سے انکار کردیا۔ بھگوان جانے اس میں اتنی شکتی کہاں سے آگئی تھی کہ وہ میرے قابو میں بھی نہیں آرہی تھی۔ بڑی مشکلوں سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے میں کامیاب ہوا ہوں۔"

"کیا آپ دونوں کے درمیان کسی بات پر ان بن ہوئی تھی؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔" پانڈے نے کہا۔ "آپ میری بات کا وشواس کریں۔ وہ صبح سے اچھے خاصے موڈ میں تھی۔"

"اس قسم کا دورہ کبھی پہلے بھی پڑ چکا ہے آپ کی شریمتی جی کو۔"

"جی نہیں۔ بھگوان کی دیا ہے کہ وہ ہمیشہ سے بھلی چنگی رہی ہے۔"

"یاد کیجئے پانڈے جی۔" میں نے پانڈے سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی ایسی بات جو آپ نے پیار میں کہی ہو لیکن نرمل دیوی نے اسے دل پر لے لیا ہو۔"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔"

"اس وقت وہ کہاں ہیں۔" ندیم نے دریافت کیا۔

"اندر بیڈ روم میں۔" وہ قدم اٹھاتا ہوا بولا۔ "میں نے ایک کرسی سے باندھ رکھا ہے۔"

پانڈے کی کیفیت قابل رحم ہی نظر آرہی تھی، مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ وہ نرمل سے ٹوٹ کر پیار کرتا ہے اس لیے کہ وہ پانڈے کے مقابلے میں بہت کم عمر ہونے کے علاوہ خاصی حسین بھی تھی۔

ہم نے خواب گاہ میں قدم رکھا تو ہمارے علاوہ خود پانڈے کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا، اس کے بیان کے مطابق اس نے بڑی مشکلوں سے نرمل کو قابو کرکے ایک کرسی سے باندھا تھا لیکن اس وقت وہ بنی سنوری اپنی مسہری پر نیم دراز کسی رسالے کی ورق گردانی میں مصروف تھی۔ ہم نے خواب گاہ پر نظر دوڑائی، اس کی آرائش میں بظاہر کوئی ردوبدل نہیں ہوا تھا۔ ہر شے بڑے سلیقے سے رکھی ہوئی تھی۔ قدموں کی آہٹ پاکر نرمل نے ہمیں دیکھا تو جلدی سے رسالہ ایک طرف رکھ کر خود کو سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑی اپنائیت سے ہاتھ باندھ کر ہمیں نمسکار کیا پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

"مجھے آپ سے ایک شکایت ہے۔"

"وہ کیا؟"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"آپ نے بہت دنوں بعد آج درشن دیے ہیں۔ کیا کسی بات پر ناراض ہو گئے تھے۔"

"جی نہیں۔" میں نے بہانہ تراشا۔ "کام کی مصروفیت کچھ زیادہ تھی۔"

"آپ لوگ کھڑے کیوں ہیں۔ بِراجیے (بیٹھیے) نا۔" وہ جلدی سے ندیم کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "ہمارے بڑے بھاگ، جو آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کی۔"

"آپ تو خیریت سے ہیں۔" ندیم نے پوچھا۔

"بھگوان کی کرپا ہے۔" اس نے بڑی انکساری سے کہا پھر پانڈے کی طرف دیکھ کر بولی۔ "آپ چل کر ڈرائنگ روم میں بیٹھیے میں جل پانی تیار کرتی ہوں۔"

"ڈرائنگ روم میں ___" پانڈے نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔ وہ اس وقت بری طرح الجھا الجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہوا ڈرائنگ روم کو۔" زرل نے سوالیہ نظروں سے پانڈے کو دیکھا۔ "آج صبح ہی تو میں نے اس کی جھاڑ پونچھ اور صفائی کی ہے۔"

"لیکن اب وہاں کا سامان ادھر ادھر بکھرا پڑا ہے۔" ندیم نے زرل کے چہرے پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

"بکھرا پڑا ہے۔" زرل حیرت سے بولی۔ "یہ کیسے ہوا۔"

"صرف ڈرائنگ روم ہی نہیں بلکہ رسوئی گھر (باورچی خانہ) بھی الٹا پلٹا پڑا ہے۔ کانچ کے برتن ادھر ادھر ٹوٹے پڑے ہیں۔" پانڈے نے دبی زبان میں کہا تو زرل اسے حیرت سے گھورنے لگی۔

"کیا دشمنوں کو ہمارے اس ٹھکانے کی خبر بھی مل گئی ہے۔" اس کی آواز سے اس بار خوف جھانک رہا تھا۔

میں نے ڈرائنگ ٹیبل کی طرف نظر ڈالی تو چونک اٹھا۔ وہاں جو کرسی موجود تھی اس کے قریب ہی سفید رنگ کی رسی کے متعدد ٹکڑے پڑے تھے۔ شاید ندیم بھی انہیں دیکھ چکا تھا لیکن کسی وجہ سے جان بوجھ کر نظر انداز کر گیا تھا۔ پانڈے بھی عجیب مخمصے میں گرفتار تھا۔

"مجھے بھی ایسا ہی جان پڑتا ہے۔" اس نے زرل کو گھورتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو باہر ہی بیٹھے تھے، تمہاری موجودگی میں یہ کیسے ہو گیا۔" زرل نے حیرت سے کہا۔

"پانڈے جی اکیلے تھے جبکہ آنے والوں کی تعداد چار تھی۔" ندیم نے زرل کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی ان کی شرافت ہے کہ انہوں نے پانڈے کو کچھ نہیں کہا، چاہتے تو مار بھی سکتے تھے۔"

"پھر ___ اب کیا ہو گیا۔" زرل نے جس بے چارگی کا اظہار کیا اسے اداکاری نہیں کہا جا سکتا تھا۔

"یہ رسی کے ٹکڑے یہاں کیسے پڑے ہیں؟" ندیم نے زرل کی توجہ دلائی تو اس کے چہرے پر خوف کے اثرات پھیل کر اور گہرے ہو گئے۔ اس نے سہمی سہمی نگاہوں سے پانڈے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیا وہ دشٹ تمہیں یہاں باندھ گئے تھے لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔" زرل نے خود ہی اپنے سوال کی نفی کر دی۔ "میں تو ایک پل کے لیے بھی یہاں سے نہیں ہٹی تھی پھر مجھے اس کی خبر کیوں نہیں ہوئی۔"

"ہوتا ہے۔" ندیم نے اسے بہلانے کی خاطر کہا۔ "کبھی کبھی انسان پڑھنے لکھنے میں اتنا ڈوب جاتا ہے کہ اسے ارد گرد کسی اور کی موجودگی کا مطلق کوئی احساس نہیں ہوتا۔"

"آپ کو اس کی اطلاع کس طرح ہوئی۔" زرل بدستور خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔

"میں نے فون کر کے بلایا ہے۔" پانڈے نے جلدی سے کہا۔

"کیا ___ ہمارے دشمنوں کو اس ٹھکانے کی خبر بھی مل گئی ہے۔" اس نے پھر اپنا جملہ دہرایا پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ "کیا اب بھی ہم یہیں رہیں گے؟"

"پریشان مت ہو زرل دیوی۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے اب ایسا بندوبست کرایا ہے کہ دشمن تو کیا چڑیا کا کوئی بچہ بھی ادھر نہیں آ سکے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ کوئی چور اچکے ہوں گے۔" میں نے جلدی سے کہانی کو ایک نیا رنگ دینے کی خاطر کہا۔ "اگر وہ آپ لوگوں کے دشمن ہوتے تو شاید ہمیں آپ کی لاشوں کی اطلاع بھی پولیس کے ذریعے ہی ملتی۔"

"بھگوان کرے ایسا ہی ہو۔"

میں نے ایک بار پھر ٹوٹی ہوئی رسی کے ٹکڑوں کی طرف دیکھا، وہ یقیناً اتنی مضبوط تھی کہ کم از کم اس کو کچے دھاگے کی طرح توڑنا زرل جیسی حسین اور نازک اندام عورت کے بس کی بات نہیں ہو سکتی تھی پھر وہ طاقت کس کی تھی؟ فوری طور پر میرے ذہن میں اس نوجوان دیوانے کا خیال ابھرا جس نے اپنا نام عثمان غنی بتایا تھا۔ اس نے لوہے کے مضبوط دروازے کو بھی جس آسانی سے اکھاڑ کر رکھ دیا تھا وہ کسی معمولی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ دانش نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ عثمان غنی کا تعلق جناتوں کے کسی شیطانی گروہ سے ہے۔ ہو سکتا ہے اسی نے زرل کے جسم پر قبضہ جمانے کے بعد وہ افرا تفری پھیلائی ہو لیکن کس لیے؟ اس نے زرل اور پانڈے کو پریشان کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی تھی؟ کیا صرف وہ مجھے اپنی غیبی قوتوں سے مرعوب کرنا چاہتا تھا؟ مگر کیوں؟

کچھ دیر بعد ندیم نے واپسی کا ارادہ کیا تو زرل اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"بھائی صاحب۔ میں آپ سے بنتی کرتی ہوں کہ ہمارے لیے کسی اور ٹھکانے کا بندوبست کر دیں۔ اگر چور یا ڈاکوؤں نے یہ گھر دیکھ لیا ہے تو وہ دوبارہ بھی آ سکتے ہیں۔"

"دھیرج سے کام لو بھاگوان۔" پانڈے نے اسے سمجھانے کی خاطر کہا۔ "ندیم صاحب کے ہمارے اوپر بہت اپکار (احسان) ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ اب کوئی ہمیں پریشان نہیں کرے گا۔"

"لیکن میرا من کچھ اور کہتا ہے۔" یکلخت زرل نے بڑی گہری سنجیدگی اور پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "اگر وہ پاپی بھوشن ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے اور اسے ہمارے ٹھکانے کا علم ہو گیا ہے تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"آپ کی اطلاع کی خاطر عرض کر دوں کہ بھوشن اپنے ایک آدمی کو قتل کرنے کے جرم میں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے اور اس وقت جیل کی کسی کوٹھری میں بیٹھا اپنے ستاروں کو برا بھلا کہہ رہا ہو گا۔"

"لیکن اس کے پالتو شکاری کتے تو کھلے ہوئے ہیں۔ وہی ہماری بوٹیاں نوچنے کے لیے بہت کافی ہوں گے۔" زرل نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اس کے بولنے کا انداز فطری نہیں تھا۔

"اگر وہ بھوشن ہی کے شکاری اور پالتو کتے ہوتے تو آپ لوگوں کو اس وقت بھی ٹھکانے لگا سکتے تھے۔" میں نے جواز پیش کیا۔

"وہ ___ وہ ___ پاپی ہمیں سسکا سسکا کر مارنا چاہتا ہے۔" زرل نے اس بار خود کلامی کے انداز میں کہا۔ "پہلے اس نے ہمارے گھر پر اپنے آدمی بھیج کر ہمارے بسیرے کو اجاڑا اور اب ___ اب وہ ہمارے کاروبار کو چتا کی آگ کی طرح جلا کر رکھ دے گا۔"

ندیم نے زرل کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو غور سے دیکھا۔ میری نگاہیں بھی اسی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، پانڈے نے اسے سمجھانے کے لیے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر فون کی گھنٹی کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ زرل بدستور چپ چاپ کھڑی خلا میں گھور رہی تھی۔ فون ورانڈے میں ہمارے سامنے ہی رکھا تھا۔ پانڈے نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا پھر دوسرے ہی لمحے ریسیور اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ خود پانڈے کی حالت بھی خاصی ابتر اور قابل رحم ہو گئی تھی۔ وہ دیوار کا سہارا لے کر تخت پر بیٹھ گیا پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"کیا ہوا مسٹر پانڈے۔" ندیم نے اونچی آواز میں دریافت کیا۔ "کس کی کال تھی؟"

"زرل نے سچ کہا تھا۔" پانڈے نے بہ مشکل اپنا جملہ ادا کیا۔ "کسی نے ہمارے کاروبار کو آگ لگا دی ہے۔"

ہم نے پلٹ کر زرل کی جانب دیکھا جو ابھی تک تصویر حیرت بنی خلا میں گھور رہی تھی لیکن یہ وقت اس سے یا پانڈے سے کوئی سوال جواب کا نہیں تھا۔ ندیم اور میں ایک ساتھ ہی باہر کی جانب لپکے تھے۔

جس عمارت میں پانڈے کا دفتر واقع تھا وہ پوری طرح بھڑکتے ہوئے شعلوں کی لپیٹ میں تھی۔ قرب و جوار کی کچھ اور عمارتیں بھی اس کی لپیٹ میں آتی جا رہی تھیں۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی فائر بریگیڈ کا عملہ بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ وہ آگ پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ ہر طرف ہجوم ہی ہجوم تھا جس کی وجہ سے کام کرنے والے عملے کو خاصی دشواری ہو رہی تھی۔ آس پاس کی بلڈنگوں کے دفتر کا سارا عملہ باہر سڑک پر نکل آیا تھا۔ ہم نے اپنی گاڑی تقریباً ایک فرلانگ دور ہی روک لی تھی۔ اس سے آگے جانے کی صورت میں ہم بھی ٹریفک کے اس ہجوم میں پھنس جاتے جس میں سے کسی گاڑی کا واپس نکلنا مشکل ہی نظر آ رہا تھا۔ ساجد نے کمال ہوشیاری سے ایک ایسے موڑ کے قریب گاڑی پارک کی تھی جہاں سے ایک بائی لین روڈ میں مڑا جا سکتا تھا جو اس وقت خالی پڑی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ شہر کے دو چار فائر اسٹیشن کا عملہ اور بھی آ جائے تو بھی پانڈے کے دفتر کو نہیں بچا سکتا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب تک تو دفتر کا سارا ریکارڈ اور فرنیچر جل بھن کر خاک ہو چکا ہو گا۔"

"زرل پر پڑنے والے دورے اور اس آگ کے پیچھے کسی ایک ہی شخص کا ہاتھ نظر آتا ہے۔" میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ بھوشن کے جیل جانے کے بعد اس کے آدمی پاگل ہو گئے ہوں اور ہر طرف افرا تفری پھیلا رہے ہوں۔"

"اور ہو سکتا ہے کہ ان دونوں حادثوں میں تمہاری 'کالا دیوی' کی مہابلی شامل ہو۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "جہاں تک دفتر کو نذر آتش کرنے کا سوال ہے تو ممکن ہے بھوشن کے آدمیوں نے پانڈے کو سامنے لانے کی خاطر یہ گھٹیا چال چلی ہو، لیکن زرل کی بپتا کو تم کیا کہو گے۔"

"مگر تم نے کہا تھا کہ پانڈے کو تلاش کرنا کالا کے لیے بھی مشکل ہو گا۔"

"میں بھی اسی ایک نکتے پر غور کر رہا ہوں۔" ندیم نے بھڑکتے شعلوں اور پانی کے درمیان ہونے والی دھواں دھار کشمکش کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر ___ اب کیا ارادہ ہے۔" میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے اب ہمارا یہاں رکنا بے کار ہی ہو گا۔"

aazzamm@yahoo.com

"تم ساجد کے ساتھ گھر چلو میں کچھ دیر بعد آؤں گا۔"

"لیکن تمہاری واپسی کیسے ہوگی۔"

"میری فکر مت کرو۔" ندیم نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔ "کسی سے بھی لفٹ مانگ لوں گا۔"

پھر ساجد نے ندیم کا اشارہ پا کر گاڑی بائی لین روڈ کی طرف گھما دی۔ میرا ذہن پے در پے ہونے والی ان دونوں کہانیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا' نرل کی دیوانگی میں کسی پراسرار قوت کا ہاتھ سوچا جاسکتا تھا لیکن پانڈے کے دفتر میں کون آگ لگا سکتا تھا؟ یقیناً "اس کا کوئی دشمن ہی ہو سکتا تھا جس نے آگ لگانے کے بعد اسے فون پر اس کی خبر دینی بھی ضروری سمجھی تھی' پھر اچانک میرے ذہن میں نرل کا ایک جملہ ابھرا" اس آگ کے بارے میں خدشے کا اظہار اسی نے کیا تھا" اس وقت اس کے بولنے کا انداز بھی فطری نہیں تھا' ایسی صورت میں یہی رائے قائم کی جاسکتی تھی کہ ان دونوں حادثوں کے پیچھے کسی ایک ہی طاقت کا ہاتھ ہوگا' لیکن وہ طاقت کس کی تھی؟

"کالکا ... لیڈی مکارکس ... حسنہ" یا پھر "مشتاق غنی؟"

گھر پہنچ کر میں اندر داخل ہی ہوا تھا کہ عارفہ اور نسیم دونوں بوکھلائی ہوئی میرے قریب آگئیں۔ دونوں کے چہرے ستے ہوئے تھے' منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں' میرا دل دھک سے رہ گیا۔

"کیا بات ہے۔ تم دونوں اس قدر پریشان کیوں ہو۔" میں نے نسیم سے دریافت کیا۔

"کوئی شخص بار بار فون کر رہا ہے۔" نسیم نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میں نے کیسینو بھی کئی فون کیے لیکن آپ دونوں وہاں بھی موجود نہیں تھے۔"

"فون کون کر رہا تھا۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

اس نے اپنا نام نہیں بتایا لیکن ہر بار اس نے صرف ایک ہی پیغام دیا تھا۔" اس بار عارفہ بولی۔ "اس کا کہنا ہے کہ اگر آپ اس گھر سے فوراً اپنے گھر منتقل نہ ہوگئے تو خدانخواستہ آپ کو جانی اور مالی نقصان ہو سکتا ہے۔"

"اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا؟"

"نہیں۔"

"کیا تم دونوں پہلے بھی کبھی اس کی آواز سن چکی ہو۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ آواز جیسے شنکر پانڈے سے ملتی جلتی تھی۔" نسیم نے جواب دیا۔

پانڈے کا نام سن کر مجھے شدید حیرت ہوئی۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ پانڈے نہیں ہو سکتا پھر بھی میں نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے' رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں ہوئی۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے پانڈے کی آواز سنائی دی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے کہا' پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "دفتر میں لگنے والی آگ کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی' میرا مطلب یہ ہے کہ وہ آواز کسی مرد کی تھی یا عورت کی۔"

"وہ ... وہ فون میرے ہی ایک آدمی نے کیا تھا۔" پانڈے کے لب و لہجے میں کرختگی جھلک رہی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مسٹر شہباز' میرا خیال ہے کہ اب تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔" پانڈے نے سخت آواز میں کہا۔ "میں سمجھ چکا ہوں کہ تم اور تمہارا دوست ہمارے ساتھ کیا دوغلی چال چل رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ شاید اس وقت ..."

"شٹ اپ۔" پانڈے نے چیخ کر کہا۔ "تم لوگوں نے مجھے گھر سے بے گھر کیا۔ صرف اس لیے کہ تم میرے بنگلے کو عیاشی کے مقصد کے لیے استعمال کرو' تمہاری ہی وجہ سے بھوشن میرا دشمن بنا' اس سے پہلے بھی میرے جس قدر نقصان ہوئے ہیں ان میں بھی تمہارا ہی ہاتھ ہے۔"

"نرل کی دیوانگی میں کس کا ہاتھ تھا؟" میں نے سپاٹ انداز میں سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ کوئی ورما کی بے چین روح مجھ سے انتقام لے رہی ہو۔ اسے بھی تم نے مارا تھا۔"

"کیا ابھی کچھ پیشتر تم ہی نے ہمیں فون کیا تھا۔"

"ہاں۔" پانڈے کا لہجہ بدستور درشت اور اکھڑا اکھڑا تھا۔ "میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تمہارے جس آدمی نے میرے کاروبار کا ستیاناس کیا ہے وہ میری نظر میں آچکا ہے' تم لوگ مجھے تباہ کرنا چاہتے تھے' کر چکے اب میری باری ہے۔"

"تم نے شاید یہ مشورہ دیا تھا کہ میں ندیم کے بنگلے سے شفٹ ہو کر اپنے نئے مکان میں چلا جاؤں۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "اس مکان میں جسے بھوشن اور اس کے آدمیوں نے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔"

"اور تم نے اس کا انتقام لینے کی خاطر میرے کاروبار کو آگ لگا دی۔ حساب برابر ہو گیا۔ اب ہمارے درمیان نیا کھاتہ کھلے گا اور اس بار تمہیں اور تمہارے مترو کو نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔" پانڈے نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ "میری بات دھیان سے سنو شہباز خان' جتنی جلدی ممکن ہو تم اپنے بنگلے میں چلے جاؤ۔"

"ورنہ تم اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتے جس میں اس وقت میرا قیام ہے۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا' مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ آواز پانڈے کی ضرور تھی لیکن اس وقت اس کے دل و دماغ پر کسی اور کا قبضہ تھا۔

"یہ بات من سے نکال دو مسٹر شہباز۔ میں تمہیں دفتر جاتے ہوئے راستے میں یا پھر تمہارے اپنے ہی دفتر میں بھی ٹھکانے لگوا سکتا ہوں۔"

"آئی سی۔ گویا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو۔"

"یہی سمجھ لو' ویسے ایک بات اور سن لو میں اور نرل کل شام کو اپنے بنگلے میں جانے کا پروگرام طے کر چکے ہیں' اپنے دوست سے کہنا کہ وہ میری کوٹھی کو بارہ گھنٹے کے اندر اندر خالی کرا دے۔"

"پریشان مت ہو۔ تمہاری کوٹھی کل صبح تک خالی ہو جائے گی۔" میں نے وقت کی نوعیت کو بھانپتے ہوئے کہا۔ "لیکن ندیم کے ساتھ رہنا یا نہ رہنا میرا ذاتی مسئلہ ہے جس میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کروں گا۔"

کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔"

"ہاں ... اور میں اپنے کیے ہوئے فیصلوں میں ترمیم کرنے کا اختیار بھی خود ہی رکھتا ہوں۔" اس بار میں نے بھی قدرے درشت لہجہ اختیار کیا۔

"لیکن اب شاید تم زیادہ دنوں تک با اختیار نہیں رہ سکو گے۔" پانڈے کے لہجے میں چیلنج تھا' پھر اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد ہی اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا' عارفہ اور نسیم دونوں میرے قریب بیٹھی تھیں' میری گفتگو سے بھی ان دونوں نے کچھ اندازہ لگا لیا تھا پھر میں نے ریسیور رکھا تو عارفہ نے تیزی سے پوچھا۔

"خدانخواستہ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے۔"

"فون کیا پانڈے ہی کر رہا تھا۔" نسیم نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"کیا کہہ رہا تھا وہ ..." عارفہ نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا پھر بولی۔ "آپ کے یہاں رہنے یا نہ رہنے سے اس کی ذات کو کیا دخل ہے۔"

"پریشان مت ہو۔" میں نے ان دونوں کو بہلانے کی خاطر جواب دیا۔ "پانڈے اس وقت بہت زیادہ الجھا ہوا تھا۔ آج ہی اس کے ساتھ تلے اوپر دو افتاد ایسی پڑ چکی ہیں جس نے وقتی طور پر اسے پاگل کر دیا ہے۔ پہلے اس کی بیوی کا دماغی توازن خراب ہو گیا تھا' پھر کسی دشمن نے اس کے کاروباری ٹھکانے کو جلا کر راکھ کر دیا۔"

"لیکن ان دونوں حادثات سے آپ کی ذات کا بھلا کیا تعلق ہے جو آپ کو بے تکے فون کر رہا ہے۔" نسیم نے جھلا کر پوچھا۔

"آپ کوئی بات ہم سے چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہیں۔" عارفہ نے کہا۔

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے مصلحتاً دروغ گوئی کی۔ "پانڈے نے آخر میں مجھ سے معذرت کر لی ہے۔"

"وہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔" نسیم نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ شاید وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوئی تھی۔

"اس لیے کہ وہ بھی کل شام تک اپنی کوٹھی میں واپس جانے کا ارادہ کر چکا ہے۔" میں نے ایک دو اور معقول بہانے کیے پھر بات کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "امی جان کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"بخار ٹوٹ چکا ہے لیکن کمزوری ابھی تک باقی ہے۔"

"تم نے دوا پلا دی تھی۔" میں نے عارفہ سے دریافت کیا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" عارفہ نے بڑی معصومیت سے جواب دیا' وہ اب بھی میرے چہرے کے تاثرات سے میری ذہنی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ نسیم کی طرح وہ بھی میرے جواب سے مطمئن نہیں تھی۔ میں اس وقت بذات خود بھی اس مسئلے پر الجھ رہا تھا۔ نرل کی دیوانگی کی اطلاع خود پانڈے نے دی تھی۔ اس پر پڑنے والے دورے کا اندازہ ہمیں اس کے گھر میں پہلا قدم رکھنے کے بعد ہی ہو گیا تھا۔ پانڈے کا بیان تھا کہ اس نے نرل کو بڑی مشکلوں سے رسیوں سے باندھ رکھا ہے لیکن وہ اپنی خواب گاہ میں بالکل نارمل دکھائی دی تھی۔ کرسی کے ساتھ بندھے ہونے کے بجائے وہ اپنی مسہری پر نیم دراز ملی تھی۔ خود پانڈے بھی سفید رسی کے ٹکڑوں کو کرسی کے قریب فرش پر پڑا دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ اس کے بعد نرل نے غیر فطری انداز میں اس اندیشے کا اظہار کیا تھا کہ کوئی طاقت اس کے کاروبار کو آگ لگا دے گی۔ اس کے بعد پانڈے کو وہی اطلاع موصول ہوئی جس کے شبہ کا اظہار نرل کر چکی تھی۔ وہ چکرا کر رہ گیا تھا' لیکن اب وہی مجھ سے بالکل بدلے ہوئے انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں اور بھی سوالات گونج رہے تھے لیکن میں نے نسیم اور عارفہ کی موجودگی میں ان سوالات کو حل کرنے کی کوشش نہیں کی اور والدہ کے کمرے میں آ گیا' جن کی طبیعت گزشتہ ایک ہفتے سے ناساز چل رہی تھی۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد جب میں نے ندیم کو اپنی اور پانڈے کے درمیان ہونے والی تفصیل سے آگاہ کیا تو ندیم بھی مجھے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔

"اب مجھے یقین آچکا ہے کہ جو کھیل اچانک اتنی برق رفتاری سے شروع ہوا ہے اس کی پشت پر کسی نہ کسی پراسرار قوت کا دخل ضرور ہے۔"

"لیکن ہم ہواؤں سے تو نہیں لڑ سکتے۔" میں نے کہا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"کیا کاکا نے تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے؟" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نہیں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"تم نے کہا تھا کہ کاکا کی گندی طاقت بھوشن کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بھوشن کی گرفتاری اور پھر جیل جانے کے بعد اس نے ہمیں پریشان کرنے کے لیے کئی محاذ کھول دیے ہوں۔"

"لیکن پانڈے اور نرمل تک اس کی رسائی کس طرح ہو گئی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "بات اگر صرف بھوشن کی ہوتی تو کاکا اپنی ماورائی قوتوں کو بروئے کار لا کر اس کو رہائی بھی دلوا سکتی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس بار اس نے طریقہ کار بدل دیا ہو۔" ندیم نے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "پانڈے سے تمہاری گفتگو کس وقت ہوئی تھی؟"

"واپسی کے فوراً بعد۔ پانڈے اس سے پہلے کئی فون کر چکا تھا۔"

"اب نہیں کر سکے گا۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے ندیم کے جواب پر چونک کر پوچھا۔ "اب کیا ہو گیا؟"

"اب پانڈے اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"تمہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرے جو آدمی پانڈے کے بنگلے کی نگرانی پر مامور تھے انہوں نے خبر دی ہے۔" ندیم نے پہلو بدل کر گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ان کی اطلاع کے مطابق پانڈے اچانک بھاگتا ہوا گھر سے باہر گیا تھا پھر اس نے بیچ سڑک پر پہنچ کر خود کو گولی مار لی اور اب اس کی لاش پولیس اسپتال کے سرد خانے میں پڑی ہے۔"

"نرمل کا کیا بنا؟ کیا اسے اس حادثے کی اطلاع مل چکی ہے؟"

"ابھی اس کی تصدیق نہیں ہوئی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ابھی تک بے خبر ہے ورنہ اسپتال جا کر پانڈے کا دیدار کرنے کی کوشش ضرور کرتی۔"

"کیا یہ مناسب ہو گا کہ ہم نرمل کو فون کر کے۔۔۔"

"نہیں۔ فی الحال خاموشی ہی بہتر ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔

✿♥✿

میں دوسرے روز سراج کے دفتر گیا تو وہ خاصا پریشان نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں اس کے علاوہ اس کا ایک قابل اعتماد اسسٹنٹ بھی موجود تھا جو مجھ سے اچھی طرح واقف تھا۔ سراج نے ہاتھ ملا کر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر اپنے ماتحت سے بولا۔

"کیا تم نے پڑوس میں رہنے والوں سے بھی معلومات کی تھیں؟"

"یس سر! لیکن ان کا بیان ہے وہ اکثر تین تین چار چار روز سے اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں آتی تھی۔ ایسی صورت میں وہ مقفل ہی رہتا تھا۔"

"اس کے چال چلن کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"پڑوسیوں میں سے کسی کو بھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ سب ہی اس کی ملنساری کی تعریف کر رہے تھے۔" سب انسپکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔ "کم از کم اپنے محلے میں اس کا کردار بے داغ ہی تھا لیکن ایک ادھیڑ عمر کے نوکر نے اس کے بارے میں صرف اتنا کہا تھا کہ جو حسین لڑکی سلیمان شاہ اور میڈم ماہ رخ کے ساتھ چوبیس گھنٹے رہتی ہو وہ کردار کے معاملے میں مشکوک ہی سمجھی جائے گی۔"

"کون تھا وہ شخص۔۔۔؟"

"سیاست کے میدان کا ایک پٹا ہوا مہرہ۔ ایک بار اس نے سلیمان شاہ کے حلقے سے انتخاب لڑنے کی کوشش کی تھی' اس کے مقابلے پر سلیمان شاہ کا ایک بندہ بھی کھڑا ہوا تھا اس لیے ادھیڑ عمر والے کی دال نہیں گلی' اتنے کم ووٹ ملے کہ بے چارے کی ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔ ہو سکتا ہے اسی وجہ سے وہ سلیمان شاہ اور میڈم سے خار کھاتا ہو اور ان افراد کو بھی اچھی نظروں سے نہ دیکھتا ہو۔۔۔"

"آخری بار وہ اپنے اپارٹمنٹ پر کب دیکھی گئی تھی؟" سراج نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"جس روز میڈم اسپتال میں داخل ہوئی تھیں' اس سے دو روز قبل' اس کے بعد سے وہ ابھی واپس نہیں آئی۔"

"ٹھیک ہے' تم دو ایک سادہ لباس والوں کو اپارٹمنٹ کی نگرانی پر مامور کر دو۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "وہ جس وقت بھی واپس آئے مجھے فوراً خبر دی جائے اور ہاں' اس کے علاوہ کسی اور کو اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر کوئی ضد کرے تو تم اسے حراست میں لے کر میرے سامنے پیش کرو گے۔"

"او کے سر۔"

"خیریت تو ہے مسٹر سراج۔" میں نے سب انسپکٹر کے جانے کے بعد بڑی معصومیت سے دریافت کیا۔ "یہ کس لڑکی کو گھیرنے کے لیے جال بچھایا جا رہا ہے؟"

"میں دو روز سے سخت پریشان ہوں مسٹر شہباز' اسی لیے میں نے آپ سے یہاں آنے کی درخواست کی تھی ورنہ خود حاضر ہو جاتا۔"

صہونیت اور عالم اسلام

--------- طارق اسمٰعیل ساگر

★ خلیج کی جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی عبرت انگیز تحریر
★ صہونیت کے مکروہ عزائم کا کچا چٹھہ
★ عظیم تر اسرائیل کے ناپاک ارادوں کا احوال
★ یہودیوں کے مستقبل کے گھناؤنے منصوبوں کا تفصیلی تذکرہ

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار-لاہور 2

قیمت -/125

امیر تیمور ... گر

امیر تیمو
حسینہ تا
کی دلچ

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)
aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"کوئی اہم بات ہے؟"

"جی ہاں۔ دو روز سے کچھ عجیب و غریب اور پے در پے وارداتیں ہو رہی ہیں۔" سراج نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "دو روز پیشتر مجھے ایک کال موصول ہوئی تھی ہو سکتا ہے کہ کسی نے جان بوجھ کر ہمیں پریشان کرنے کی کوشش کی ہو۔ آپ خود بھی محکمے میں رہ چکے ہیں اس لیے بخوبی واقف ہوں گے کہ جب بھی کوئی بڑا آدمی یا سرکاری اہلکار پکڑا جاتا ہے تو ایسے فون کا تانتا بندھ جاتا ہے۔"

"جی ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پولیس کو پریشر میں لانے کی خاطر اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنا اب ایک رسم بھی بن چکی ہے۔"

"جس شخص نے مجھے فون کیا تھا کہ اس نے دھمکی دی تھی کہ اگر بھوشن کے سلسلے میں پولیس نے عدالت کے روبرو اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کی تو اس کا انجام خطرناک ہوگا۔ یہ بھی کہا تھا کہ مجھے اور آئی جی صاحب دونوں کو راستے سے ہٹا دیا جائے گا۔"

"کیا پانڈے کی وہی فون آیا تھا؟"

"جی نہیں۔ میرا خیال ہے وہ شخص کسی دیوانے کی بڑ تھی، لیکن کل مسٹر پانڈے کے کاروبار کو آگ لگانے کی واردات اور مسٹر پانڈے کی خودکشی نے مجھ کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "ویسے میرا خیال ہے کہ بھوشن کو بچانے کی خاطر اس کا پریشر گروپ کام کر رہا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ بھوشن نے پانڈے سے ایک خاصی بڑی رقم کا مطالبہ کیا تھا۔"

"جی ہاں لیکن افسوس تو اس بات کا ہے مسٹر پانڈے نے بھی ہمارا ہاتھ بٹانے سے گریز کیا۔ اگر کسی خوف کی وجہ سے وہ روپوش ہی ہونا چاہتے تھے تو کم از کم مجھے آگاہ کر دیا ہوتا تاکہ میں ان کی حفاظت کا معقول بندوبست کر دیتا۔"

"آگ والے حادثے میں کیا کسی کی گرفتاری ابھی تک عمل میں آئی؟"

"بغیر کسی ثبوت کے ہم کسی پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ محض کسی فون کال کی بنا پر تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

"فون کال۔" میں چونکا۔ "کیا اس آگ کے سلسلے میں بھی آپ کو کوئی فون کال موصول ہوئی تھی؟"

"جی ہاں۔ آگ کی اطلاع ملنے سے پہلے ہمیں ایک نامعلوم شخص نے فون پر یہ دھمکی دی تھی کہ وہ بھوشن کی بے عزتی کا انتقام لینے کی خاطر مسٹر پانڈے کے کاروبار کو جلا کر راکھ کر دے گا۔ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر ایک دو آدمی وہاں بھیج دیے تھے اور متعلقہ تھانے کے انچارج کو بھی چوکس رہنے کی ہدایت کر دی تھی لیکن اس کے باوجود ہمارے آدمی کسی مشکوک شخص کو حراست میں نہیں لے سکے۔ ان کا کہنا ہے کہ آگ آناً فاناً اتنی برق رفتاری سے بھڑکی تھی کہ وہ سب ششدر رہ گئے۔ فائر بریگیڈ کے آتے آتے خاصا نقصان ہو چکا تھا۔"

"آگ لگنے کا سبب کیا تھا؟"

"ابھی تک کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہو سکا، ویسے عام طور پر ایسے پیچیدہ معاملات میں فائل کا پیٹ بھرنے کی خاطر شارٹ سرکٹ ہی کا بہانہ تراشا جاتا ہے۔"

"کیا پانڈے کی موت کے سلسلے میں بھی کوئی فون آیا تھا؟" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہی بات تو میری پریشانی کا سبب ہے، جس شخص نے پانڈے کے کاروبار کو نذر آتش کرنے کی دھمکی دی تھی اسی نے پانڈے کی موت کی بھی اطلاع دی تھی لیکن ہم اسے بچا نہ سکے۔ ہمارے جائے وقوعہ پر پہنچنے سے پیشتر ہی وہ دم توڑ چکا تھا۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "بظاہر یہ کیس سو فیصد خودکشی ہی کا نظر آ رہا ہے، جس ریوالور سے پانڈے نے خود کو ہلاک کیا تھا وہ لائسنس شدہ ہے۔ ریوالور پر انگلیوں کے جو نشانات ملے ہیں وہ بھی ماہرین کی رپورٹ کے مطابق پانڈے ہی کے ہیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ بھوشن کو بچانے کی خاطر پھر کوئی پراسرار طاقت سرگرم عمل ہو گئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ مگر سابقہ تجربوں کی روشنی میں اس خیال کی نفی بھی کی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ نادیدہ قوت دوسروں کی طرح بھوشن کو بھی رکی کے قتل کے الزام سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال سکتی ہے۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ اس بار اس نے ہمیں بوکھلاہٹ میں مبتلا کرنے کی خاطر اپنا طریقہ کار تبدیل کر دیا ہو۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا پھر فون کی گھنٹی بجی تو کال اٹینڈ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ جب وہ گفتگو ختم کر چکا تو میں نے کہا۔

"مسٹر سراج، جس وقت میں یہاں آیا تھا۔ آپ اپنے ماتحت سے کسی اپارٹمنٹ کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔"

"یہ ایک علیحدہ پریشانی ہے۔" سراج شاہ نے اچکاتے ہوئے بولا۔ "کل رات میڈم ماہ رخ نے مجھ سے گھر پر رابطہ قائم کیا تھا۔ انہوں نے مجھے کسی قسم کی تحریری رپورٹ درج کرنے سے منع کیا ہے، ذاتی طور پر درخواست کی ہے کہ میں ان کی سیکریٹری مس بلیحہ کو ٹریس کرنے کی کوشش کروں، میڈم کا ذاتی خیال ہے کہ کسی نے ان کی سیکریٹری کو اغوا کر لیا ہے۔"

"ایک بات پوچھوں مسٹر سراج۔" میں توقف سے بولا۔ "کیا یہ حقیقت ہے کہ سلیمان شاہ نے زمینوں سے واپسی پر ماہ رخ سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن ماہ رخ نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا تھا اور اس ضمن میں بیماری کی آڑ لی تھی۔"

"آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔" سراج نے مجھے چونک کر دیکھا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ماہ رخ کو زہر دینے کے سلسلے میں آپ نے پہلا شبہ میرے اوپر کیا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے شرمندگی ہے لیکن میری جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا تھا، اس لیے کہ سلیمان شاہ کے گارڈز اور دوسرے ملازموں کا بیان یہی تھا کہ ۔۔۔" "مس بلیحہ کے اچانک منظر عام سے غائب ہو جانے اور ماہ رخ کے سلیمان شاہ سے بیماری کا بہانہ کر کے نہ ملنے کے سلسلے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

"گڈ۔۔۔" سراج نے خوشی کا اظہار بڑی سنجیدگی سے کیا۔ "گویا آپ کے ذہن میں بھی وہی خیال ہے، جس کا شبہ مجھے ہو رہا ہے۔"

"آپ کو کس بات کا شبہ ہو رہا ہے؟"

"اب آپ کسر نفسی یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔" سراج نے دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر آگے جھکتے ہوئے مدھم آواز میں کہا۔ "میں اس بات کا شبہ پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں کہ میڈم نے زہریلی شراب کے سلسلے میں کسی پر شک کا اظہار نہیں کیا تھا مگر مجھے یقین تھا کہ وہ اس شخصیت سے کسی نہ کسی زاویے سے واقف ضرور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سلیمان شاہ کے اشارے پر کسی لالچ یا دباؤ میں آ کر مس بلیحہ نے میڈم کو ختم کرنے کی سازش میں میں کوئی اہم کردار ادا کیا ہو اور اب سلیمان شاہ نے اپنے آدمیوں کے ذریعے بلیحہ کو منظر عام سے ہٹا دیا ہو۔ مس بلیحہ اگر ہمارے ہاتھ لگ جاتی تو اپنی زبان کھول کر سلیمان شاہ کے لیے خطرات پیدا کر سکتی تھی۔"

"میں انکار نہیں کروں گا مسٹر سراج۔" میں نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "میرے ذہن میں بھی آپ کی زبانی بلیحہ کے اغوا کی اطلاع ملنے کے بعد فوری طور پر اسی شک نے سر ابھارا تھا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اگر ہمارا شبہ درست ہے تو اب وہ زندہ حالت میں بھی سامنے نہیں آئے گی۔ سلیمان شاہ جیسے کھاگ اور گرگ جہاں دیدہ سے اس حماقت کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ بلیحہ کو زندہ چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

"اور ایسی صورت میں ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔" سراج نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "ہمیں فوری طور پر مس بلیحہ کو بازیاب کرنا ہوگا۔"

"سوچ لیں۔ کیا آپ سلیمان شاہ کے مقابلے پر قدم جما کر کھڑے رہ سکیں گے۔"

سراج کے جواب دینے سے پیشتر دوبارہ فون کی گھنٹی بجی اور سراج نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ جیسے جیسے وہ دوسری جانب سے کی جانے والی گفتگو سن رہا تھا اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے جا رہے تھے۔ میں اس تبدیلی کو خاص طور پر محسوس کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ حکومت بھی قانونی اقدام کے سلسلے میں بھی بخل سے کام نہیں لیتا۔ نتیجہ بعد میں دیکھا جائے گا لیکن کیا تم کو یقین ہے کہ ۔۔۔ اگر تم پولیس کے ہمدرد ہو تو کھل کر سامنے آنے سے کیوں گریز کر رہے ہو ۔۔۔ میں سمجھ رہا ہوں لیکن ۔۔۔ ہیلو ۔۔۔ ہیلو ۔۔۔ ہیلو۔"

دوسری جانب سے شاید سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا، چنانچہ سراج نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ ایک لمحہ تک وہ ذہنی طور پر کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش میں مصروف رہا پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ میرے ساتھ تھوڑا تعاون کر سکیں گے۔"

"اگر میرے اختیار میں ہوا تو ضرور کروں گا۔"

"مجھے اسی وقت آپ کے عزیز دوست مسٹر ندیم کے کیسینو کی تلاشی لینی ہوگی اور آپ میرے ساتھ چلیں گے۔"

"لیکن ندیم نے۔۔۔"

"ہو سکتا ہے کسی شخص نے پھر ہمیں ایک درست اطلاع دی ہو۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس وقت بھی اسی شخص کا فون تھا جس نے ہمیں پہلے مسٹر پانڈے کے کاروبار اور پھر اس کی خودکشی کی اطلاع دی تھی اور دونوں اطلاعات سو فیصد درست ثابت ہو چکی ہیں۔"

"نئی اطلاع کیا ہے؟"

"مس بلیحہ اس وقت مسٹر ندیم کے کیسینو میں موجود ہیں۔"

"اور آپ اسی سلسلے میں کیسینو کو کھنگالنا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔" سراج نے اٹھتے ہوئے کہا، پھر چیختے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میری درخواست ہے کہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں، اس طرح میری کچھ دشواریاں بھی کم ہو جائیں گی۔"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب دینے سے پس و پیش کیا مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ بلیحہ کیسینو کے زمین دوز کمرے میں موجود ہے، جو شخصیت بھی سراج کو فون پر اطلاعات دے رہی تھی وہ یقینی طور پر کوئی ایسی ہی قوت کی مالک تھی کہ اس کی رسائی ہر جگہ ممکن تھی، میں سراج کو ٹال بھی نہیں سکتا تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ بلیحہ کیسینو سے بازیاب ہو، اس میں ندیم کی شخصیت مخدوش ہو سکتی تھی۔

"آپ نے کوئی جواب نہیں دیا شہباز صاحب۔" سراج

aazzamm@yahoo.com

نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ میری مدد نہیں کریں گے۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

"گڈ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی موجودگی کے سبب میں بہت ساری ریشہ دوانیوں سے بچ جاؤں گا۔"

میں اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں تھا کہ سراج کی درخواست کو رد کر دیتا' بعد میں ملیحہ کی بازیابی کی صورت میں میری پوزیشن بھی سراج کی نظروں میں مشکوک ہو سکتی تھی' بہرحال میرا خیال تھا کہ ندیم اتنی آسانی سے کیسینو کی تلاشی دینے پر آمادہ نہیں ہو گا' اس کے اپنے بھی کچھ تعلقات تھے اور سراج بغیر وارنٹ کے اس کے کیسینو کی تلاشی بھی نہیں لے سکتا تھا۔

ہم کیسینو پہنچے تو ندیم اپنے کمرے میں ہی موجود تھا' مجھے اور سراج کو ایک ساتھ دیکھ کر اس کے چہرے پر بس ایک لمحے کو کھنچاؤ سا پیدا ہوا لیکن پھر اس نے خود پر قابو پانے کے سلسلے میں حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

"تشریف لائیے مسٹر سراج۔" اس نے اٹھ کر سراج سے ہاتھ ملایا پھر اپنی زبان میں بولا۔ "کیا آج پھر آپ نے کسی خاص مقصد کے تحت اس کیسینو کو عزت بخشنے کی خاطر زحمت کی ہے۔"

"مسٹر سراج ملیحہ نامی کسی لڑکی کی بازیابی کے سلسلے میں تشریف لائے ہیں۔" میں نے سراج کی آمد کا مقصد بیان کیا تو ندیم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا آپ کے پاس کیسینو کی تلاشی کے لیے کوئی سرچ وارنٹ موجود ہے۔" اس نے براہ راست سراج سے پوچھا۔

"اگر میں سرچ وارنٹ حاصل کر لیتا تو اس وقت یہاں تنہا مسٹر شہباز کے ساتھ آنے کی کوشش بھی نہ کرتا۔" سراج نے دوستانہ انداز میں جواب دیا۔

"ملیحہ کے یہاں موجود ہونے کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی؟" ندیم نے خشک آواز میں سوال کیا۔

"مجھے کسی نے فون پر مخبری کی ہے۔ وہ کون تھا' میں اسے نہیں جانتا' البتہ آپ کو یہ بتانا ضرور پسند کروں گا کہ فون کرنے والا وہی شخص تھا جس نے مسٹر پانڈے کے کاروبار کی آتشزدگی اور پھر اس کی خود کشی کی اطلاع دی تھی۔"

"مسٹر سراج کا بیان ہے کہ کل رات ماہ رخ نے ملیحہ کی بازیابی کی خاطر درخواست کی تھی' اس کا خیال ہے کہ ملیحہ کو کسی وجہ سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"آپ چونکہ اس بار میرے دوست کے ساتھ آئے ہیں اس لیے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ تشریف لائیے میرے ساتھ۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تلاشی کے سلسلے میں آپ کی مدد اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ ندیم آسانی سے سراج کو بغیر سرچ وارنٹ کے تلاشی لینے کی اجازت دے گا لیکن پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب سراج کی تلاش بسیار کے باوجود ملیحہ وہاں نہیں ملی' گزشتہ رات میں نے جس خواب گاہ میں ملیحہ سے گفتگو کی تھی وہ بھی خالی ہی ملی تھی۔ سراج کو اپنے ارادے میں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہرحال اس نے واپسی کے وقت پہلی بار ندیم سے بڑی گرمجوشی کے ساتھ رخصتی مصافحہ کیا تھا اور تلاشی دینے کے سلسلے میں اس کے تعاون کی تعریف اور شکریہ بھی ادا کیا تھا۔

"کبھی بغیر ڈیوٹی کے بھی یہاں تشریف لائیں مسٹر سراج۔ مجھے خوشی ہو گی۔"

"مصروفیات نے موقع دیا تو آپ کی خوشی پوری کرنے کی خاطر ضرور حاضری دوں گا۔"

سراج چونکہ میری گاڑی میں آیا تھا اس لیے اس کی واپسی کا فرض بھی مجھے ادا کرنا پڑا' راستے میں ہمارے درمیان اسی نادیدہ شخصیت کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی جو فون پر پولیس کو مختلف خبریں فراہم کر رہی تھی' سراج کو اس کے آفس پہنچانے کے بعد میں سیدھا اپنے دفتر آیا پھر سب سے پہلا فون میں نے ندیم ہی کو کیا تھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم دفتر پہنچتے ہی مجھے کال کرو گے۔" دوسری جانب سے ندیم نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے سراج کے ہمراہ مجبوراً آنا پڑا تھا۔" میں نے ندیم کو سراج سے ملاقات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"پریشان مت ہو۔۔۔ جو کچھ ہوا بہتر ہی ہوا۔ باقی گفتگو رات کو ہو گی۔" ندیم نے جواب دینے کے ساتھ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ شاید وہ فون پر ملیحہ کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دفتر پہنچنے کے بعد میں نے سب سے پہلے وانی کو بلا کر اس کے بارے میں دریافت کیا لیکن وہ دفتر میں نہیں تھی' وہ مجھ سے دو روز کی چھٹی مانگ کر گئی تھی لیکن چھٹی گزر جانے کے بعد بھی ڈیوٹی پر واپس نہیں آئی تھی۔ مجھے دفتری امور کے سلسلے میں اس کی چنداں کوئی ضرورت نہیں تھی' لیکن اب میں اس کی اصلیت جاننے کے لیے سخت بے چین تھا' پے در پے ہونے والے حیرت انگیز واقعات نے ہمارے علاوہ پولیس کو بھی تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب تک جتنی وارداتیں ہو چکی تھیں ان میں کم از کم میرے خیال کے مطابق کسی ایک ہی خفیہ قوت کا ہاتھ تھا لیکن ابھی تک میرے ذہن کی رسائی اس تک نہیں ہو سکی تھی۔ کالکا نے دو روز سے مجھ سے کوئی رابطہ قائم

نہیں کیا تھا۔ حسنہ بھی دو روز سے غائب تھی اور لیڈی مکالہ نس نے بھی دو روز سے میری رہنمائی کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی' اس کے علاوہ عثمان غنی کے بارے میں بھی مجھے یہ تشویش لاحق ہو گئی تھی کہ وہ اچانک میری مدد پر کیوں سامنے آ گیا۔ وہ کون تھا؟ مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ اس نے مجھے کچھ دھمکیاں بھی دی تھیں۔ جس کا بظاہر کوئی سر پیر میری سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔

یکلخت میرے ذہن میں ایک اہم نکتہ ابھرا' یا تو جو کچھ پیش آ رہا تھا اور حالات نے جو تیزی اختیار کر لی تھی اس میں کالکا ہی کا مافوق الفطرت ہاتھ شامل تھا اور اگر ایسا نہیں تھا تو پھر اس نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ ملیحہ کے سلسلے میں بھی مجھے اس بات کی کھوج لگی تھی کہ ندیم نے اسے اچانک کہاں روپوش کر دیا تھا' کیا اسے علم ہو گیا تھا کہ سراج اس کے کیسینو کی تلاشی لینے والا تھا۔ میری موجودگی میں ندیم نے سراج کو اپنی پوری عمارت کے ہر حصے کی سیر کرا دی تھی لیکن ملیحہ کہیں بھی نہیں تھی۔ دو ہی صورتوں کے بارے میں غور کیا جا سکتا تھا' یا تو ملیحہ کو زمین دوز خواب گاہ سے ہٹانے میں خود ندیم کا اپنا ہاتھ تھا یا پھر ملیحہ کسی طرح پہرے داروں کو جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ میں ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ خوشبو کا ایک مسحور کن جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا' میں نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا تو کالکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی۔ اس کا وہ روپ بھی کسی منتخب حسینۂ عالم سے کم نہیں تھا۔ اس روپ کو دو سروں کے لیے مسحور کن بنانے کی خاطر اس نے برائے نام لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے' میرے سامنے وہ ہاتھ باندھے کھڑی عجیب معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"تم کب آئیں۔۔۔" میں نے کرسی پر پہلو بدل کر پوچھا۔

"کیوں کیا تمہیں اس وقت میرا آنا برا لگا۔" وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی' اٹھلاتی' بل کھاتی' دل پر بجلیاں گراتی میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔

"دو روز سے تم کہاں غائب تھیں؟"

"دیکھ رہی تھی کہ تم اپنی کالکا کو یاد کرتے ہو یا بالکل ہی بھول گئے ہو۔" اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے اپنی دراز اور گھنی پلکوں کو جنبش دے کر کہا۔ "آج تم نے یاد کیا اور تمہاری داسی تمہارے چرنوں میں آ گئی۔"

میں نے فوری طور پر اپنے دل کے تمام دروازے مقفل کر لیے۔ مجھے معلوم تھا کہ صندلی انگوٹھی کے گم ہو جانے کے بعد اب کالکا میرے دل کا احوال بھی جان سکتی تھی' ہو سکتا تھا کہ وہ پہلے ہی میرے ذہن کو پڑھ چکی ہو۔

شاہ فیصل شہید

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

شاہ فیصل شہید کے کارناموں اور ان کی ذاتی زندگی کے متعلق ایک دلچسپ کتاب ----

قیمت: -/50 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"جب میرے اور تمہارے درمیان دھند کا ایک پردہ حائل تھا اس وقت اور بات تھی لیکن اب تو تم میرے دل کا حال جان سکتی ہو۔" میں نے اسے آزمانے کی خاطر کہا۔ "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ان دو دنوں میں' میں نے تمہیں کتنی بار یاد کیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم سے مخلص رہی تھی۔ تمہیں میری۔۔۔ اپنی کالکا کی باتیں بری تو نہیں لگتیں۔"

"اس وقت تم خلاف توقع کچھ زیادہ ہی مہربان نظر آ رہی ہو۔"

"سوچتی ہوں اب تم سے پکی دوستی کر لوں۔"

"ایک شرط پر۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"تم آئندہ کبھی مجھے کالی یا بھیروں کے روپ میں نظر نہیں آؤ گی۔"

"کوشش کروں گی۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "پر اتنا یاد رکھو کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں' دونوں سے بجتی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہے۔"

"کیا تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے؟"

"ہاں۔" اس نے سرد آہ بھر کر خمار آلود لہجہ اختیار کیا۔ "اب جبکہ ہمارے درمیان کوئی پردہ نہیں' ہم ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں' اپنی منو کامنا میں پوری کرسکتے ہیں۔ تم اب بھی دور دور ہی رہتے ہو۔ کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی؟"

"اچھی تو لگتی ہو لیکن تمہارے شریر کی اگنی سے ڈرتا ہوں۔" میں نے دیدہ و دانستہ دروغ گوئی سے کام لیا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ جل کر راکھ ہو جاؤں۔"

"کاکا کو بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔" اس نے روٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے سنجیدگی اختیار کرلی۔ "حالات کس قدر تیزی سے کروٹیں بدل رہے ہیں اس کا اندازہ میرے مقابلے میں تمہیں زیادہ ہوگا۔"

"ہاں۔ کاکا سب کچھ جانتی ہے۔" اس کا تکلم متکبرانہ ہوگیا۔ "کون کیا کررہا ہے؟ کیوں کررہا ہے؟ میں ایک ایک بات سے واقف ہوں۔"

"کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ پانڈے کے کاروبار کو کس نے آگ لگائی تھی؟ وہ کون سی شکتی ہے جس نے پانڈے کو خودکشی کرنے پر مجبور کردیا۔"

"یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی بھولے ناتھ۔" اس نے پہلوتہی اختیار کی۔ "تم کیول اتنا یاد رکھو کہ کاکا کی مہان شکتی تمہارے ساتھ ہے۔"

"ماہ رخ نے سلیمان شاہ سے ملنے سے انکار کردیا ہے اس کی کیا وجہ تھی؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے پوچھا۔

"جو سمبندھ پاپ کی ڈور سے بندھا ہو وہ بہت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔" اس نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "ماہ رخ اور سلیمان شاہ کے درمیان بھی اب بہت ساری دراڑیں پڑ چکی ہیں' دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن چکے ہیں۔ کوئی بھی کسی وقت پرلوک سدھار سکتا ہے' جس کا داؤ پہلے چل گیا وجے اسی کی ہوگی لیکن تم کس کے لیے بیاکل ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ سلیمان شاہ نے میری وجہ سے ماہ رخ کو ختم کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"اس کی جگہ تم ہوتے تو تم بھی یہی کرتے۔" وہ عجیب معنی خیز لہجے میں بولی۔ "ان کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے یہ تم اور تمہارا مترا بھی جانتا ہے۔" "سلیمان شاہ اور ماہ رخ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں پاپ کی سیکڑوں کہانیوں سے جانکاری رکھتے ہیں' لیکن سلیمان شاہ تمہاری اور ماہ رخ کی تصویروں کو برداشت نہیں کرسکا۔"

"اور وہ تصویریں تم نے سلیمان شاہ تک پہنچائی تھیں۔"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی۔" اس نے بڑی صاف گوئی اور بے پروائی سے کہا۔ "پریم اور یدھ (جنگ) میں سب چلتا ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔ "ماہ رخ کا جیون یا سلیمان شاہ کی موت؟"

"میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں کے درمیان صلح ہوجائے۔"

"اب یہ ناممکن ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک کا مرنا ضروری ہوگیا ہے۔"

"کیا تمہاری مہان شکتی بھی کچھ نہیں کرسکتی۔"

"تمہاری دلچسپی کس میں زیادہ ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "ماہ رخ میں یا اس کی سندر سکریٹری جو کسی کونے کھدرے میں چھپی بیٹھی ہے۔"

"پانڈے کی موت کے بعد اب زرل کا کیا بنے گا۔" میں نے افسوس کا اظہار کیا تو کاکا چونک گئی۔

"تمہیں سندر ناریوں کا اتنا خیال کیوں ہے۔ کیا میں تمہیں اچھی [illegible] مجھے بتاؤ' تم مجھے کس روپ میں دیکھنا چاہتے ہو۔"

"تم نے ابھی مجھ سے پکی دوستی کی بات کی تھی۔" میں نے پھر موضوع بدلنا چاہا۔

"کاکا کو جل (دھوکا) دینے کی کوشش مت کرو بھولے ناتھ۔ میں اب تمہارے من کے اندر جھانک سکتی ہوں۔ تمہارے وچاروں کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتی ہوں۔"

"کیا پڑھا تم نے۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔ "کیا ہمارے درمیان دوستی نہیں ہوسکتی۔"

"ہوسکتی ہے مگر ایک شرط میری بھی ہوگی۔" کاکا کا مطلب اس کی زبان تک آگیا۔ "تمہیں پروفیسر ابرار کے سلسلے میں میری سہائتا کرنی ہوگی۔"

"کیا تم میرے [illegible] پروفیسر کا فارمولا حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"اس کے سوا مجھے اس بوڑھے کھوسٹ سے اور کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔"

"لیکن تم بھول رہی ہو کالا رانی کہ بھوشن رکی کو قتل کرنے کے سنگین جرم میں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا ہے۔" میں نے تمسخر اڑانے کی کوشش کی۔ "بھوشن ہی نے اس فارمولے کی خاطر رکی کو بھی خریدا تھا لیکن اس کی رقم کے ساتھ ساتھ مار کر [illegible] ڈوب گئی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز خان کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" کاکا نے اس بار سنجیدگی اختیار کی۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں اگر نہ چاہوں تو بھی تمہاری دھرتی کا کوئی قانون بھوشن کو پھانسی کے پھندے تک لے جاسکتا ہے۔"

"اس بار سراج کے ساتھ اس کے محکمے کا ڈی آئی جی بھی شامل ہے۔"

"نالی میں رینگنے والے نیچ کیڑوں کی بات مت کرو۔" وہ حقارت سے بولی۔ "رکی کی موت کا معاملہ تو میں جانتی ہوں کہ اسے بھوشن نے ہی مارا تھا۔"

"پھر۔۔۔" میں چونکنے کی اداکاری کی۔ "رکی کی لاش بھوشن کی کوٹھی میں کس طرح پہنچ گئی۔"

"اس کا پتا بھی چل جائے گا۔ تم پروفیسر ابرار کی بات کرو۔" اس نے مجھے خشک اور تیز نظروں سے گھورا۔

لیڈی میکارتس نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ کاکا سے بگاڑ کرنا میرے لیے دانشمندی کے منافی ہوگا لیکن حسنہ کا خیال اس کے برعکس تھا۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ جب تک آگ کے شعلے میرے ساتھ ہیں کوئی دوسری قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

"کس وچار میں گم ہو میرے من مندر کے دیوتا۔" کاکا نے مجھے لبھانے کی خاطر کہا۔ "کیا تم کاکا کی مہان شکتی سے دوستی کرنے سے انکار کرسکو گے۔" اس کے آخری جملے میں میرے لیے کھلی ہوئی دھمکی بھی تھی۔

"بھوشن کے اجرتی قاتل مجھے اور میرے ڈرائیور کو راستے سے اغوا کرکے کسی زمین دوز کمرے میں لے گئے تھے۔" میں نے پینترا بدل کر کہا۔ "وہ مجھے سسکا سسکا کر مارنے کا خواب دیکھ رہے تھے تم نے بھی کالی کے روپ میں مجھے اپنے پیر چاٹنے کا حکم دیا تھا لیکن آگ کے شعلے لپک کر ہمارے بیچ آگئے تھے اور تب تم نے وہاں رکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیا تم مجھے بتاؤ گی کالا رانی تم ان بھڑکتے شعلوں سے ڈر کر فرار ہوگئی تھیں؟"

کاکا بل کھاتی ہوئی کرسی سے اٹھ گئی۔ اس کی پیشانی پر بے شمار سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے قہر ٹپک رہا تھا۔ وہ مجھے خطرناک نظروں سے گھور رہی تھی۔ شاید اسے میری صاف گوئی گراں گزری تھی یا پھر وہ مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کررہی تھی کہ آگ کے وہ شعلے بھی اس کی مافوق قوت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

"کیا میں نے بھول سے کوئی غلط بات کہہ دی۔" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"تم نے اب کاکا کے سامنے بولنا بھی سیکھ لیا ہے۔" اس کے لہجے میں سیکڑوں ناگوں کی پھنکار شامل تھی۔ "بڑی اونچی کلپنائیں کرنے لگے ہو۔ اپنے قد سے بھی زیادہ بہت بلندی تک اڑنے کی کوشش کررہے ہو۔ کیا تم کاکا کی شکتی کا امتحان لینا چاہتے ہو۔"

"تمہارا یہی انداز مجھے گراں گزرتا ہے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "سچائی کی کوئی بات میری زبان سے پھسل جائے تو تم ایک دم ہی رویہ بدل لیتی ہو۔"

"کس کے بل پر اتنی اونچی اڑان اڑنے کے سپنے دیکھ رہے ہو شہباز خان۔" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ اس کے تیور اور لب و لہجے میں اب تلخی آگئی تھی۔

"میں اس قوت کے علاوہ کسی اور کو نہیں مانتا جس نے مجھے پیدا کیا ہے' زندگی اور موت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔"

"میرا سمے مت برباد کرو۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "دو شبدوں میں کیول اتنا بتادو کہ تم پروفیسر ابرار کے سلسلے میں میرا ساتھ دوگے یا نہیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" میں نے دل کڑا کرکے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "میں اپنے وطن اور اپنی قوم کے ساتھ غداری نہیں کرسکتا۔ چاہے اس کے لیے مجھے اپنی جان کا نذرانہ ہی کیوں نہ دینا پڑے۔"

"کچھ باتیں سمے سے پہلے سمجھ میں نہیں آتیں۔" کاکا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "ضروری نہیں کہ منش کا انت ویسا ہی ہو جیسا وہ وچار کرے' کبھی کبھی آتما اور شریر کے سمبندھ ٹوٹنے میں بڑی کٹھنائیاں بھوگنا پڑتی ہیں۔ منش تڑپ تڑپ کر موت کی بھکشا مانگتا ہے لیکن موت کی دیوی بھی اس سے منہ پھیر لیتی ہے' کیا تم ایسی موت مرنا پسند کرو گے؟"

"جب قسمت کے لکھے کو بھگتنا ضروری ہے تو پھر ڈر کس بات کا۔" میں نے کاکا کے ہی کہے ہوئے جملے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ہمارا ایمان ہے کہ قسمت کا لکھا ہر حال میں پورا ہوتا ہے۔"

"ایک بار پھر سوچ لو شہباز خان۔ کاکا کی دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔" اس نے مجھے ڈرانے کی خاطر سفاک انداز اختیار کیا۔ "تم اپنے پتا کی موت کو کیوں بھول رہے ہو۔ کیا تمہیں اپنی ماتا پر بھی دیا نہیں آتی۔"

"کیا مطلب۔" میں تڑپ اٹھا۔ کاکا کے جملے میرے وجود میں ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیوں کی طرح چبھ رہے تھے۔

"مطلب بھی تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" اس بار کاکا نے میری تڑپ کا تمسخر اڑاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے۔" میں چیخ اٹھا۔ "لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا' اگر میری ماں کو کچھ ہوا تو۔۔۔"

"تم کاکا کے ٹکڑے کرڈالو گے۔ کیوں مذاق کررہے ہو بھولے ناتھ۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "پرچھائیوں سے ٹکرانا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کش کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"تم جیسی سمان شکتی کی مالک ہو تو پھر پروفیسر کے سلسلے میں میری مدد کی بھیک کیوں مانگ رہی ہو۔"

"سنبھلو شہباز۔ تم بھول رہے ہو کہ کالکا کی شکتی اپرمپار ہے۔ تم اس کے چمتکار بھی دیکھ چکے ہو۔"

"چلی جاؤ کالکا۔" میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "تمہیں تمہارے دیوی اور دیوتاؤں کا واسطہ۔"

"میں جا رہی ہوں۔" کالکا نے تضحیک آمیز رویہ اختیار کیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت حواسوں میں نہیں ہو۔ میں پھر آؤں گی۔ پرنتو ایک بات میری بھی سن لو۔ دنیا کی کوئی بھی شکتی بھوشن کو پھانسی کی سزا نہیں دے سکتی۔ میں اس کی سہائتا کروں گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح میں نے تمہیں شنکر کے ہاتھوں سے بچانے کی بھول کی تھی۔ اگر اس سمے میں تمہارے اور شنکر کے درمیان نہ آجاتی تو وہی تمہارے لیے بہت ہوتا' پرنتو اب بھی سمے کی ڈور کالکا کے ہاتھ میں ہے۔ بھوشن کو بچانے والی بات اپنے متر سراج اور اس کے بڑوں سے بھی کہہ دینا۔"

پھر کالکا غصے میں بھری ہوئی میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ اس کے سلسلے میں اس کی دھمکی سن کر میں برداشت نہیں کر سکا تھا۔ میرے ماضی کے کچھ زخم پھر سے ہرے ہونے لگے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس وقت تمام احتیاط کو [illegible] کالکا کی [illegible] سے بھی [illegible]

میرے خون کی گردش بہت دیر تک بے قرار رہی پھر میں نے خود کو مصروف کرنے کی خاطر ایک فائل کھولی ہی تھی کہ ڈائریکٹ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں نرمل بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے پانڈے کی بیوہ کی آواز ابھری۔

"میرے لائق کوئی خدمت۔" میں نے نرمی سے پوچھا۔

"میرے اوپر ایک دیا کرو گے۔"

"آپ حکم دیں۔" میں نے بدستور انکساری سے جواب دیا۔

"میں اس سے اپنی کوٹھی سے بول رہی ہوں' جانتے ہو کیوں۔ مجھے اب اسی چھت کے نیچے جیون بتانا ہے اور اپنے سورگباشی پتی کا سوگ بھی منانا ہے۔"

"مجھے آپ سے پوری پوری ہمدردی ہے۔"

"کیا تم کو معلوم ہے کہ میرے پتی دیو نے خودکشی کیوں کی تھی؟" نرمل نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے اس کا پتا اس وقت چلا تھا جب لاش پوسٹ

مارٹم کے لیے روانہ کی جا چکی تھی۔" میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "آپ پر جو بپتا پڑی ہے میں بھی اس میں برابر کا شریک ہوں اس لیے کہ پانڈے صاحب سے میرے تعلقات بھائیوں جیسے تھے۔"

"میں جانتی ہوں کہ میرے پتی دیو نے جیو ہتھیا (خودکشی) کس کارن کی ہے۔"

"کیا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی صورت میں تو قاتل یا قاتلوں کو فوراً گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ کیا آپ نے ڈی ایس پی سراج کو خودکشی کی وجہ بتا دی ہے۔"

"یہی سوچ رہی ہوں کہ بتاؤں یا نہ بتاؤں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرے پتی کو شبہ ہو گیا تھا کہ میں نے کسی اور کے ساتھ تعلقات بڑھا لیے ہیں۔"

"اس شک کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے میرے بارے میں۔" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ کسی نے ذاتی دشمنی یا پھر کسی اور وجہ سے سورگباشی پانڈے جی کے کان بھرے ہوں گے۔"

"میں نے بھی انھیں یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن ان کے اندر شکست کا پیڑ بہت زیادہ تناور ہو چکا تھا۔"

"پانڈے جی کو کس پر شبہ تھا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اسی ہتھیارے پر جس کا نام انھوں نے خودکشی کے ارادے سے پہلے مجھے بتایا تھا۔"

"کیا آپ مجھے وہ نام بتانا پسند کریں گی۔"

"صرف ایک شرط پر۔" نرمل نے اس بار سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم اس شخص کو مجبور کرو گے کہ وہ خود پولیس کے سامنے پیش ہو کر اپنے گھناؤنے جرم کا اعتراف کرے اور یہ بھی اقرار کرے کہ اس نیچ ذات نے بلاوجہ میرے اجلے دامن پر کالک لگانے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا آپ اس کو جانتی ہیں۔"

"کاش نہ جانتی تو اچھا تھا۔" نرمل نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں جسے دیوتا سمجھ رہی تھی وہ پلید ثابت ہوا۔"

"پھر تو ایسے آدمی کو کسی قیمت پر معاف نہیں کرنا چاہیے۔" میں نے بھی نفرت ہی کا اظہار کیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" نرمل نے کہا پھر اس کی آواز بڑی تلخ ہوگئی۔ "اس ہتھیارے کا ایک نام راکیش بھی ہے۔ ایک بار اس نے ہماری خواب گاہ میں اسی نام سے داخل ہو کر گھناؤنی باتیں کی تھیں۔"

راکیش کا نام سن کر میرا ماتھا ٹھنکا' مجھے یقین تھا کہ کالکا نے

میرے پاس سے جاتے ہی نرمل کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔

"راکیش اس کا اصلی نام نہیں ہے۔ وہ صرف سوانگ رچا کر ہمارے بیچ آیا تھا۔ اس کا ایک نام اور بھی ہے۔"

"وہ کیا۔" میں نے پوچھ ہی لیا۔

"شہباز خان۔" نرمل نے نفرت سے جواب دیا۔ "تم نے ہمارا دوست بن کر ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی کوشش کی ہے۔ میں تم کو کبھی شما نہیں کروں گی۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت بلاوجہ جذباتی ہو رہی ہیں ورنہ میں کسی راکیش نامی شخص سے واقف نہیں ہوں۔"

"شہباز خان کا نام تو سنا ہو گا۔" وہ اور جذباتی ہو گئی۔ "کیا وہ تم نہیں تھے جس نے راکیش کا روپ دھارا تھا۔"

"میں آپ سے فوری طور پر مل کر کچھ صفائی پیش کرنا چاہوں گا۔"

"میرے پاس اب تمہارے لیے کوئی سمے نہیں ہے اور میں اپنا تحریری بیان دینے کی خاطر پولیس اسٹیشن جا رہی ہوں' تمہیں جو صفائی پیش کرنی ہے اب عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر کرنا۔"

"نرمل دیوی میں ـــــ"

میں اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا' دوسری جانب سے رابطہ ختم کر دیا گیا تھا پھر کالکا کے شیطانی اور وحشیانہ قہقہے میرے کانوں میں گونجنے لگے' کالکا نے پھر ایک گھنیا چال چلی تھی۔ "کیا جو حادثات پیش آرہے تھے اس کی پشت پر بھی کالکا ہی کا ہاتھ تو نہیں ہے؟" میرے ذہن میں یہ سوال بجلی بن کر کوندا تھا۔

نرمل کا آخری جملہ سن کر میں ایک لمحہ کو پریشان ہو گیا۔ میرے ذہن میں اس گھناؤنے ڈرامے کی پشت پر کالکا ہی کا ہاتھ نظر آرہا تھا۔ وہی بھوشن کی رہائی کے سلسلے میں مجھے چیلنج کر کے گئی تھی اور اب شاید اس نے نرمل کے دل و دماغ کو اپنی مٹھی میں کر لیا تھا جو اسے گھر پہنچ گئی تھی۔ اس گھر کو خالی کرنے کے لیے پانڈے نے مجھے فون کیا تھا۔ خود پانڈے نے بھی میرے اوپر بے بنیاد الزامات لگائے تھے لیکن ندیم کی اطلاع کے بعد وہ اب اپنے تراشیدہ [illegible] ات میں رنگ بھرنے کے لیے اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ سراج نے بھی اپنے آدمیوں کے حوالے سے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ کاروبار کو آگ لگنے کے بعد پانڈے اچانک بھاگتا ہوا اپنے عارضی ٹھکانے سے باہر نکلا تھا پھر اس نے اپنا ہی ریوالور کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبا دی تھی۔

مجھے پانڈے کی خودکشی پر افسوس تھا۔ شاید حالات کی نوعیت نے اس کا ذہنی توازن خراب کر دیا تھا لیکن اب نرمل کی باتوں نے مجھے الجھا دیا تھا۔ راکیش کے روپ میں میں ہی اس کی خواب گاہ تک پہنچا تھا۔ راکیش کی حیثیت کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا پھر نرمل نے راکیش کے بھید کو کس

مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کی عیاشیاں

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے متعلق تحریر کی گئی ایک مکمل حوالہ جاتی کتاب جو قاری کے لئے دلچسپی کا باعث بنے گی۔

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

طرح پا لیا تھا۔

"کیا میں آپ کی سوچ میں مخل ہو سکتی ہوں؟"

میں حسنہ کی مانوس آواز سن کر چونکا۔ نرمل کی وجہ سے میں اتنا محو ہو گیا تھا کہ مجھے کمرے میں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہو سکا تھا۔ میں نے حسنہ کو بیٹھنے کی پیشکش کی پھر خود کو سنبھالتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"ملازمت میں اصولی طور پر چھٹیاں ختم ہو جانے پر یا تو واپس آکر ڈیوٹی جوائن کر لینی چاہیے یا پھر اپنی مزید غیر حاضری کی اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے۔"

"میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی لیکن آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں دفتر سے کوئی تنخواہ نہ لینے کا وعدہ کر چکی ہوں۔"

"یہ باتیں صرف ہم دونوں کے درمیان ہوئی تھیں جبکہ دفتر میں اور بہت سارا عملہ بھی کام کرتا ہے۔ آپ شاید میرا مطلب سمجھ رہی ہوں گی۔"

"جی ہاں لیکن آپ دفتر والوں سے کوئی بہانہ بھی کر سکتے ہیں۔" وہ بڑی غیر سنجیدگی سے مسکرا کر بولی۔ "میں نہیں سمجھتی کہ کوئی آپ کے بہانے کی تصدیق کرنے کی حماقت کرے گا۔"

"آئندہ کے لیے کیا پروگرام ہے؟"

"میں نے آپ کی ملازمت ایک مخصوص ضرورت کے تحت اختیار کی تھی۔ جس دن میری ضرورت پوری ہو گئی میں آپ کا شکریہ ادا کر کے واپس چلی جاؤں گی۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"مجھے معلوم ہے لیکن تم نے ابھی تک مجھے اپنی ضرورت کے بارے میں آگاہ نہیں کیا۔" میں نے قدرے بے تکلفی سے کہا۔ "اس کی وجہ دریافت کرسکتا ہوں؟"

"سوری۔" وہ مجھے عجیب انیدہ بیم کی حالت میں گھورتے ہوئے بولی۔ "جس دن آپ کو میری ضرورت کا پتا چل گیا۔ اسی دن سے ہمارے راستے جدا جدا ہوجائیں گے اور میں اس عارضی تعلق کو ابھی ترک بھی نہیں کرنا چاہتی۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" اس بار میں نے اس کی نگاہوں میں دور تک جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ "پراسرار قوتیں اسی انداز میں گول مول بات کرتی ہیں جس طرح تم کرتی ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

فی الحال میں اس سوال کا جواب صرف اسی حد تک دے سکتی ہوں کہ میری ضرورت براہ راست آپ کی ذات سے ہے اس لیے جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ میں آپ کے مفاد میں بتا رہی ہوں۔"

"جس کے مفاد کا اتنا خیال رکھا جاتا ہے اس سے دل کی کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیے۔" میں نے جان بوجھ کر رومانٹک ہونے کی کوشش کی تو اس کے گداز ہونٹوں پر معنی خیز تبسم ابھر آیا۔ کچھ توقف سے بولی۔

"میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ محض میری زبان کھلوانے کی خاطر مصنوعی اپنائیت کا اظہار کررہے ہیں لیکن آپ کو مذاق میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟" میں نے بدستور بے تکلفی کا اظہار کیا۔ "کیا میرے سینے میں دل نہیں ہے؟"

"ہے بھی اور نہیں بھی۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ بات ابھی تک آپ کے دوست کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم عارفہ ابھی زندہ ہے۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"فکرمند نہ ہوں، میری زبان سے نکلی ہوئی بات آپ کے سوا کوئی اور نہیں سن سکتا۔"

"لیکن۔"

"عارفہ خوش قسمت ہے جو آپ نے اسے اپنا لیا ورنہ طاغوتی قوتیں شاید اسے زندہ نہ چھوڑتیں۔"

میں ایک لمحے کو چکرا کر رہ گیا۔ جو بات ابھی میرے اور ندیم کے علاوہ کسی اور قوت کے علم میں بھی نہیں تھی وہ حسنہ کو کس طرح معلوم ہوگئی تھی؟ کہیں وہ مجھے اعتماد میں لے کر میری زبان تو نہیں کھلوانا چاہتی تھی؟ ایسی کون سی ضرورت تھی جسے میرے سوا کوئی اور پورا نہیں کرسکتا تھا؟

"مسٹر شہباز۔" حسنہ میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے بولی۔ "کیا آپ کو میری ذات پر اعتماد نہیں ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے لیکن کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ تمہیں میری ذات سے اس قدر دلچسپی کس لیے ہے؟" میں نے سنبھل کر کہا۔

"میں اس کا جواب دے چکی ہوں۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میری ضرورت آپ کی ذات سے وابستہ ہے اس لیے میں جب تک یہاں ہوں آپ کی حفاظت کرنا میرے اوپر فرض ہے۔"

"مجھے کیا خطرہ لاحق ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"خطرات تو بہت سے ہیں لیکن فی الحال آپ کا ذہن سورگ باشی پانڈے کی سندر دھرم پتنی نرمل کے بارے میں زیادہ پریشان ہے۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ آپ کا اندازہ غلط ہے تو؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ ایک بار پھر معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر بولی۔ "لیکن میں آپ کو اس بات کا اطمینان دلانا ضروری سمجھتی ہوں کہ اب نرمل پولیس کو وہ بیان نہیں دے گی جو اس نے فون پر آپ سے کہا تھا۔ آپ چاہیں تو سراج صاحب سے تصدیق کرلیں۔ نرمل اس وقت ان ہی کے دفتر میں موجود ہے۔"

"اگر اسے میرے خلاف کوئی بیان نہیں دینا تو پھر اس کا سراج کے آفس میں موجود ہونا۔"

"جگت نارائن۔" حسنہ نے سنجیدگی سے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کا اصلی نام کبیرداس ہے، کبیرداس کے روپ میں اس نے دیش بھگت کا روپ بھر رکھا ہے۔ اس کے واقف کار اس کی پوجا کرتے ہیں۔ دھرتی کا سب سے بڑا دیالو سمجھتے ہیں لیکن اس کا دوسرا روپ نہیں جانتے۔ جگت نارائن کا نام پولیس لسٹ پر بھی موجود ہے لیکن ابھی تک ہمارے دیس کی پولیس بھی اس کا کھوج نہیں لگا سکی۔ جگت نارائن کے روپ میں وہ کسی راکشس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ رکی کے غائب ہونے کے بعد ہی بھوشن کے ٹولے نے جگت نارائن اور بھوشن کا گٹھ جوڑ کرایا تھا لیکن بھوشن بھی اس سے ناواقف ہے جگت نارائن کا دوسرا روپ کیا ہے؟"

"پھر بھوشن کے آدمیوں کو اس کی خبر کیسے ہوگئی؟" میں نے تجسس کا اظہار کیا۔

"جگت نارائن نے بدمعاشوں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کی ایک پوری فوج بنا رکھی ہے لیکن انہیں بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ وہ صرف فون پر ملنے والی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ بھوشن کے ٹولے میں بھی جگت نارائن کے ایک دو آدمی موجود ہیں۔"

جگت نارائن اور بھوشن کے گٹھ جوڑ کا مقصد کیا ہے؟"

"آپ کو راستے سے ہٹانا۔" حسنہ نے بڑے یقین سے کہا۔ "بھوشن نے اس کام کے عوض اسے جو ایڈوانس دیا ہے وہ بھی کروڑوں میں ہے۔"

"لیکن اس وقت جگت نارائن کا نام درمیان میں کہاں سے آگیا۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"نرمل اس وقت اپنا یہی بیان ریکارڈ کرا رہی ہے کہ پانڈے کی موت اور اس کے کاروبار کی تباہی میں جگت نارائن اور اس کے ساتھیوں کا ہاتھ ہے۔"

"اور اس بیان کے لیے غالباً اسے تم نے آمادہ کیا ہے؟"

"اگر نہ کرتی تو کوئی اور گندی قوت اسے آپ کے خلاف زہر اگلنے پر مجبور کردیتی۔"

"کسی اور قوت سے تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟"

"ایک بات اور بتادوں۔" حسنہ نے میرے سوال کو یکسر نظرانداز کرکے کہا۔ "جس کارندے نے بھوشن اور جگت نارائن کی گفتگو کرائی تھی وہ اور نرمل دونوں مارے جائیں گے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔"

"کیا تم بھی نہیں؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ کی ذات کے علاوہ میں کسی اور کے سلسلے میں کسی دوسری طاقت سے نہیں ٹکرا سکتی۔"

"بھوشن کے اس آدمی کا نام کیا ہے جو نرمل کے ساتھ مارا جائے گا۔"

"میں نے کہا نا کہ ان دونوں کو اب موت سے نہیں بچایا جاسکتا۔ طاغوتی قوتیں اپنا جال بچھا چکی ہیں۔" حسنہ نے پراعتماد لہجہ اختیار کیا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں سراج کو نرمل کے بارے میں صرف اس حد تک ہوشیار کردوں کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"آپ کی اپنی مرضی ہے، ضرور کردیں لیکن اپنے نام سے نہیں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ولیم پوکر کا نام استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔"

"تم۔۔!" میں نے حیرت سے حسنہ کو دیکھا لیکن اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔

"میں ایک بار آپ سے پھر یہی درخواست کروں گی کہ آپ بھوشن کے جیل سے رہا ہوتے ہی کسی طرح اسے ٹھکانے لگادیں۔" حسنہ یکلخت بے حد سنجیدہ ہوگئی۔ "یہ آپ کا میری ذات پر پہلا اور آخری احسان ہوگا۔"

میں نے حسنہ کو بہت غور سے دیکھا میرے ذہن میں کسی نامانوس شخصیت کا ہیولا دھوئیں کی شکل میں آہستہ آہستہ ترتیب پا رہا تھا لیکن پھر تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا اور ہیولے کے نقوش اجاگر ہونے کے بجائے بکھر کر غائب ہوگئے میں پھر اندھیرے میں بھٹک گیا۔

"پلیز مسٹر شہباز۔" حسنہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے بارے میں ذہن پر زور دینے کی کوشش نہ کریں۔ وقت آنے پر میں خود سے اپنا تعارف کرادوں گی۔ وہ شاید ہماری آخری ملاقات ہوگی۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر بھوشن کو ہمیشہ زندہ رکھوں گا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "اس لیے کہ میں تمہاری جیسی محسنہ کو کھونا نہیں چاہتا۔"

"مجھے صرف حسنہ بنا رہنے دیں۔ پلیز۔" اس نے بجھے عجیب افسردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ ان نگاہوں میں درد و ویرانی پھیل گئی تھی۔

"تم بھوشن کی موت کیوں چاہتی ہو؟ کیا اس نے۔"

"آپ کو یہ کام کرنا ہوگا۔" اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ میری درخواست ہے۔"

"ون منٹ۔" میں نے اسے دوبارہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے ولیم پوکر کا نام کیوں لیا تھا۔ تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"صرف اسی حد تک کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟ میرا مطلب ہے کہ کیا وہ میرے سلسلے میں کامیاب ہوجائے گا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پھر کبھی سہی۔ اس وقت آپ نرمل اور بھوشن کے اس آدمی کو بچانے کی کوشش کریں جن کی زندگی کی بظاہر کوئی امید نہیں نظر آتی۔" حسنہ نے سادگی سے جواب دیا اور خاموشی سے گردن جھکا کر میرے آفس سے نکل گئی۔

حسنہ کے جانے کے بعد میں نے ریسیور اٹھا کر سراج کے نمبر ڈائل کیے۔ حالات کے پیش نظر نرمل کو بچانا ضروری تھا۔ اب تک اس نے جو کردار ادا کیا تھا۔ وہ کسی طاغوتی طاقت کے زیر اثر کیا تھا۔ اس کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔

"ہیلو۔ سراج آن دی لائن۔"

"ولیم پوکر دس اینڈ۔" میں نے ولیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "ہائی نیس ڈی ایس پی اگر میری اطلاع غلط نہیں ہے تو اس وقت مسٹر پانڈے کی وڈو (WIDOW) نرمل تمہارے دفتر میں موجود ہے۔"

"کیا اطلاع فراہم کرنا چاہتے ہو۔" سراج نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نرمل جو بیان دے رہی ہے وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے ولیم پوکر کی آواز میں کہا۔ "بھوشن نے جیل جانے کے بعد اپنے گرگوں کے ذریعے جگت نارائن کے ٹولے سے کروڑوں روپوں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کے عوض ڈیل کرلی ہے۔ یہ بات کسی طرح نرمل کی ناج میں آگئی ہے لیکن اس بدنصیب کو شاید یہ نہیں معلوم کہ وہ اپنا بیان ریکارڈ کرانے کے بعد گھر تک زندہ واپس نہیں جاسکے گی۔ اس کے ساتھ بھوشن کا وہ کارندہ بھی ختم کردیا جائے گا جس نے جگت نارائن اور بھوشن کے درمیان گٹھ جوڑ کرایا تھا۔"

"اس کا کیا نام ہے؟"

"سوری۔ مجھے اس بورفیلو کا نام نہیں معلوم لیکن تم نرمل کو بچانے کی کوشش کروگے۔ میری اطلاع کے مطابق جگت نارائن نے سارا پلان بنالیا ہے۔ اس کے آدمی نرمل کو کسی قیمت پر معاف نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں لیکن تم اس شخص کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"گڈ۔" میں نے سراج کی تعریف کرتے ہوئے جواب دیا۔ "نرمل کی موجودگی میں تمہیں جگت نارائن کا نام نہیں لینا چاہیے تھا۔ وہ کون ہے، اس کا اصلی نام کیا ہے اور معاشرے کے لیے کس قدر مہلک جراثیم ہے یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال نرمل کو بچانے کی کوشش کرو۔ ویٹ از کل۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ حسنہ نے اب تک مجھے جو معلومات بھی فراہم کی تھیں وہ سب درست ہوئی تھیں۔ جہاں تک کیرداس کا تعلق تھا تو میں اس سے کبھی ملا نہیں تھا لیکن اس کے بارے میں بخوبی جانتا تھا۔ اسے سوسائٹی میں خاصا اونچا مقام حاصل تھا۔ کئی تجارتی کمپنیوں کا صدر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی وجہ سے بے شمار رفاہی ادارے بھی چل رہے تھے۔ لوگ اسے بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ بظاہر وہ بہت منکسار اور کم سخن واقع ہوا تھا۔ اس کے اپنے کاروبار بھی ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ انکم ٹیکس اور دیگر تمام محصولات کی ادائیگی میں ہمیشہ سرفہرست رہتا تھا۔ وہ لین دین کے معاملے میں بے حد کھرا اور ایماندار شخص تھا۔

حسنہ کے بجائے اگر کسی اور نے اسے جگت نارائن کی شخصیت سے منسوب کرنے کی کوشش کی ہوتی تو شاید میں بھی یقین نہ کرتا لیکن اب صورت حال قدرے مختلف تھی۔ میں کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اٹھ کر نیچے آگیا۔ پارکنگ لاٹ میں ساجد میری گاڑی کے قریب ہی بیٹھا کسی فلمی میگزین کے مطالعے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھا اور اس نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا پھر جب تک گاڑی عمارت سے نکل کر کھلی سڑک پر نہیں آگئی ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی اس کے بعد ساجد نے پوچھا۔

"ہمیں کدھر چلنا ہے؟"

"تم جگت نارائن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"جگت نارائن۔" ساجد نے چونک کر اس نام کو دہرایا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اس کی اصلیت کے بارے میں ابھی تک پولیس کا محکمہ بھی کچھ نہیں جانتا" البتہ اس کا نام دہشت گردی، ناجائز کاروبار اور انڈر گراؤنڈ ورلڈ کے تمام معاملات میں کسی بے تاج بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے میری اطلاع کے مطابق وہ کسی ایسے کام میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس میں کروڑوں کا فائدہ نہ ہو۔"

"نرمل اس وقت سراج کے دفتر میں ہے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "مجھے فون پر کسی نے اطلاع دی ہے کہ جگت نارائن کے آدمی اس کے گھر واپس پہنچنے سے پہلے ہی جان سے مار ڈالنے کا پلان مرتب کرچکے ہیں۔"

"آپ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔" ساجد (دانش) نے گاڑی ایک فٹ پاتھ کے قریب روکتے ہوئے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ نرمل۔"

"سوری سر۔" ساجد نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا اس لیے کہ آپ نے ابھی جس کا نام لیا ہے وہ سمندر کی ان بپھری ہوئی طوفانی لہروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے جو بڑے بڑے منہ توڑ جہازوں کو بھی کسی حقیر تنکے کی طرح اچھل اچھل کر کے سمندر کی تہ میں ہمیشہ کے لیے دفن کردیتے ہیں اور ان کا کوئی سراغ بھی نہیں ملتا۔"

"میں براہ راست درمیان میں نہیں آؤں گا۔" میں نے ساجد کے مشورے کو کسی حد تک تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا۔ "صرف دور رہ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ نرمل کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"آپ کو یہ اطلاع کس نے دی تھی؟"

"کسی نامعلوم شخص نے۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے بات بنائی۔ "اس نے کچھ اور شبہات بھی ظاہر کیے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"بھوشن نے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے ہونے کے باوجود جگت نارائن سے سازباز کرلی ہے۔"

ساجد نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ میرا جملہ سن کر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نظر آرہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"اگر آپ کو ملنے والی اطلاع درست ہے تو پھر نرمل کو سراج صاحب کے دفتر سے نکلتے ہی ختم کردیا جائے گا۔" ساجد نے گاڑی کا رخ سراج کے آفس کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ "وہ ہمیشہ ایسی ہی وارداتیں کرتا ہے جس سے پولیس والوں پر

بھی دہشت برقرار رہے۔ میری اطلاع کے مطابق آج تک اس کا کوئی آدمی پولیس کے ہاتھ نہیں لگا اس لیے کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنے دوسرے آدمیوں کے ذریعے خود موا دیتا ہے جن پر کسی شک کا احتمال بھی ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جگت نارائن اور کیرداس کے بارے میں سوچتا رہا۔ ساجد نے گاڑی کو کچھ دیر بعد ایسی جگہ پارک کیا تھا جو سراج کے آفس سے دور تھی لیکن اسے بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ گاڑی جہاں پارک کی گئی تھی وہاں ایک سپر اسٹور بھی تھا جس کی وجہ سے کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے گاڑی کے تمام شیشوں پر اس قسم کا ہلکا اور باریک پلاسٹک پیپر چڑھوالیا تھا جس سے باہر تو دیکھا جاسکتا تھا مگر باہر سے اندر نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ گاڑی پارک کرنے کے بعد ساجد اتر کر سپر اسٹور میں چلا گیا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ سپر اسٹور کے اندر کسی ایسے مقام کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا جہاں سے سراج کے آفس پر نظر رکھی جاسکے۔

دفتر کے باہر سراج کی گاڑی کے علاوہ ایک بکتربند گاڑی بھی موجود تھی۔ تین چار مسلح پولیس والے باقاعدہ پہرہ دے رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ سراج نے نرمل کی حفاظت ہی کی خاطر وہ بکتربند گاڑی منگوائی ہوگی۔ دس پندرہ منٹ تک میں نظر جمائے بیٹھا ایک ایک حرکات و سکنات کا جائزہ لیتا رہا پھر میں نے سوچا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ بکتربند گاڑی کسی اور مقصد کے لیے وہاں موجود ہو اور نرمل جاچکی ہو۔ میں نے مایوس ہوکر ہارن بجا کر ساجد کو واپس بلانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اسی وقت میں نے نرمل کو باہر آتے دیکھا۔ سراج بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ نرمل نے بکتربند گاڑی تک پہنچنے کی خاطر دفتر کی صرف دو سیڑھیاں ہی طے کی تھیں کہ اچانک اس کے جسم کے کئی حصوں سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ ایک لمحے کو کسی بے جان بت کی طرح ساکت کھڑی رہی پھر کسی ٹوٹے ہوئے درخت کی مانند سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی سڑک پر آگری۔ ٹریفک بدستور رواں دواں تھا۔ فائر چونکہ سائیلنسر لگی ہوئی خودکار رائفل سے کیا گیا تھا اس لیے فوری طور پر کسی کو اس سنگین حادثے کی اطلاع نہیں ہوئی۔ اسی وقت ساجد تیزی سے اسٹور سے باہر نکلا۔ اسٹیئرنگ پر بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے لیتا چلا گیا۔ یہ سب کچھ اس قدر آناً فاناً ہوا تھا کہ خود سراج کو بھی اس کی امید نہیں تھی۔ وہ نرمل کے ساتھ ہونے کے باوجود بچ گیا تھا جو اس بات کی دلیل تھی کہ نرمل پر گولی چلانے والا کوئی معمولی نشانہ باز نہیں تھا۔

"وہی ہوا جس کا شبہ میں نے ظاہر کیا تھا۔" ساجد نے کچھ دیر خاموشی کے بعد کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، کیا فائر کسی چلتی ہوئی گاڑی سے کیا ہوگا؟"

"جی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لیے مسٹر سراج کے دفتر کے عین سامنے والی پانچ منزلہ عمارت کا انتخاب کیا گیا ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پولیس کو اس عمارت سے کسی شخص کی لاش مع رائفل کے برآمد ہوجائے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب انداز میں پوچھا۔

"اگر اس واردات میں جگت نارائن ہی کا ہاتھ ہے تو پھر اس نے اپنے اس کارندے کو بھی ختم کرادیا ہوگا جسے نرمل کی موت کے لیے آمادہ کیا گیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حسنہ کے بارے میں سوچنے لگا جس کی پیشگوئی نرمل کے بارے میں بھی درست ثابت ہوئی تھی۔ دفتر پہنچا تو ندیم وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"تم اس وقت کہاں گئے تھے؟" اس نے تیزی سے پوچھا۔

"خیریت تو ہے؟" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ندیم کو غور سے دیکھا جو خاصا فکرمند نظر آرہا تھا۔ "یہ تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں؟"

"تم کہاں سے واپس آرہے ہو؟" ندیم نے اپنا سوال دوسرے زاویے سے دہرایا۔ اس کے چہرے پر بدستور سنجیدگی مسلط تھی۔

"ایک دفتری کام سے گیا تھا لیکن۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ ماسٹری اپنے جسم کے ہر حصے پر ایک خفیہ آنکھ رکھتا ہے۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" میں نے کہا۔ "گویا اسی نے تمہیں میری نقل و حرکت سے آگاہ کیا ہے۔ ویسے بائی دے وے۔ کیا پیو گے چائے، کافی یا پھر کولڈ ڈرنک؟"

"فی الحال تمہارا خون پینے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"کڑوی چیزیں زیادہ تر شوگر کے مریضوں کو راس آتی ہیں اس لیے تم میرا خون پینے کا ارادہ ترک کردو۔ بلاوجہ منہ کا ذائقہ خراب ہوگا۔"

"تمہیں یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ نرمل سراج کے آفس گئی ہے؟"

"خود نرمل ہی نے بتایا تھا۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا۔ "اس کے بیان کے مطابق کچھ نامعلوم افراد اسے جان سے مار دینے کی دھمکیاں دے رہے تھے وہ سراج کے پاس اپنا بیان ریکارڈ کرانے گئی تھی۔"

"اور تم وہاں کس مقصد سے گئے تھے؟"

"نرمل نے درخواست کی تھی کہ میں دور دور رہ کر اس کا خیال رکھوں۔" میں نے دوسرا جھوٹ بولا۔ "وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی اس لیے مجھے اس پر ترس آگیا لیکن افسوس کہ میں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

اس کے کسی کام نہ آسکا۔"

"کیا نرل نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ اسے کون لوگ دھمکیاں دے رہے تھے؟"

"دبی زبان میں اس نے بھوشن کے آدمیوں پر شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"اس کا اندازہ اسے کس طرح ہوگیا؟"

"اگر وہ زندہ رہتی تو اس سوال کا جواب اسی سے پوچھ کر دے سکتا تھا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھالیا پھر اسے ندیم کے حوالے کردیا اس لیے کہ وہ کال اسی کے لیے تھی۔

"ہیلو۔" ندیم نے ریسیور لیتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "لڑکو کیا تم اس کا نام جانتے ہو۔ ہاں 'ہاں' میں سن رہا ہوں۔ ٹھیک ہے کہ تم لوگ اب وہاں سے دور ہٹ جاؤ۔" ندیم نے ریسیور رکھ کر مجھے غور سے دیکھا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"نرل کا اندازہ غلط نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نرل کو بھوشن ہی کے ایک آدمی نے گولیاں مار کر ہلاک کیا ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "گولی سراج کے دفتر کے عین سامنے والی عمارت سیلی تعمیر کے دوسرے فلور سے چلائی گئی تھی۔ قاتل کا نام مادھولال تھا۔ پولیس کو کئی وارادات میں مطلوب تھا لیکن اب وہ پولیس کے کسی کام نہ آسکے گا اس لیے کہ کسی نے اسے بھی درمیان سے ہٹادیا۔ پولیس کو صرف مادھولال کی لاش اور وہ رائفل ہی ملی ہے جس سے فائر کرکے نرل کو مارا گیا تھا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ خود مادھولال نے نکاسی کے راستے بند پاکر پھانسی تک جانے کے بجائے خودکشی کا شارٹ کٹ استعمال کیا ہو۔"

"نہیں۔ مادھولال کو پشت پر خنجر کے وار کرکے ہلاک کیا گیا ہے۔"

"سمجھ گیا۔ ڈبل کراس۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قاتل کو بھی اس لیے ختم کردیا گیا کہ پولیس کے قبضے میں جانے کے بعد وہ اپنی زبان سے کچھ اگل سکتا تھا۔"

"تمہارے سراج صاحب اس وقت بری طرح نروس ہو رہے ہیں۔"

"وہ ایک ذمہ دار آفیسر ہے اس لیے اس کی پریشانی بے جا بھی نہیں ہے اور ایسی صورت میں جبکہ نرل کو اس کے دفتر کے باہر اس وقت قتل کیا گیا جب سراج بھی اس کے ساتھ تھا۔"

"سراج کے دفتر کے باہر ایک بکتر بند گاڑی بھی دیکھی گئی ہے۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اسے بھی کسی ذریعے سے نرل کو قتل کردیے جانے کی اطلاع مل گئی ہو۔ ورنہ اول تو بکتر بند گاڑی وہاں نہ ہوتی اور دوسرے یہ کہ پولیس والے اب اس قدر مہذب بھی نہیں ہوتے کہ کسی کا بیان قلمبند کرنے کے بعد اسے باہر تک چھوڑنے کی زحمت گوارا کریں۔"

"خوبصورت خواتین کے معاملے میں دنیا کا ہر شخص مہذب بن جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سراج اس ٹائپ کے افسروں میں سے نہیں ہے جو تہذیب کا مظاہرہ کسی بدتہذیبی کی نیت سے کرتے ہیں۔"

"یہی وجہ ہے کہ میں نے بڑی شرافت سے تمہارے سراج صاحب کو کیبینو کی تلاشی دی تھی ورنہ بغیر وارنٹ کے شاید میں بڑی تکی ہی کو بھی۔۔۔"

"مجھے تمہارے تعلق کا علم ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "ملیحہ کا کیا بنا کیا تم نے اسے کہیں اور شفٹ کردیا ہے یا وہ اپنی خوبصورتی سے فائدہ اٹھا کر تمہارے آدمیوں کو دھوکا دے کر نکل گئی ہے؟"

"میرے آدمی لنگوٹ کے معاملے اتنے کچے بھی نہیں ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "رہا ملیحہ کا معاملہ تو بس اتفاق ہی سمجھو کہ میں نے اسے تمہارے اور سراج کے کیبینو پہنچنے سے آدھا گھنٹے پہلے ہی اپنے فارم ہاؤس شفٹ کرادیا تھا۔ وہاں اس کی حفاظت بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔"

"اور اگر ماہ رخ کو علم ہوگیا کہ تم نے اس کی حسین اور نوجوان سکریٹری کو فارم ہاؤس میں رکھا ہے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ وہ ملیحہ ہی کو اپنا مجرم سمجھ رہی ہے۔"

"ملیحہ کے مجرم ہونے میں کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن ابھی ہمیں اس سے اگلوانا ہے کہ سلیمان شاہ کے اور اس کے درمیان کس قسم کے تعلقات تھے جو وہ ماہ رخ کو سیل بند بوتل میں زہریلی شراب دینے پر آمادہ ہوگئی تھی۔"

"کیا مطلب۔" میں نے ندیم کو گھورا۔ "کیا اس سازش میں بھاری رقم کا معاوضہ طے ہوجانے کے بعد بھی کوئی پہلو باقی رہ گیا ہے۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔ اس لیے کہ تم سلیمان شاہ کو اچھی طرح نہیں جانتے۔"

"کریم کی حالت اب کیسی ہے۔" میں نے ماہ رخ اور ملیحہ کے موضوع کو ختم کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ ابھی تک اسپتال میں ہے؟"

"نہیں۔ فی الحال وہ ہانگ کانگ میں آرام کررہا ہے۔ تمہاری ڈیوٹی اب ساجد ہی انجام دے گا۔ کریم کو کچھ دنوں بعد میں اپنے لندن کے کاروبار کی کچھ اہم ذمہ داریاں سونپنے کا ارادہ کرچکا ہوں۔"

"بھوشن کے سلسلے میں اس کے ستارے کیا کہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس بار وہ گلے گلے پھنس گیا ہے۔"

"یہ عوام الناس کا خیال ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"اوہ۔ گویا تمہاری کالکارانی نے تمہیں کچھ اور بتایا ہے۔"

"ہاں۔" میں سنجیدہ ہوگیا۔ "اس نے چیلنج کیا ہے کہ بھوشن کو دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی قانون پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جاسکتا۔ اس نے بڑے پراعتماد انداز میں کہا ہے کہ وہ بھوشن کو اس کیس سے اس طرح نکال لے گی جیسے دودھ سے بال نکالا جاتا ہے۔"

"میں بھوشن کے معاملے میں اتنا فکرمند بھی نہیں ہوں۔ اسے کیفرکردار تک پہنچانا تمہارے سراج صاحب کا کام ہے۔ لیکن اس کیس سے گلوخلاصی حاصل کرنے کے بعد وہ ہمارے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔"

"یہ اس وقت سوچا جائے گا جب وہ باہر نکلے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر اٹھ کر واپس چلا گیا۔

حسنہ نے جگت نارائن کے بارے میں اشارہ دے کر میری الجھنوں کو اور بڑھادیا تھا۔ اس کے کہنے کے عین مطابق نرل یا مادھولال کو مرنے سے کوئی نہیں بچاسکا تھا۔ حالانکہ میں نے سراج کو ولیم پوکر کی حیثیت میں اس خطرے کی اطلاع کردی تھی۔ کالکا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بھوشن کو پھانسی کے پھندے سے ہر قیمت پر بچالے گی۔ وہ پراسرار قوتوں کی مالک تھی۔ ذہنوں کو پلٹ دینا اس کی طاغوتی قوت کے لیے بعید نہیں تھا۔ میں روپ بدل کر اب تک اس کے بیسیوں چمتکار دیکھ چکا تھا۔ مجھے کالکا سے اب اتنا خطرہ لاحق نہیں تھا۔ حسنہ نے اس بات کو بڑے یقین سے کہا تھا کہ جب تک بھڑکنے والا شعلہ میری مدد کرتا رہے گا کالکا کی ناپاک قوتیں میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گی۔

بہرحال، میں محسوس کررہا تھا کہ بھوشن کے مقابلے میں جگت نارائن میرے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ ذاتی طور پر میں نے اس کے بارے میں بہت ساری معلومات اکٹھا کرلی تھیں۔ ابھی تک بیسیوں معاملات اور سنگین جرائم کے سلسلے میں اس کا نام پولیس کی لسٹ پر آچکا تھا لیکن نہ تو اس کی کوئی تصویر ریکارڈ پر تھی نہ ہی کسی پیشہ ور قاتل یا دہشت گرد نے جگت نارائن ہونے کا شبہ ظاہر کیا تھا۔ پولیس والوں کا خیال تھا کہ وہ زیر زمین کسی خطرناک تنظیم کا سربراہ تھا جو نہایت سائنٹیفک طریقوں سے وارادات کرگزرتا تھا لیکن اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑتا تھا۔ واثق یا ساجد نے بھی اس کے بارے میں کبھی بتایا تھا کہ وہ اپنے جس آدمی کو کوئی خطرناک کام سونپتا تھا اس کو کسی دوسرے آدمی کے ذریعے ٹھکانے لگوادینا بھی اس کے اصول میں شامل تھا۔ اس کی ایک مثال مادھولال کی شکل میں میرے سامنے آچکی تھی۔

بھوشن اور جگت نارائن کی گٹھ جوڑ میرے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا اس لیے میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر کالکا نے بھوشن کو نرل کے قتل کے کیس سے دودھ کی مکھی کی طرح باہر نکالا تو میں پہلی فرصت میں اسے ٹھکانے لگادوں گا۔ حسنہ بھی یہی چاہتی تھی۔ کیوں؟ اس کی وجہ مجھے نہیں معلوم تھی۔ بہرحال میں نے طے کرلیا تھا کہ اب اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں سرگرم عمل رہنے کی

رومانی ناول

زیب	حمیدہ جبین	75/-
شاخ بریدہ	حمیدہ جبین	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبین	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جبین	75/-

مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

رومانی ناول

دل کا آنگن	سلمٰی رعنا	75/-
کالے کنول	سلمٰی رعنا	75/-
اور دیا جلتا رہا	سلمٰی رعنا	100/-
موج گرداب	سلمٰی رعنا	100/-

مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کوشش کروں گا۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے اکثر دل کے ارمان دل میں رہ جاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ اب اپنے ارد گرد بھی ایسے جاں نثاروں کا حلقہ بناؤں گا جسے آسانی سے توڑنا دشمنوں کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ میں نے جگت نارائن کے سلسلے میں ندیم کو کچھ نہیں بتایا تھا اور دانش یا ساجد کو بھی سختی سے تاکید کردی تھی کہ وہ بھی اس بارے میں اپنی زبان بندہی رکھے۔

دوسرے روز میں یوں ہی سراج سے ملنے اس کے دفتر چلا گیا۔ اس وقت میں گاڑی خود ہی چلا رہا تھا۔ دانش میرے ہمراہ نہیں تھا۔ سراج نے گفتگو کے دوران زل کے سلسلے میں "وہی" باتیں بتائی تھیں جو پہلے سے میرے علم میں تھیں البتہ اس نے جگت نارائن کے سلسلے میں ایک اور انکشاف کیا تھا۔ وہ جو بھی واردات کرتا تھا اس میں اپنے نام کی ایک نشانی ضرور چھوڑ دیتا تھا۔ مادھو لال کی جامہ تلاشی کے دوران بھی اس کی جیب سے ایک ایسا سکہ برآمد ہوا تھا جس کی ایک جانب ایک خطرناک آدم خور چیتے کا کھلا ہوا خطرناک دہانہ نظر آرہا تھا اور دوسری جانب "J.N" کے حروف کندہ تھے۔ سراج کی اطلاع کے مطابق اس وقت تک پولیس کی تحویل میں ایسے بہت سارے سکے آچکے تھے لیکن جگت نارائن کی اصلیت کیا تھی؟ وہ کون تھا؟ اس نے جو تنظیم بنا رکھی تھی اس کا مقصد کیا تھا؟ اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا۔

"کیا آپ نے سیفی چیمبرس میں واقع دفتروں میں موجود اشخاص سے بھی پوچھ گچھ کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہاں کام کرنے والوں اور نیچے اوپر آنے جانے والوں یا ان چپراسیوں نے جو عام طور پر دفتر کے باہر بیٹھے ہوتے ہیں' کسی ایک نہ ایک نے تو قاتل کو ضرور دیکھا ہوگا۔"

"جی ہاں۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک چپراسیوں نے جو سیکنڈ فلور پر ہی کام کرتے ہیں انہوں نے قاتل کو دیکھا تھا لیکن خود وہ کس وقت قتل ہوا اور اسے کس نے قتل کیا اس سلسلے میں وہ کوئی ٹھوس جواب نہیں دے سکے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جان بوجھ کر کوئی بیان دینے سے کترا رہے ہوں' ہمارے پولیس نظام کی خرابیوں نے اب عوام کو ہمارے ساتھ عدم تعاون پر مجبور کردیا ہے۔ گواہی کے لیے سامنے آنے والوں کی جو درگت بنتی ہے اور انہیں جس طرح مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اس کا علم آپ کو بھی بخوبی ہوگا۔"

"سیکنڈ فلور پر کتنے دفتر واقع ہیں۔" میں نے سراج کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"دو۔۔۔ ایک دفتر قالینوں کی ایکسپورٹ کا کام کرتا ہے جب کہ دوسرا دفتر ایک چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کا ہے' لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"یوں ہی۔ محض اپنی معلومات کی خاطر۔" میں نے کہا پھر سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ نے مجھ سے یہاں آنے کا مقصد نہیں پوچھا۔"

"آپ جب چاہیں سر آنکھوں پر تشریف لائیں۔" سراج نے انکساری کا مظاہرہ کیا۔ "میں آپ کو اپنے ہی خواہوں میں شمار کرتا ہوں۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی' لیکن اس وقت میں آپ سے اپنی چھٹی حس میں ابھرنے والے ایک خیال کے اظہار کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

"کیا اس کا تعلق بھوشن کی ذات سے ہے۔" سراج یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"مجھے آپ کی ذہانت سے یہی توقع تھی کہ آپ کا خیال اسی طرف جائے گا۔"

"تو کیا۔"

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔ "طاغوتی قوتیں ایک بار پھر بھوشن کے سلسلے میں خم ٹھونک کر اکھاڑے میں کودنے والی ہیں۔"

"لیکن آپ کو اس کا علم کس طرح ہوا؟"

"چھٹی حس۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس سے پیشتر بھی کچھ خطرناک اور اہم مجرم آپ کی تحویل میں تھے جن کے بارے میں 'میں نے یا تو خواب دیکھا تھا یا پھر میری چھٹی حس میں خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی تھی اور میرا خیال ہے کہ اب تک میری کہی ہوئی کوئی بات غلط ثابت نہیں ہوئی۔"

"میرا ذاتی خیال بھی کچھ یہی ہے۔" سراج تھوڑے توقف سے بولا۔ "بھوشن جیسے لوگ جن کی پہنچ بڑی سرکار تک ہو اتنی آسانی سے کیفر کردار تک نہیں پہنچتے' دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ رکی ایک پیشہ ور قاتل تھا اور پولیس کو متعدد معاملات میں درکار تھا۔ ابھی تک تو بھوشن کے وکیلوں نے یہی کہا ہے کہ وہ عدالت کے روبرو اپنے موکل کا دفاع کریں گے رہا بھوشن کا بیان تو اس نے کہا ہے کہ پولیس نے اسے زبردستی ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکا۔ "کیا آپ نے ڈی آئی جی کی موجودگی میں۔۔۔"

"وہ بات سو فیصد درست ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر را سامنہ بناتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم کسی مجرم کو زبردستی سچائی اگلنے پر مجبور تو نہیں کرسکتے۔"

"ورنہ گواہ جو عینی شاہد تھے۔"

"آج کل تو بڑے بڑے سیاست داں روپے اور کرسی کی

لالچ میں آکر اپنی دیرینہ وفاداریاں تک تبدیل کردیتے ہیں' چھوٹے موٹے گواہ بھلا کس قطار و شمار میں آتے ہیں' عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوکر اکثر یہ کہہ کر منحرف ہوجاتے ہیں کہ انہوں نے پولیس کے ڈرانگ روم زینٹ منٹ کی وجہ سے غلط بیان دیا تھا۔ بھوشن کے لیے دو چار گواہوں کو خرید لینا زیادہ دشوار نہیں ہوگا مگر میں بھی آخری وقت اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"ایک مشورہ دوں آپ کو۔"

"فرمائیے۔"

"بھوشن کے رہا ہونے کے بعد اس کو پولیس کے کسی جعلی مقابلے میں ختم کرادیں' نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"سوری مسٹر شہباز' میں نے زندگی میں کبھی اس قسم کے کام نہیں کیے۔ شاید اسی لیے اب تک بڑی مشکلوں سے اس کرسی تک پہنچا ہوں ورنہ میرے بے شمار ساتھی اس وقت ایس پی کی کرسیوں پر دھرنا جمائے بیٹھے ہیں۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "اور آپ جیسے افسران کو تو اکثر دیانت داری کی سزا ملتی رہتی ہے۔"

سراج کے آفس سے نکل کر میں نے واپسی کے ارادے سے گاڑی موڑ کر گھمائی تو میرے ذہن میں ایک شبہ بڑی سرعت سے ابھرا' میں نے اگلے راؤنڈ اباؤٹ سے گاڑی کو موڑا اور سیفی چیمبرس کے پشت کی جانب پہنچ گیا جہاں اس عمارت کا عقبی دروازہ کھلتا تھا' گلی زیادہ کشادہ نہیں تھی اس لیے میں نے اپنی کار سڑک پر چھوڑ دی۔ دوسری جانب والے راستے پر ایک ہٹا کٹا پٹھان چوکیدار مسلح کھڑا تھا۔ میں نے اندر جانے کی کوشش کی تو اس نے مجھے روک دیا۔

"خو۔ ادھر سے جانا منع ہے' اگلے راستے سے جاؤ۔"

"میرا تعلق خفیہ برانچ سے ہے۔" میں نے مخصوص لہجے میں سرگوشی کی۔ "دوسری منزل پر جو قتل ہوا تھا اس کے سلسلے میں تم سے کچھ پوچھ گچھ کرنی ہے۔"

"یہاں' خو ادھر ہی خرابی ہے۔" وہ اپنی ٹھیٹھ زبان میں بولا۔ "ہم چوکیداری بھی کرے اور بعد میں ہمارا گردن بھی پکڑا جائے' یہ کدھر کا انصاف ہے' کل سے ہمارا اٹھنا بیٹھنا حرام ہوگیا ہے۔ جو بھی آتا ہے ہم سے ایسا معلومات کرتا ہے جیسے قاتل ہم کو بتا کر اوپر گیا تھا۔"

"بہرحال یہ بات تمہاری ڈیوٹی میں شامل ہے کہ غیر متعلق آنے والوں پر نظر رکھو۔" میں نے پولیس والوں کی طرح سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔

"ڈیوٹی کا بات ہے اسی لیے تو ہم تم کو روکا۔" اس نے بڑی معقول بات کی۔ "پچھلا راستہ سے صرف چپراسی لوگ آتا جاتا ہے' باقی سارا کاروبار اگلے دروازے سے ہوتا ہے اور اگلے

تاریخی ناول		
الیس مصر	الماس ایم-اے	100/-
حسن بن صباح	الماس ایم-اے	125/-
راجکماری	الماس ایم-اے	150/-
نور الدین زنگی	الماس ایم-اے	250/-
سلطان عادل	الماس ایم-اے	150/-
مکتبہ القریش اردو بازار-لاہور 2		

دروازے کا چوکیدار دوسرا ہے۔ وہ صرف رات کی ڈیوٹی دیتا ہے۔ دن کو جس کا مرضی آئے آجا سکتا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"شیر گل۔" وہ کڑوا سا منہ بنا کر بولا۔

"دیکھو شیر گل۔۔۔" میں نے اسے دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں تم مجھے نیک اور ایماندار آدمی لگتے ہو۔"

"خو۔۔۔ آپ کا بڑا مہربانی۔" وہ خوش ہو گیا۔

"کیا تمہارا دفتروں میں بھی آنا جانا رہتا ہے؟"

"دفتر سے ہمارا کیا کام۔" وہ شانے اچکا کر بولا۔

"وہاں کام کرنے والے چپراسی اور صفائی کرنے والوں سے تو ضرور واقف ہوگے۔"

"آپ مطلب کا بات کرو نا اور۔۔۔ آپ ہم سے کیا پوچھنا چاہتا ہے؟"

"دوسرے فلور پر جو دفاتر ہیں ان کے بارے میں تم کیا کچھ جانتے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے روکھائی سے جواب دیا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں پریشان نہیں کیا جائے گا۔" شیر گل کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔ "آپ ایسا کرو' قالین والا دفتر کے چپراسی گل زمان سے ملاقات کرو۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"آپ سے پہلا جو پولیس والا لوگ آیا تھا اس نے بھی گل زمان سے بات کیا تھا' ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارا کوئی مدد کرے۔"

"گل زمان خود کیسا آدمی ہے؟"

"ہے تو پٹھان مگر ایک نمبر کا لالچی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کو

aazzamm@yahoo.com

اور کچھ نہیں معلوم۔"

شیر گل نے چونکہ مجھے خفیہ برانچ کا افسر تسلیم کر لیا تھا اس لیے مجھے پچھلے راستے سے اوپر جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے گل زمان کو کریدنے کی کوشش ہر زاویے سے کی لیکن اس کا ایک ہی جواب تھا کہ ڈی ایس پی سراج نے اسے سختی سے منع کر رکھا تھا کہ کسی دوسرے کو کوئی بیان نہ دے۔ میں نے اسے لالچ دینے کی کوشش کی لیکن وہ بھی چونکہ مجھے خفیہ برانچ کا پولیس افسر ہی سمجھ رہا تھا اس لیے میری ترکیب کام نہ آئی۔ میں واپسی کے لیے پلٹا تو چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے دفتر سے ایک ملازم نے نکل کر مجھ سے کہا کہ دفتر کا جنرل منیجر مجھے بلا رہا ہے۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوا لیکن مل لینے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا چنانچہ میں جنرل منیجر کے کمرے میں چلا گیا جو ہر اعتبار سے بہت نفیس طور پر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ باہر جنرل منیجر کے ساتھ ہی اکبر درانی کے نام کی تختی بھی لگی ہوئی تھی۔ میں اندر داخل ہوا تو وہ کسی کھاتے کی جانچ پڑتال میں مصروف تھا۔ خاصا باڈی بلڈر ٹائپ کا نوجوان آدمی تھا۔ میں نے ایک لمحے تک انتظار کیا پھر اس کی محویت کو ختم کرنے کی خاطر کھنکھار کر کہا۔

"مسٹر درانی! آپ نے شاید مجھے کسی کام کے سلسلے میں بلوایا تھا۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا، ایک ثانیے تک گھورتا رہا پھر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"گل زمان ایک نمبر کا حرامی اور چلتا پرزہ واقع ہوا ہے۔ وہ آپ کو کوئی بات سچ نہیں بتائے گا۔"

"اور سچ کیا ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ مادھو لال اور اس عورت کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں جو پولیس کے ساتھ ہونے کے باوجود کلیم آ چکی ہے۔"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" میں نے امید کی کرن محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل میرا تعلق خفیہ برانچ۔۔۔"

"میں دروغ گوئی کو پسند نہیں کرتا مسٹر شہباز خان۔" وہ اکھڑ لہجے میں میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "کبھی آپ محکمہ پولیس سے ضرور وابستہ رہ چکے ہیں لیکن آج کل اپنا ذاتی کاروبار کر رہے ہیں اور میری معلومات غلط نہیں ہیں تو آپ کے کاروبار کے تمام اکاؤنٹس کو مر اینڈ کمپنی والے لک آفٹر کرتے ہیں۔"

"لیکن آپ۔۔۔؟"

"میری بات ابھی تک مکمل نہیں ہوئی۔" اس نے پھر میرا جملہ کاٹا۔ "آپ ڈی ایس پی مسٹر سراج کے واقف کار ہیں اور شاید اس عورت سے بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھتے تھے جسے مادھو لال نے بہت مارا تھا۔ پھر اسے بھی قتل کر دیا گیا اور اب آپ ذاتی طور پر مادھو لال کے قاتل کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کو ان تمام باتوں کا علم کس طرح ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"فرض کر لیجیے آپ کو مادھو لال کے قاتل کا نام اور پتا [illegible] جائے تو آپ کیا کر سکیں گے؟" اس نے میرے سوال کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

"میرا تعلق اب محکمہ پولیس نہ سہی لیکن ایک شہری ہونے کی حیثیت سے بھی میرے کچھ فرائض ہیں اور جیسا آپ نے ابھی کہا جو عورت قتل کی گئی ہے وہ میرے ایک قریبی دوست کی بیوی تھی۔ میرا وہ دوست بھی خودکشی کر چکا ہے۔ اب اگر قاتل کا نام مجھے معلوم ہو جائے تو میں اس سے اپنے دوست کی بیوہ کا حساب کتاب برابر کرنے کی کوشش کروں گا۔"

آخری جملہ میں نے خاصے جذباتی انداز میں کہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ اکبر درانی کو میرے بارے میں وہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں جس کا وہ ذکر کر چکا تھا۔ مر اینڈ کمپنی کی بات اور تھی لیکن اسے نرگس اور میرے سلسلے میں کس طرح معلوم [illegible] اور پھر خاص طور پر یہ کہ میں اس وقت گل زمان سے مادھو لال کے قاتل ہی کے بارے میں گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس لیے جب میں گل زمان سے بات کر رہا تھا اس وقت وہاں کوئی تیسرا شخص ہمارے قریب نہیں تھا۔ بہرحال میں نے اکبر درانی سے اس سلسلے میں ٹٹولنے کی کوشش نہیں کی اس لیے کہ مجھے صرف آم کھانے سے غرض تھی۔

"میں ایک شرط پر آپ کو کچھ معلومات فراہم کر سکتا ہوں۔" اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میرا نام کہیں درمیان میں نہیں آئے گا اور نہ ہی آپ مجھ سے مزید کچھ پوچھ گچھ کریں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے ہامی بھر لی۔

"مادھو لال کی جامہ تلاشی پر جو سکہ برآمد ہوا تھا اس پر J.N کا مخصوص نشان موجود ہے اور میرا خیال ہے کہ مسٹر سراج نے دوست ہونے کی وجہ سے آپ کو بتا بھی دیا ہوگا کہ J.N سے کس کا نام ذہن میں ابھرتا ہے۔"

"جی ہاں۔۔۔ میں آپ کے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"مادھو لال کو جس شخص نے پشت سے چھریاں مار کر ہلاک کیا اس کا تعلق بھی J.N کے گروہ سے ہے۔" وہ ہاتھ میں دبی ہوئی پنسل کو گھماتے ہوئے رازداری سے بولا۔ "اس کا نام نند کشور ہے۔ میں آپ کو اس کا پتا بھی بتا سکتا ہوں لیکن [illegible] جانا آپ کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ویسے وہ آج [illegible] چھے اور سات بجے کے درمیان آپ کو ایک مقامی پارک کی جھیل کے کنارے مل سکتا ہے۔ آپ اسے بڑی آسانی سے

شناخت کر سکتے ہیں۔ اس وقت وہ گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ میں ہوگا۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ اس کی ایک کان کی لو کٹی ہوئی ہے۔"

"لیکن آپ یہ سب کچھ اتنے یقین کے ساتھ۔۔۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔۔۔" اس نے بڑی خشک آواز میں کہا۔ "اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ میرا نام کہیں درمیان میں نہیں آئے گا۔"

اکبر درانی کے جواب میں اتنی تلخی تھی کہ میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا، ویسے بھی مجھے حیرت تھی کہ اسے مادھو لال کے قاتل کا نام کس طرح معلوم ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نند کشور کو پہلے بھی دیکھ چکا ہو یا اور کسی طرح جانتا ہو لیکن اسے یہ علم کیسے ہو گیا کہ وہ شام کو چھے اور سات کے درمیان کسی مقامی پارک کی جھیل کے کنارے مل سکتا ہے؟ اس کے علاوہ سب سے بڑی حیرت انگیز بات یہ تھی کہ گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ کا حوالہ اس نے کس طرح دیا تھا؟ کیا وہ J.N سے واقف تھا؟ اور واقف تھا تو وہ اپنی معلومات سے سراج کو بھی آگاہ کر سکتا تھا۔ اس نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا تھا؟

میں دن بھر ذہنی جھنجھٹ میں مبتلا رہا۔ اکبر درانی کی شخصیت بھی میری نظروں میں مشتبہ لگ رہی تھی۔ بہرحال میں نے شام کو ساڑھے پانچ بجے دفتر چھوڑ دیا۔ دانش کو ایک اور کام سے روانہ کر دیا اور خود چہرے پر ریڈی میڈ میک اپ کرنے کے بعد اس مقامی پارک میں پہنچ گیا جس کی نشاندہی اکبر درانی نے کی تھی۔ میک اپ کرنے کی ضرورت میں نے اس لیے محسوس کی تھی کہ خود کو کسی ممکنہ خطرے سے محفوظ رکھ سکوں۔ میں نے اپنی گاڑی کے بجائے ایک ٹیکسی کو ترجیح دی تھی۔ مجھے اس بات کی فکر بھی دامن گیر تھی کہ کہیں اکبر درانی نے مجھے ڈبل کراس کرنے کی وجہ سے نند کشور کا نام لے کر ٹریپ کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

پارک میں پہنچ کر میں ایک ایسی جگہ تلاش کرنے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو گیا جو جھیل کے کنارے سے قدرے دور ضرور تھی لیکن وہاں سے جھیل پر چہل قدمی کرنے والوں پر باقاعدہ نظر رکھنا بھی آسان تھا۔ لان پر جہاں میں بیٹھا تھا وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے اور بھی بہت سارے افراد اور فیملیاں موجود تھیں۔ بچے ادھر ادھر بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔ میں بھی بظاہر وہاں کے ماحول سے لطف اندوز ہونے کی اداکاری کر رہا تھا لیکن میری نظریں جھیل کے اطراف کسی گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ والے کو تلاش کرنے میں مصروف تھیں، لیکن پونے سات بجے مطلوبہ شخص مجھے نظر آ گیا۔ دور ہونے کے باوجود میں نے اس کے سیدھے ہاتھ کے کان کی لو کو کٹا ہوا ابھی دیکھ لیا تھا۔ میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں تھی فی الحال میں اکبر درانی کے بیان کی تصدیق اور مطلوبہ شخص کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے مضبوط ڈور کا کوئی سرا درکار تھا جس کے ذریعہ میں [illegible] اس کی دہری شخصیت کے چہرے سے مکروہ نقاب اتار کر اس کا اصلی روپ قانون کے محافظوں کو دکھا سکتا تھا یا اس سے پیشتر کہ اس کے ہاتھ میرے گریبان تک پہنچتے میں اس کا [illegible] نوچ کھسوٹ کر لہولہان کر دیتا۔

میں خاموشی سے اٹھا اور ایک محدود فاصلے سے سفاری سوٹ والے کا تعاقب کرنے لگا جو بظاہر وہ خود کو اوباش ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ قرب و جوار سے گزرنے والی لڑکیوں اور خواتین میں اس کی دلچسپی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی نظر آ رہی تھی پھر اس کی نگاہ ایک نوجوان پر جم کر رہ گئی جو جھیل کے قریب مولسری کے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا آسمان کی سمت گھور رہا تھا۔ سفاری سوٹ والے نے ادھر ادھر دیکھا پھر اس کے قدم نوجوان کی سمت اٹھنے لگے۔ میں بھی [illegible] کی روش سے اتر کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ سفاری سوٹ والے اور نوجوان کا فاصلہ آہستہ آہستہ گھٹتا جا رہا تھا لیکن نوجوان کسی خیال میں مستغرق بدستور آسمان کے دور پار خلاؤں میں کسی شے کا متلاشی تھا پھر ان دونوں کے درمیان ایک خوبصورت، حسین اور شاداب چہرہ حائل ہو گیا۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا وہ شہر کے معروف کروڑ پتی تاجر سیٹھ نعمان کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی نغمہ تھی جنہیں میں متعدد بار پارٹیوں میں دیکھ چکا تھا۔ سیٹھ نعمان سے میری سلام دعا بھی تھی لیکن صرف پارٹیوں کی حد تک۔ البتہ مجھے نغمہ کے بارے میں یہ ضرور معلوم تھا کہ وہ اونچی سوسائٹی میں اپنی خوبصورتی اور آزاد خیالی کی وجہ سے بدنامی کی حد تک مقبول تھی۔ ماں کا سایہ سر سے اٹھ جانے اور والد کی کاروباری مصروفیات کے سبب اس کی نگہداشت مشرقی بنیادوں پر نہیں ہو سکی تھی چنانچہ وہ غلط روش پر تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ سفاری سوٹ والے کے قریب جا کر وہ ایک جھٹکے سے رک گئی۔ اس کے چہرے پر خون کی گردش نمایاں طور پر نظر آ رہی تھی۔

"واپس پلٹ جاؤ۔" نغمہ نے سفاری سوٹ والے کو مخاطب کر کے حقارت سے کہا۔ "اور آئندہ تم سلمان قیصر کے قریب دوبارہ کبھی نظر نہ آنا۔"

"کیوں۔۔۔ کیا یہ بھی تمہارے کروڑ پتی باپ کی کسی مشینری کا کوئی اہم پرزہ ہے۔" سفاری سوٹ والے کا لہجہ تلخ تھا۔

"میں تمہیں منہ مانگی قیمت ادا کر سکتی ہوں لیکن ایک شرط پر۔۔۔ تم دوبارہ کبھی سلمان قیصر سے نہیں ملو گے۔"

"سوچ لو بے بی۔" سفاری سوٹ والے نے نغمہ کو سر تا پا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

گھورتے ہوئے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میری قیمت کچھ بھی ہو سکتی ہے۔"

"مجھے منظور ہے۔" نغمہ نے جھجکے بغیر تیزی سے جواب دیا۔

"حیرت ہے یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اس کے باوجود تم خاصی بے تکلف ہو رہی ہو۔" سفاری سوٹ والے نے دبی زبان میں کہا۔ "میرے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"صرف مطلب کی بات کرو۔ میں زیادہ باتیں پسند نہیں کرتی۔" نغمہ نے حقارت کا اظہار کیا۔

"تعجب ہے۔ تم زیادہ باتیں پسند بھی نہیں کرتیں اس کے باوجود میری منہ مانگی قیمت دینے پر آمادہ ہو۔"

"شٹ اپ۔" نغمہ جھلا گئی۔ "دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔"

"اگر سیٹھ نعمان کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اس کا کوہ نور ہیرا ایک پتھر سے رگڑ کھا رہا ہے تو۔"

"یو باسٹرڈ۔" نغمہ کا ہاتھ گھوم گیا۔ تھپڑ کی آواز نے قرب و جوار کے لوگوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ بے شمار لوگ حاتم بن کر نغمہ کی رضاکارانہ خدمت کرنے کو آمادہ ہو گئے۔ سفاری سوٹ والا گھبرا گیا تھا پھر اچانک اس نے مجمع میں نہ جانے کیا دیکھا کہ "نہیں، نہیں، نہیں۔" کرتا ہوا دیوانوں کی طرح بھاگنے لگا۔ کئی من چلے نغمہ کو خوش کرنے کی خاطر "نہیں، جانے نہ پائے۔" کے نعرے بلند کرکے سفاری سوٹ والے کے تعاقب میں دوڑے تھے لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی حسرت پوری نہ ہو سکی۔ اچانک ایک زوردار دھماکا ہوا اور سفاری سوٹ والے کا جسم چیتھڑوں کی طرح دور دور تک بکھر گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں بھاگتے ہوئے افراد کی بھیڑ چیرتا ہوا واپس اسی مقام پر آ گیا جہاں نغمہ نے سفاری سوٹ والے کو تھپڑ مارا تھا لیکن نہ تو مجھے نغمہ نظر آئی اور نہ وہ نوجوان جسے نغمہ نے سلمان قیصر کے نام سے یاد کیا تھا۔ میں نے بس ایک لمحے میں کچھ سوچا پھر بھاگتے ہوئے لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ایک اچھی خاصی تفریح گاہ اس وقت قیامت کا منظر پیش کر رہی تھی۔

O☆O

دوسری صبح میں ناشتے کی میز پر بیٹھا بڑی توجہ سے اخبارات کی ایک ایک سرخی دیکھ رہا تھا۔ کسی تفریح گاہ میں جہاں ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہو "ایک جانور کی موت بھی اخبار کی سرخی بن جاتی ہے لیکن ایک انسان کے جسم کی دھجیاں اڑ جانے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ اخبارات میں وہ خبر کیوں کر شائع نہیں ہوئی لیکن پھر کچھ دیر بعد مجھے اس کی وجہ بھی از خود معلوم ہو گئی۔ بڑے لوگوں کی عزت کی بات ہو تو اخبارات بھی چپ سادھ لیتے ہیں ورنہ کتوں کے کاٹنے کی خبریں بھی آئے دن چھوٹے چھوٹے باکس اور مراسلات کے کالم میں نمایاں طور پر چھپتی رہتی ہیں۔ بازار سے زندگی بچانے کی کسی اہم دوا کی عدم دستیابی کی صورت پیش آ جائے تو احتجاجی قسم کی خبریں اور تصویریں دھڑا دھڑ شائع ہوتی ہیں۔ لیکن سفاری سوٹ والے کے سلسلے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ مجھے یقین تھا کہ نغمہ نے جو ایک کروڑ پتی باپ کی بیٹی تھی خواتین رات ہی اخبارات کے منہ پر ٹیپ لگا دی ہوگی۔ لاکھوں لاکھ خرچ کرنا اس کے لیے ایسا ہی تھا جیسے ہم اور آپ ترس کھا کر ایک روپیہ کسی فقیر کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ میں نے پورا اخبار دیکھنے کے بعد اسے ایک طرف رکھا تو ندیم نے کہا۔

"کیا کوئی خاص خبر تلاش کر رہے تھے۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ چائے دوبارہ گرم کرنی پڑے گی۔" عارفہ نے مسکرا کر ندیم کا ساتھ دیا تو نسیم بول اٹھی۔

"میں بھی اسی میز پر موجود ہوں۔ شہباز بھائی کی چائے میں گرم کر دوں گی۔"

"تم تو خیر موجود ہو۔ لیکن ذرا اپنے چہیتے بھائی سے پوچھو کہ وہ کہاں غائب تھے۔" ندیم نے عارفہ کی طرف داری کی۔

"اکثر بلیک میلر قسم کے لوگ اسی قسم کی غلط فہمی اور افواہیں پھیلا کر روپے بٹورنے کے عادی ہوتے ہیں۔" میں نے ندیم کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے نسیم سے کہا۔ "اگر دال نہ گلے تو پھر کھسیانی بلی کھمبا نوچنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"اور اگر کسی کند ذہن طالب علم کی گرامر کمزور ہو تو مذکر اور مونث کا فرق بھی نہیں سمجھ پاتا۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "کھسیانی بلی کھمبا نوچنے والے محاورے کی بلی خدا جانے مذکر تھی یا مونث۔"

ندیم نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ نسیم بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں لباس تبدیل کرکے آفس چلا گیا۔ میرے ذہن میں ابھی تک سفاری سوٹ والے کی ہولناک موت اور نغمہ نعمان کی شخصیت چکرا رہی تھی۔ کچھ سوچ کر میں نے فون ڈائریکٹری سے نغمہ کے نمبر تلاش کیے پھر اسے رنگ کرنے لگا۔ ڈائریکٹری میں سیٹھ نعمان اور نغمہ کے علیحدہ علیحدہ درج تھے اور وہ بھی ایک کے بجائے دو دو اور تین۔ کچھ دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"نغمہ نعمان بول رہی ہوں۔"

"خاکسار کا کوئی نام نہیں ہے عرف عام میں مجھے شام کو شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ کا کرائم رپورٹر کہتے ہیں۔" میں نے ترش لہجے میں کہا۔

"فون کرنے کا مقصد اور اخبار کا نام بتاؤ۔" دوسری جانب سے جھلا کر سوال کیا گیا۔

"مقصد آپ سمجھ چکی ہیں۔ رہا اخبار کا نام تو وہ میں اس لیے بتانے سے قاصر ہوں کہ آپ مدیر اعلیٰ کو چپ رہنے کی قیمت ادا کر چکی ہیں لیکن اطلاعاً عرض ہے کہ کسی بھی معروف اخبار میں کرائم رپورٹر کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہم ترین ہوتی ہے۔ ہم جیسے شریفوں سے تو پولیس کے بڑے بڑے طرم باز بھی پناہ مانگتے ہیں اور وہ محاورہ تو آپ نے ضرور سنا ہوگا کہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر لینا اچھا نہیں ہوتا۔"

"کتنی قیمت چاہتے ہو اپنی زبان بند رکھنے کی؟"

"سلمان قیصر سے آپ کے تعلقات کی نوعیت دریافت کر سکتا ہوں؟" میں نے بدلی ہوئی آواز میں قدرے بازاری انداز میں پوچھا۔

"شٹ اپ۔" وہ چیخ کر بولی۔

"گستاخی معاف محترمہ، اس وقت اول تو میں فون پر آپ سے ہم کلام ہوں اس لیے آپ مجھے سفاری سوٹ والے کی طرح تھپڑ نہیں مار سکیں گی۔ دوسرے یہ کہ حسین اور تر و تازہ گلاب کی کلیوں کو توڑتے وقت مجھے ان کانٹوں کا بھی خیال رہتا ہے جو اسے گھیرے رہتے ہیں۔" اس بار میں نے کسی پیدائشی عاشق کی طرح ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھ سے گفتگو کرتے وقت آپ کو میری نہ سہی لیکن میرے قلم کی طاقت کا اندازہ ضرور رکھنا ہوگا۔"

"فضولیات مت کرو۔" اس نے تلملا کر جواب دیا۔ "کتنی رقم درکار ہے تمہیں؟"

"سلمان قیصر سے آپ کی اتنی بڑھی ہوئی ہمدردی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"وہ ایک خوبصورت نوجوان ہونے کے علاوہ ایک شاعر بھی ہے۔ رومان پرور اور حسین غزلیں اور گیت لکھنے والا شاعر۔ بالکل شیلے اور کیٹس کی طرح۔ اس کے ایک ایک شعر دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں۔" وہ جھلاتے ہوئے انداز میں بولی۔ "اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"تعجب ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔ "جو لڑکی بذات خود ایک مسحور کن آزاد نظم ہو اسے بھلا کسی کی شاعری سے کیا عشق اور پھر آپ تو پوپ میوزک کی دلدادہ ہیں۔ مشرق اور مغرب کا جوڑ بات حلق سے نہیں اتر رہی۔"

"پچاس ہزار کے عوض منہ بند کر سکتے ہو یا نہیں؟" وہ تنک کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ میں اپنی زبان اور قلم دونوں کو لگام دینے کو تیار ہوں لیکن پچاس ہزار کے عوض نہیں۔"

"ایک لاکھ۔" اس نے رعونت سے کہا۔

"جی نہیں۔ صرف ایک ملاقات۔"

"ہوش میں نہیں ہو شاید۔" وہ بپھر گئی۔ "جانتے ہو کس سے بات کر رہے ہو؟"

"مس نغمہ سیٹھ نعمان سے۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن ملاقات سے میرا مطلب وہ نہیں ہے جو مغربی تہذیب کی لغت میں پایا جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس معاملے میں صرف آپ کی ذاتی پسند کو دولت سے زیادہ اہمیت ہے۔"

"تمہیں شاید اپنی زندگی عزیز نہیں ہے۔" وہ چیخ اٹھی، میرا کہا ہوا سچ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

"کل شام ٹھیک پانچ بجے میں نو تعمیر شدہ مغربی ساحل کے کنارے کیفے ون پلس (ONE PLUS) میں آپ سے مل رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ملاقات دوستانہ ماحول میں ہو اس لیے آپ کسی حماقت کا ثبوت نہ دیجیے گا۔" میں نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ لائن کاٹ دی۔ دوسرے ہی منٹ میں انکوائری سے نمبر معلوم کرکے اکبر درانی سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ میں اس سے ایک روز پہلے ہی سیلی چیمبرس کی دوسری منزل پر واقع چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے دفتر میں مل چکا تھا۔ اس کا کردار بھی مجھے کچھ مشکوک سا لگ رہا تھا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔ "اکبر درانی بول رہا ہوں۔"

"میں آپ سے ایک ضروری بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" اس کا لہجہ بے حد مہذب تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے وہ کوئی اور بول رہا ہو۔

"پلیز فون بند مت کیجیے گا۔" میں نے اس کی شرط...

تاریخی ناول

خالد بن ولید	الماس ایم۔اے	200/-
سلطان ٹیپو شہید	الماس ایم۔اے	200/-
نواب حیدر علی خاں	الماس ایم۔اے	200/-
سلطان صلاح الدین ایوبی	الماس ایم۔اے	450/-

مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے چاکلیٹ کلر والی سفاری سوٹ کی شخصیت کے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"سفاری سوٹ۔ چاکلیٹ کلر۔" دوسری جانب سے حیرت کا اظہار کیا گیا۔ "میرے عزیز' یہ کسی ٹیلر ماسٹر کی دکان نہیں' مجاز رزا اکاؤنٹ کا دفتر ہے۔"

"کیا آپ اکبر درانی بول رہے ہیں؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"بول رہا ہوں' لیکن ـــ"

"یاد کیجئے میں کل ہی آپ سے ملا تھا بلکہ آپ نے خود ہی مجھے شرف ملاقات بخشی تھی اور مادھولال کے قتل ـــ"

"آپ خواہ کوئی بھی ہوں مگر پلیز میرا وقت مت برباد کیجئے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں کسی مادھولال سے واقف نہیں ہوں۔" وہ بڑی رکھائی سے بولا۔ "کسی درد سری سے بچنے کے لیے میں نے کل اپنا آفس بند رکھا تھا۔ اور آپ فرما رہے ہیں کہ کل ہی میں نے جناب سے ملاقات کی تھی۔ واہ واہ واقعی۔"

"ون منٹ' کیا آپ کے دفتر کی چابی کسی اور کے پاس بھی ہے۔ کسی ایسے نوجوان کے پاس جو باڈی بلڈر بھی ہو۔"

"ایک مشورہ دوں آپ کو۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے انتہائی تلخ انداز میں جواب دیا۔ "آپ کسی ہیلتھ کلب یا جوڈو کراٹے کلب سے رجوع کریں۔ اور پلیز میرا وقت برباد نہ کریں تو بڑی نوازش ہو گی جناب کی۔"

دوسری جانب سے رابطہ ختم کیا گیا تو میرے ذہن میں پھر آندھیوں کے تیز جھکڑ چلنے لگے۔ فون پر گفتگو کرنے والے نے اپنا نام اکبر درانی ہی بتایا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ کل اس کا دفتر بند تھا جبکہ میں اسی کے دفتر میں اکبر درانی نامی نوجوان باڈی بلڈر سے مل چکا تھا۔ اگر وہ اکبر درانی کے بجائے کوئی اور تھا تو پھر اکبر درانی کے کمرے میں کیا کر رہا تھا؟ دفتر کیسے کھولا گیا تھا؟ اور مجھے خاص طور پر سفاری سوٹ والے کا حوالہ کیوں دیا گیا تھا؟ کیا پھر طاغوتی قوتیں میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل' کھیل رہی تھیں؟ ابھی میں کوئی آخری نتیجہ نہیں اخذ کر سکا تھا کہ ڈائریکٹ لائن والے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"شہباز دس اینڈ۔" میں نے سنجیدگی سے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"تم اگر ڈر کر بھاگ نہ کھڑے ہوتے تو شاید وہ سکہ تمہارے ہی ہاتھ لگتا جس پر J.N اور چھپے کا ٹریڈ مارک موجود تھا۔"

"کون بول رہے ہو۔" میں نے سپاٹ اور بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"تمہاری خاطر میرا ایک قومی کالم آ چکا ہے لیکن میں تمہیں باور کرانا چاہتا تھا کہ انسانی زندگی کی میری نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔" دوسری جانب سے بولنے والے کا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "اگر جیون پیارا ہے تو بھوشن کے چرن چھو کر شما کی بھیک مانگ لو ورنہ کسی طاعون زدہ چوہے کی طرح مارے جاؤ گے۔"

"جگت نارائن۔" میں نے پانسہ پھینکا۔

"نہیں۔ میں اس کا ایک خادم بول رہا ہوں' تمہیں اس لیے فون کیا ہے سفاری سوٹ والے کے بھیانک انجام کو مت بھولنا۔ ہم تمہیں جب چاہیں' جس طرح چاہیں اور جہاں چاہیں کسی کیڑے کی طرح قدموں تلے کچل سکتے ہیں۔"

"اس رعایت کی بھی کیا ضرورت تھی۔" میں نے اس کا تمسخر اڑانے کی کوشش کی۔

"ہماری تنظیم کا اصول دوہرا ہے۔" اس نے زہریلے انداز میں جواب دیا۔ "ہم اندھیرے میں پشت سے خنجر گھونپنے کے عادی نہیں ہیں' ہمیشہ بہادروں کی طرح سے للکار کر مارتے ہیں۔"

"کسی کے دفتر کا تالہ کھولنے والوں کو تم کیا کہو گے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

"ورنہ ہوتے تو کسی اور کے دفتر میں بیٹھ کر تمہیں تمہارا انجام دکھانے کی کوشش بھی نہ کرتے۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

"کیا سفاری سوٹ والے کو اپنے انجام کی خبر تھی۔"

"یہ ہمارا اپنا سیٹ اپ ہے۔ تم پریشان مت ہو۔ صرف اتنا خیال رکھو کہ تم بھوشن کے سلسلے میں اپنی چونچ بند ہی رکھنا اور اس کے باہر آنے کے بعد تمہیں اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا ہوگا۔ یہ J.N کا حکم ہے اور وہ اپنے حکم بدلنے کے سختی سے خلاف ہے۔"

"J.N کی اصلیت سے بھی واقف ہو۔"

"ہم فضول باتوں میں وقت برباد نہیں کرتے۔ J.N ہمیں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بڑی بڑی رقمیں دیتا ہے۔ ہماری حفاظت کا خیال رکھتا ہے۔"

"اور اپنے آدمیوں کو خود ہی موت بھی دیتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مادھولال کے قتل کے بارے میں کیوں بھول رہے ہو۔ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ گردش کا پہیہ گھومتا رہتا ہے۔ کسی دن تمہارا وجود بھی اسی چکر کے پاٹے میں آ کر ٹکڑوں میں منقسم ہو سکتا ہے۔ نند کشور کی مثال لو' نرمل کو ختم کرنے کے لیے مادھولال کی خدمات حاصل کی گئیں۔ پھر اسے نند کشور کے ہاتھوں دھوکے سے ختم کرا دیا گیا اور اب نند کشور بھی کام آ گیا۔ کبھی غور کیا ہے تم نے ان باتوں پر۔ ہو سکتا ہے

تمہاری باری بھی جلدی آ جائے۔"

"ہماری فکر چھوڑو ـــ اپنا خیال رکھنا' J.N کسی حکم عدولی کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہے۔"

"شاید اسی لیے چوہے کے بل میں چھپا بیٹھا تم جیسے احمقوں پر حکم چلاتا رہتا ہے اور پھر تم لوگ جانوروں کی طرح ذبح کر دیے جاتے ہو۔"

"کیا تمہارا کوئی پیغام J.N تک پہنچایا جائے؟"

"ایز یو وش ـــ اینڈ گڈ بائی۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے جواب دے کر فون بند کر دیا لیکن میں اب محسوس کر رہا تھا کہ جگت نارائن ایک گھپ اندھیرے کا نام ہے اور گھپ اندھیروں سے دو دو ہاتھ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ میں بڑی سنجیدگی سے حالات کی الجھی ہوئی ڈور سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کالکا کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"آپ کس سوچ بچار میں گم ہو' شہباز خان۔"

میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا' کالکا میرے قریب ہی کھڑی مجھے بڑی تیکھی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"تم ـــ" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "اب کیا لینے آئی ہو۔"

"کیوں' کیا تم اتنی جلدی کالکا کے سارے احسانات کو بھلا دو گے۔" کالکا کا لہجہ زہر آلود ہو گیا۔ "اتنے بے مروت تم پہلے تو کبھی نہیں تھے۔"

"تم نے بھی اس طرح مجھ سے کبھی نگاہیں نہیں پھیری تھیں۔"

"بھوشن کے بارے میں میرا کہا مان لو۔ کالکا کی نگاہوں کے زاویے تمہارے حق میں پھر بدل جائیں گے۔"

"نہیں۔ میں بھوشن کی طرف دوستی کا ہاتھ کسی قیمت پر بڑھانے کو تیار نہیں ہوں۔" میں نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔

"جگت نارائن سے مقابلہ کر سکو گے۔" وہ تمسخر اڑاتے ہوئے بولی۔ "سوچ لو۔"

"کیا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتیں۔"

"نفرت کا صرف نام ہی سنا ہے یا یہ بھی جانتے ہو کہ وہ کس قدر خود سر اور خطرناک ناگن ہے۔"

"کیا مطلب ـــ؟"

"میں اسے بتا سکتی ہوں کہ کرائم رپورٹر کی حیثیت سے تم نے فون کیا تھا۔ پھر کیا بیتے گی تمہارے اوپر۔"

"مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیوں میرے بھولے ناتھ۔" اس کی مسکراہٹ میں تضحیک کا پہلو نمایاں تھا۔

"وقت سے فائدہ اٹھا رہی ہو کالکا رانی۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "ورنہ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب تم میرے قریب آنے سے بھی خوفزدہ رہتی تھیں۔ تم کو یاد ہے یا اب بھول گئیں؟"

"کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں تو کبھی کی راتیں۔ کیا تم چاند کو نکلنے یا سورج کو ڈوبنے سے روک سکتے ہو۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "مجھے یہ بھی یاد ہے کہ صرف ایک شنکر نے روپ نگر میں تمہارا جینا دو بھر کر دیا تھا۔ جمنا کو یاد کرو' اس نے تمہاری ساری افسری شنکر کے ایک اشارے پر مٹی میں ملا دی تھی۔"

"ہاں ـــ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے تمہیں ایک پہاڑ کی گندگی سے نکالا تھا ورنہ ـــ"

"شہباز خان۔" کالکا کا لہجہ بڑا ہی خطرناک اور سفاک ہو گیا۔ "آگ سے کھیلنے کی کوشش مت کرو ورنہ جل بھن کر راکھ ہو جاؤ گے۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

"یہ بات تمہیں اس وقت یاد کیوں نہیں آئی جب تم

عظیم جرنیل بوناپارٹ کی زندگی
اور کارناموں پر مشتمل
ایک دلچسپ کتاب-----

نپولین بوناپارٹ

قیمت: -/75 روپے

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

مصیبت میں مجھے آواز دیا کرتے تھے۔"

"اب بھی وقت نہیں گزرا۔"

"وقت کی بات مت کرو۔" وہ غصے سے کانپ اٹھی۔ "وقت کل بھی کالاکا کی مٹھی میں تھا اور آج بھی کالاکا کے اشارے کا غلام ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے۔" میں نے حسنہ کے ایک جملے کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "اب تو میرے سر سے وہ سایہ بھی ہٹ گیا جس کی وجہ سے تم میرے قریب آنے سے ڈرتی تھیں۔ میرے دل کا حال تمہیں جان سکتی تھیں۔"

"اب بھی ایک شکتی ایسی ہے جو تمہاری سہایتا کر رہی ہے لیکن وہ زیادہ دنوں تک تمہیں کالاکا سے نہیں بچا سکے گی۔ وقت کی قدر کرو شہباز خان' مجھ سے دوستی کر لو۔ کالاکا اب بھی تمہیں شما کر دے گی پر تو اس کے لیے تمہیں کچھ دنوں کے لیے بھوشن کو بھولنا ہوگا۔" وہ سپاٹ لہجے میں مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں وچن دیتی ہوں کہ سمے گزرنے کے بعد بھوشن کو بھی موہنی کی طرح تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"تم اگر دیوی دیوتاؤں کی وجہ سے آج بھوشن کی مدد کرنے پر مجبور ہو تو وہ کل بھی تمہیں مجبور کر سکتے ہیں۔" میں نے اس بار قدرے نرمی سے جواب دیا' لیڈی مکارلس نے مجھے کی مشورہ دیا تھا کہ مصلحتاً کالاکا سے بگاڑ نہ کروں ورنہ حالات میرے حق میں اور خراب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بڑی خوبصورتی سے گفتگو کو ایک موڑ دیتے ہوئے کہا۔ "کیا ضروری ہے کہ تم کل مکمل طور پر آزاد ہو جاؤ گی؟"

"یہ بات تم نے موہنی کے سلسلے میں تو نہیں سوچی تھی' پھر اب کیوں غور کر رہے ہو۔"

"اس لیے کہ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں۔" میں نے اسی کا جملہ لوٹاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم چاند کے طلوع اور سورج کے غروب کو روک سکتی ہو۔"

"بہت سمجھ دار ہو گئے اب' اچھا بولنے لگے ہو۔"

"سب تمہاری کرپا ہے ورنہ میں بھلا کس قابل ہوں۔"

"تم کس قابل ہو یہ بات جاننے کے لیے تم نے کبھی کالاکا کے من میں جھانکنے کی کوشش ہی نہیں کی۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی پھر قریب آ کر اس نے اپنی بانہیں میرے گلے میں ڈال دیں۔ اس کی سانسوں کی تپش مجھے پگھلانے لگی۔ اس کا قرب قیامت خیز تھا۔ وہ قہر کی دیوی سے اچانک ایک حسین دوست کا روپ اختیار کر چکی تھی۔ اس کے انداز میں خود سپردگی تھی۔ میں نے اس کی بانہوں کو اپنی گردن سے نکالنے کی کوشش کی تو وہ بڑی حسرت سے بولی۔

"کیا میں اتنی ہی بری ہوں کہ تم اب میرا قرب بھی برداشت نہیں کر سکتے۔" اس کے لہجے میں حسرتیں اور آرزوئیں تڑپ رہی تھیں۔

"میں پتھر نہیں ہوں کالاکا رانی۔ انسان ہوں۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ دھوپ چھاؤں کا کھیل ایک دن مجھے پاگل کر دے گا۔"

"جب میں تمہارے لیے دیوانی ہو گئی ہوں تو تم ہوش میں رہنے کی باتیں کیوں کر رہے ہو۔" وہ بہکنے لگی۔ کسی چلچلی کائی کی طرح وہ میرے راستے میں حائل ہو گئی تھی۔ میں نے سنبھلنا چاہا لیکن سنبھل نہ سکا۔ میرے قدم رپٹ گئے۔

وہ سب کچھ ایک خواب کی مانند تھا۔ مجھے کسی بات کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ میں نے جتنا ابھرنے کی کوشش کی اتنا ہی اور ڈوبتا چلا گیا پھر جوار بھاٹے کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو میں اپنی کرسی پر بیٹھا تھا اور کالاکا۔ وہ تھکے تھکے انداز میں میرے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ میں ان لمحوں کو الفاظ کا پیرہن دینے سے قاصر ہوں۔ جو کچھ میں نے محسوس کیا تھا وہ ایک خوبصورت دھوکا بھی ہو سکتا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ کالاکا کے گداز ہونٹوں کی آسودگی میرے خیالوں پر نرم اور بھیگے بادلوں کے تودوں کی طرح چھاتی جا رہی تھی۔

"کس وچار میں گم ہو میرے پران ناتھ۔" کالاکا کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔

"یہ سب کچھ۔ کیا تھا۔" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"کیوں۔ کیا تمہیں پچھتاوا ہو رہا ہے۔" اس نے مخمور آنکھوں سے مجھے دیکھا پھر بہکے انداز میں بولی۔ "آج تم نے جیون میں پہلی بار بڑے پیار سے کالاکا کے شریر کو چھوا ہے۔ کالاکا کی برسوں کی پیاس بجھی ہے۔ ان بیتے لمحوں کو یاد رکھنا اگر بھول گئے تو تمہاری کالاکا رانی۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ اس کی بادامی آنکھوں میں تیرتے ہوئے ڈورے کچھ اور کہانی کہہ رہے تھے لیکن میں ابھی تک گزرے لمحوں کو محض خواب سمجھ رہا تھا۔ جو کچھ میں نے محسوس کیا وہ سحر بھی ہو سکتا تھا۔ کالاکا طاغوتی قوتوں کی مالک تھی۔ شاید اس نے مجھے خوابوں کی دنیا میں لے جا کر اپنا اسیر بنانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے موضوع نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بھوشن کے بارے میں اب تم نے کیا سوچا ہے؟"

"دھرتی کی کوئی طاقت اسے پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جا سکتی۔" کالاکا کی خباثتیں یکلخت جاگ اٹھیں۔ "میں نے دیوتاؤں کو وچن دیا اور میں اپنے دیے ہوئے وچن سے انکار نہیں کر سکتی۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ بھوشن کے ٹولے میں اب جگت نارائن بھی شامل ہو گیا ہے؟" میں نے اسے رام کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں میں جانتی ہوں لیکن جب تک کالاکا نہ چاہے جگت نارائن کے اگلے پچھلے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"نرمل کی موت کو کیوں بھول رہی ہو۔ وہ بے گناہ ہونے کے باوجود قاتلوں کی زد میں آ گئی' پانڈے نے خودکشی کر لی' دشمنوں نے اس کا گھر اور کاروبار سب کچھ جلا کر راکھ کر دیا۔"

"اس میں تمہارے حرص کا دوش ہے۔" وہ سپاٹ آواز میں بولی۔ "اس نے بھوشن سے ٹکرانے کا سپنا دیکھا تھا۔ پانڈے کی سہایتا کرنے کی کوشش کی تھی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو پانڈے اور نرمل بچ بھی سکتے تھے۔"

"جگت نارائن کی اصلیت کیا ہے؟" میں نے اسے کریدا۔

"وہی جو تم نے سنا ہے۔ پر تو ایک بات کا دھیان رہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "تم اگر سارا جیون بھی بلیدان کر دو تو بھی کیرداس کو جگت نارائن ثابت نہیں کر سکو گے۔ کیول اتنا یاد رکھو کہ صرف کالاکا ہی تمہیں اس کے عتاب سے بچا سکتی ہے۔"

"ماد ھولال کو کس جرم میں مارا گیا؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "وہ تو نرمل کو مارنے میں ناکام نہیں ہوا تھا پھر۔"

"جگت نارائن نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے راستے سے ہٹا دیا ہوگا۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"کیا جمیل پارک میں سفاری سوٹ والے کی ہولناک موت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی؟"

"ہو سکتا ہے۔" اس بار کالاکا نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"اور اس کا نام نند کشور تھا؟"

"تمہیں یہ نام کس نے بتایا؟" کالاکا نے چونک کر مجھے گھورا اور میں فوری طور پر اپنی جگہ محتاط ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ کالاکا کی ناپاک قوتوں کو اکبر درانی کا علم ہوگا۔ اسی نے مجھے نند کشور کا نام بتایا تھا لیکن کالاکا کے چونکنے کا انداز چغلی کھا رہا تھا کہ اسے میری اور اکبر درانی کی ملاقات کے بارے میں کچھ نہیں معلوم اگر میرا اندازہ درست تھا تو پھر اکبر درانی کی اصلیت کیا تھی؟ وہ کون تھا جو اکبر درانی کی حیثیت سے مجھے چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں ملا تھا۔ میں کچھ دیر تک کالاکا کو سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے اسے آزمانے کی خاطر سوال کیا۔

"کیوں۔ کیا سفاری سوٹ والے کا نام نند کشور نہیں تھا؟"

"یہی نام تھا لیکن تمہیں کس نے بتایا تھا؟" وہ بدستور میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ میں نے اپنے من کے دروازے بند کر لیے۔ اپنی سوچوں کا سوئچ آف کر دیا تاکہ وہ میرے دل کا حال نہ جان سکے۔ بات کا رخ بدل کر پوچھا۔

"تم نے نغمہ کو خود سر اور ناگن کیوں کہا تھا؟"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ اوپر سے جتنی حسین نظر آتی ہے اندر سے اتنی ہی زہریلی ہے۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "اس کے قریب جانے کی کوشش بھی تمہارے لیے نقصان اٹھاؤ گے۔"

"کیا تم نغمہ کے سلسلے میں بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں؟"

"تم چاہو تو اس کے رنگ و روپ سے کھیل سکتے ہو' اپنے من کی پیاس بجھا سکتے ہو لیکن اپنے اصلی روپ میں۔" کالاکا کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "میں تمہاری کارن اس کو رام کر لوں گی۔ وہ تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہوگی لیکن تم اس سے سفاری سوٹ والے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کرو گے۔"

"کیا وہ اتنا ہی اہم آدمی تھا؟"

"غلط سمجھے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "جگت نارائن کے لیے کوئی آدمی اہم نہیں ہوتا اگر اس کا سگا بھائی بھی اس کے راستے میں آ جائے تو وہ اسے بھی موت کی نیند سلانے سے ہچکچائے گا نہیں۔"

"پھر تم۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تم اس کا کھوج لگانے کی کوشش کرو۔" وہ دوبارہ سنجیدہ ہو گئی۔

"نغمہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ اس کرائم رپورٹر کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش نہیں کرے گی جس نے اسے ساحل کے کنارے ملاقات کی دعوت دی ہے؟"

"اسی کارن میں نے کہا ہے کہ تم اس سے اپنے اصلی روپ میں ملو۔" کالاکا نے جواب دیا۔ "تم نہیں جانتے اس کے بارے میں لیکن میں جانتی ہوں' اس نے طے کر لیا ہے کہ تمہاری زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دی جائے۔ میرا اشارہ کرائم رپورٹر کی طرف ہے جس کے لیے اس نے بڑا خطرناک جال بنا ہے۔"

"سلمان قیصر کون ہے؟"

"ایک نوجوان کوی (شاعر)۔" وہ تھوڑے توقف کے بعد بولی۔ "نغمہ اس کے پریم میں دیوانی ہو رہی ہے۔ جانتے ہو کیوں۔" اچانک اس کا لہجہ پھر خمار آلود ہو گیا۔ "اس نے کئی بار اپنے سندر شریر کو اس کے سامنے کھلی کتاب کی طرح پیش کیا لیکن کوی دیو مہاراج نے اسے سویکار کرنے سے انکار کر دیا۔ نغمہ اپنی ہار کو ایک چیلنج سمجھ رہی ہے۔ وہ ہر قیمت پر اس دیوانے کو حاصل کرنے کے سپنے دیکھ رہی ہے لیکن وہ کبھی سپھل نہیں ہوگی۔"

"وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے رازداری کا انداز اختیار کیا۔

"بس' یہ سمجھ لو کہ نیلے آکاش والے بھگوان کو ان کا ملاپ

aazzamm@yahoo.com

منظور نہیں ہے۔ پر تو میں اس حسین ناگن کا سارا زہر نکال کر اسے تمہارے چرنوں کی داسی بنا سکتی ہوں۔ بڑے مالدار باپ کی بیٹی ہے' سارا جیون عیش کر سکتے ہو۔ کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں مسکرا دیا۔ "شاید تم ماہ رخ کی طرح نغو کے شریر پر بھی اس وقت قبضہ جماؤ گی جب میں اس کے قریب جاؤں گا۔"

"ہاں۔" کاکا کی آنکھوں کے پیمانے میں مستی کے ساغر ٹکرانے لگے۔ "میں تمہیں ہر رنگ' ہر روپ میں سویکار کرنا چاہتی ہوں۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"کیا اب بھی تم اجازت کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

"اس شعلے کا راز کیا ہے' جس کے لپکتے ہی تم غائب ہو جاتی ہو۔ کہیں وہ تمہارا ہی کوئی نیا روپ تو نہیں ہے؟"

"تم نغو سے جب چاہو شہباز خان کے روپ میں مل سکتے ہو۔ وہ ٹوٹے ہوئے پھل کی طرح تمہاری جھولی میں آگرے گی۔" کاکا نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں ایک بار پھر خبردار کر رہی ہوں۔ کسی اور حیثیت سے کبھی اس کے قریب جانے کی حماقت نہ کرنا۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے اس شعلے کے راز سے آگاہ نہیں کرو گی۔"

"میں جا رہی ہوں شہباز خان پر تو ایک بات کان کھول کر سن لو۔ تم بھی کاکا کو کمزور سمجھنے کی بھول نہ کرنا۔"

وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو مجھے یقین آ گیا کہ شعلوں کے لپکنے کا کاکا کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر وہ کون سی ایسی قوت تھی جو کاکا کی راہ میں حائل ہو رہی تھی؟ میرا ذہن دوبارہ الجھنے لگا لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میں نے نہ جانے کیوں دھڑکتے ہوئے دل سے فون اٹھا لیا۔ میرے وجود کے اندر ایک نامعلوم سی اتھل پتھل ہو رہی تھی۔

"شہباز اسپیکنگ۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"ندیم بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔ "دفتر میں تمہیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے؟"

"میں سمجھا نہیں؟" ندیم کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ محسوس کر کے میرا دل اور زور سے دھڑکنے لگا۔

"امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم گھر آ جاؤ۔" ندیم نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے۔"

"ندیم۔" میں چیخ اٹھا۔ "تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" ندیم نے کہا۔ "امی تمہیں بار بار یاد کر رہی ہیں اس لیے میں نے تمہیں فون کیا ہے۔"

"امی کا خیال رکھنا ندیم۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں آ رہا ہوں۔"

دوسری جانب سے ندیم نے شاید مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ آندھی اور طوفان کی طرح لپکتا ہوا نیچے آیا۔ دانش مجھے اسٹیئرنگ پر بیٹھا ملا۔ میں نے لپک کر پچھلا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "گھر چلو۔۔۔ جلدی۔"

"خیریت تو ہے؟" دانش نے گاڑی اسٹارٹ کر کے تیزی سے ریورس کیا پھر اسی برق رفتاری سے کھلی سڑک پر آتے ہوئے بولا۔ "آپ مجھے کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔ کوئی خاص بات؟"

"ندیم کا فون آیا تھا۔ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" جواب دیتے وقت نہ جانے کیوں میری آواز بھرا گئی۔

گھر پہنچ کر میں تقریباً بھاگتا ہوا امی کے کمرے میں داخل ہوا۔ نسیم' عارفہ' ندیم اور ڈاکٹر کے علاوہ گھر کی ملازمہ سب ہی اسی ایک کمرے میں موجود تھے۔ ڈاکٹر امی کو کوئی انجکشن لگا رہا تھا۔ ندیم نے میری وحشت کا اندازہ لگایا تو میرے قریب آ گیا۔

"پریشان مت ہو۔" وہ مجھے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "سب کچھ ٹھیک ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آنکھیں پھاڑے امی کو دیکھتا رہا جو بے سدھ اپنے بستر پر پڑی تھیں۔ ڈاکٹر انجکشن لگا کر باہر نکلا تو میں اور ندیم بھی اس کے ساتھ تھے۔

"ڈاکٹر۔" میں نے دیوانگی کے عالم میں پوچھا۔ "امی کی حالت کیسی ہے؟ کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے؟"

"خدا سے دعا کریں' وہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔" ڈاکٹر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔ "میں نے نیند کا انجکشن اور پلس گلو ملا کر دے دیا ہے کچھ دیر سو کر اٹھیں گی تو طبیعت قدرے بحال ہو جائے گی۔"

"انہیں کیا مرض ہے؟" میں مجسم سوال بن گیا۔

"سب سے بڑا مرض بڑھاپا ہوتا ہے شہباز صاحب۔ ہمت سے کام لیں۔"

ندیم ڈاکٹر کو چھوڑنے باہر چلا گیا تو میں دوبارہ امی کے کمرے میں آ گیا۔ نسیم اور عارفہ امی کے قریب بیٹھی آہستہ آہستہ ان کا سر سہلا رہی تھیں۔ میں نے عارفہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں نمناک تھیں۔

"امی حضور۔" میں نے بستر پر امی کے قریب بیٹھ کر انہیں دھیرے سے آواز دی تو امی نے آنکھیں کھول دیں۔ ان کے چہرے پر شدید نقاہت نظر آ رہی تھی۔ میں ان کی آنکھوں سے چھلکتی ہوئی حسرت اور مایوسی دیکھ کر لرز اٹھا۔ میرا دل اور

شدت سے دھڑکنے لگا۔

"تم آ گئے شہباز۔" وہ نقاہت بھری آواز میں بولیں۔ "میں بہت دیر سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی۔"

"کل سے میں دفتر نہیں جاؤں گا امی۔" میں نے ان کا کمزور ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مسکرانے کی کوشش کی۔ "جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔ میں ہر وقت آپ ہی کے پاس رہوں گا۔"

"اور دفتر۔"

"وہاں میں ندیم کو بھیج دیا کروں گا۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"بڑا اچھا بچہ ہے وہ۔ خدا اسے اور نسیم کو ہمیشہ سلامت رکھے۔"

"اور مجھے کوئی دعا نہیں دیں گی؟" عارفہ نے شکوہ کیا۔

"تم۔۔۔ میرے شہباز کا خیال رکھنا۔" امی نے نگاہوں کا رخ بدل کر عارفہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری دعائیں۔۔۔ تمہارے ساتھ۔۔۔ ہیں۔"

"آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔" میں نے امی کے ہاتھ کو آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ آپ کو آرام کی شدید ضرورت ہے۔ سو کر اٹھیں گی تو آپ کی طبیعت بحال ہو جائے گی۔"

امی نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک ویران ویران نظروں سے چھت کی طرف دیکھتی رہیں پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔ "کل رات۔ میں نے تمہارے باپ کو خواب میں دیکھا تھا۔"

"یہ تو بڑا اچھا خواب ہے۔" میں نے اپنے دل سے امڈتے ہوئے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کی۔ "خدا نے چاہا تو آپ دوبارہ صحت یاب ہو جائیں گی۔"

"تمہارے باپ۔ بہت اداس۔۔۔ اداس اور تنہا نظر آ رہے تھے۔" امی کی نگاہوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

"امی۔" میں دبی دبی آواز میں چیخ اٹھا۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ مجھے بلا رہے تھے۔"

"نہیں۔" میں تڑپ اٹھا۔ "آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔ کبھی نہیں۔ مجھ سے وعدہ کریں۔"

ندیم کمرے میں واپس آیا تو ہماری حالت ہی سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ ہمارے دلوں کی کیفیت کیا تھی۔

"بچوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔" امی نے مجھے ممتا بھری نگاہوں سے دیکھا۔ "قیامت تک۔۔۔ بھلا کون۔۔۔ زندہ رہتا ہے۔"

"امی۔" ندیم نے تیزی سے قریب آتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "یہ تو سدا کا پگلا ہی رہا ہے۔ آپ ہم سے بزرگوں سے بات کریں۔"

امی نے ندیم کی بات سنی تو ایک ہلکے سے تبسم نے ان کے مرجھائے ہوئے ہونٹوں پر ابھرنے کی کوشش کی ندیم کو بڑی اپنائیت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ندیم۔۔۔ بیٹے۔۔۔ تم بھی میرے۔۔۔ شہباز کا۔۔۔ خیال رکھنا۔"

اس بار امی کے لب و لہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ ندیم بھی تڑپ اٹھا۔ عارفہ اور نسیم نے اپنی چھلکتی ہوئی آنکھوں کو دوپٹے سے خشک کرنے کی ناکام کوشش شروع کر دی۔ میں نے چراغِ نیم شب کی لو کو امی کی آنکھوں میں کپکپاتے محسوس کیا تو چیخ اٹھا۔

"امی۔ خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں۔" میری آواز بھرانے لگی۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے۔"

"ہمت سے کام لو شہباز۔" ماں نے آخری سنبھالا لیتے ہوئے کہا۔ "عارفہ اور نسیم دونوں کا خیال رکھنا۔"

"امی پلیز۔" میں ماں کے سینے کی کشادگی میں سر چھپا کر بلکنے لگا۔ "ابھی مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کے پیار کی' آپ کی محبت کی' آپ کی دعاؤں کی۔ میں تنہا رہ گیا تو بھٹک جاؤں گا۔"

ماں کے شفقت بھرے ہاتھ میرے الجھے بالوں میں حرکت کر رہے تھے پھر ان کی حرکت معدوم ہوئی تو کمرے میں تمام افراد دھاڑیں مار مار رونے لگے مجھے جیسے سکتہ ہو گیا۔ ماں کے دل کی دھڑکن میرا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ماں کی پتھرائی ہوئی نظریں میرے چہرے پر مرکوز ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی تھیں۔ ندیم نے آگے بڑھ کر مجھے تھام نہ لیا ہوتا تو شاید میں اپنا سر دیوار سے مار مار کر پاش پاش کر لیتا۔ نسیم اور عارفہ کے علاوہ گھر کے سارے ملازم بھی رو رہے تھے۔ ندیم نے ہاتھ بڑھا کر ماں کی آنکھیں بند کیں پھر مجھے باہر لے آیا۔ ایک ماں کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد جیسے زندگی کی تمام خوشیاں مجھ سے روٹھ گئی تھیں۔ صرف آنسوؤں کا سیلاب اور ہچکیوں کا زیر و بم میرا ساتھ دے رہے تھے۔

☆ ——— ❖ ——— ☆

تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد قبرستان میں موجود ہم اپنے اور پرائیوں نے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھا لیے تھے۔ میں بھی دل ہی دل میں ماں کی مغفرت کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا پھر اچانک میں نے ہجوم میں اکبر ورائی کو کھڑے دیکھا۔ وہ بھی ہاتھ اٹھائے ہمارے ساتھ کھڑا تھا لیکن کیوں؟ اس کا ہمارے غم سے کیا تعلق تھا؟ میری کنپٹیاں سنسنانے لگیں۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ریحانہ، سلمٰی، عذرا کے خالق اختر شیرانی
کی عشقیہ شاعری اور شخصیت کا تفصیلی جائزہ

جہاں ریحانہ رہتی تھی

اختر شیرانی ----------

خوبصورت سرورق -------- عمدہ طباعت

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

قیمت: -/100 روپے

اکبر درانی کو فاتحہ پڑھتے دیکھ کر میں ایک لمحے کو جیسے سب کچھ بھول گیا۔ زرل اور ماہ جلال کی موت کے سلسلے میں اس نے سیفی چیمبرس میں مجھے خود اپنے آفس میں بلا کر مند کشور کے بارے میں بتایا تھا پھر مند کشور بھی پارک میں جھیل کے کنارے ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ اڑ گیا تھا۔ بعد میں میں نے اکبر درانی سے اس کے دفتر کے نمبروں پر بات کی تو اس نے سرے سے یہ ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ میری اور اس کی ملاقات بھی کبھی ہوئی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق جس روز ماہ جلال کا قتل ہوا تھا اس کے بعد اس نے پولیس اور دیگر اداروں کی تفتیشی مہم سے تنگ آ کر اپنا دفتر بند کر دیا تھا۔

میں نے ہجوم میں ٹھہرے اکبر درانی کو غور سے دیکھا۔ وہ سو فیصد وہی تھا جس سے چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا میری ماں کی موت میں شرکت کرنا کیا معنی رکھتا تھا؟ وہ کون تھا؟ کس لیے میرے ذہن کو الجھانے کی کوشش کر رہا تھا؟

میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں۔ مجھے کاکا یاد آئی۔ ندیم نے جس وقت مجھے ماں کی بیماری اور طبیعت خراب ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس وقت کاکا میرے دفتر ہی میں تھی۔ اس نے کہا بھی تھا کہ اگر میں نے پروفیسر ابرار کے مخصوص فارمولے کی چوری کے سلسلے میں مداخلت کی تو وہ مجھے اس بات سے آگاہ کر دے گی کہ جس شخص نے اسے کرائم رپورٹر ین کر فون کیا تھا اور دوسرے دن مغربی ساحل کے کیفے "ون پلس" میں شام پانچ بجے ملنے کو کہا تھا وہ میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک موقع پر اس نے مجھے باپ کی عبرتناک موت کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ کیا مجھے اپنی ماں کی زندگی عزیز نہیں ہے۔

اس وقت میں ماں کی تازہ قبر پر کھڑا فاتحہ پڑھ رہا تھا جب اکبر درانی مجھے نظر آ گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھائے فاتحہ پڑھنے میں مصروف تھا۔

ہر چند کہ وہ وقت میرے لیے کسی چھان بین کے لیے مناسب نہیں تھا پھر بھی میں غیر ارادی طور پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب چلا گیا۔ اتنا قریب کہ اب وہ میری دسترس سے باہر نہیں تھا۔ وہ بدستور فاتحہ پڑھنے میں محو تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سرد لہجے میں سرگوشی کی۔

"بری بات ہے۔" اس نے آنکھیں بند کیے کیے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔"

"لیکن۔"

"میں تمہارے غم میں برابر کا شریک ہوں۔" اس نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں صرف یہ باور کرانے کی خاطر آیا ہوں کہ تمہاری ماں کی موت قطعی طور پر طبعی تھی۔ اس میں کسی بھی خفیہ ماورائی طاقت کا کوئی دخل نہیں تھا۔"

"میں تم سے ایک بار پہلے بھی مل چکا ہوں۔" سیفی چیمبرس کی دوسری منزل پر واقع چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں۔"

"ہاں۔ میں وہی ہوں لیکن میرا اس دفتر سے ابھی کوئی تعلق نہیں رہا۔"

اس کی معصومیت پر میرے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔ ماں کی موت نے میرے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور اب اکبر درانی کی گول مول باتیں میرے خون کی گردش کو تیز کر رہی تھیں۔

"تم یہاں کس لیے آئے ہو؟"

"تمہاری ماں کی فاتحہ میں شرکت کی غرض سے۔"

"مگر تمہارا ہمارے غم سے کیا تعلق ہے؟" میں جھلا گیا۔

"انسان ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ اجنبی رہتا ہے لیکن حالات اور ضرورتیں ہمیں ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہیں اور پھر آپس کا یہ میل ملاپ انسان دوستی کا سبب بن جاتا ہے کیا تمہیں میرا یہاں آنا برا لگا ہے؟"

اکبر درانی نے پہلی بار آنکھیں کھول کر مجھے گھورا تو ایک لمحے کو میں لرز اٹھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں کی جگہ صرف خلا نظر آ رہا تھا جس کے اندر آگ کے بھیانک شعلے دہک رہے تھے۔ میرے پورے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی لیکن پھر میں نے دیوانوں کی طرح اسے پوری قوت سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور چیخ کر بولا۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مرد ہو تو کھل کر مقابلے پر آؤ۔ چوروں کی طرح سے آنکھ مچولی مجھے پسند نہیں ہے۔ ماں کی موت کے بعد اب مجھے کسی قوت کی کوئی پروا نہیں ہے۔ موت ایک نہ ایک دن آنی ہے پھر آج ہی کیوں نہ آ جائے۔"

"سنبھلو شہباز خان۔" ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "خود کو تماشا بنانے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔"

"تم جھوٹے ہو۔ دغاباز ہو۔ مکار ہو۔ فریبی ہو۔" میں نے اسے پوری قوت سے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "تم نہ سہی لیکن تمہاری جیسی کسی پراسرار قوت نے مجھے میری ماں کی موت کی دھمکی دی تھی لیکن اب موت بھی میری نگاہوں میں۔"

"شہباز۔" ندیم نے قریب آ کر مجھے پکڑ لیا۔ "ہوش میں آؤ۔"

"میں ہوش میں ہوں لیکن یہ۔" میں نے اکبر درانی کی طرف دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں نے اس وقت جس کو پوری قوت سے دبوچ رکھا تھا وہ وانی کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ "تم۔" "میں خدا کے حضور بھی نگاہوں سے گھورا۔

"اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کیجیے سر۔" وانی نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" ندیم مجھے ہاتھ تھام کر ماں کی قبر پر لے گیا تو میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ قبر پر بکھرے ہوئے تازہ گلاب کے پھول مجھے ان انگاروں کی طرح نظر آ رہے تھے جن پر مجھے زندگی کا باقی سفر طے کرنا تھا۔ باپ کی موت کے بعد اب ماں کا سایہ بھی میرے سر سے اٹھ چکا تھا۔ میری جنت میرے قدموں تلے سے کھینچ لی گئی تھی۔ آنسوؤں کی روانی نے میری آنکھوں کے سامنے دھند پیدا کر دی تھی۔

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "صبر سے کام لیں ورنہ آپ کی ماں کی روح بے چین ہو جائے گی۔"

سراج نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا۔ ماں ہر حال میں ماں ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی اس کی روح اور ممتا کی تڑپ اپنی اولاد کے لیے بے چین رہتی ہے۔ میں نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے۔ سر تھام کر ماں کی قبر کے سرہانے بیٹھ گیا۔ ندیم اور سراج میرے وجود کو سہارا دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر ہم قبرستان سے واپس آ گئے۔ ماں کی منوں مٹی کے نیچے دبا کر اسے قبرستان کے سناٹے میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ راستے بھر میں خود کو سنبھالتا رہا۔ ندیم اور سراج میرے ساتھ ساتھ تھے۔ وہ مجھے بار بار صبر کی تلقین کر رہے تھے۔ میں کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جاتا پھر ماں کا چہرہ میرے تصور میں ابھرتا تو پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا۔

دس روز تک میں دفتر نہیں گیا۔ میری طرح ندیم، عارفہ اور نسیم کی حالت بھی غیر تھی لیکن وقت آہستہ آہستہ ہمارے دلوں کو رفو کرتا رہا زندگی کے ہنگامے رفتہ رفتہ پھر واپس آنے لگے۔

گیارہویں روز میں دفتر گیا تو میرے عملے کے افراد میرے آفس میں جمع ہو گئے۔ وہ مجھے پرسہ دینے آئے تھے۔ تعزیت کی اس رسم کو نبھا رہے تھے جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ میں ڈبڈبائی آنکھوں سے ان کی محبت، اپنائیت اور خلوص کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ سب واپس جانے لگے تو میں نے وانی کو ہاتھ کے اشارے سے روک لیا۔ قبرستان والی حرکت پر ندامت کا اظہار کیا تو اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"جو کچھ ہوا اسے بھولنے کی کوشش کریں سر۔ زندگی ان ہی نشیب و فراز کا نام ہے۔ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن ایسے المناک مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے لیکن دنیا کا کاروبار اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ ہم سب اسی کی امانت ہیں۔ وہ جب چاہے اپنی امانت ہم سے واپس لے لیتا ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"آپ شاید ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" میں نے رسمی انداز میں جواب دیا۔

وائلی چلا گیا تو اکبر درانی کا خیال میرے ذہن میں دوبارہ جاگ اٹھا۔ ماں کی موت نے میرے پورے وجود کو کسی پھٹتے ہوئے آتش فشاں کی مانند جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ میری آنکھوں کا فریب نہیں تھا۔ میرا ذہن بھٹکتا رہا پھر میں نے خود کو فائلوں کے اندر دفن کرنے کی کوشش شروع کردی۔ دس روز کے اندر پورا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا۔ وائلی نے پورے دفتر کو سنبھال رکھا تھا لیکن بے شمار فائلیں ایسی بھی تھیں جن پر میرے دستخط کے بغیر کوئی عمل درآمد نہیں ہو سکتا تھا۔ میں ان فائلوں کو نمٹانے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھایا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تمہارے غم میں شریک نہیں ہو سکی۔" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری۔ "لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ میں بھی تمہارے دکھ میں برابر کی شریک ہوں۔ کاش میرے اختیار میں ہوتا اور میں تمہارے غموں کا کچھ بوجھ بانٹ سکتی۔"

"میں شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یاد رکھا۔" میں نے ایک رسمی سا جملہ کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم دفتر واپس آگئے۔"

"زندگی گزارنے کی خاطر جد وجہد تو کرنی ہی پڑتی ہے۔"

"کیا میں تمہارا کچھ کام بانٹ سکتی ہوں؟"

"شکریہ۔" میں نے کہا پھر بولا۔ "تم اس وقت کہاں سے بات کر رہی ہو؟"

"اسپتال سے رخصت حاصل کرنے کے بعد میں دوبارہ اسی چھت کے نیچے آگئی ہوں جہاں سے زندگی اور موت، دوستی اور دشمنی کا کھیل شروع ہوا تھا۔" اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ انتقام کی چنگاریاں چیخ رہی تھیں۔

"اچھا ہوا کہ تم نے سلیمان شاہ سے مفاہمت کرلی۔"

"مفاہمت" اس کا لہجہ استہزائیہ تھا۔ "دوسرے یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں اور سلیمان پھر سے ایک ہو گئے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ اب ہم ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔"

"اس کے باوجود تم سلیمان شاہ کے ساتھ رہ رہی ہو۔"

"ہاں۔ شاید اس لیے کہ میں کوئی کمزور عورت نہیں ہوں یا پھر اس لیے کہ میں سلیمان شاہ کو فرار کا کوئی راستہ اختیار کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا دشمن میری نگاہوں کے سامنے رہے۔ میں اس کی ایک ایک شاطرانہ چال کو قریب سے دیکھتی رہنا چاہتی ہوں تاکہ اس کا دفاع کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ [illegible] سلیمان شاہ کو کم از کم اس بات کا احساس ضرور ہو گیا ہے کہ میں نے اس کے مقابلے میں اپنی شکست نہیں قبول کی۔"

"لیکن سلیمان شاہ کے خطرناک آدمی کسی وقت بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے تمہیں ماہ رخ کا خیال اب بھی ہے۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا پھر سنجیدگی سے بولی۔ "اب اس کوٹھی کی وہ پوزیشن نہیں رہی جو پہلے تھی۔ سلیمان شاہ کے زرخرید شکاری کتوں کی طرح میرے وفادار آدمی بھی ہر لمحہ ایک دوسرے کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ کسی وقت آگ کی چنگاریاں بھڑک کر خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر سکتی ہیں۔ خون خرابے میں بیس پچیس افراد بھی خرچ ہو سکتے ہیں لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ سلیمان شاہ براہ راست مجھے نشانہ بنانے کی حماقت نہیں کرے گا۔ میں نے بھی اپنے آدمیوں کو ہدایت کردی ہے کہ وہ بھی اس کے گندے خون سے ہاتھ نہ رنگیں۔ صرف اس کے اجرتی قاتلوں کو اس بات کا احساس دلاتے رہیں کہ میں بھی پوری طرح بیدار ہوں۔"

"آگ اور پٹرول کا ساتھ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن ماچس کی ڈبیا کہیں گم ہو گئی ہے۔" ماہ رخ نے اپنے جملے کی وضاحت کرتے ہوئے سفاک انداز میں کہا۔ "میرا اشارہ اس حرافہ کی طرف ہے جس نے سلیمان شاہ کے کہنے پر مجھے زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ جب تک وہ سامنے نہیں آجاتی ہمارے درمیان کھلم کھلا جنگ کا آغاز نہیں ہو گا۔"

"کیا ملیحہ کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگا؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"پہلے میرا خیال تھا کہ سلیمان شاہ کے اشارے پر اسے جان سے مار کر کہیں ویرانے میں گڑھا کھود کر دفن کردیا ہو گا لیکن ایسا نہیں ہے۔ مجھے اپنے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے شکاری کتے اب بھی گلی کوچوں میں ملیحہ کی خوشبو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ میں نے ملیحہ کو کہیں روپوش کر رکھا ہے۔ کیا یہ سچویشن دلچسپ نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے پر ملیحہ کے سلسلے میں شک کر رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔"

"ہو سکتا ہے اس نے حالات کی سنگینی کو محسوس کر کے یہ ملک ہی چھوڑ دیا ہو؟"

"نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" ماہ رخ نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "وہ کہیں روپوش ہو گئی لیکن ایک نہ ایک دن اسے سامنے آنا ہو گا۔"

"کیا تمہیں ابھی اس کا علم ہے کہ سلیمان شاہ نے اس کی کس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تمہارے خلاف ایک خطرناک قدم اٹھانے پر اکسایا ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے ایسی ہی کوئی صورت ہو جیسی میرے اور تمہارے درمیان تھی۔" ماہ رخ نے بڑی بے باکی سے کہا۔ "سلیمان شاہ وہ تصویریں دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا تھا جو اس کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ وہ خوفزدہ تھا کہ اگر ان تصویروں کی نمائش ہو گئی تو اس کی اصلیت کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ ملیحہ کو بھی کسی ایسی ہی کمزوری نے میرے خلاف انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہو گا۔ ورنہ میں اب بھی پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ مجھے مارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"ابھی ہمارے درمیان سرد جنگ کا سلسلہ جاری ہے کوئی خاص بات رونما ہوئی تو تمہیں اخبارات کے ذریعے اس کا علم بھی ہو جائے گا۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ تم سلیمان شاہ سے علیحدگی اختیار کرلو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"پہلے میں نے اسپتال میں یہی سوچا تھا کہ سلیمان شاہ جیسے شیش ناگ سے دور ہو جاؤں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے قرض دار ہیں۔ جب تک کسی ایک کا قرض چکتا نہیں ہو جاتا دوسرا اس سے علیحدگی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔" ماہ رخ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن چکے ہیں اور ہماری نجی زندگی کے تعلقات اس نہج تک پہنچ چکے ہیں جہاں سے کسی ایک ہی کی واپسی ممکن ہو سکتی ہے۔"

"کیا میں تمہارے کسی کام آسکتا ہوں؟" میں نے بر سبیل تذکرہ ایک رسمی جملہ ادا کیا۔

"اپنا خیال رکھنا۔ میں تم سے ملنے کی کوشش کروں گی لیکن اس طرح کہ سلیمان شاہ کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ میں نے تمہارا بہت سارا قیمتی وقت برباد کیا ہے۔ اس لیے فی الحال اجازت چاہتی ہوں۔ تمہاری ماہ رخ۔" اس نے آخری جملہ بڑے جذباتی انداز میں کہا پھر سلسلہ منقطع کردیا۔

میری حالت رفتہ رفتہ سنبھلتی جا رہی تھی پھر ایک روز شام کو میں دفتر سے گھر پہنچا تو ندیم اور سراج وہاں لان میں بیٹھے ہمارے منتظر تھے۔ میں نے بریف کیس ساجد کے حوالے کیا اور خود قدم اٹھاتا ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

"مسٹر سراج خاصی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" ندیم نے کہا۔

"کوئی نئی اطلاع؟" میں نے سراج کو مخاطب کیا۔

"آپ کی چھٹی حس نے جو کچھ محسوس کیا تھا وہ درست ثابت ہوا۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "آج بھوشن کی ضمانت کی درخواست منظور ہو گئی ہے۔"

"گویا ایک سویا ہوا فتنہ پھر آزاد ہو گیا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"رہائی کے فوراً بعد اس نے فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔" سراج بولا۔ "اس نے میرا شکریہ ادا کیا تھا کہ میں نے یا ڈی آئی جی نے اس کی ضمانت کی درخواست پر کھل کر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اس کے شکریے کے اندر اس کا ایک خاموش پیغام بھی تھا جو میں محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس نے ہماری بے بسی کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے اور شاید یہ بھی کہ اب وہ بہت جلد ہمارے بارے میں کوئی اہم اقدام کی کوشش کرے گا۔"

"رکی کے قتل کے عینی گواہوں کے تحریری بیان کے باوجود۔"

"وہ عدالت میں جا کر منحرف ہو گئے۔" سراج پہلو بدل کر بولا۔ "میں نے آپ سے اس شک کا اظہار پہلے ہی کیا تھا کہ بھوشن کے لیے دو چار گواہوں کو خریدنا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"اب کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"فی الحال ذہنی الجھن میں گرفتار ہوں۔ کل کیا ہو گا اس کا انحصار تو مقدمے کی کارروائی پر ہو گا لیکن میرا خیال ہے کہ پولیس یہ کیس ہار جائے گی۔" سراج نے شکستہ انداز میں جواب دیا۔ "کاغذی ثبوت اور گواہوں کے بیان ایک طرف لیکن نادیدہ قوتوں سے تو کوئی بھی نہیں جیت سکا۔ آپ پہلے بھی کئی موقعوں پر ان گندی قوتوں کا ناقابل یقین کارنامہ دیکھ چکے ہیں۔"

"میں نے آپ کو زبانی زبان میں ایک مشورہ دیا تھا۔ یاد ہے آپ کو۔ میں نے کہا تھا کہ پولیس مقابلے کی آڑ لے کر بھوشن کا سر ہمیشہ کے لیے کچل دیں۔"

"مجھے یاد ہے لیکن میں شاید اب بھی کوئی غیر قانونی قدم اٹھانے پر تیار نہیں ہو سکوں گا۔"

"اس کے علاوہ میرا ایک مشورہ بھی ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "آپ کچھ دنوں کی رخصت حاصل کرلیں۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"شاید آپ کی غیر حاضری میں، میں آپ کے کسی کام آجاؤں۔"

"حماقت کی باتوں سے گریز کریں۔" ندیم نے مجھے ٹوکا۔ "بھوشن کی ضمانت منظور ہو جانے کے بعد اس کے خلاف کوئی خطرناک قدم اٹھایا گیا تو اس کا کیس اور مضبوط ہو جائے گا اور

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب طاغوتی قوتیں بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہوں۔"

"مسٹر ندیم ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سراج نے کہا۔ "آپ فی الحال اس معاملے سے دور ہی رہیں تو بہتر ہے۔"

"اینی وے!" میں نے بے پروائی سے کندھے اچکائے پھر پوچھا۔ "آپ کے ڈی آئی جی کا کیا حال ہے؟"

"مجھے بھی حیرت ہے کہ عدالت نے بھوشن کی ضمانت کس طرح منظور کر لی؟"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟" ندیم نے کہا۔ "جب عینی شاہد ہی اپنے بیان سے منحرف ہو جائیں تو عدالت کیا کر سکتی ہے۔"

"مسٹر ندیم۔" سراج نے کچھ دیر بعد دوستانہ انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان خاصے دوستانہ تعلقات استوار ہو چکے ہیں۔"

"اور اب آپ شاید مجھ سے ملیحہ کے بارے میں دریافت کریں گے۔" ندیم نے مسکرا کر سراج کو دیکھا۔

"جس نامعلوم شخص نے ہمیں دوسری تمام وارداتوں کی اطلاعات دی تھیں وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی تھیں لیکن ملیحہ کے بارے میں ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ میرا خیال ہے کہ جب تک ملیحہ منظر عام پر نہیں آتی اسی وقت تک وہ محفوظ بھی رہ سکتی ہے۔"

"گویا آپ جانتے ہیں کہ وہ کہاں روپوش ہے؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہ میں نے کب کہا؟" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے تو محض اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ملیحہ کے سامنے آتے ہی ماہ رخ اور سلیمان شاہ کے درمیان جو کشمکش شروع ہوگی وہ محکمہ پولیس کے لیے خاصی تشویش ناک بھی ہو سکتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" سراج نے وضاحت طلب کی تو ندیم مسکرا دیا۔

"فرض کیجیے کہ وہ لڑکی سامنے آجاتی ہے اور اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کا جھکاؤ کس کی سمت ہوگا؟ سلیمان شاہ کی طرف جو بے حد اثر و رسوخ والا ہے۔ جس کی شاخیں اندر ہی اندر بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں یا پھر ماہ رخ کی جانب جو سلیمان شاہ کی سب سے زیادہ دکھتی رگ ہے اور سلیمان شاہ کی خطرناک سازش کے علم میں آجانے کے بعد بھی بڑی دلیری سے اس کا ساتھ دے رہی ہے۔"

"ان ہی اندرونی جڑوں نے تو محکمہ پولیس کے راستے میں بارودی سرنگیں پھیلا رکھی ہیں۔" سراج نے جتاتے ہوئے کہا۔ "ہم جس سمت میں قدم اٹھاتے ہیں کہ محض اوپر کی ایک فون کال ہمیں دوسری جانب ٹاک ٹوئیاں مارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ کیس کو داخل دفتر کرنے کی خاطر پیشہ ور کسی پہلے سے سزا یافتہ مجرم کو بلاوجہ پکڑنا پڑتا ہے خواہ وہ ایک بار سزا بھگتنے کے بعد کتنا ہی پارسا کیوں نہ بن گیا ہو۔ ان حالات میں بھلا جرائم کی بیخ کنی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر حالات یہی رہے تو پھر عوام میں بغاوت کا آتش فشاں بھی جاگ سکتا ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے بجائے عوام پولیس کی دشمن ہو جائے گی۔ دوسروں کو تحفظ فراہم کرنے والے خود اپنی حفاظت کے لیے پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس میں ہمارا یا آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم اور آپ تو بے جان کٹھ پتلیاں ہیں جس کی ڈور دوسروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی ڈور کے اشارے پر ہم ناچتے ہیں۔ سارا قصور ہمارے سٹ اپ کا ہے۔ اگر آہنی ہاتھ سے کھٹکنے والی دھواں دھار باتیں ختم کر دیں اور محض عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر بار بار یہ کہہ کر تسلی نہ دی جائے کہ اب کسی کو جرم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی تو حالات کے دھارے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت ان درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کی ہے جن کے سائے تلے جرم پروان چڑھتا ہے۔ چھوٹی مچھلیوں کو شکار کرنے کے بجائے ان بڑی مچھلیوں کو 'نٹ' (net) کیا جائے جو چھوٹی مچھلیوں کو جنم دیتی ہیں لیکن ایسا ناممکن ہے۔ تالی صرف ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ عوام اور حکومت دونوں کو سر جوڑ کر سوچنا پڑے گا یا پھر انقلاب رونما ہو۔ کوئی ایسا طوفانی سیلاب آئے جو ہمارے اردگرد کی تمام گندگی کو بہا کر لے جائے۔"

بڑی دیر تک ہمارے درمیان بھوشن کے موضوع کے حوالے سے اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی پھر سراج چلا گیا تو ندیم نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا تم ایمانداری سے میرے ایک سوال کا جواب دو گے؟"

"کیوں۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا۔" میں نے شکوہ کیا۔

"تمہیں یاد ہے کہ آنٹی نے آخری وقت میں مجھ سے کہا تھا۔ تمہارا خیال رکھوں۔"

اسی کا ذکر درمیان میں آیا تو میں اداس ہو گیا۔

"اس روز قبرستان میں تم نے وارثی کا گلا دبانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"شاید وہ میری وحشت یا دیوانگی تھی۔"

"میں نہیں مانتا۔" ندیم نے مجھے ٹٹولتی نگاہوں سے دیکھا۔ "کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو تم مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

اُداس جنگل کی خُوشبو

------- ★ اے حمید

میں نے اس لڑکی کو دیکھا ہے، جس کی یہ ناکام داستان محبت ہے۔ وہ غروب ہوتے سورج کی غم زدہ روشنی میں چنار کے درختوں میں سے گزر رہی تھی۔ اس کا چہرہ اُداس تھا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ رُخساروں پر رات کو بہائے ہوئے آنسوؤں کے نشان تھے۔

آنسو خشک ہو گئے، محبت کرنے والے جدا ہو گئے----

یادیں باقی رہ گئیں----- یہ لڑکی کون تھی؟

"اداس جنگل کی خُوشبو" اسی اداس چہرے والی لڑکی کی داستانِ محبت ہے۔

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار-لاہور 2 قیمت -/100 روپے

ایک عظیم ناول------------ایک عظیم تاریخ

فاتح بیت المقدس

سلطان صلاح الدین ایوبی

عظیم ناول نگار الماس ایم-اے کے قلم سے

اُردو زبان کا سب سے زیادہ ضخیم و عظیم ناول

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار-لاہور 2 قیمت -/450 روپے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"وہم کا علاج لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میرا دل نہیں مانتا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے جو منظر دیکھا تھا جو جملے بولے تھے وہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تم نے وارثی کے اندر اپنے دشمن کی شکل کو دیکھا یا محسوس کیا تھا۔"

"کاکا۔" میں نے کاکا کی منحوس ذات کا سہارا لیتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کی نادیدہ قوت نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وارثی کے جسم کے اندر وہ ناپاک روح موجود ہے جو میری ماں کی قاتل تھی۔ تم۔۔۔ تم والد صاحب کی موت کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔ ان کی موت بھی حیرت انگیز طور پر واقع ہوئی تھی۔"

"تم نے وارثی سے ایک جملہ اور بھی کہا تھا کہ وہ نہ سہی لیکن اسی جیسی کسی پراسرار ہستی نے آنٹی کی موت کی دھمکی دی تھی۔ کیا تم اس جملے کی وضاحت کرو گے؟ وہ نادیدہ قوت کون تھی جس نے تمہیں آنٹی کی موت کی دھمکی دی تھی۔"

"میں شاید اس وقت پوری طرح ہوش میں نہیں تھا۔"

"کیا کاکا نے بھی تم سے آنٹی کی موت کی بات کی تھی۔"

"ہاں لیکن میں نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔" میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا پھر اٹھ کر اندر آ گیا جہاں عارفہ اور ریم دونوں ناشتے کی میز پر ہماری منتظر تھیں۔

میں نے شاور لینے اور لباس تبدیل کرنے میں زیادہ وقت نہیں لیا تھا۔ چائے کے دوران ہمارے درمیان زیادہ بات چیت نہیں ہوئی۔ امی کی موت کا اثر ابھی تک دلوں سے پوری طرح نہیں چھٹا تھا۔ ریم اور عارفہ دونوں میری دلجوئی میں لگی رہیں لیکن ندیم وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔

○☆○

میں اپنی کار میں بیٹھا پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ مجھے اب کسی حد تک یقین آ رہا تھا کہ اکبر درانی اور عثمان غنی ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں۔ وہ چونکہ جنوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اپنی ہیئت بدلنے پر قادر تھا۔ کاکا کی قوتیں بھی اپنے رنگ کھل کر دکھا رہی تھیں۔ بھوشن کے سلسلے میں وہ مجھ سے کھلی دشمنی پر آمادہ ہو چکی تھی۔ اس نے ایک شرط پر مجھ سے دوستی کا وعدہ کیا تھا کہ میں پروفیسر ابرار کے سلسلے میں اس کی مدد کروں۔ انکار کی صورت میں اس نے مجھے خطرناک نتائج کی دھمکی دی تھی۔ ماں کی موت نے مجھے اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اکبر درانی یا عثمان غنی نے قبرستان میں مجھے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ میری ماں کی موت قطعی طبعی تھی لیکن میرے ذہن میں کاکا کے وہ الفاظ ابھی گونج رہے تھے جو اس نے میری ماں کی موت کے سلسلے میں کہے تھے۔ [illegible] کے بعد جہاں مجھے حالات [illegible]

نے اپنی بے بسی کا احساس دلایا تھا وہیں مجھے اندر سے نڈر اور بے خوف بھی کر دیا تھا۔ بھوشن کی رہائی میرے لیے کاکا کی وجہ سے ایک چیلنج بن گئی تھی اس نے کہا تھا کہ کوئی طاقت بھوشن کو پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جا سکتی۔ اس کے برعکس حسنہ نے مجھے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ جب تک آگ کے شعلے میری حفاظت کر رہے ہیں کوئی مافوق الفطرت قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ اس کے ساتھ جگت نارائن کا نام بھی میرے ذہن میں گونج رہا تھا۔ وہ بھوشن کے ساتھ ساز باز کر کے میرے خلاف برسرپیکار ہو گیا تھا۔ کبیر داس کے ویلش بھگت روپ نے اسے ہر خاص و عام کی نگاہوں میں اتنا ممتاز کر دیا تھا کہ کوئی بھی اس پر جگت نارائن ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا تھا۔ میں ان ہی خیالات میں مستغرق تھا کہ ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"ایسی بھی کیا بے پروائی کہ ایک کار تمہارے تعاقب میں ہے اور تم اپنی موت سے بے خبر ہو۔" وہ آواز کسی نوجوان کی تھی۔

"کون ہو تم؟"

"عثمان غنی۔ تمہارا دوست۔"

"اگر تم دوستی کا دعویٰ کر رہے ہو تو پھر اس حقیقت کا اعتراف بھی کر لو کہ تم ہی اکبر درانی بھی ہو۔"

"چلو تمہارے کہنے سے یہ اعتراف کیے لیتا ہوں لیکن آہستہ سے بالکل قدرتی انداز میں نظریں گھما کر دیکھو۔ سفید رنگ کی ویگن کے اندر تمہاری موت کے ہرکارے سفر کر رہے ہیں۔"

میں نے نظر گھمانے کے بجائے عقبی شیشے میں دیکھا۔ ایک سفید رنگ کی ویگن تیزی سے ٹریفک کو چیرتی پھاڑتی میری طرف بڑھ رہی تھی۔

"ساجد۔" میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اپنے جاں نثار دوست کو آواز دی۔ "بس وہائٹ کلر کی ویگن پر نظر رکھو جو ہمارے تعاقب میں آ رہی ہے۔"

"میں اسے دیکھ چکا ہوں سر۔" ساجد نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ میں پوری طرح محتاط ہوں۔"

"تمہارے ساتھی کے چالاک اور دلیر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔" اس بار وہ آواز میرے اتنے قریب سے آئی جیسے وہ نادیدہ جوان میرے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھا سفر کر رہا ہو۔ "لیکن تم شاید ابھی تک جگت نارائن کی شخصیت سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تعاقب کرنے والے اسی کے آدمی ہیں۔"

"ہاں۔ کیوں کیا تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا۔"

"قبل از وقت میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکتا لیکن [illegible] کہا تھا کہ پشت سے کسی [illegible]

وار کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اپنے شکار کو للکار کر مارنا ان کا پہلا اصول ہے۔"

"اس نے غلط نہیں کہا تھا۔" عثمان کی آواز ابھری۔ "اس وقت وہ تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔ صرف جگت نارائن کی طاقت کا اندازہ دلانے کی کوشش کریں گے۔"

"کاکا کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" میں نے اسے آزمانے کی خاطر کہا۔

"میں اسے کسی سائے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

"مگر اس کے باوجود وہ بھوشن کی ضمانت کرانے میں کامیاب ہو گئی؟"

"کیا تم بھوشن کو مارنا چاہتے ہو؟" اس نے بڑی بے پروائی سے پوچھا۔

"میں اسے صرف نیچا دکھانا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری خواہش پوری ہو سکتی ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تمہیں فوری طور پر مجھ سے ملاقات کرنی ہو گی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"آہستہ آہستہ سب سمجھ جاؤ گے۔ فی الحال سنبھلنے کی کوشش کرو۔ سفید ویگن تیزی سے تمہارے قریب آنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

عثمان غنی نے غلط نہیں کہا تھا۔ سفید رنگ کی ویگن کسی آسیب کی طرح دندناتی ہوئی ہمارے سروں تک پہنچ چکی تھی۔ ساجد پوری طرح محتاط تھا۔ اس نے اپنی گاڑی کو سڑک پر ایک جانب کاٹنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے سفید وین سے برسٹ مارا گیا تو میری گاڑی کے تمام ٹائر حیرت انگیز طور پر ہولناک دھماکے سے یکے بعد دیگرے پھٹتے چلے گئے۔ ہماری گاڑی معلق ہو کر فورس لینڈنگ کرنے والے کسی طیارے کی مانند دور تک رگڑتی چلی گئی۔ سفید وین نے اپنا مشن مکمل کرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر ٹریفک کے ہجوم سے گزر کر دوسری سڑک کا رخ اختیار کر لیا تھا۔

اچانک حادثے سے کئی گاڑیاں آپس میں ٹکرا گئی تھیں۔ کچھ راہ گیر زخمی بھی ہوئے تھے۔ ٹریفک تقریباً جام ہو کر رہ گیا تھا۔ ساجد بری طرح تلملا رہا تھا۔

"سوری سر۔" اس نے کار سے باہر آنے میں میری مدد کرتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے بس ایک لمحے کی چوک ہو گئی۔ میرا ارادہ بھی یہی تھا کہ سفید وین کو قریب آتے ہی اسے معلق کر دیا جائے لیکن وہ بازی لے گئی۔"

لوگوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ انہیں اس بات پر حیرت تھی کہ ہم دونوں اس ہولناک حادثے کے بعد زندہ کس طرح بچ گئے۔ پولیس کے [illegible]

تماش بینوں کو ہٹانے میں بری طرح ناکام ہو رہے تھے۔ تماش بینوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا پھر اچانک پولیس کار کے سائرن کی آواز سن کر مجمع کائی کی طرح چھٹتا چلا گیا۔ سراج ایک گاڑی سے برآمد ہوا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید جگت نارائن یا اس کے کسی آدمی نے سراج کو حادثے کی اطلاع پہلے سے دے دی تھی۔

"خدا کا شکر ہے آپ محفوظ رہے۔" سراج نے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے دوسرے اہلکار ہجوم کو دور ہٹانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

"شاید میرے قسمت کے ستارے ابھی گردش میں نہیں آئے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"مجھے پہنچنے میں دیر ہو گئی۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "کاش میں کچھ دیر پہلے پہنچ جاتا۔"

"اچھا ہوا آپ بروقت نہیں پہنچے ورنہ بات بڑھ بھی سکتی تھی۔"

"کیا مطلب۔" سراج نے مجھے غور سے دیکھا۔ "کیا آپ کو اس حادثے کے بارے میں پہلے سے علم تھا۔"

"اگر پہلے سے علم ہوتا تو شاید پوزیشن اس کے برعکس ہوتی جو آپ کو اس وقت نظر آ رہی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دشمن کے تعاقب کا علم مجھے اچانک ہوا تھا۔"

"وہ کس طرح؟"

"میری چھٹی حس۔" میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"گاڑی کا نمبر نوٹ کیا گیا یا نہیں۔" سراج نے ساجد سے سوال کیا۔

"سب کچھ اس قدر آناً فاناً ہوا کہ ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔" ساجد نے میری توقع کے عین مطابق جواب دیا۔ میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ سراج یا پولیس کے دوسرے کارندے کسی طور پر میری مدد کریں۔ میں اپنا حساب خود چکتا کرنے کے بارے میں پوری طرح سنجیدہ ہو گیا تھا۔

حادثے کے رونما ہونے کے بعد عثمان غنی کی آواز مجھے دوبارہ نہیں سنائی دی۔ شاید وہ بھی تماش بینوں میں شامل ہو گیا تھا۔ ٹریفک کا نظام کچھ دیر بعد بحال ہوا تو سراج مجھے اپنی کار میں لے گیا۔ ساجد کو میں نے کار کے قریب ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا جہاں پولیس کے ماہرین ضابطے کی کارروائی اور جائے حادثہ کا نقشہ بنانے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے میں مصروف تھے۔

"آپ کو حادثہ کی اطلاع کس طرح ملی؟" میں نے کچھ دیر بعد سراج سے پوچھا۔

"[illegible] نے فون کیا تھا جس [illegible] اور [illegible] کی اطلاع دی تھی۔" سراج [illegible]

aazzamm@yahoo.com

سنجیدگی سے کہا۔ "سوائے ملیحہ کے کیسینو میں موجود ہونے کے علاوہ اس کی تمام اطلاعات اب تک درست ثابت ہوئی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے اس نے جان بوجھ کر ملیحہ کے سلسلے میں میرے دوست کی کاروباری ساکھ کو خراب کرنے کی کوشش کی ہو۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس میں بھی بھوشن اور اس کے اجرتی بدمعاشوں کا ہاتھ ہوگا۔" سراج نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "ضمانت پر رہا ہونے کے بعد اب وہ ایک ایک کو للکار رہا ہے۔ شاید وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

سراج نے مجھے میرے اصرار پر میرے دفتر کے نیچے چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ اس حادثے میں میرا نام درمیان میں نہ آئے صرف ساجد کی موجودگی ظاہر کی جائے۔ سراج کے جانے کے بجائے میں لفٹ کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ اچانک میرے ذہن میں عثمان غنی کی کہی ہوئی ایک بات گونجی اس نے کہا تھا کہ بھوشن کو نیچا دکھانے کے سلسلے میں میرا ملیحہ سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔ کیوں؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ لیکن رونما ہونے والے حالات کے پیش نظر میں نے فوری طور پر ملیحہ سے ملنے کا فیصلہ کرلیا، بھوشن کو گھٹنے کے بل اپنے سامنے بیٹھا دیکھنے کی خاطر میں کچھ بھی کرسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک چپراسی کو اوپر بھیج کر دوسری گاڑی کی چابی منگوائی اور اس میں بیٹھ کر ندیم کے فارم ہاؤس کی طرف روانہ ہوگیا۔ جو شہر سے تقریباً بیس میل دور واقع تھا۔ مجھے وہاں پہنچنے میں بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ فارم ہاؤس کے عملے کے افراد مجھ سے واقف تھے اس لیے مجھے گیسٹ ہاؤس تک پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا جہاں راجو پہلے سے موجود تھا۔ ہمیں اچانک ایک دوسرے کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

"آپ ــــ" گفتگو کی پہل راجو نے کی۔

"ملیحہ کہاں ہے؟" میں نے براہ راست اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"وہ ــــ دراصل ــــ باس ــــ" راجو کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

"صرف ایک جملے میں جواب دو۔" میں نے راجو کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "تم مجھے ملیحہ تک پہنچا سکتے ہو یا نہیں؟"

"کیا باس نے آپ کو ــــ"

"بکو مت ــــ" میں جھلا گیا۔ "ہاں ــــ یا ــــ نہیں۔"

راجو نے ایک لمحے کو میرے تیور کا اندازہ لگایا پھر مجھے گیسٹ ہاؤس کے اسٹور روم میں لے گیا جہاں سے ایک کھلا [illegible] کی طرف جاتا نظر آرہا تھا۔ راجو نے کسی

خاص نظام کے تحت زمین کے اس حصے کو کسی میکنزم کے ذریعے بنایا تھا۔ میں نے ایک نظر راجو کی طرف دیکھا پھر سیڑھیاں طے کرتا ہوا نیچے چلا گیا۔ سیڑھیاں ایک کشادہ ہال میں جاکر ختم ہوگئی تھیں جہاں صرف ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ میں اسے کھول کر ملحقہ کمرے میں داخل ہوا تو ملیحہ ایک دیوان پر نیم دراز چھت کو گھورنے میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی حسین اور کشادہ پیشانی پر یکلخت آڑی ترچھی لکیریں ابھر آئیں۔ یہ اور بات تھی کہ غصے میں وہ زیادہ حسین نظر آنے لگی تھی۔

"تم لوگ مجھے یہاں کب تک قید رکھو گے۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں سوال کیا۔

"اس کا فیصلہ میں نہیں میرا دوست کرے گا۔"

"پھر تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔"

"وہی جس کی بدولت سلیمان شاہ نے تمہیں ماہ رخ کی زندگی سے کھیلنے پر مجبور کیا تھا۔" میں نے غیر ارادی طور پر اس کے سراپا کا جائزہ لیا۔

"نہیں ــــ" وہ تیزی سے ایک قدم پیچھے ہوگئی۔ "تم میری مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔"

"اس زمین دوز پنجرے میں تم ایک حسین پنچھی کی طرح قید ہو جو پھڑپھڑا تو سکتا ہے لیکن پنجرے کی آہنی بندشوں کو توڑ کر باہر نہیں جاسکتا۔"

"تم نے اگر کوئی غلط قدم اٹھایا تو تمہیں اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی ہوگی۔" وہ پراعتماد لہجے میں بولی۔ "تم سلیمان شاہ سے پوری طرح واقف نہیں ہو، اسے میری تلاش ضرور ہے، ہو سکتا ہے میرے ہاتھ آجانے پر وہ میرے ساتھ ظلم و تشدد کا مظاہرہ بھی کرے لیکن وہ مارے گا نہیں اس لیے کہ ــــ"

"تم بھی اس کی کچھ دکھتی رگوں سے واقف ہو۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ تقریباً چیخ اٹھی۔ "اپنے دفاع کے لیے اس نے لپک کر ڈریسنگ ٹیبل سے ایک قینچی اٹھالی تھی۔

ملیحہ غصے کی شدت سے لرز رہی تھی، اس کا تنفس اس قدر تیز ہوگیا تھا کہ اس کا ایک ایک زیر و بم قیامت بن گیا تھا۔ میرے ذہن میں شیطان نے سر ابھارا، کوئی نادیدہ قوت مجھے اس کو پامال کرنے پر مجبور کررہی تھی، میرے قدم اس طرح اس کی جانب آہستہ آہستہ اٹھنے لگے ہوں۔ جیسے میں خواب اور بیداری کی کیفیتوں سے دوچار ہوں۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی۔

"رک جاؤ۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔ "میں تمہیں

بتانے کو تیار ہوں کہ سلیمان شاہ نے کس وجہ سے مجھے ماہ رخ کو زہر آلود شراب کی سیل بند بوتل پہنچانے پر مجبور کیا تھا۔ تم ماہ رخ کے دوست ہو، مجھے تمہارے اور اس کے تعلقات کا بھی علم ہے، سلیمان شاہ نے مجھے تصویروں کا وہ سیٹ بھی دکھایا تھا جس نے اسے تمہیں اور ماہ رخ دونوں کو اپنے راستے سے ہٹانے پر مجبور کیا تھا۔ کچھ مجبوریاں میری بھی تھیں جو سلیمان شاہ کے علم میں پہلے سے تھیں ــــ میری بات کا یقین کرو، میں ماہ رخ کو مارنا نہیں چاہتی تھی اس لیے کہ وہ مجھ پر مہربان تھی، میں بھی اس سے محبت کرتی تھی لیکن میری جگہ اگر تم ہوتے تو شاید تم بھی سلیمان شاہ کے اشاروں پر عمل کرنے پر مجبور ہوجاتے۔"

"فی الحال تو میں صرف دل کے اشاروں پر عمل کرنے پر مجبور ہوں۔"

"نہیں ــــ تم ایسا نہیں کرسکو گے۔" اس نے قینچی کو الٹا کرکے اپنے سینے کے درمیان رکھ لیا۔ فیصلہ کن آواز میں بولی۔ "اگر تم نے اب ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں اپنے آپ کو ہلاک کرلوں گی۔"

میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ میں سنگ مرمر کے اس حسین مجسمے کو ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس سے دست بردار ہوجانا بھی میرے اختیار میں نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ کھڑی سہمی سہمی نظروں سے گھورتی رہی اور میں اس کے خوفزدہ حسن کی لذتوں سے سرشار ہوتا رہا۔ میرے ذہن پر ایک نشہ سا طاری ہورہا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کالکا نے میرے دفتر میں آکر مجھے تسخیر کیا تھا۔ ہوش آنے پر میں اسے محض خواب سمجھا تھا لیکن کالکا کے چہرے کی آسودگی کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔ اس وقت بھی شاید میں خواب کی کیفیتوں سے سرشار تھا، میرے ذہن میں کسی بچے کی طرح بس ایک ہی خیال رہ رہ کر مچل رہا تھا، کسی طرح اس جیتے جاگتے اور پسندیدہ کھلونے کو اپنے ہاتھوں میں دبوچ لوں جو مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ محض ایک جست مجھے اس کے قریب پہنچا سکتی تھی لیکن اس نے اپنی موت کی دھمکی دے کر مجھے رک جانے پر مجبور کردیا تھا۔

"تم جو پوچھنا چاہو پوچھ سکتے ہو، میں غلط بیانی سے کام نہیں لوں گی لیکن صرف اس شرط پر کہ تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔" وہ اپنے نفس پر قابو پانے کی جدوجہد میں اور قیامت بنتی جارہی تھی۔

"سلیمان شاہ کے ہاتھ میں تمہاری کیا کمزوری تھی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا لیکن میری بھوکی عقابی نظریں بدستور اپنے سہمے ہوئے شکار پر مرکوز تھیں۔

"اسے کسی طرح میرے اور سلمان قیصر کے تعلقات کا علم ہوگیا تھا۔"

"سلمان قیصر ــــ" میں چونک اٹھا میری نظروں میں جمیل پارک کا وہ منظر گھوم گیا جب نغمہ نے درمیان میں آکر تند کشور کو سلمان قیصر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ پھر تند کشور نے نہ جانے کس وجہ سے خوفزدہ ہوکر بے تحاشا بھاگنا شروع کردیا تھا لیکن ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی اس کے جسم کے چیتھڑے اڑ کر فضا میں بکھر گئے تھے۔ جس جگہ اس کی موت واقع ہوئی تھی وہیں سے ایک سکہ پولیس کے ہاتھوں لگا تھا جس کی ایک جانب JN کے حروف جلی انداز میں کندہ تھے اور دوسری جانب چیتے کی شکل بنی ہوئی تھی۔ وہ سکہ جگت نارائن کا ٹریڈ مارک تھا۔ میرے ذہن میں بے شمار سوالات گونجنے لگے۔

"سلمان قیصر کون ہے؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"وہ محض ایک شاعر ہے لیکن اس کے خیالات کی پرواز نے مجھے تسخیر کرلیا تھا۔" ملیحہ نے بے باکی سے جواب دیا۔ "وہ میرے ایک ایک انگ، ایک ایک نشیب و فراز اور جسم کے پیچ و خم کے بارے میں خوبصورت شعر کہا کرتا تھا۔ میں اس کے سحر میں ڈوبتی چلی گئی پھر جب میں چونکی تو پوری طرح لٹ چکی تھی، جس وقت سلیمان شاہ نے مجھے میری اور سلمان قیصر کی شرمناک تصویریں دکھائیں تو میں ششدر رہ گئی، نہ جانے وہ کون تھا جو ہماری نجی مصروفیات کی عکاسی چوری چھپے کرتا رہا تھا۔"

"اور تم نے محض ان تصاویر کی وجہ سے ماہ رخ کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ناپاک سازش میں سلیمان شاہ کا ہاتھ بٹانے کی ہامی بھرلی۔"

"نہیں ــــ" وہ تیزی سے بولی۔ "مجھے میڈم کی موت کی سازش میں زبردستی شامل کیا گیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سلیمان شاہ نے مجھے تصویریں دکھائی تھیں مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ اگر مجھے بدنام کرنے کی کوشش کرتا تو میرے پاس بھی اس کے خلاف کچھ ایسا مواد موجود تھا جو اسے خود اپنے ہاتھوں سے خودکشی کرنے پر مجبور کرسکتا تھا۔" وہ ایک لمحے کو خاموش ہوگئی پھر بولی۔ "اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے میڈم کے ذاتی اسٹاک میں زہر آلود شراب کی بوتل رکھنے سے انکار کیا تو وہ ــــ سلمان قیصر کو مروا دے گا۔ میں اس خوبصورت شاعر کی موت گوارا نہیں کرسکتی تھی اس لیے بک گئی۔"

"سیٹھ نعمان کی بیٹی نغمہ سے واقف ہو۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ملیحہ نے رقابت بھرے انداز میں جواب دیا۔ "آج کل وہ سلمان قیصر پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کررہی ہے۔ "کروڑپتی باپ کی بیٹی ہے اس لیے وہ سلمان پر بے دریغ دولت خرچ کررہی ہے لیکن ــــ" وہ کچھ کہتے کہتے رک

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

گئی۔

"لیکن کیا۔۔۔؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ سلمان قیصر آسانی سے اسے قبول نہیں کرے گا۔"

"اس غلط فہمی کی کوئی وجہ؟"

"وہ نفاست پسند طبیعت کا مالک ہے۔" ملیحہ نے بڑی حقارت سے کہا۔ "بازاری چیزوں پر منہ مارنا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔"

"سلیمان شاہ تمہاری طویل گمشدگی سے تنگ آکر بھی تمہارے نفاست پسند شاعر کو اپنا ہدف بنا سکتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"پھر تم سامنے آنے سے گریز کیوں کر رہی ہو؟"

"میں میڈم کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر سکتی' ان کے بڑے احسانات ہیں مجھ پر۔" ملیحہ نے عجیب انداز اختیار کیا۔ "بات اگر سلمان قیصر کے علاوہ کچھ اور ہوتی تو شاید میں میڈم کو اس سازش سے قبل از وقت آگاہ کر دیتی۔ اسی لیے میں نے تم دونوں سے درخواست کی تھی کہ مجھے کہیں سے تھوڑا زہر لا دو میں اب حالات سے تنگ آ چکی ہوں۔ میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ سلمان قیصر کی محبت کے احساس سے کمزور پڑ رہی تھی۔ قینچی پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی پھر یکلخت وہ مجھے حقارت سے گھورتی ہوئی بولی۔

"تم اگر میری مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے بھی تیار ہو سکتی ہوں لیکن صرف اسی شرط پر کہ تم مجھے زہر فراہم کرو گے۔"

میں نے اس کے سراپا کو ایک بار پھر بہت غور سے دیکھا' وہ موم کی طرح آہستہ آہستہ اپنے حسین وجود میں پگھل رہی تھی' اس کی نگاہوں سے اب خوف کے بجائے بے چارگی جھلک رہی تھی۔ قینچی کو اس نے ایک طرف فرش پر اچھال دیا تھا۔

میں خود کو ایک دوراہے پر کھڑا محسوس کر رہا تھا۔ ایک طرف ہمدردی کا جذبہ تھا جو میرے پیروں کی زنجیر بن رہا تھا اور دوسری طرف میرے اندر آتش فشاں کا لاوا ابل رہا تھا۔ میرے ذہن پر آہستہ آہستہ غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ میری آنکھیں ملیحہ کی جسمانی تراش خراش پر پھسل رہی تھیں پھر میں اچانک کسی عقاب کی مانند جھپٹ پڑا۔ میرے اندر کا شیطان پوری طرح جاگ اٹھا۔ ملیحہ کی کشمکش اس کے کسی کام نہ آ سکی' کسی شکاری کی طرح وہ عقاب کے شکاری پنجوں کی نوک سے چھلنی ہوتی چلی گئی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں بادلوں میں بہت بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔

میں ہوش میں آیا تو ملیحہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ مجھے اپنی غلطی کا بڑی شدت سے احساس ہوا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اس کی واپسی میرے اختیار میں نہیں تھی' مجھے وہ سب بھی خواب سا لگ رہا تھا' اس لیے کہ میں اس مسہری سے دور کھڑا تھا جس پر ایک ساحرانہ حسن کی تمام تر حشر سامانیاں بکھری پڑی تھیں۔

"آپ یہاں سے چپ چاپ نکل جائیں۔" عثمان غنی کی آواز میرے قریب سے سنائی دی۔

"میرے جانے کے بعد ہوش آنے پر یہ مظلوم لڑکی شاید خودکشی کر لے گی۔"

"نہیں یہ ایسا نہیں کرے گی' یہ میرا وعدہ ہے۔"

"راجو مجھے یہاں آتے دیکھ چکا ہے وہ ندیم سے۔۔۔"

"کچھ نہیں کہہ سکے گا۔" عثمان غنی نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "تم نے میری خواہش کا احترام کیا ہے اس لیے اب تم بھوشن کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتے ہو۔ چاہو تو اسے کسی حقیر کیڑے کی طرح پیروں تلے کچل کر نالی میں پھینک دو لیکن فی الحال یہ مناسب نہیں ہو سکتا' بھوشن اگر سسک سسک کر دم توڑے تو مجھے زیادہ خوشی ہو گی۔"

"لیکن کاکا نے قسم کھائی ہے کہ وہ۔۔۔"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔۔۔ اب کوئی قوت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' خاموشی سے تہ خانے سے نکل کر اوپر آ گیا جہاں راجو ایک آرام کرسی پر نیم دراز خراٹے لے رہا تھا۔ میں متضاد کیفیتوں سے دوچار ہوا' مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا' پھر میرے ذہن سے جب دھند چھٹی تو میں اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ جو کچھ میں نے دیکھا' محسوس کیا وہ حقیقت تھی یا محض ایک خواب تھا جو میری پلکوں سے ہو کر گزر گیا۔ پھر فون کی گھنٹی میرے کانوں میں گونجی تو میں اس طرح ہڑبڑایا جیسے سوتے میں اچانک آنکھ کھل گئی ہو۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کانوں سے لگایا' دوسری طرف سے ندیم کی آواز ابھری۔

"میں بہت دیر سے تمہیں کال کر رہا ہوں' کہاں تھے؟"

"کیوں۔۔۔؟" میں نے قدرے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تمہارے ماسٹر نے کچھ نہیں بتایا۔"

"تم اب تک کہاں تھے؟"

"سراج کے ساتھ۔"

"کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی۔"

"نہیں' میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔"

"گڈ۔۔۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "میں بھی یہی چاہتا تھا کہ بات پولیس کے ریکارڈ پر نہ آنے پائے۔"

"ماسٹر کی کیا رپورٹ ہے؟" میں نے سنجیدگی سے معلوم کیا۔

"سفید دین کو ماسٹر اور اس کے آدمیوں نے گھیرنے کی کوشش کی تھی لیکن شاید اس میں بیٹھے بدنصیب افراد کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"ہائی وے پر ٹول پلازہ سے آگے نکلتے ہی وہ ایک خوفناک دھماکے سے اڑ گئی۔ انسانی جسم کے ٹکڑے دور دور تک بکھر گئے۔ ماسٹر نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا لیکن اس کا خیال ہے کہ وین میں دو یا دو سے زیادہ آدمی ضرور موجود تھے۔"

"بات سمجھ میں آ گئی۔" میں نے سادگی کا اظہار کیا۔ "اگر وہ مجھے نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تھے تو پھر ان کو کیوں شکار کیا گیا۔"

"اس کے بارے میں شام کو گفتگو ہو گی۔"

میں نے ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی اس بار دوسری جانب سے ڈی ایس پی سراج کی آواز سنائی دی۔ اس نے بھی مجھے کم و بیش وہی اطلاع دی جو مجھے ندیم کے ذریعے مل چکی تھی۔ البتہ سراج کی بات سے ایک عقدہ ضرور حل ہو گیا تھا۔ جائے حادثہ کے قریب ہی سے دو تکے ملے تھے جن پر ایک طرف JN اور دوسری جانب کسی آدم خور چیتے کا کھلا ہوا منہ بنا ہوا تھا۔

میرے ذہن میں فوری طور پر جگت نارائن ہی کا نام ابھرا۔ سراج نے بھی اسی شک کا اظہار کیا تھا۔ اس نے خاص طور پر مجھے زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا' میری حفاظت کی خاطر اس نے سادہ لباس میں دو تین مسلح کمانڈو ٹائپ گارڈ تعینات کرنے کی بھی پیشکش کی تھی جسے میں نے بڑی خوبصورتی سے منع کر دیا تھا۔

☆ —— ❖ —— ☆

ساجد میری گاڑی گیراج بھجوا کر ڈیوٹی پر آ گیا تھا' میں نے اس کے ساتھ دفتر آنا چھوڑ دیا تھا۔ ندیم نے میرے اس فیصلے پر سخت تنقید کی تھی لیکن میں نے اس کی بات سننے سے انکار کر دیا۔

"کیا یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے اندر یہ تبدیلیاں کیوں رونما ہو رہی ہیں؟" ندیم نے مجھ سے پوچھ ہی لیا۔

"شاید ماں کی موت کے بعد اب مجھے اپنی زندگی کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔"

"عارفہ کو کیوں بھول رہے ہو۔"

"موت برحق ہے' مجھے یا عارفہ کو بھی کسی وقت آ سکتی ہے پھر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کچھ سوچ کر ندیم کو ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا۔

"راجو آج کل کہاں ہے۔"

"خیریت۔۔۔" ندیم نے چونک کر میری جانب دیکھا۔ "تمہیں اس وقت راجو کی یاد کیسے آ گئی۔"

"بہت عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آنٹی کی موت کے بعد سے تمہارے اندر خاصی تبدیلی آتی جا رہی ہے۔"

"یہ کوئی غیر فطری بات بھی نہیں ہے۔"

"جن لوگوں نے تمہاری کار کو نشانہ بنایا تھا اور بعد میں خود بھی ہولناک تباہی کا شکار ہو گئے تھے' جانتے ہو کون تھے؟"

"بھوشن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔" میں نے پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"کاکا نے اپنی خباثتیں بہت تیز کر دی ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "کیا اس حملے کے بارے میں اس نے تمہیں کوئی دھمکی دی تھی۔"

"نہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا پھر دفتر جانے کے لیے باہر نکلا تو ندیم نے میرے قریب آ کر سنجیدگی سے کہا۔

"کیا تمہیں محتاط رہنے کا مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "تمہارے بہت احسانات ہیں مجھ پر' تم جو چاہو مشورہ دے سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی تمہیں ساجد کی ضرورت ہے۔"

"میں سوچ رہا ہوں اسے دفتر کے کسی اہم کام پر لگا دوں' خاصا کار آمد آدمی ہے۔" میں نے گول مول جواب دیا پھر دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔

مجھے خود اپنے اندر رونما ہونے والی تبدیلی پر حیرت ہو رہی تھی۔ وقت کے بدلتے دھاروں نے میری زندگی اور سوچ کا رخ بھی بدل دیا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ ماں کی موت کے بعد مجھے کسی بات کی کوئی پروا نہیں رہ گئی تھی' میرا خیال ہے کہ دنیا کا ہر شخص اپنی کوئی قیمتی شے کھو جانے کے بعد اس کا اثر ضرور لیتا ہے۔ ماں تو میرے لیے زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ تھی۔ میں اس درد کی شدتوں کو سہنے کے لیے مجبور تھا اور اسی مجبوری نے شاید مجھے نڈر بنا دیا تھا۔

دفتر جاتے جاتے میں نے اپنی گاڑی کا رخ اچانک کیپر داس کی کوٹھی کی طرف موڑ دیا۔ میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں تھی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کی حقیقت کیا تھی' کیا اصلیت تھی' اس کے بارے میں مجھے دو سوں کے ذریعے دھماکہ خیز خبریں ملی تھیں۔ مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ جگت نارائن کی حیثیت میں اس نے بھوشن کی مدد کا فیصلہ کر لیا' وہ مجھے اپنی قوت کا اندازہ دلانے کی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

خاطر خطرناک کھیل دکھا رہا تھا۔ اسی بہانے وہ پولیس کو بھی احساس دلانا چاہتا تھا کہ اس تک ان کی رسائی بھی ناممکن ہے۔ اسی خیال کے تحت میں نے بس اچانک کسی سوچے سمجھے پروگرام کے بغیر کبیر داس سے ملنے کی ٹھان لی تھی۔ اس کی کوٹھی ایک پوش علاقے میں "دھرم آشرم" کے نام سے مشہور تھی۔ مجھے اس کی تلاش میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

"دھرم آشرم" کی حیثیت کسی ایسے قلعے سے مختلف نہیں تھی جسے چاروں طرف سے پوری طرح محفوظ کر دیا گیا ہو۔ اس کے اطراف خالی پلاٹوں پر بے شمار خیمے نظر آ رہے تھے جس میں اس کے پجاری اور سادھو لوگوں کی تعداد زیادہ تھی۔ کوٹھی کے اندر جانے والے صدر دروازے پر بھگوان کی بڑی بڑی مورتیاں موجود تھیں۔ پہرے دار قسم کی کوئی چیز بہ ظاہر نظر آ رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ سادہ لباس میں نظر آنے والے اس کے نوکر چاکر ہی "دھرم آشرم" کے محافظ ہوں اور پوری طرح مسلح ہوں۔ گیٹ پر صرف ایک دھوتی بدن کے گرد لپیٹے ایک ادھیڑ عمر کا پروہت نما شخص موجود تھا جو آنے جانے والوں کے سواگت پر مامور تھا۔ اس کے قویٰ خاصے مضبوط نظر آ رہے تھے لیکن وہ سبھوں کے سامنے اس کے بار بار جھک کر پرنام کرنے کا انداز غضب سے اس کے گہرے لگاؤ کی ترجمانی کر رہا تھا۔ میں مدھم رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا تو وہ لپکتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

"نا میرے مترا۔" اس نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔ "مہاراج کے آشرم میں کوئی گاڑی نہیں جا سکتی۔ تمہیں پیدل ہی چل کر مہاراج تک جانا ہو گا۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کی نظریں کسی کھوجی کی طرح میری اصلیت کا کھوج کر رہی تھیں۔ میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ بائیں جانب کھڑی ہوئی دوسری گاڑیوں کے ساتھ اپنی کار کھڑی کر کے واپس صدر دروازے کے قریب پہنچا تو ایک بار پھر وہی پروہت نما شخص میرے راستے میں آ گیا۔

"آپ کا شبھ نام؟"

"شہباز خان۔" میں نے جھجکے بغیر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سب اسی کی لیلا ہے بالک۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔ "مہاراج کی شکتی کا چمتکار ہے کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پینے پر مجبور ہیں۔ بڑے بڑے بلوان بھی یہاں آتے ہیں تو نظریں جھکا کر چلتے ہیں۔ ڈرتے ہیں کہ کہیں مہاراج کا اپمان نہ ہو جائے۔"

"کیا میں بھی تمہارے مہاراج سے مل سکتا ہوں؟"

"اوش مل سکتے ہو بالک، پر تو ملنے کا کارن کیا ہے۔"

"کیول چرن چھونے کی غرض سے آیا ہوں۔" میں نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"اسی میں سیوکوں کی مکتی ہے۔" وہ ہاتھ باندھ کر لہراتا ہوا بولا۔ "مہاراج کی کرپا ہو جائے تو پتھر بھی کندن ہو جاتا ہے۔"

"کیا کبیر داس مہاراج سیوکوں کی کٹھنائیوں کو دور کرنے کی خاطر جنتر منتر کرتے ہیں۔"

"تم مہاراج کا اپمان کر رہے ہو۔" اس کا لہجہ یکلخت کرخت ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو کنٹرول کرتے ہوئے اپنی روایتی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "مہاراج کوئی پنڈت پجاری یا سادھو نہیں ہیں، کیول دیش بھگت ہیں جو سب کی سہائتا کرتے ہیں، کبھی کسی کو نراش نہیں کرتے، جانے کتنے بھکاری مہاراج کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں، پاٹھ شالائیں اور دوا خانے آشرم کی دل کھول کر دھن دولت سے سہائتا کرتے ہیں۔ دیش بھگتی اور دھرم بھگتی میں زمین آسمان کا فرق ہے پرنتو مہاراج نے زمین اور آکاش کو بھی گلے ملا دیا ہے۔"

"اب کیا میں تمہارے مہاراج کے درشن کرنے اندر جا سکتا ہوں۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دھیرج بالک، دھیرج۔" اس نے سامنے بنے ہال نما حصے کی طرف اشارہ کیا۔ "کچھ دیر سستا لو، کچھ جل پانی کر لو، ہم تمہارا شبھ نام مہاراج تک پہنچا دیں گے۔ نمبر آنے پر ہی تم مل سکتے ہو۔ مہاراج ایک سمے میں کسی ایک ہی سے ملتے ہیں۔"

میرے جی میں آیا کہ واپس لوٹ جاؤں لیکن میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اتنی دور آنے کے بعد خالی ہاتھ واپس جانا مجھے منظور نہیں تھا۔ میں اس شخص کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا جو ایک طرف پتھر کی مورتی کی طرح پوجا جاتا تھا اور دوسری طرف محب وطن کے روپ میں اس نے قانون نافذ کرنے والے تمام اداروں کو ناکوں چنے چبوا رکھے تھے۔ ایک جانب وہ قابل احترام تھا جب کہ اس کا دوسرا رخ بڑا ہی بھیانک اور ہولناک تھا۔ انسانی زندگی کی اس کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں تھی۔ وہ اپنے ہی کارندوں کو اس طرح موت سے ہمکنار کرا دیتا تھا کہ اس کی ذات پر کسی کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اونچے طبقے اور سرکاری حلقوں میں بھی اس کی پہنچ دور تک تھی۔ وہ اتنی دولت کا مالک تھا کہ شاید اسے خود بھی اپنی امارت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس کے کاروبار دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

ہال میں اور بھی بے شمار لوگ موجود تھے جنہیں باری باری آواز لگا کر بلایا جا رہا تھا۔ مردوں کے علاوہ کچھ ایسی نازک اندام اور خوب صورت حسینائیں بھی تھیں جو عام حالات میں شاید اس کمتر رنگ میں ایک پل گزارنا بھی گوارا نہ کرتیں۔ میرے خیال میں وہ سب ہی صاحب ثروت لوگ نظر آ رہے تھے۔ بھلا وہ کبیر داس سے ملنے کی غرض سے کیوں آئے تھے؟

تو گھنٹے کے انتظار کے بعد میری اکتاہٹ میں اضافہ

ہونے لگا۔ میرے اپنے حساب اور اعداد و شمار کے اعتبار سے میرا نمبر آنے میں دو گھنٹے بھی لگ سکتے تھے۔ میں تنگ آ کر جانے کے ارادے سے اٹھا باہر نکلا تو ایک شخص نے قریب آ کر مجھ سے پوچھا۔

"شہباز خان آپ ہی کا نام ہے۔"

"اتفاق سے۔" میں نے بے زاری کا اظہار کیا۔

"مہاراج آپ کو یاد کر رہے ہیں۔"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ اتنی جلدی میرا نمبر کس طرح آ گیا؟ میں نے سوچا کیا کبیر داس کو میری آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہ چاہتا تو مجھے انتظار کی گھڑیاں بھی گنوا سکتا تھا لیکن میری مخبری کا انجام یقیناً برا احساس تھا۔ اسے جاننا میرے جانے ہو گیا تھا۔ شاید اس ہال کے اندر کسی خفیہ جگہ پر کیمرے یا کوئی ایسی آنکھ ضرور موجود تھی جو کبیر داس کو ایک ایک پل کی خبر اور ہر ایک کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتی ہوگی۔ میں نے لمحے کو کچھ سوچا پھر نوجوان کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ کبیر داس تک پہنچنے کے لیے مجھے کئی رکاوٹوں سے گزرنا پڑا تھا۔ ایک کمرے میں ایک بے حد حسین اور خوب صورت لڑکی نے میرا خیر مقدم کیا۔ اس کے کشادہ ماتھے پر لگی لال بندیا اس کی ذات کا اعلان کر رہی تھی۔ فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ پرائیویٹ سکریٹری نما کوئی چیز رہی ہوگی۔ میرا اندازہ غلط نہیں

"آپ کا شبھ نام شری شہباز خان ہے نا۔" اس کی آواز کانوں میں رس گھول گئی لیکن میں نے خشک لہجہ اختیار

"آپ مجھے مسٹر شہباز خان بھی کہہ سکتی تھیں۔" میں نے ناگوار انداز میں گھورا۔

"برا لگا ہو تو شما کر دیجیے۔" وہ ایک لوچ سے بولی پھر اپنے داہنے ہاتھ کی جانب نظر آنے والے دروازے کی سمت اشارہ کر کے کہا۔ "آپ اس دروازے سے گزر کر مہاراج کبیر داس سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

میں نے دروازے کی سمت دوسرا ہی قدم اٹھایا تھا کہ اس نے مجھے تیزی سے مخاطب کیا۔

"اندر جانے سے پہلے آپ بغلی ہولسٹر میں رکھا ہوا پستول میرے حوالے کر دیں۔ شری کبیر داس جی لوہے کے کھلونوں کو اچھی بات نہیں سمجھتے ہیں، وہ پریم اور بھائی چارے کا سندیش دینے کے قائل ہیں۔"

میں نے خاموشی سے اپنا پستول نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ میں جن کمروں سے ہو کر گزرا تھا وہاں راستے میں جگہ جگہ لیس اسکریننگ مشین ضرور نصب تھی جس نے میرے بغلی ہولسٹر کی موجودگی سے انہیں قبل از وقت آگاہ

کروایا۔ مجھے اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ پستول میز پر رکھنے کے بعد میں قدم بڑھاتا ملحقہ دروازے سے اندر داخل ہوا تو ایک لمحے کو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کسی شیش محل میں داخل ہو گیا ہوں۔ وہاں کی ہر چیز نہایت قیمتی اور اعلیٰ تھی۔ دیواروں پر ہر طرف شیشے کے نازک کام نظر آ رہے تھے۔ سامنے صوفے پر سفید دھوتی اور کرتے میں ایک بھاری بھرکم شخص بیٹھا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے اطراف کئی قیمتی صوفے اور بھی موجود تھے۔ میں قدم بڑھاتا اس کے قریب جا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پولیس کے محکمے میں ایک ذمہ دار عہدے پر فائز رہنے کے باوجود میں پہلی نظر میں کبیر داس کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ بظاہر وہ نیک دل اور شریف نظر آ رہا تھا لیکن اس کے ٹھاٹ باٹ بتا رہے تھے کہ وہ غریبوں کا ہمدرد ہونے کے باوجود نہایت شان سے رہنے کا عادی ہے۔ بھاری بھرکم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ متوازن جسم کا مالک بھی تھا۔ اس کی آنکھوں میں بظاہر ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس کی بنا پر اسے قاتل یا دہشت ناک کہا جا سکتا۔ شاید اسے اپنے تاثرات پر قابو پانے میں خاصی مہارت حاصل تھی۔

"میں جب بھی اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملتا ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔" اس نے شگفتہ انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔ "رنگ و نسل، ذات پات، سیاہ و سفید اور اونچ نیچ کے چکروں نے ہمارا سکون برباد کر دیا ہے۔ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کا پالن ہار ایک ہی ہے، جب تک ہم انسان نہیں بنیں گے اپنے اندر سوئی ہوئی انسانیت کو جھنجوڑ کر بیدار نہیں کریں گے ہمارے درمیان آپس میں کھٹ پٹ ہوتی رہے گی۔"

"میں آپ کے خیالات سے صد فی صد متفق ہوں۔"

"سب یہی کہتے ہیں لیکن ان کے ظاہر و باطن میں بڑا تضاد ہوتا ہے۔" کبیر داس نے بڑی شستہ اردو میں جواب دیا لیکن اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "ہم باہر سے کچھ نظر آتے ہیں لیکن اندر سے ہماری آتما تو ابھی نہیں ہوتی۔"

"ابھی سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی کہ انسان کے ضمیر کو پرکھنے کی کوئی کسوٹی تیار کر سکے۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر کہا۔ "میرا تعلق بزنس میں آنے سے پہلے محکمہ پولیس سے تھا۔ میں اپنے تجربے کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا واسطہ کچھ ایسے مجرموں سے بھی پڑا ہے جو روز مرہ زندگی میں بے انتہا لائق فائق اور شریف کہلاتے تھے لیکن ان کا دوسرا رخ بڑا گھناؤنا ہوتا تھا۔ ملک اور قوم کو نقصان پہنچانے کی خاطر اور جرائم کی دنیا میں تہلکہ مچانے کی غرض سے وہ نت نئے تجربات کرنے کے عادی تھے لیکن ان کی آخری منزل پھانسی کا پھندا یا پھر عبرت ناک موت ہی ہوتی ہے۔"

"آپ نے کاروبار میں آنے کی ضرورت کیوں محسوس

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کی؟" اس نے دوستانہ انداز میں مسکرا کر پوچھا۔ "میرا مطلب ہے کہ پولیس میں رہ کر آپ ہمارے دیش کی زیادہ خدمت کر سکتے تھے۔"

"آپ کا خیال درست ہے لیکن۔"

"کچھ لوگ ہوتے ہیں جو خطرات سے بہت جلدی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔" اس نے میری بات کاٹی' پھر پہلو بدل کر بولا۔ "صاف ستھرے کاروبار میں چار پیسے کما کر ان کو زیادہ سکون ملتا ہے۔"

"میرے ملازمت چھوڑنے کی وجہ کچھ اور تھی۔"

"ہوگی۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "فرمائیے یہ سیوک آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہے؟"

"میری خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ مل کر کوئی بڑا کاروبار کروں۔"

"نہیں۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا "میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ اس لیے نہیں کہ میں آپ کے ساتھ کاروبار کرنے سے کتراتا ہوں' بلکہ اس لیے کہ میں ساجھے کی ہنڈیا میں شریک نہیں ہوتا اس لیے کہ ساجھے کی ہنڈیا ہمیشہ بیچ چوراہے پر پھوٹتی ہے۔"

"اس میں اپنی اپنی نیت کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔" میں نے دبی دبی زبان میں جواب دیا تو وہ مسکرا دیا۔

"نیت خراب ہونے میں دیر بھی نہیں لگتی۔ یہ دھن دولت بڑی بری چیز ہے شہباز صاحب' بھائی کو بھائی کا گلا کاٹنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

"مجھے آپ سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا۔" میں نے رسمی طور پر کہا۔

"اچھا کیا جو ملنے چلے آئے۔" اس نے پہلی بار فاتحانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا۔ "ملتے جلتے رہنے سے انسان ایک دوسرے کو سمجھ سکتا ہے' آپس میں مل بیٹھ کر اگر فیصلہ کر لیا جائے تو دس برائیاں جنم لینے سے رک سکتی ہیں۔"

"آج کل کچھ دشمن میرے کاروبار کو تباہ کرنے کے لیے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"اس دشمنی کی وجہ کیا ہے؟" اس نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کمینگی۔" میں نے قدرے درشت لہجے میں جواب دیا۔ "وہ چھپ کر پشت سے میری پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"پھر میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر دریافت کیا۔ اس کی مسکراہٹ میں میری تضحیک کا پہلو خاصا نمایاں تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی فیصلہ کر لیا جائے۔" میں نے اسی کی بات دہرائی۔ "اس طرح دس برا جنم لینے سے روکی جا سکتی ہیں۔"

"آپ کا دشمن کون ہے؟"

"کوئی ایسا شخص جس کے ظاہر و باطن میں زمین و آسما فرق ہے۔" میں نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "جرائم کی میں اسے جگت نارائن یا JN کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابھی تک قانون کو اس کے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں مل اس پر ہاتھ ڈالا جا سکے۔"

"بڑے اچنبھے کی بات ہے۔" اس نے سنجیدگی اختیار پھر کچھ تامل سے بولا۔ "جگت نارائن۔ میں یہ نام شاید پہلے کہیں سن چکا ہوں۔"

"دوسری حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ براہ راست میرا نہیں ہے' کسی کے کہنے پر ایک بڑی رقم طے کر لینے کے بعد خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"کس کے کہنے پر؟"

"بھوشن۔" میں نے مختصراً کہا تو کیرداس کی پیشانی آلود ہو گئی۔

"آپ شاید اس دوغلے کی بات کر رہے ہیں جس کے اور ماں الگ الگ دھرم سے تعلق رکھتے تھے لیکن میں تھا کہ وہ قتل کے کسی جرم میں گرفتار ہو گیا تھا۔"

"پرانی بات ہے اب وہ ضمانت پر چھوٹ چکا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لیے آپ کو میرے پاس کے بجائے پولیس کے اعلیٰ حکام سے ملاقات کرنی چا تھی۔" وہ نرم آواز میں بولا۔ "میں دنگے فساد سے ہمیشہ دو ہوں۔ گند میں پتھر پھینکنے سے ہمیشہ اپنے ہی اجلے کپڑے خر ہوتے ہیں۔"

"کیا آپ میرے لیے اپنے اثر و رسوخ استعمال کر سکتے۔" میں نے اسے غور سے گھورا۔

"مجھے افسوس ہے۔" اس نے روکھے لہجے میں جو دیا۔ "میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی سہایتا نہیں کر سکتا۔"

"گویا اب مجھے اس حرامزادے جگت نارائن سے راست دو دو ہاتھ کرنا پڑیں گے۔" میں نے کیرداس کی پاؤں رکھ کر اسے غصہ دلانے کی کوشش کی' جواب میں ا کے لیے اس کے تیور بدلے تھے لیکن دوسرے ہی ٹھنڈے انداز میں بولا۔ "بری بات ہے مسٹر شہباز' کسی نکالنے سے مسئلے حل نہیں ہوتے اور پھر ایسی صورت جب آپ اپنے دشمن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"ہاں لیکن جس دن ڈور کا ایک سرا میرے ہاتھ آ دن جگت نارائن میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گا۔" زیادہ برہمی کا اظہار کیا۔ "میں اس بدذات کو خارش

سے بدتر حالات سے دوچار کر دوں گا۔"

کیرداس کے چہرے کا رنگ بدل گیا' اس کے تیور میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس ہوئی تھی لیکن قبل اس کے کہ وہ جواب میں کچھ کہتا وہ خوبصورت خاتون دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی جس نے مجھے کیرداس سے ملنے کے آخری مرحلے کو طے کرایا تھا۔

"میں شما چاہتی ہوں۔" اس نے ہاتھ باندھ کر کیرداس سے کہا۔ "پر تو ایک دھرم شالہ کا منیم آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے۔"

"کارن؟"

"اسے کسی معاملے میں آپ کی آگیا کی ضرورت ہے۔" لڑکی نے اس بار دزدیدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر کہا۔ اس کی جانب میری پشت تھی لیکن سامنے آئینے میں اس کی حرکت کو بطور خاص نوٹ کیا تھا۔ وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "آپ سے مل کر وہ کچھ حساب کتاب کرنا چاہتا ہے۔"

"میں حساب کتاب کرنے کا عادی نہیں ہوں کوشلیا۔" کیرداس نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "منیم سے کہہ دو کہ دھرم کرم کے کاموں میں دولت میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی اگر اسے کچھ رقم کی ضرورت ہے تو تمہیں میری طرف سے اجازت حاصل ہے' جو مناسب سمجھو چیک کی صورت میں اسے دان کر دو۔"

کوشلیا چلی گئی تو کیرداس کسی خیال میں گم ہو گیا۔ نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس وقت ہماری گفتگو کے دوران کوشلیا کی آمد بلاوجہ نہیں تھی' کسی منیم کا تذکرہ محض دکھاوے کی خاطر درمیان میں لایا گیا تھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں کیرداس جی؟" میں نے دھیمے لہجے میں کہا تو وہ چونکتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کا بہت سارا قیمتی سمے برباد کر دیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے دوستانہ انداز میں جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ ہمدردی کے سوا کچھ اور نہیں کر سکتا لیکن ایک نصیحت ضرور کروں گا۔ بھوشن جیسے دومنہے سانپ سے جتنا دور رہیں اتنا ہی اچھا ہے۔ کاروباری دنیا میں کوئی بھی اسے اچھے نام سے یاد نہیں کرتا۔"

"میں آپ کی نصیحت کا خیال رکھوں گا۔"

"اگر میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو ضرور یاد کیجئے گا۔" کیرداس نے اس بار بھی بڑی اپنائیت کا اظہار کیا۔ "اگر میں آپ کی کوئی سیوا کر سکا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"آپ کی اس محبت کا بہت بہت شکریہ۔" میں الٹے قدم کیرداس کے شش محل سے باہر نکل کر کوشلیا کے کمرے میں آ گیا۔ اس نے تقاضا کیے بغیر میرا پستول میرے حوالے کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

"مجھے وشواس ہے کہ آپ نے پستول کے سلسلے میں میری بات کا برا نہیں منایا ہوگا۔"

"آپ کی بات کا بھلا کون برا منا سکتا ہے۔" میں نے اسے سرتاپا غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنے فرض سے کوتاہی نہیں کی البتہ مجھے ایک بات کی شکایت ضرور ہے۔"

"وہ کیا۔" اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے مجھے قاتلانہ نظروں سے دیکھا۔ "کوئی بھول ہوئی مجھ سے؟"

"آپ سے بھی اور کیرداس جی سے بھی' آپ دونوں نے مجھ سے جل پانی کے لیے نہیں پوچھا۔ بہرحال ادھار رہا آپ پر۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا پھر پلٹ کر باہر آ گیا۔

دفتر جاتے ہوئے بھی میں کیرداس کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ جگت نارائن اسی کا دوسرا روپ ہے لیکن ایک بات بہرحال طے تھی کہ کیرداس گفتگو کرتے وقت ضرورت سے زیادہ محتاط رہنے کا عادی تھا۔ اسے اپنے چہرے کے تاثرات پر مکمل اختیار تھا۔ جگت نارائن کے سلسلے میں میں نے جو تازیانہ اور سخت جملے کہے تھے وہ انہیں بھی امرت سمجھ کر پی گیا تھا۔

راستے میں میری نگاہ بار بار عقبی شیشے کی جانب اٹھ رہی تھی میں کسی ممکنہ تعاقب یا اچانک ہونے والے حملے کے پیش نظر خاصا محتاط تھا لیکن بظاہر میں کسی گاڑی پر شبہ نہیں کر سکا پھر میرے ذہن میں اچانک ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ کیا ندیم نے واقعی میری درخواست پر اپنے آدمیوں کو میری نگرانی اور حفاظت کرنے سے روک دیا تھا؟

میں دفتر پہنچا تو وہ حسنہ پہلے سے میرے دفتر میں موجود تھی۔ وہ کچھ مضطرب نظر آ رہی تھی میرے بیٹھنے کے بعد اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"اب بھوشن کی موت کا وقت آ گیا ہے' میرا مشورہ ہے کہ اب آپ کو اس نیک کام کے کر گزرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اب بھوشن میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔"

"لیکن کچھ دشواریاں پیش آ سکتی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"آپ نے براہ راست کیرداس یا جگت نارائن کے گھر جا کر اچھا نہیں کیا' کچھ کالی طاقتیں آپ کے خلاف سر ابھار رہی ہیں۔"

"کالکا۔" میں نے حسنہ کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"اس نے کہا تھا کہ دنیا کی کوئی قوت اس کی موجودگی میں بھوشن کو پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جاسکتی۔"

"میں نے تندی طاقتوں سے اب ڈرنا چھوڑ دیا ہے۔"

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟" حسنہ نے مجھے بڑی سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"ماں کی موت۔" میرے اعصاب میں کھنچاؤ پیدا ہونے لگا۔ "اس نے ایک بار مجھے دھمکی دی تھی کہ میرے والد کے بعد۔"

"یہ آپ کی ذاتی رائے ہے لیکن کم از کم کاکا کا آپ کی ماں کی موت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو؟" میں الجھنے لگا۔

"میرے علاوہ کسی اور نے بھی آپ کو اس بات کا یقین دلایا تھا۔"

"میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھرا۔ میں نے حسنہ کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ عثمان غنی کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہے۔ میں نے اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"تم نے جس کی جانب اشارہ کیا ہے اس کے بارے میں اور کیا جانتی ہو؟"

"کاکا نے ایک موقع پر آپ سے کہا تھا کہ آپ کے قدم ڈگمگانے کا وقت آگیا ہے۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"جس حادثے کو آپ خواب سمجھ رہے ہیں وہ خواب نہیں حقیقت ہے۔"

"کیا کہنا چاہ رہی ہو؟"

"ملیحہ سے ملاقات میں آپ کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ جو کچھ فارم ہاؤس میں ہوا اس کا علم وہاں موجود لوگوں کے ذہنوں سے بھی مٹا دیا گیا ہے لیکن ان لمحات کے کچھ اہم ثبوت حاصل کرلیے گئے ہیں جو آپ کو کسی اشارے پر چلنے کو مجبور کرسکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی طاقت آپ کے بہت کام آئے گی۔ شاید کاکا بھی اس طوفان کے سامنے قدم نہ جماسکے لیکن۔"

"لیکن کیا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"

"جو ہونا تھا وہ ہوچکا' جو ہونا ہے وہ ہوکر رہے گا۔" حسنہ نے گول مول جواب دیا پھر اپنا مطالبہ دہراتے ہوئے بولی۔ "بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے اب زیادہ انتظار ممکن نہیں ہوگا۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ ابھی میرے راستے میں کچھ دشواریاں بھی حائل ہوسکتی ہیں۔"

"وہ رکاوٹیں وقتی ہوں گی۔" اس کے لہجے میں اعتماد کے علاوہ مسرت کا بھرپور اظہار بھی تھا۔

"اکبر دورانی کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"وہی جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"میں مجبور ہوں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بھوشن کی موت تک آپ کا ساتھ دے سکتی ہوں اس کے بعد ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے الگ الگ ہوجائیں گے۔"

"کوئی ایسی بات جو تم بتانا نہیں چاہتیں۔"

"بھوشن کی موت کے بعد آپ کو میرے بارے میں بھی سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر قدم اٹھاتی آفس سے باہر چلی گئی۔

میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھر آیا۔ حسنہ نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ فارم ہاؤس میں میرے اور ملیحہ کے درمیان جو چھین جھپٹ ہوئی تھی وہ محض میرا وہم نہیں حقیقت تھی جس کے کچھ ثبوت بھی کسی کے ہاتھ لگ چکے ہیں۔ ندیم سے سرسری استفسار کے بعد مجھے اس بات کا یقین آگیا تھا کہ اسے میرے فارم ہاؤس جانے یا وہاں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے' راجو نے مجھے بہت قریب سے دیکھا تھا' میرے اس کے درمیان گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن حسنہ کے بیان کے مطابق کسی نادیدہ قوت نے راجو کے ذہن کو بھی پوری طرح واش کردیا تھا۔ اس خیال کے ساتھ ہی میرے ذہن میں دانش کی کہی ہوئی بات گونجی اس نے عثمان غنی کے بارے میں یہی کہا تھا کہ وہ جنوں کے کسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے اغواء کے بعد وہ جس آسانی سے لوہے کے مضبوط اور وزنی دروازے کو چوکھٹ سمیت کسی کھلونے کی طرح ہٹا کر نکل گیا تھا وہی اس کی بے پناہ قوت کے اظہار کے لیے بہت کافی تھا۔

میں نے کتابوں میں یہی پڑھا تھا اس پوشیدہ مخلوق کو ہمارے عقیدے کے مطابق آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ مستقل مزاج اور عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس پوشیدہ مخلوق میں کچھ شریف النسل بھی ہوتے ہیں اور کچھ ضدی اور منہ زور بن جاتے ہیں اور اپنی شیطان صفت طبیعت سے انسان کو پریشان کرنے میں خاص لطف حاصل کرتے ہیں۔ شاید عثمان غنی بھی ان ہی بدکردار جنوں میں سے ایک تھا جو کسی سائے اور ہوا کی طرح میرے پیچھے پڑگیا تھا۔ حسنہ نے مجھے یقین دلایا تھا کہ جب تک آگ کے لپکتے بھڑکتے شعلے میرے ساتھ ہیں کوئی دوسری قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کاکا کی باتوں سے بھی یہی اندازہ ہوا تھا کہ صندلی انگوٹھی کے گم ہوجانے کے بعد وہ میرے دل کا حال پڑھنے کے قابل ہوگئی تھی لیکن دو موقعوں پر بھڑکتے شعلوں نے اسے بھی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا۔

کاکا' حسنہ اور عثمان غنی کے بارے میں سوچتے سوچتے میرا ذہن لیڈی ملکارنس کی طرف چلا گیا۔ اس نے حسنہ کے سلسلے میں مجھ سے سفارش کی تھی کہ وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہوسکتی ہے لیکن اس کے بعد ایک طویل عرصے سے اس نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اسے یاد کیا۔ اس نے عہد کیا تھا میں جب بھی اسے یاد کروں گا وہ ضرور میرے پاس آئے گی لیکن اس سے پہلے کہ لیڈی ملکارنس میرے سامنے آتی میں نے خلاف توقع نغمہ کو آفس میں داخل ہوتے دیکھا اس کے ساتھ ایک دوہرے بدن کا شخص بھی تھا جو مجھے باڈی گارڈ قسم کی کوئی چیز دکھائی دے رہا تھا۔

نغمہ کے تیور اچھے نہیں تھے' وہ مجھے کرخت نگاہوں سے گھورتی ہوئی بغیر اجازت کے میرے سامنے سینہ تان کر بیٹھ گئی۔ دوہرے بدن اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک اس کی پشت پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ اس کی سپاٹ نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ چہرے کے تاثرات سے پتا چلتا تھا کہ وہ نغمہ کے ایک اشارے پر مجھے موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔

"تم نے پہچانا مجھے؟" نغمہ نے گفتگو کی ابتدا بڑے تلخ انداز میں کی تھی۔

میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے ایک مخصوص سوئچ کو پاؤں کے دباؤ سے آن کیا تو میرے دونوں گارڈ خودکار رائفل تانے اندر آگئے۔ "ان صاحب کو باہر بٹھاؤ۔" میں نے نغمہ کی پشت پر کھڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کیا' گارڈ کے مسلح ہونے کے باوجود اس کی خود اعتمادی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا تھا۔ شاید اسے اپنی صلاحیتوں پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ میرا جملہ سنتے ہی اس کے ہاتھ تیزی سے نیچے ہوئے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ کسی سے ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوتی نغمہ نے ہاتھ بلند کرکے اشارے سے اسے باہر جانے کو کہا۔ جواب میں اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی پھر مجھے کینہ توز نگاہوں سے گھورتا ہوا باہر چلا گیا۔

"معاف کیجیے گا محترمہ۔" میں نے نغمہ کو انجان نظروں سے گھورتے ہوئے معذرت کی۔ "میں اپنے آفس میں پرائیویٹ اور مسلح گارڈز قسم کی کسی شے کو پسند نہیں کرتا۔ مجھے حیرت ہے کہ اسے اندر کس طرح آنے دیا گیا۔"

"تمہارے مسلح گارڈز اس کی تلاشی لے چکے تھے۔" اس نے بدستور نفرت کا اظہار کیا۔ "اس کے پاس سے ہتھیار قسم کی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی تھی۔"

"پھر اس کو ساتھ لانے کا مقصد کیا تھا؟" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔ "کیا وہ آپ کا سکریٹری یا پی اے تھا۔"

"نہیں۔ وہ میرا محافظ ہے لیکن اسلحے کے بغیر بھی وہ چار پانچ مسلح آدمیوں کے لیے بہت بھاری ہے' میں کئی موقعوں پر اس کی طاقت کا حیرت انگیز کھیل تماشا دیکھ چکی ہوں۔"

"ہوسکتا ہے آپ درست فرمارہی ہوں لیکن۔"

"تم نے ابھی وقت میرے یہاں آنے کا مقصد نہیں پوچھا؟" اس نے مجھے خطرناک اور تیز نظروں سے گھورا۔

"فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" میں نے بدستور شرافت کا مظاہرہ کیا۔

"میں اس دو کوڑی کے کرائم رپورٹر سے ملنے آئی ہوں جس نے مجھے فون پر بلیک میل کرنے کی جرات کی تھی۔"

"میرا خیال ہے آپ غلط جگہ پر آگئی ہیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ کسی اخبار کا دفتر نہیں ہے۔"

"تم نے مجھے مغلی ساحل پر کیفے ون پلس میں آنے کی دعوت کیوں دی تھی؟" اس کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔

"آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اس لیے کہ میں آپ سے ابھی پوری طرح سے واقف بھی نہیں ہوں۔"

"کروڑپتی تاجر سیٹھ نعمان کا نام سنا ہے کبھی؟" اس نے تکبر سے جواب دیا۔ "میں ان کی بیٹی نغمہ ہوں۔"

"خوبصورت نام ہے لیکن آپ کی گفتگو میں کسی نام کی کوئی بات اب تک مجھے نظر۔"

"شٹ اپ۔" وہ یکلخت بھڑک گئی۔ میز پر مکا مارتے ہوئے بولی۔ "مجھے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ تم نے کرائم رپورٹر بن کر مجھ سے ملنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"غلط فہمی کا علاج شاید لقمان حکیم کے پاس بھی۔"

"لیکن میرے پاس ہے۔" وہ میرا جملہ کاٹ کر بولی پھر پرس سے اپنی چیک بک نکالتے ہوئے کہا۔ "بولو۔ تمہیں کتنی رقم درکار ہے؟"

"کس سلسلے میں؟" میں نے ایک بار پھر انجان بننے کی کوشش کی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کاکا نے اپنے کہنے کے مطابق نغمہ کو میری فون کال کے بارے میں سب کچھ بتادیا ہوگا لیکن بظاہر نغمہ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ میں نے ہی کرائم رپورٹر بن کر اسے فون کیا تھا۔

"اپنی زبان بند رکھنے کے سلسلے میں۔" وہ کسی ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔ "کیا تم اس بات سے بھی انکار کروگے کہ جس روز جمیل پارک میں چالیس گز کے سفاری سوٹ والے کے جسم کی دھجیاں ایک دھماکے سے اڑگئی تھیں۔ اس روز تم وہاں موجود نہیں تھے؟"

"آئی سی۔" میں پہلی بار چونکا پھر تجسس بھرے انداز میں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

پوچھا۔ "لیکن آپ کا اس دھماکے سے کیا تعلق تھا؟"

"دھماکے یا کسی کے جسم کی دھجیوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میرا نام کسی عنوان سے اخبارات میں شائع ہو۔"

"کیا اس روز آپ بھی جمیل پارک میں۔"

"ہاں میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"تم مجھے ماہ رخ کی قطار میں کھڑا کرنے کی حماقت سے باز آجاؤ ورنہ۔"

"میرا خیال ہے کہ اب آپ ایک حسین اور خوبصورت خاتون ہونے کی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں۔" میرے لہجے میں بھی تلخی آ گئی۔ "میں اپنی نجی مصروفیات کے سلسلے میں کسی قسم کی۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" وہ حیرت انگیز طور پر سنجیدہ ہو گئی پھر کچھ توقف سے بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ سلمان قیصر کسی ایک کا غلام بن کر نہیں رہ سکتا مجھے یہ بھی علم ہے کہ تمہاری ماہ رخ کی حسین سیکرٹری ملیحہ بھی اس کا شکار ہو چکی ہے لیکن میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔" وہ بے باک ہونے لگی۔ "جو چیز مجھے ایک بار پسند آجائے میں اسے ہر قیمت پر حاصل کر لینے کی عادی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ اسے حاصل کر لینے کے بعد میں اسے بلندی پر لے جا کر اس طرح نیچے پھینک دوں کہ وہ شیشے کے برتن کی طرح ٹوٹ کر ہمیشہ کے لیے چکنا چور ہو جائے۔"

"کیا یہ سلمان قیصر جیسے خوبصورت شاعر کے ساتھ ظلم نہیں ہو گا۔" میں نے دبی زبان میں سرگوشی کی۔

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔" وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "تم نے جو کچھ جمیل پارک میں دیکھا یا سنا ہے اسے بھول جاؤ۔ میں صرف یہی کہنے آئی ہوں اور میں تمہیں اس کی قیمت بھی دے سکتی ہوں۔"

"کچھ چیزیں بڑی انمول ہوتی ہیں۔" میں نے جان بوجھ کر اس کی نیلی آنکھوں کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔ "میں نے اس روز جمیل پارک میں اس چاکلیٹ کلر میں ملبوس سفاری سوٹ والے کو سلمان قیصر کی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔ اس کے ارادے نیک نہیں تھے پھر آپ اچانک درمیان میں آ گئی تھیں۔ اس کے بعد سفاری سوٹ والا کسی نامعلوم خطرے کی بو سونگھ کر بے تحاشا بھاگا تھا لیکن ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ ہی۔"

"یقین کرو۔ میرا اس دھماکے سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن اگر یہ بات اخبارات میں آ گئی تو۔"

"آپ بدنام ہو جائیں گی۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

نغمہ نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیے تک خاموش بیٹھی نچلا ہونٹ چباتی رہی پھر میری طرف دیکھ کر مدھم آواز میں بولی۔ "کیا میں امید رکھوں کہ آپ میری درخواست قبول کر لیں گے۔"

"مجبوری ہے ورنہ آپ کا باڈی گارڈ غیر مسلح ہونے کے باوجود چار پانچ افراد پر بھاری پڑ سکتا ہے۔"

"میں اس وقت غصے میں تھی۔" اس نے جلدی سے وضاحت کی پھر مسکرا کر بولی۔ "کبھی گھر پر تشریف لائیے اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" اس نے اپنا کارڈ نکال کر میرے سامنے میز پر رکھ دیا۔

"ماہ رخ اور کرائم رپورٹر والی باتیں آپ کو کس ذریعے سے معلوم ہوئی تھیں۔" میں نے پہلی بار معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"گویا آپ مانتے ہیں کہ میری انفارمیشن غلط نہیں ہے۔" وہ دوستانہ لہجے میں بولی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"

"آپ بھی تشریف لائیں گھر پر۔" وہ ایک ادا سے مسکرا کر اٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ کو تمام سوالات کے جوابات پوری وضاحت سے مل جائیں گے۔"

"کہیں یہ میرے لیے کوئی ماؤس ٹریپ تو نہیں ثابت ہو گا۔" میں بھی کرسی سے اٹھ گیا۔ شاید اس کے حسن کی حشر سامانیوں نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ٹریپ کا لطف تو ٹریپ ہو جانے کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا پھر وہ اپنا پرس لہراتی میرے دل پر بجلی گراتی آفس سے باہر چلی گئی۔

میں کھلے دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ میرے اندر کا سویا ہوا شیطان پھر آہستہ آہستہ سر ابھار رہا تھا لیکن شاید اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔

* —— * —— *

ہر چند کہ نغمہ نے ماہ رخ اور کرائم رپورٹر والے سلسلے میں میری بات کا جواب نہیں دیا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس میں صرف کاکا کی خباثتوں کے سوا کسی اور کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ میں کچھ دیر خاموش کھڑا اس دروازے کی جانب دیکھتا رہا جس سے نغمہ کسی معطر ہوا کے جھونکے کی مانند گزر کر گئی تھی پھر میں اس طرح چونکا جیسے کسی سحر سے آزاد ہو گیا ہوں۔ میں دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھا تو ایک مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے بچے تم نے مجھے یاد کیا تھا؟"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ لیڈی مکارنس میرے سامنے ہمیشہ کی طرح اپنے اسی لباس میں موجود تھی جس میں میں نے اسے روز اول دیکھا تھا۔ مجھے یاد آگیا۔ نغمہ کے آنے سے پہلے میں نے اسے ذہنی طور پر آواز دی تھی۔

"میں الجھ گیا ہوں لیڈی مکارنس۔" میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"رہنمائی۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "رہنمائی کے لیے تمہاری اپنی مقدس کتاب موجود ہے۔ روز اول سے روز آخر تک ہر سوال اور اس کا جواب تمہاری کتاب میں موجود ہے اسے دیکھنے پڑھنے اور سمجھنے کی عادت اختیار کرو۔"

"تم کہہ رہی ہو؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں میں سفید فام ہونے کے باوجود تمہاری اس کتاب پر ایمان رکھتی ہوں۔"

"اور اس کے ساتھ ساتھ بلیک میجک اور پیش گوئیاں بھی کرتی ہو۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"میری بات چھوڑو۔ تم ابھی کہہ رہے تھے کہ بہت الجھ گئے ہو۔" لیڈی مکارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری الجھن کیا ہے؟"

"حسنہ کون ہے۔" میں نے دریافت کیا۔ "تم نے کہا تھا کہ وہ میرے کام آ سکتی ہے۔"

"ہاں میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیا وہ تمہیں اپنی بیش قیمت معلومات سے آگاہ نہیں کر رہی ہے۔"

"لیکن۔"

"کچھ باتوں کا جواب قبل از وقت دینا ہمارے بس کی بات نہیں ہوتی۔" اس نے میری بات سنے بغیر کہا۔ "ہر سپر پاور پر بھی کوئی نہ کوئی پابندی ضروری ہوتی ہے۔"

"وہ بھوشن کی موت کی خواہاں کیوں ہے۔"

"کیوں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "کیا تم بھوشن کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو۔"

"نغمہ کو میرے بارے میں کس نے اطلاعات فراہم کی ہیں؟" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"تمہاری کاکا رانی نے۔" اس بار لیڈی مکارنس کرسی پر پہلو بدل کر بولی۔ "حالات کی توڑ پھوڑ نے اب اسے بھی کینچلی بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ تمہارے خلاف بہت سارے محاذ کھولنا چاہتی ہے۔ شاید اس لیے کہ اب اس کی کالی اور ناپاک قوتیں بھی تمہارے حق میں غیر موثر ثابت ہو رہی ہیں۔"

"عثمان غنی کی وجہ سے؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر تیزی سے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے کبیر داس سے مل کر اچھا نہیں کیا۔" وہ میرے سوال کو نظرانداز کر کے بولی۔ "وہ تمہارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "جب مجھے تمہاری اور عثمان غنی کی حمایت حاصل ہے تو پھر کبیر داس کا جگت نارائن میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔"

"فی الحال میں اس کا جواب بھی نہیں دوں گی البتہ اس بات کی پیش گوئی کر سکتی ہوں کہ تمہارے اوپر ایک برا وقت بھی آنے والا ہے جو تمہارے لیے ایک آزمائش ہو گی۔"

"بھوشن۔ یا۔ جگت نارائن۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"

"اجلی سفید پوشاک پر سیاہ چکنائی کا دھبہ لگ جائے تو مشکل سے جاتا ہے۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ اب تم بھی کاکا کے خلاف زبان کھولنے سے گھبرا رہی ہو؟"

"کاکا۔" لیڈی مکارنس کے چہرے پر زلزلے کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ "میرے سامنے وہ ایک کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اس کی مورتی میرے گلشن والی لائبریری میں شیشے کے ایک باکس میں بند ہے۔ اس کی روح میری ایک معمولی سی غلطی سے میرے قبضے میں آتے آتے نکل گئی لیکن وہ زیادہ دنوں تک مجھ سے نہیں بچ سکے گی۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ ایک بار پھر میں تمہیں اپنی لائبریری کی سیر کراؤں گی۔ اس روز تم کھل کر اپنی کاکا رانی سے بات کر لینا لیکن آخری بات۔ ہو سکتا ہے کہ میں مرنے سے پہلے اپنی لائبریری کو تباہ کر دوں اگر وہ تباہ ہو گئی تو وہ تمام ارواح بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گی۔"

"میرے اوپر آنے والے برے وقت کے بارے میں۔"

"مجھے افسوس ہے میں تمہیں صرف آگاہ کر سکتی ہوں۔ کوئی تفصیل نہیں بتا سکتی اور مشورہ بھی نہیں دے سکتی۔"

"کیا تم بھی سپر پاورز کی لپیٹ میں آ گئی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"بھوشن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تمہیں حسنہ کی خواہش کا احترام کرنا ہو گا۔" لیڈی مکارنس نے دبی زبان میں کہا پھر وہ اچانک کچھ سراسیمہ نظر آنے لگی۔ اس کی نگاہیں اس طرح ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں جیسے وہ کسی آنے والے خطرے کی بو سونگھ رہی ہو پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ پوچھتا وہ یکلخت میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

لیڈی مکارنس کا اس طرح واپس لوٹ جانا کوئی نیک شگون نہیں تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں اس کی گول مول باتوں سے کوئی نتیجہ اخذ کر سکتا باہر سے افراتفری کی آوازیں سنائی دیں۔ کوئی میرے آفس کے باہر کراہتا ہوا گرا تھا۔ شاید آنے والوں نے میرے گارڈز کو قابو کر لیا تھا یا پھر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ خطرے کے احساس کے ساتھ ہی میں نے برق رفتاری سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اچانک چھ سات نقاب

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

پوش رائفل تانے دندناتے ہوئے اندر گھس آئے تھے۔ میں نے فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی کا ارادہ ترک کر دیا۔

"تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔" ایک نقاب پوش نے آگے آتے ہوئے سرد اور سفاک لہجے میں حکم دیا۔ "کچھ الٹا سیدھا حماقت کی کوشش تمہیں جہنم رسید کر سکتی ہے۔"

"کس کے آدمی ہو؟"

"موت۔" وہ غرایا۔ "ہم یہاں تمہارے سوالات کے جواب دینے نہیں آئے ہیں۔"

"بیگم نارائن کو شاید میرا کیپٹن سے ملنا پسند نہیں آیا۔" میں نے خود کو بے پروا ثابت کرنے کی کوشش کی۔

"ہم کو ان باتوں سے کوئی غرض نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ تم کس کی بات کر رہے ہو۔"

"لیکن کسی نہ کسی نے تمہیں بھیجا ہے۔"

"وقت مت ضائع کرو۔" اس نے سرد لہجے میں کہا پھر اس کے اشارے پر دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر مجھے پوری قوت سے پکڑ کر دروازے کی طرف دھکا دیا تو میں چکرا گیا۔ وہ فولادی قوت کے مالک تھے۔ میری کھوپڑی جھنجھنا گئی لیکن میں نے احتیاط سے کام لیا۔ میں پوری طرح ان کے نرغے میں تھا اور ان کے ارادے نیک نہیں تھے۔ میرے پاس ان کے حکم کی تعمیل میں قدم اٹھانے کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

وہ مجھے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے باہر لے آئے۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میرے دونوں گارڈز باہر فرش پر لہولہان پڑے تھے۔ جس کمرے میں میرا لالہ جتنا تھا اور دوسرے شعبے کام کرتے تھے اس کے باہر بھی دو نقاب پوش پوری طرح چوکس نظر آ رہے تھے گویا انہوں نے پورے فلور کو کنٹرول میں لے رکھا تھا۔ میں ان کے اشارے پر عمل کرتا ہوا لفٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر لفٹ کو کال کرنے کا بٹن دبا دیا۔ وہ تمام کے تمام ہر خطرے سے بے نیاز نظر آ رہے تھے۔

"مجھے تم لوگ کہاں لے جاؤ گے؟"

"پرستان۔" ایک نقاب پوش نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "وہاں خوبصورت پریاں تمہاری تعمیل ارشاد کریں گی۔"

"تم شاید حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"ہمیں حالات کی نہیں صرف اپنے فائدے کی فکر رہتی ہے اور اپنے فائدے کے لیے ہم ناجائز اور جائز کے چکر میں نہیں پڑتے۔"

"خونخوار اسلحے کے بل بوتے پر بدمعاشی کرنا میرے نزدیک سوانگی نہیں کہلاتی۔"

"وعظ مت کرو۔" وہ قہر آلود لہجے میں بولا۔ "ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہیں بغیر اسلحے کے بھی فری اسٹائل کرنے کی دعوت ضرور دیں گے۔ ون ٹو ون کے اصول پر۔ اس کے بعد تمہیں شاید ہماری جسمانی طاقت کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

لفٹ کے پاس کھڑا ہوا نقاب پوش بھی میری طرف متوجہ تھا اس لیے وہ بھی لفٹ کا دروازہ کھلتے نہیں دیکھ سکا لیکن میں نے لفٹ کھلتے ہی خطرے کی بو محسوس کر لی تھی۔ لفٹ کے اندر سے برسٹ مارا گیا اور تین نقاب پوش پہلے ہی لمحے میں ڈھیر ہو گئے۔ میں نے تیزی سے خود کو زمین پر گرا لیا۔ مجھے گھیرنے والے افراد کو شاید اس اچانک افتاد کی توقع نہیں تھی۔ اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل پاتے دوسرا برسٹ مارا گیا۔ دو آدمی اور زمین بوس ہو گئے۔ باقی نے بڑی پھرتی سے پوزیشن سنبھال لی تھی۔ میں بھی فرش پر قلابازیاں کھاتا ہوا ایک پائے کی آڑ میں ہو گیا۔ لفٹ سے نکلنے والے تین افراد نے بھی برق رفتار انداز میں پوزیشن سنبھال لی تھیں۔ ان میں سے ایک ماسٹر کی تھا جسے میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔

دونوں جانب سے اندھا دھند فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں فرش پر کراولنگ کرتا ہوا ایک اور محفوظ مقام تک پہنچ گیا۔ اب میرا آٹومیٹک ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے فرش سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی کہ دوسری شکل میں تڑتڑانے والی گولیوں میں سے کوئی ایک میرے وجود کو بھی چاٹ جانے سے گریز نہ کرتی۔ مجھے اپنے دشمنوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں تھا لیکن میرے محتاط اندازے کے مطابق اب ان کی تعداد گھٹ کر چار پانچ تک رہ گئی تھی۔ اچانک میری نگاہوں کے سامنے ایک شعلہ سا لپکا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا پھر دو نقاب پوش اور فضا میں اڑتے ہوئے خلاف ختم ہو گئے۔

"ہتھیار پھینک دو۔" ماسٹر کی کی آواز کچھ فاصلے سے ابھری۔ اس نے غالباً اسٹور روم کے آس پاس کہیں پوزیشن سنبھال رکھی تھی۔ "مقابلے کی صورت میں تمہارے باقی ساتھی بھی کام آ جائیں گے۔ باقی آدمیوں پر انحصار نہ کرنا انہیں ہم نے تمہاری گاڑی میں آرام کی نیند سلا آئے ہیں۔"

جواب میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ دوبارہ گونج اٹھی تھی۔ مجھے ساتھ لے جانے والوں نے شاید آخری فرد تک مقابلے کی ٹھان رکھی تھی۔ انہیں موت اور زندگی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اچانک میری نظر ایک نقاب پوش پر پڑی جو دبے قدموں میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے اسے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن شاید دیر ہو چکی تھی۔ اس کی ٹھوکر ہوا میں لہرائی تھی۔ میرا پستول ہاتھ سے نکل گیا پھر دوسری ٹھوکر بھی اتنی شدید تھی کہ میں کراہ کر رہ گیا۔ اس کے بعد مجھے گریبان پکڑ کر اٹھا لیا گیا۔ وہ بے پناہ قوت اور آہنی ارادوں کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ مجھے اپنی چھاتی سے لگا کر اس نے الٹے ہاتھ کا پھندا اس طرح میرے

گلے میں ڈال لیا کہ مجھے سینے میں اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔ اس کے ہاتھ فولاد سے زیادہ مضبوط محسوس ہو رہے تھے۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ ہتھیار پھینک دیں اور ہاتھ بلند کر کے سامنے آ جائیں ورنہ تمہاری کھوپڑی اڑا دوں گا۔" اس نے سفاک لہجے میں سرگوشی کی پھر ایک جھٹکا دیا تو میری آنکھیں حلقوں سے ابل کر باہر آتے آتے رہ گئیں۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے موت کا حلقہ تنگ ہوتے محسوس کیا تو گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔ "تم لوگ اپنے ہتھیار پھینک کر باہر آ جاؤ، ہاتھ بلند کر کے، ورنہ میری موت اب یقینی ہو چکی ہے۔"

"شاباش۔ تم عقلمند آدمی معلوم ہوتے ہو۔" آہنی قوت رکھنے والے نے کہا۔

میرے جواب دینے سے پیشتر وہ آدمی رائفل پھینک کر سامنے آ گئے۔ ان کے چہروں پر بلا کا میک اپ تھا لیکن میں نے انہیں پہچان لیا۔ وہ ندیم کے ٹولے کے آدمی تھے لیکن ان میں ماسٹر کی نہیں تھا۔

"اپنے باقی ساتھیوں سے کہو کہ وہ بھی سامنے آ جائیں۔" اس بار مجھے گرفت میں جکڑے رکھنے والے نے بذات خود بلند آواز میں کہا۔ "میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد تم دونوں کے ساتھ ساتھ شہباز خان کو بھی مار کر ختم کر دیا جائے گا۔"

"ہم صرف دو ہی تھے۔" ہاتھ اٹھائے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے بے جگری سے جواب دیا۔ "تم چاہو تو اپنی تسلی کر سکتے ہو۔ پھر ہمیں ٹھکانے ہی لگوا۔ اس کے بعد اطمینان سے کونے کھدروں میں جھانک کر ہماری بات کی تصدیق کر لینا۔"

"مجھے تمہارے کتنے ساتھی موجود ہیں؟"

"صرف ایک، وہ ڈرائیور ہے۔"

"تم دونوں کس کے آدمی ہو؟"

"یہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا ہمیں اچانک فون پر احکامات موصول ہوتے ہیں اور ہم حکم کی تعمیل کرنے کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے کی خاطر دوڑ پڑتے ہیں۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"ہمیں نام سے نہیں صرف حسابات کے دام سے غرض ہوتی ہے بالکل تمہاری ہی طرح۔"

"تم ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"صرف اتنا کہ تم بھی ہماری طرح کسی نہ کسی ولد الحرام لوٹ سے تعلق رکھتے ہو۔" اس بار بھی بے پروائی سے جواب دیا گیا۔

اچانک دو نقاب پوش نکل کر سامنے آ گئے۔ انہوں نے دونوں غیر مسلح آدمیوں کو کور کر لیا تھا پھر ایک کے اشارے پر دوسرے نے ان دونوں کی تلاشی لی لیکن ان کے پاس سے کوئی ہتھیار برآمد نہیں کر سکے۔

"میرا خیال ہے تم اپنے ساتھیوں کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔" تیسرے نقاب پوش نے جس نے مجھے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑ رکھا تھا سفاک لہجے میں کہا۔ "تمہارے ساتھ ایک دبلا پتلا شخص اور بھی تھا۔ میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔"

"وہ ہمارے ساتھ لفٹ میں ضرور سوار تھا لیکن ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"کیا ضمانت ہے کہ تم سچ ہی بول رہے ہو؟"

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم جسے اپنا باپ سمجھتے ہو وہ تمہارا اصل باپ نہ ہو۔" غیر مسلح افراد میں سے اس بار دوسرے نے حقارت سے جواب دیا۔ "ہم جس راستے کے مسافر ہیں وہاں گولیوں کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں سمجھی جاتی۔"

جواب میں ایک فائر کی آواز گونجی اور بولنے والا کراہتا ہوا زمین پر گرا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اس نے جوڈو کراٹے کے کسی ماہر کی طرح ایک ہاتھ زمین پر ٹیک کر اس تیزی سے فضا میں چکر کھایا تھا کہ اس کی لاتوں کی ضرب دونوں مسلح نقاب پوشوں پر پڑی۔ وہ سنبھل نہ سکے اور اسی لمحے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے دوسرے ساتھی نے ان دونوں کا اسلحہ سمیٹ کر فضا میں ایک ست چھلانگ لگائی۔ مجھے قابو میں لینے والے کی رائفل جاگ اٹھی لیکن اس کے تینوں راؤنڈ بیکار ہی گئے۔ رائفل کے استعمال کے وقت اس کے بائیں ہاتھ کا حلقہ ذرا ڈھیلا پڑا تو میں نے دونوں کہنیوں کو جوڑ کر اس کے پیٹ پر اتنی کاری ضرب لگائی کہ وہ سنبھل نہ سکا پھر اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل پاتا اسٹور کی جانب سے ایک فائر ہوا اور آہنی طاقت کے مالک کے سیدھے ہاتھ کی کہنی جھلس گئی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ دو فائر اور ہوئے اور دونوں نہتے نقاب پوش بھی مچھلی کی طرح تڑپ کر گھومے پھر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ میں نے برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے زخمی نقاب پوش کی رائفل پر قبضہ کر لیا۔ میں چاہتا تو اسے بھون سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔

"اب بتاؤ۔" میں نے اسے للکارا۔ "تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"تم کیا نوعیت نہیں پوچھو گے؟" وہ کہنی سے بہتے ہوئے خون کو بے پروائی سے جھٹک کر بولا۔ "ہمارے ذمے بس ایک کام تھا اور بس۔ تمہیں اغوا کر کے ایک ایسے جہنم تک پہنچانا جہاں تمہاری موت تمہارے تصور سے بھی زیادہ

aazzamm@yahoo.com

صحرا کا چاند

اس کا معصوم حسن صحرائی راتوں میں چمکنے والے چاند کو شرماتا تھا۔

دوسری جنگ عظیم ایک پاکستانی نوجوان کو صحرا کے اس درخشاں چاندنی میں لے آئی تھی----

----دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک دوسرے کی روح میں محبت کی مہک بن کر سما گئے۔ لیکن زندگی صرف محبت کی خوشبو ہی نہیں۔

زہریلے کانٹوں کا جنگل بھی ہے۔ انسانی محبت اور نفرت کے صحرا میں طلوع ہونے والے چاند کی سچی داستان جسے اے حمید کے رومان پرور قلم نے لکھا۔

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2 قیمت -/80 روپے

صاحب طرز ادیب قمر اجنالوی کا نام تاریخ...

اٹھارہویں...

★ جب کمپنی سرکار والی...

★ جب انگریز حکمران...

★ ایک خانہ بدوش جو...

★ ایک شہزادی جو خانہ...

آزادی کی عجیب و غریب لرزہ خیز...

ناشر: مکتبہ القریش ار...

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔"

"لیکن بازی اب پلٹ چکی ہے۔ اب تمہاری زندگی میرے رحم و کرم پر ہے۔"

"ہو سکتا ہے تم جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہے ہو۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔ "کاش! ہمیں تمہیں اغوا کرنے کے بجائے تمہاری موت کا حکم دیا جاتا تو صورت حال اس وقت کچھ اور ہی ہوتی۔"

"نکل چلو۔" مجھے ماسٹر کی اصلی آواز سنائی دی۔ وہ اپنے آدمیوں سے مخاطب تھا۔ "لائن صاف ہو چکی ہے لیکن پولیس کسی لمحے بھی پہنچ سکتی ہے۔"

پھر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ماسٹر کی نے لفٹ کے بجائے واپس جانے پر شاید عقبی راستے کو ترجیح دی تھی۔ زخمی نقاب پوش کو وہ غالباً میری صوابدید پر چھوڑ گیا تھا۔

"میرا خیال ہے اب کھل ہی جاؤ ورنہ پولیس کا ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ تمہاری زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا۔"

"مجبوری ہے۔" وہ عجیب انداز میں بولا۔ "تم شاید مجھے ہنسانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ہمارے بارے میں تمہیں شاید علم نہیں ہے۔ ہم پولیس کی تحویل میں جانا پسند نہیں کرتے۔ استاد کا بھی یہی حکم ہے۔"

"چلو استاد جی کا نام بتا دو۔"

"تم گولی چلاؤ گے یا میں کوئی حرکت کروں۔"

اچانک نیچے سے پولیس کار کے سائرن کی آواز سنائی دی پھر میگا فون پر سراج کی آواز ابھری۔

"تم پوری طرح گھیرے جا چکے ہو۔ زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ ہم دس تک گنیں گے اس کے بعد تمہارے خلاف کارروائی شروع کر دی جائے گی۔ ایک..."

"سنا تم نے۔" زخمی نقاب پوش جو رائفل کی زد اور میرے رحم و کرم پر تھا حقارت سے مسکرایا۔ "سائنس کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے لیکن ہماری پولیس ابھی تک گھسے پٹے ٹیپ کی طرح بجتی ہے۔"

"تم اسے ہمارے وسائل کی کمی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"دو... تین... چار..." نیچے سے گنتی شمار کی جا رہی تھی۔

"وسائل کی نہیں بلکہ خود غرضی اور کمینگی کی ہے۔" وہ غرایا۔ "قومی خزانے پر جب شب خون اور ڈاکے مارے جائیں گے تو ہمارے وسائل کبھی بھی پورے نہیں ہو سکتے۔"

"تم دہشت گرد اور قاتل ہونے کے باوجود پڑھے لکھے آدمیوں جیسی باتیں کرتے ہو۔"

"پانچ... چھ... سات..." سراج تھوڑے تھوڑے وقفے سے اپنی دی ہوئی وارننگ کے لیے گن رہا تھا۔

"اب بھی وقت ہے اپنی زبان کھول دو ورنہ..."

جواب میں اس نے اپنے جبڑوں پر زور دے کر اسے پیسا پھر زبان کھول دی لیکن کوئی لفظ اس کی زبان سے ادا نہیں ہوا۔ نیلے رنگ کا جھاگ اس کے منہ سے جاری ہوا۔ اس کی خونخوار آنکھیں اپنے حلقے میں ساکت ہو گئیں پھر وہ کسی تناور درخت کی طرح زمین بوس ہو گیا۔ اس نے پولیس تحویل میں جانے کے بجائے کسی ایسے سریع التاثیر زہر کے کیپسول کو چبا لیا تھا جو غالباً اس نے جبڑوں میں رکھا تھا۔

"آٹھ... نو..."

میں نے کسی خیال کے تحت تیزی سے مرنے والے کی تلاشی لی۔ میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ اس کے لباس کی اندرونی جیب سے وہی سکہ برآمد ہوا جس کے ایک جانب چیتے کا کھلا ہوا دہانہ نظر آ رہا تھا اور دوسری جانب J.N کے حروف کندہ تھے۔ میں نے اس سکے کو بھی جیب میں رکھا پھر کھڑکی کے آڑ میں ہو کر زور سے بولا۔ "مسٹر سراج۔ کھیل ختم ہو چکا ہے۔ آپ بلا دھڑک اوپر آ سکتے ہیں۔"

ایک ڈیڑھ گھنٹے کی ضروری کارروائی کے بعد مرنے والے نقاب پوشوں کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دی گئیں۔ نقاب کے پیچھے ایسے ہی چہرے نظر آئے تھے جو پولیس کو متعدد جرائم میں مطلوب تھے۔ J.N کے مخصوص ٹریڈ مارک والے دو سکے اور برآمد ہوئے تھے جنہیں سراج نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ پولیس کے کارندوں نے پوری نو عدد لاشوں کو میرے دفتر اور فلور کے دوسرے حصوں سے برآمد کیا تھا۔ نیچے اس لینڈ روور پر بھی قبضہ کر لیا گیا جس میں دو افراد بے ہوشی کی حالت میں ملے تھے۔ ضروری کاغذات کی تکمیل کے بعد سراج نے اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کر روانہ کر دیا پھر میرے آفس میں آ گیا۔ "یہ نقاب پوش یہاں کس ارادے سے آئے تھے؟"

"وہ مجھے اغوا کر کے کہیں لے جانا چاہتے تھے۔" میں نے پرسکون آواز میں جواب دیا۔

"کیا آپ کے آدمیوں نے ان نقاب پوشوں کو ٹھکانے لگایا تھا؟" سراج نے خالص پولیس افسروں جیسے انداز میں سوال کیا۔

"جی نہیں۔" میں نے سراج کا مطلب سمجھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میرے دفتر میں سوائے گارڈز اور میرے علاوہ کوئی مسلح شخص نہیں ہوتا۔ گارڈز کو وہ پہلے ہی بے ہوش کر چکے تھے۔ اس کے بعد باہر سے گولیاں چلنے کی آوازیں ابھری شروع ہو گئی تھیں۔ شاید ان کے درمیان آپس میں کوئی ان بن ہو گئی تھی یا پھر کوئی دوسری پارٹی۔"

"دوسری پارٹی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

aazzamm@yahoo.com

"میں نے ایک امکانی پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا پھر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "صرف آخری آدمی میرے قبضے میں تھا لیکن اس نے خودکشی کرلی۔"

"کیا جگت نارائن نے آپ کو فون پر کسی قسم کی کوئی دھمکی دی تھی۔"

"جی ہاں۔" میں نے فوری طور پر کچھ سوچ کر کہا۔ "لیکن میرا خیال تھا کہ وہ میرے جواب سے۔"

"اس نے فون پر آپ سے کیا کہا تھا؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہی کہ میں آپ کو بھوشن کے سلسلے میں زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے سے روک سکوں۔"

"فون کب آیا تھا؟" سراج نے میرے چہرے پر نظر جمائے ہوئے دریافت کیا۔

"کوئی دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں نے اس فون کو محض کسی دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظرانداز کردیا تھا۔"

"لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

"جی ہاں۔" میں شانے اچکا کر بولا۔ "اب صورت حال آپ کے سامنے ہے۔"

"کاش آپ نے مجھے بروقت اس اطلاع سے آگاہ کردیا ہوتا۔" سراج نے کچھ بجھا بجھا سا ہوکر کہا۔ "کیا آپ نے دوسری پارٹی کے کسی فرد کو بھی دیکھا تھا۔"

"میں نے محض قیاس آرائی کی تھی۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں نے ان نوخاب پوشوں کو نہیں مارا ہوگا جن کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کی گئی ہیں۔"

"جانتے ہیں مجھے اس واردات کی اطلاع کس نے دی تھی۔"

"کس نے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اسی شخص نے جو اس سے پہلے ہونے والی تین وارداتوں کی اطلاع دے چکا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ بھی N.J.ڈی کا کوئی نمائندہ ہو جو پولیس کو بار بار مایوسی سے دوچار کرکے بھوشن کے سلسلے میں پردہ ڈالنے کی کوشش کررہا ہو۔"

"اور یہ لاشیں۔ کیا یہ بطور ایندھن استعمال کی جارہی ہیں۔" سراج نے قدرے جھلا کر کہا۔ "اب تک جتنے مردہ آدمی پولیس کے ہاتھ لگے ہیں ان کا تعلق جرائم پیشہ افراد کی اس فہرست سے ہے جو ہمارے پاس پہلے سے موجود ہے۔ ان کے خلاف بے شمار سنگین جرائم کے مقدمات بھی درج ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سراج کی بے بسی قابل دید تھی۔ وہ زیادہ دیر نہیں رکا۔ کاغذی خانہ پری کی خاطر اس نے میرا بیان قلم بند کیا پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ سراج کے جاتے ہی مجھے ندیم کی کال موصول ہوئی۔

"تم کیپرا اس کی کوٹھی پر کس مقصد کے تحت گئے تھے۔" اس نے کسی تمہید کے بغیر سوال کیا۔

"وہ قوم کی فلاح اور بہبود کے لیے کام کررہا ہے۔ بے شمار رفاہی ادارے اس کی سرپرستی میں چل رہے ہیں اور۔"

"میں نے تمہارے وہاں جانے کا مقصد دریافت کیا تھا؟"

"صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں اس خدمت خلق کی آڑ میں۔"

"تمہیں اس کا شبہ کس طرح ہوا؟" ندیم نے پھر میرا جملہ کاٹا۔

"کیا کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے اوپر جو حملہ ہوا ہے وہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"

"ماسٹر کی واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔" میں نے کہا۔ "اس نے جس ڈرامائی انداز میں بساط کا رخ پلٹا تھا وہ۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہاری بھی سرگرمیاں بہت بڑھتی جارہی ہیں۔"

"ہاں۔ شاید اسی کی موت نے میرا ذہنی توازن بگاڑ دیا ہے۔" میں نے سرد آواز میں کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ میں ندیم کی مدد کے بغیر ہی درپیش مسائل کا حل تلاش کرنا چاہتا تھا جس میں بھوشن کی موت سرفہرست تھی۔

* —— * —— *

رات کے کھانے کے بعد ندیم باہر لان پر میرے ساتھ بیٹھا گفتگو کررہا تھا کہ ملازم نے سراج کے فون کی اطلاع دی۔ ندیم نے کارڈلیس آن کرکے کان سے لگایا پھر رسمی سلام دعا کے بعد کارڈلیس میرے حوالے کردیا۔

"میں آپ کو اسی وقت ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

"آپ کی اس نوازش کو کیا سمجھوں؟" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں آپ کا محض دوست ہوں کوئی مخبر نہیں کہ آپ ہر کیس کی اطلاع مجھے دیں۔"

"سلمان قیصر کو قتل کردیا گیا ہے۔" سراج نے میری بات کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس خبر سے بھی آپ کا کوئی گہرا تعلق ہو۔"

"میں کسی سلمان قیصر کو نہیں جانتا۔"

"جمیل پارک میں ہونے والے حادثے میں اسی کی شخصیت سب سے اہم تھی۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "نغمہ نعمان نے اس خبر کو اخبار میں نہیں دیا تھا لیکن اسی نے سفاری سوٹ والے کو سلمان قیصر کے قریب جانے سے روکا تھا پھر جو کچھ ہوا وہ آپ کے علاوہ سیکڑوں افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

"آئی سی۔" میں مجبوراً سنجیدہ ہوگیا۔ "آپ شاید اس شاعر کی بات کررہے ہیں جو ادھر کچھ دنوں سے خاصی شہرت حاصل کررہا تھا؟"

"آپ کے دفتر پر جن لوگوں نے آپ کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی ان کا تعلق بھی جگت نارائن سے تھا۔"

"بھی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"سلمان قیصر کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے۔" سراج بولا۔ "اس کی لاش کے قریب سے بھی ویسا ہی سکہ ملا ہے جو جگت نارائن کی نشانی ہے۔"

میں نے ایک لمحے کو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ نغمہ اسی سلمان قیصر کی وجہ سے مجھ سے ملی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ کاکا نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہوگا۔ کرائم رپورٹر والی حیثیت کا انکشاف بھی کاکا کی شرارت تھی پھر نغمہ کے جانے کے بعد جگت نارائن نے مجھے اغوا کرانے کی کوشش کی تھی جسے ندیم کے سادہ لباس والے ٹولے نے ناکام بنایا تھا اور اب سلمان قیصر کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔ بظاہر اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی تھی کہ جگت نارائن کسی وجہ سے نغمہ اور میرے درمیان نفرت اور انتقام کے بیج بونا چاہتا ہو۔

"آپ کیا سوچنے لگے مسٹر شہباز؟" سراج کی آواز دوبارہ ریسیور پر ابھری۔

"نغمہ نے اس خبر کو اخبار میں آنے سے روکنے کے سلسلے میں اخبارات کو بھاری قیمت ادا کی تھی۔" میں نے کچھ سوچ کر سراج سے نغمہ کے اپنے دفتر آنے والی بات کو قدرے توڑ موڑ کر بیان کرتے ہوئے کہا۔ "وہ میرے پاس بھی اسی مقصد کے تحت آئی تھی کہ میں اپنی زبان بند رکھوں۔"

"آپ ہی کے پاس کیوں؟" سراج نے ایک پولیس افسر کے نقطہ نگاہ کو سامنے رکھ کر سوال کیا۔ "جمیل پارک میں جس وقت وہ حادثہ پیش آیا وہاں شہر کی کچھ اور اہم اور جانی پہچانی شخصیات بھی ضرور موجود ہوں گی۔"

"آپ کا شبہ درست ہے۔" میں نے جلدی سے وضاحت کی پھر بولا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس بار نادیدہ قوتوں نے دشمنوں کے بجائے پوری طرح مجھے گھیرنے کی کوشش کی ہو۔ نغمہ کے جانے کے بعد سلمان قیصر کا قتل اسے بھی میرے خلاف مشکوک کرسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو لیکن آپ پر دفتر میں جو حملہ کیا گیا تھا اس میں ایک نہیں دو پارٹیاں ملوث تھیں۔" سراج نے جواب دیا۔ "اگر وہ ایک ہی گروپ کے آدمی تھے اور نادیدہ قوتیں آپ کے خلاف برسرپیکار ہیں تو پھر ایک ہی گروپ میں پیدا ہونے والی نااتفاقی کے امکان کو خارج کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں یہ سوال اور اہم ہوجاتا ہے کہ دوسری پارٹی کون تھی؟ جس نے آپ کے اغوا کی کوشش کو ناکام بنانے کی کوشش کی تھی۔"

"میں اس سلسلے میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "ویسے ہوسکتا ہے کہ کیس کو الجھانے کے لیے خود نادیدہ طاقت یا پھر جگت نارائن نے یہ چال چلی ہو تاکہ میری شخصیت اور زیادہ مشکوک ہوجائے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ اغوا والے حادثے میں آپ کی پوزیشن صاف کرسکوں لیکن ایک بات پھر مجھے الجھا رہی ہے۔ پلیز، میری بات کو غلط رنگ دینے کی کوشش نہ کیجئے گا یہ بات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ضرور ہے۔ ہر معاملے میں کسی نہ کسی زاویے سے آپ ہی کا نام درمیان میں کیوں آتا ہے کیا اتنے سارے اتفاق ایک ہی فرد واحد کے ساتھ رونما ہوسکتے ہیں۔ پلیز، ڈونٹ مائنڈ۔ لائن بند مت کیجئے گا۔" سراج نے مجھے ہولڈ کرنے کو کہا۔ اس کی بات اپنی جگہ غلط نہیں تھی۔ میں اس کی حیثیت پر ہوتا تو یہ خیال قدرتی طور پر میرے ذہن میں بھی ضرور ابھرتا۔

میں بڑی سنجیدگی سے سلمان قیصر کی موت کے بارے میں سوچنے لگا۔ متعدد امکانی پہلو میرے ذہن میں گونج رہے تھے کیا سلمان قیصر کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی نغمہ میں دلچسپی لے رہے تھے۔ جنھوں نے سلمان قیصر کو محض رقابت کی بنا پر قتل کرادیا لیکن جگت نارائن ہی کے درمیان میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس قتل کے لیے اور بھی بے شمار اجرتی قاتلوں کی خدمات حاصل کی جاسکتی تھیں۔ پھر قتل ہی کیا ضروری تھا اگر بات رقابت اور نغمہ کے حصول کی تھی تو پھر سلمان قیصر کو اغوا کرانے کے بعد نغمہ کو بہ آسانی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاسکتا تھا۔ دوسری بات جو سب سے اہم تھی وہ یہ تھی کہ کیپرا سے میری ملاقات کے بعد سے جگت نارائن کی سرگرمیاں تیز ہوگئی تھیں۔ وہ محض خوف اور دہشت اور مجھے مرعوب کرنے کی خاطر اپنے قیمتی آدمیوں کی زندگی اور موت کی ہولی کھیلنے پر کیوں آمادہ ہوگیا تھا اگر وہ صرف میری موت کا خواہاں تھا تو پھر مجھے اغوا کرانے والی کوشش کسی خانے میں فٹ نہیں آتی تھی۔ جو لوگ میرے گارڈز کی رکاوٹ دور کرکے میرے آفس تک آگئے تھے وہ مجھے شوٹ بھی کرسکتے تھے۔ شاید ایسی صورت میں ماسٹر کی اور اس کے ساتھیوں کو میرا بچاؤ کرنے کے لیے موقع بھی میسر نہ آسکتا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج کی گھبرائی ہوئی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔ "دوسری لائن پر ڈی آئی جی کی کال تھی۔

aazzamm@yahoo.com

معلوم تو ہی نے کچھ دیر پیشتر فون پر اس بات کی دھمکی دی ہے کہ اگر بھوشن کو موت کی سزا دلوانے کی کوشش ترک نہ کی گئی تو ڈی آئی جی صاحب کی موت بھی بہت اذیت ناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ کم از کم میرا نام درمیان میں نہیں آیا۔" میں نے ہلکا سا استہزائیہ انداز اختیار کیا پھر فوراً ہی سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "میرا مشورہ ہے کہ جو گارڈز اس وقت ڈی آئی جی کی حفاظت پر مامور ہیں انھیں فوری طور پر ہٹا کر آپ اپنے اعتماد کے آدمیوں کو یہ اہم ذمے داری سونپ دیں۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔" سراج نے گفتگو ختم کرنے کی خاطر کہا۔ "مجھے فوری طور پر ڈی آئی جی صاحب سے ملاقات کرنی ہے اس لیے آپ سے کل کسی وقت گفتگو ہوگی۔"

"ایک اہم نکتہ باقی رہ جاتا ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ڈی آئی جی ہی کیوں کیس' فائل اور تمام ضروری بیانات آپ کے پاس موجود ہیں' عدالت میں بھوشن کے خلاف مقدمے کی کارروائی بھی آپ ہی کو نپٹانے کا فرض نبھانا ہوگا' ایسی صورت میں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ جگت نارائن یا کالی تو تمیں ایک بار پھر مجھے بھوشن کی رہائی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا چاہتی ہوں۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہو گیا تو میں نے ندیم کو تمام تفصیل سے آگاہ کرنا ہی مناسب سمجھا' وہ میری بات غور سے سنتا رہا پھر میں نے گفتگو ختم کی تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا بات مضحکہ خیز نہیں ہے کہ نغمہ کی خاطر صرف سلمان قیصری کو ختم کرایا گیا جبکہ میری معلومات کے مطابق اس کے چاہنے والوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔"

"لیکن ان دنوں شاید وہ صرف سلمان قیصر میں دلچسپی لے رہی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کا اقرار اس نے مجھ سے بھی کیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے اس نے سلمان قیصر کو اپنے جال میں پھنسانے کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہو ورنہ اس کے ناپ کو لوگ داستانوں والی ہیروئنوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔"

"اوہ' گویا تم بھی نغمہ کے سلسلے میں خاصی معلومات رکھتے ہو۔"

"رکھنی پڑتی ہیں مائی ڈیئر۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میرا تعلق جس بزنس سے ہے اس میں ماہ رخ' نغمہ اور اسی قماش کی دوسری لڑکیاں بہت اہم رول پلے کرتی ہیں۔"

"بے شک ... مطلب ہے کہ وہ ماہ رخ کے سلسلے میں کچھ کھل گیا اب بھی اسی پر اٹکی ہوئی ہے۔"

"اس کا پراسرار بیان ہی مجھے مشتبہ نظر آرہا ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" ندیم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اب اس نے اپنے لیے زہر مانگنے کے بجائے ایک عدد ڈارٹ گن GUN DART کی فرمائش کی ہے' جس کے ذریعے چلائی جانے والی زہریلی سوئی انسان کی زندگی کو نہایت پرسکون انداز میں زندگی کی سرحد پار کرا دینے میں خاصی موثر ثابت ہوتی ہے۔"

"پھر۔ تم نے کیا سوچا ہے؟"

"میں نے اس سے کچھ دنوں کی مہلت طلب کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس عرصے میں سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے دل میں بھرا ہوا غبار کوئی آخری شکل اختیار کر لے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا اب وہ خود کشی کرنے ... بجائے گی۔"

"ہاں۔ وہ کسی طرح سلیمان شاہ کا قصہ پاک کر کے ... تصاویر اور ان کے نگیٹوز حاصل کرنا چاہتی ہے۔ جس نے ... ماہ رخ کو زہریلی شراب فراہم کرنے کے سلسلے میں سلیمان ... کی بات مجبوراً مان لی تھی۔"

"کیا ماہ رخ اسے معاف کر دے گی؟"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ اب ماہ رخ کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہے کہ بلبیر نے اس کے خلاف خطرناک قدم اٹھایا تھا وہ کسی مجبوری کی خاطر اٹھایا تھا۔"

"اس موضوع پر ماہ رخ سے تمہاری کوئی بات ہوئی تھی؟" میں نے ندیم کو گھورا۔

"ہاں۔" ندیم نے کہا۔ "ماہ رخ کو میں نے اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا ہے کہ بلبیر میرے پاس پوری طرح محفوظ ہے۔"

"اور وہ یہ خبر پا کر آگ کی طرح نہیں بھڑکی؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"نہیں۔ میں نے اسے بھڑکنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "البتہ ماہ رخ نے ایک خواہش کا اظہار کیا ہے۔ وہ براہ راست بلبیر سے ملنا چاہتی ہے۔"

"کہیں اس ملاقات کے پیچھے کوئی سازش تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ بلبیر کو سلیمان شاہ کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کرے۔"

"حالات کے پیش نظر بلبیر اس سمجھوتے کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گی جب تک اس کی کمزوری سلیمان شاہ کے پاس موجود ہے۔"

"ماہ رخ ان تصاویر کو مٹانے کی پوری کوشش کرے گی۔"

ندیم نے جواب دیا۔ "وہ سلیمان شاہ کے ہزاروں راز جانتی ہے اور یہ بھی کہ وہ دوسروں کے خلاف استعمال کرنے والا بلیک میلنگ اسٹف کہاں چھپا کر رکھتا ہے۔"

"یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ ماہ رخ اچانک جذبات میں آکر کوئی ایسا قدم اٹھالے کہ۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تمہاری معلومات کہاں تک پہنچیں؟" ندیم نے گفتگو کا رخ اچانک بدلا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بڑی اچھی بات ہے لیکن کسی کو دوست سمجھ کر مشورہ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"میں اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہوں' اس لیے کہ وہ محض بھوشن کی وجہ سے ہے۔"

"صرف بھوشن نہیں بلکہ اس میں تمہاری کاکا رائی کا ہاتھ بھی ضرور شامل ہوگا۔"

"کاکا۔" میں نے اس نام کو دہرایا جو میری زندگی کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ کر رہ گیا تھا۔ میرے وجود کے اندر کہیں اتھل پتھل شروع ہو گئی تھی۔

دوسری صبح میں نے دفتر جانے کے بجائے پروفیسر ابرار سے ملنے اس کی لیبارٹری کی طرف روانہ ہو گیا۔ کاکا نے یہی شرط لگائی تھی کہ اگر میں فارمولے کی چوری کے سلسلے میں اس کی مدد کروں تو وہ میرے حق میں کچھ رعایتیں دے سکتی تھی لیکن میں اس وقت فارمولا چوری کرنے کے بہانے سے نہیں بلکہ ایک سچے محب وطن ہونے کے ناتے پروفیسر سے ملنا چاہتا تھا۔ اسے بتانا چاہتا تھا کہ ابھی تک کمزور طاقتیں جو ہمارے ملک میں اپنا جواب نہیں رکھتیں اب بھی اس کے فارمولے کے حصول کا خواب دیکھ رہی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ کاکا میری نقل و حرکت سے بے خبر نہ ہوگی۔ نغمہ کو میرے خلاف بھڑکا کر اس نے اپنی جانب سے کھلی جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔ اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تھی جس کے فوراً بعد اس نے جگت نارائن کے آدمیوں کو میرے خلاف برسرِپیکار ہونے پر اکسایا تھا مگر ماسٹر کی اور اس کے صرف دو ساتھیوں نے بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ اس شکست سے دوچار ہونے کے بعد سلمان قیصر کو راستے سے ہٹا دیا گیا مگر اس سلسلے میں ابھی نہ میں نے نغمہ سے بات کی تھی نہ اس نے مجھے فون کیا تھا۔ البتہ مجھے پوری توقع تھی کہ سلمان قیصری موت نے نغمہ کو ذہنی کوفت اور اذیت سے ضرور دوچار کیا ہوگا۔ دفتر میں مجھے اغوا کرنے کی کوشش کے بعد سے اب تک رخسانہ نے بھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ شاید بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے خفا تھی۔

پروفیسر کی لیبارٹری تک پہنچنے کی خاطر مجھے متعدد چیک پوسٹ سے ہو کر گزرنا پڑا' پہلے کے مقابلے میں اب لیبارٹری تک کسی بھی نووارد کے آنے جانے کے سلسلے میں پابندیاں پہلے سے زیادہ سخت کر دی گئی تھیں۔ ہر چیک پوسٹ سے لیبارٹری بات کی جاتی اس کے بعد ہی آگے جانے کی اجازت ملتی تھی لیکن میں ایک بات بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ کب کاکا جو سیاہ طاقتوں کی مالک تھی اس نے کچھ اہم لوگوں کے دماغ کو پلٹ کر اپنے ساتھ نہ ملا لیا ہوگا۔ وہ ذہنوں پر قابض ہونے کی صلاحیت رکھتی تھی میرے علاوہ اس نے یقینی طور پر کچھ اور لوگوں کو بھی ورغلانے کی کوشش کی ہوگی اور اس بات کے قوی امکانات تھے کہ وہ قریب کے لوگ جو پروفیسر کے اعتماد کے ہوں' وہ کاکا کی مافوق الفطرت قوت کی وجہ سے اس کے غلام بھی بن چکے ہوں۔

پروفیسر سے ملاقات کا ارادہ میں نے دفتر جاتے جاتے بس اچانک ہی کیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اب وہاں کی صورت حال کیا ہے' پروفیسر کی لیب کے ریسیپشن روم میں پہنچ کر میں نے سکون کا سانس لیا' مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ کاکا نے مجھے راستے میں روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔ وہ چاہتی تو کسی ہیوی ڈیوٹی ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے کسی خطرناک حادثے سے بھی دوچار کر سکتی تھی۔

"کیا پروفیسر سے آپ کا پہلے سے کوئی ملاقات کا وقت طے ہے؟" ایک دراز قد اور چھریرے بدن کے شخص نے اندر داخل ہو کر بڑے مہذب لہجے میں دریافت کیا۔

"آپ کی تعریف۔"

"خاکسار کو احمد غوری کہتے ہیں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک خوبصورت ڈائری کے کھلے ہوئے صفحے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "دس گیارہ سال سے پروفیسر کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ ملاقات کرنے والوں کو پروفیسر سے مشورہ کرنے کے بعد کوئی وقت دینا بھی میرے فرائض میں داخل ہے لیکن آج کی تاریخ میں آپ کے نام کا کوئی اندراج نہیں ہے اس لیے۔"

"آپ کی فرض شناسی قابل تحسین ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "دراصل میں نے براہ راست پروفیسر ابرار سے ملاقات کی درخواست کی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید سیکورٹی کا وہ عملہ جو چیک پوسٹس پر موجود ہے مجھے آسانی سے یہاں تک آنے کی اجازت بھی نہ دیتا۔"

"ملاقات کی نوعیت کیا ہوگی؟" اس نے دوسرا سوال کیا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "دراصل پروفیسر ابرار اتنے مصروف شخص ہیں کہ اکثر انھیں کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ آپ کا نام اگر ان کے ذہن میں محفوظ نہ ہوتا تو وہ آپ کو یہاں تک آنے کی اجازت بھی نہ دیتے لیکن انھیں یہ یاد نہیں آرہا ... ملاقات کب اور کہاں

aazzamm@yahoo.com

ہوئی تھی۔"

"آپ ان سے مسز مارگریٹ کی موت کا ذکر کریں۔ وہ مجھے پہچان جائیں گے۔"

احمد غوری نے مارگریٹ کی موت کا ذکر میری زبان سے سننے کے بعد حیرت سے مجھے دیکھا لیکن کچھ کہے بغیر اندر چلا گیا۔ اس کے جانے کے تقریباً بیس منٹ بعد پروفیسر اپنی عینک ٹھیک کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک نوعمر لڑکی بھی تھی۔ دونوں نے لیبارٹری کا مخصوص لباس پہن رکھا تھا۔ لڑکی خاصی قبول صورت تھی اور اس کے اندر کام کرنے کی لگن بھی نظر آرہی تھی۔

پروفیسر ابرار بھی احمد غوری کی طرح کچھ دیر تک مجھے خالی نظروں سے دیکھتا رہا پھر خشک لہجے میں بولا۔

"مارگریٹ کو انتقال کیے۔"

"آخری بار آپ اپنی مسز سے ہمارے ساتھ ہی ملے تھے۔" میں نے ایک اشارہ دیا تو وہ چونکا۔

"سوری۔ سوری۔" وہ معذرت کرتا ہوا میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ "آپ کا نام میرے ذہن میں محفوظ تھا لیکن۔"

"مجھے احساس ہے کہ آپ کس قدر مصروف آدمی ہیں۔"

فرمائیے اس وقت کیسے آنا ہوا؟"

"کیا ہم یہاں۔" میں نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر نوعمر لڑکی کی جانب دیکھا۔

"مارگریٹ کے بعد اب کیا باقی رہ گیا ہے۔" پروفیسر نے اداس لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے اب اپنی رہائش بھی یہیں لیبارٹری میں اختیار کرلی ہے۔"

"مجھے احساس ہے کہ مسز کے انتقال کے بعد۔"

"آپ کسی کام سے آئے تھے؟" اس نے میری بات کاٹ دی خلاف توقع وہ بہت سنجیدہ ہوگیا تھا۔ شاید مارگریٹ کے ذکر نے اس کے سکون کو برباد کردیا تھا۔

"مجھے شبہ ہے کہ کچھ لوگ اب بھی۔"

"دنیا کے ہر ملک میں ہوتا ہے۔" پروفیسر نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔ "نیوکلیئر پاور کے خاص خاص ٹھکانے اور دفاعی فارمولوں پر کام کرنے والے افراد پر دشمن کی نظر رہتی ہے حفاظتی انتظامات کبھی موثر ثابت ہوتے ہیں اور کبھی دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا جب آنا ہوگی بن بلائے آجائے گی۔ رہا کسی چوری کا سوال یا کسی کے اچانک اغوا ہونے کا معاملہ تو یہ سوچنا میرا نہیں حکومت کا کام ہے۔ میں جو کچھ کررہا ہوں وہ بھی ملک کے مفاد میں کررہا ہوں اگر ذاتی مفاد کا خیال ہوتا تو شاید مارگریٹ۔"

"سر۔" لڑکی نے کہا۔ "آپ کو شاید فریش جوس کی ضرورت۔ میں ابھی لائی۔" وہ یہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی میں محسوس کررہا تھا کہ مارگریٹ کی موت کے غم نے پروفیسر ابرار کو ذہنی طور پر پہلے کے مقابلے میں کچھ زیادہ چڑچڑا اور بدمزاج کردیا تھا۔

"اگر آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار خاطر گزرا ہے تو۔"

"جو گزرنا تھا وہ گزر چکا۔" وہ مجھے تیز نظروں سے گھور کر بولا۔ "آپ نے پھر کسی پر شک کا اظہار کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مخلص ہیں لیکن میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں ایک ایک کی دم اٹھا کر نر اور مادہ کی شناخت کرتا پھروں۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میں یا آپ کوئی اسے روک نہیں سکتے۔"

"درست ہے لیکن احتیاط کرنا بہرحال شرط ہے۔"

"صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہے کہ میں خودکشی کرلوں۔" وہ بدستور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اس طرح وہ فارمولا بھی میرے ساتھ ہی دفن ہوجائے گا۔"

اسی وقت لڑکی بڑی نفاست سے اورنج کلر کا جوس لیے دوبارہ اندر داخل ہوئی۔

"اسی جوس کا کرشمہ ہے جو پروفیسر اپنی شخصیت سے بھی بے نیاز ہوتا جارہا ہے۔" عثمان غنی کی آواز مجھے بہت قریب سے سنائی دی۔ "فکر مت کرو' پروفیسر اب یہ جوس نہیں پی سکے گا۔"

پھر وہی ہوا جو عثمان غنی نے سرگوشی میں کہا تھا۔ لڑکی کو اچانک ایسا جھٹکا لگا تھا جیسے کسی نے پشت سے دھکا دیا ہو۔ گلاس پروفیسر ابرار کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ہی گر کر چکنا چور ہوگیا۔ لڑکی بری طرح سہمی سہمی نظر آرہی تھی۔ پروفیسر نے جوس یا گلاس کے ضائع ہوجانے پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن ٹھیک اسی لمحے احمد غوری تیزی سے اندر داخل ہوا۔ وہ لڑکی کو تیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"مس ندا۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ تم کچھ دنوں سے۔"

"دفع ہوجاؤ۔" پروفیسر نے ہاتھ جھٹک کر حقارت سے غوری کو مخاطب کیا پھر قدم اٹھاتا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہوا ملاقاتی کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"میرا خیال ہے پروفیسر اب دوبارہ نہیں آئیں گے۔" غوری نے مجھ سے کہا۔ اس کے لہجے میں سردمہری تھی۔

"یہ حضرت بھی اس نوعمر لڑکی کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔" عثمان غنی کی آواز ابھری۔ "تم یہاں نہ آتے تو شاید میں ادھر کا رخ بھی نہ کرتا لیکن اب پروفیسر کا خیال رکھنا میری ذمے داری ہے۔ تمہارا اب یہاں رکنا کسی طرح بھی کارآمد نہیں ہوگا۔"

عثمان غنی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ غوری جوس گر جانے کے بعد ابھی تک الجھا الجھا نظر آرہا تھا۔

"جوس میں کیا تھا؟" میں نے دل ہی دل میں عثمان غنی کو

مخاطب کیا۔

"ایک مخصوص دوا جو آہستہ آہستہ پروفیسر کے ذہن کو کمزور کررہی ہے۔ آٹھ دس خوراکیں اور پروفیسر کے معدے میں منتقل ہوگئیں تو وہ اپنی خوداعتمادی بھی کھودے گا اور جب انسان خوداعتمادی کھودے تو پھر اسے بڑی آسانی سے ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔ اب واپس چلو۔"

میں نے احمد غوری کو بہت غور سے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر باہر آگیا۔ میرے رخصت ہوتے وقت بھی ندا کچھ زیادہ ہی نروس نظر آرہی تھی۔ آخری چیک پوسٹ تک میں نے خاموشی اختیار کررکھی پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا تم اب بھی یہیں کہیں میرے آس پاس موجود ہو۔"

"پریشان مت ہو۔ میں پشت کی سیٹ پر لیٹا آرام کررہا ہوں۔"

"میں شکرگزار ہوں کہ تم نے متعدد موقعوں پر میری مدد کی ہے۔" میں سنبھل کر بولا۔

"تالی ایک ہاتھ سے نہیں۔ دونوں سے بجتی ہے۔" اس کا جواب معنی خیز تھا۔

"سلمان قیصری کی موت میں کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟"

"ہر کام میں ٹانگ اڑانا اچھا نہیں ہوتا۔ زندگی بڑی مختصر ہوتی ہے' اس مختصر عرصے میں انسان کو تفکرات پالنے کے بجائے صرف ان حسین اور خوبصورت چہروں پر نظر رکھنی چاہیے جو زندگی گزارنے کی حسین علامتیں ہوتی ہیں۔ ندا تمہیں کیسی لگی؟"

"میرا خیال ہے کہ اب اس کا برا وقت قریب آگیا ہے۔"

"نہیں۔" بے پروائی سے جواب دیا گیا۔ "احمد غوری ندا کا بال بھی بیکا نہیں کرسکے گا۔"

"حکمت نارائن کی شعبدے بازیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وقت برباد کررہا ہے۔" جواب بڑے پراعتماد لہجے میں دیا گیا۔ "جب تک میں تمہارا دوست۔ تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کسی بات کی پروا نہیں کرنی چاہیے لیکن اس شرط پر کہ تمہیں میری خوشیوں کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔"

"کیا تمہارا تعلق۔"

"ہاں۔ تمہارے دوست نے غلط نہیں کہا تھا۔ میرا تعلق جنوں کے ہی ایک قبیلے سے ہے۔"

"کیا میں تمہیں۔"

"اگر تمہاری یہی خوشی ہے تو مجھے دیکھ بھی لو۔" اس بار آواز میرے برابر والی سیٹ سے آئی تھی۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ بدلا تو چونک اٹھا۔ اس وقت میرے ساتھ ایک خوبصورت اور معصوم چہرے والا لڑکا بھی سفر کررہا تھا جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔

"تم۔ کیا یہی تمہارا اصلی چہرہ ہے؟" میں نے سنبھل کر دریافت کیا۔

"جو لوگ اصلی اور نقلی کے چکر میں الجھ جاتے ہیں وہ کبھی سکون کا سانس نہیں لے سکتے۔" اس نے بڑی بے باکی سے بائیں آنکھ کی پلک جھپکاتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔ "بہرحال میں تمہیں جب بھی نظر آؤں گا اسی چہرے میں نظر آؤں گا لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ میرا چہرہ اور میری آواز تمہارے سوا کوئی اور نہیں دیکھ سکے گا اس لیے کبھی غلطی سے دوسروں کی موجودگی میں مجھ سے باتیں کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ تماشا بن جاؤ گے۔"

"کیا تم مجھے حسنہ لیڈی مکارنس اور کالا کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟" میں نے ایک سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

"فی الحال نغمہ کو تمہاری ضرورت ہے۔" وہ میرے سوال کو نظرانداز کرکے بولا۔ "اگر کسی عاشق کی نگاہوں کے سامنے اس کے محبوب کو قتل کردیا جائے تو اسے سنبھلنے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے' ایسے میں کسی اپنے کی رفاقت بھی زخم کے لیے تریاق ثابت ہوتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔ تم کس کی بات کررہے ہو؟"

"سلمان قیصری کی جو بن کھلے مرجھا گیا۔" عثمان غنی نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "جس وقت سلمان قیصر کا قتل ہوا اس سے دو منٹ پہلے نغمہ اس کی آغوش میں سر رکھے محبت کے خواب دیکھ رہی تھی۔ میں نے اگر اسے وہاں سے ہٹا نہ دیا ہوتا تو شاید اس کا پھول جیسا نازک اور مہکتا ہوا وجود بھی مٹی میں مل جاتا۔"

"کیا نغمہ کو۔"

"نہیں۔" وہ میری بات سمجھ کر تیزی سے بولا۔ "تمہارے علاوہ میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہیں ہے تم بھی اس بات کو راز رکھنا ورنہ شاید صندلی انگوٹھی کی طرح تم مجھے بھی کھودو گے۔"

"تم صندلی انگوٹھی کے راز سے۔" میں چونکا۔

"نغمہ کو تمہاری محبت کے دو بول کی شدید ضرورت ہے' کسی وقت موقع نکال کر اس سے ضرور مل لینا۔" وہ میرے سوال کو یکسر نظرانداز کرگیا۔

"کیا ملیر کے سلسلے میں بھی تم ہی نے مجھے اکسایا تھا؟"

"صرف ایک اشارہ کیا تھا اور تم پھرکی کی طرح ناچنے لگے۔ پروفیسر اور ندا کی فکر مت کرو' میں کم از کم ندا کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ دولت کی ہوس نے اسے اندھا کردیا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی نوعمری اور حسن کی رعنائیاں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

اپنی جگہ بدستور قائم ہیں۔" اس نے پھر میری بات کو کوئی اہمیت دیے بغیر کہا پھر مسکرا کر دوبارہ بولا۔ "اب تمہارے ذہن میں شاید بھوشن کی موت کا تصور کلبلا رہا ہے لیکن تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم میرے اشارے پر عمل کرتے رہو اور تمام خطروں سے بے نیاز ہو جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کا خیال رکھوں گا۔ نغمہ سے ملنے کا خیال رکھنا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر ہوا کی طرح نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب یہ بات میری سمجھ میں کچھ کچھ آ رہی تھی کہ کالکا نے پروفیسر ابرار تک پہنچنے کے سلسلے میں میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

عثمان غنی کے بارے میں ساجد کا بیان درست ثابت ہوا۔ اس نے انسانی روپ میں آ کر مجھ سے گفتگو کی تھی۔ اس کی گفتگو سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ اس کا تعلق رنگین مزاج جن کے ٹولے سے ہے' بار بار وہ بلیجہ' نغمہ' ماہ رخ اور ندا کے بارے میں چٹخارے لے لے کر باتیں کر رہا تھا۔ شاید میں اسی کے اشارے پر بلیجہ سے ملا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی تھی۔ راجو نے مجھے نہ صرف دیکھا تھا بلکہ میرے اور اس کے درمیان ندیم کے فارم ہاؤس پر گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن اس نے ندیم سے کچھ نہیں کہا۔ یقیناً عثمان غنی نے اپنی آتشی قوتوں سے اس کا ذہن واش کر دیا ہوگا۔

بھوشن کے سلسلے میں اس نے اپنی طاقت کی کھل کر وضاحت کر دی تھی۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ میں اس کے اشاروں پر عمل کرتا رہوں اور تمام خطروں سے بے نیاز ہو جاؤں۔ میں اشاروں والی بات سے محض ایک مقصد اخذ کر سکا تھا۔ اس نے مجھے زندگی کی بھرپور مسرتوں اور حسین لڑکیوں کے ساحرانہ انداز سے لطف اندوز ہونے پر اکسانے کی کوشش کی تھی۔ جنوں کے بارے میں میں نے اکثر سنا تھا کہ وہ جس لڑکی پر بھی عاشق ہو جاتے ہیں آسانی سے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے لیکن عثمان غنی اس کے برعکس ثابت ہوا تھا۔ وہ مجھے حسین چہروں کے جلووں سے سرشار ہوتے دیکھ کر نہ جانے اپنے کس جذبے کو تسکین دینا چاہتا تھا۔ میری نگاہوں سے اوجھل ہوتے وقت بھی اس نے خاص طور پر نغمہ سے مل کر اس سے ہمدردی کے دو بول بولنے کی تاکید کی تھی۔

عثمان غنی سے بات ہونے کے بعد مجھے اس بات کا اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ وہ میری مصروفیات کے بارے میں بھی خاصا علم رکھتا ہے' حسنہ نے بھی یہی کہا تھا کہ جب تک وہ میرا ساتھ دیتا رہے گا کوئی اور قوت مجھے گزند نہیں پہنچا سکے گی لیکن عثمان غنی نے حسنہ کے سلسلے میں مجھے اکسانے کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ کیا وہ حسنہ کی اصلیت سے واقف تھا؟ اس نے خاص طور پر حسنہ کو نظرانداز کرنے کی کوشش [illegible]

انگوٹھی کی طرح میں اسے بھی کھو دوں گا۔

دفتر پہنچ کر میں نے دو چار ضروری کام نمٹائے پھر اٹھنے لگا تو حسنہ آ گئی۔ اس وقت وہ مست خوش دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا میں تمہاری خوشی کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟" میں نے دو چار رسمی جملوں کے بعد کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"بھوشن۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "میں دیکھ رہی ہوں کہ اب اسے اذیتوں سے دوچار ہونے میں زیادہ دن نہیں لگیں گے۔ خوشی اس بات کی ہے وہ اذیتیں اسے تمہاری طرف سے نصیب ہوں گی۔"

میں نے حسنہ سے کھل کر باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت سراج آ گیا۔ حسنہ خاموشی سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔ سراج اس وقت بری طرح بوکھلایا ہوا اور الجھا الجھا سا لگ رہا تھا پھر اس کی وجہ بھی اسی نے بیان کر دی۔

"اوپر سے ٹیلی فونوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "خاصی اونچی اونچی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ذمے دار شخص بھی سلمان قیصر کے قاتلوں کو تلاش کرنے اور قرار واقعی سزا دینے پر مجبور کر رہے ہیں۔ میرے محکمے کے اعلیٰ ترین افسران بھی اس مشن میں برابر کے شریک ہیں کہ قاتل یا قاتلوں کو فوری طور پر قانونی شکنجوں میں جکڑا جا سکے۔"

"کیا ان میں نغمہ اور نعمان سیٹھ بھی شامل ہیں؟"

"نہیں۔ ابھی تک ان دونوں میں سے کسی کا فون نہیں آیا۔" سراج نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "آپ نے خاص طور پر سیٹھ نعمان یا نغمہ کے بارے میں کیوں دریافت کیا؟"

"جمیل پارک والے حادثے کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نغمہ بھی سلمان قیصر میں دلچسپی لے رہی تھی۔"

تعجب تو اس بات پر ہے کہ کل تک سلمان قیصر کا شمار اہم شخصیتوں کی فہرست میں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتا تھا لیکن موت کے فوراً بعد اچانک وہ اتنی اہمیت کس طرح اختیار کر گیا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بڑے اور اونچے گھرانے کی لڑکیوں اور خواتین کے علاوہ کچھ اور بھی پردہ نشینوں کے نام آتے ہوں جس کی وجہ سے وہ اچانک شہرت پا گیا۔"

"مجھے قاتلوں کو گرفتار کرنے کے لیے صرف ایک ہفتے کی مہلت دی گئی ہے۔" سراج نے تلملا کر جواب دیا۔

پھر قبل اس کے کہ میں اس کی بات کا جواب دیتا عثمان غنی مجھے سراج کے برابر بیٹھا نظر آیا اسی کی ایماء پر میں نے بڑی سنجیدگی سے سراج کو ہاتھ دکھانے کی فرمائش کی۔

"کیا مطلب۔" سراج نے جھلاہٹ کے باوجود مسکرا کر کہا۔ "یہ آپ نے پامسٹری میں کب سے شوق لینا شروع کر دیا۔"

"جی۔ یوں ہی کبھی کبھی شوق کر لیتا ہوں۔" میں نے سراج کا ہاتھ تھام کر اس کی ہتھیلی پر لکیروں کے جال دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کے ستارے آج کل آپ کے حق میں ہیں۔ ہو سکتا ہے ان ہی ستاروں کی موافقت آپ کو سلمان قیصر کے قاتل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہو۔"

"آپ۔۔۔ آپ شاید میرے ساتھ مذاق کے موڈ میں ہیں۔"

میں نے سراج کی بات کا جواب نہیں دیا بلکہ ایک لمحے کو اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی ہدایت بھی مجھے عثمان غنی نے دی تھی۔ اس کی آواز صرف مجھے سنائی دے رہی تھی۔ میں اس کی باتوں کو نوٹ کرتا رہا پھر سب کچھ سمجھ لینے اور سن لینے کے بعد میں نے آنکھیں کھول کر سراج کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"قاتل آپ کے اردگرد منڈلا رہا ہے اور آپ اس کی گرفتاری کے لیے پریشان ہو رہے ہیں۔ ایک ہفتے کی مہلت تو بہت زیادہ ہے' آپ اگر چاہیں تو آپ کی صرف ایک فون کال سلمان قیصر کے قاتل کو گرفتار کرانے کے سلسلے میں بہت کافی ہوگی۔"

"کیا بزنس چھوڑ کر اب راسپوتین کے نقش قدم پر چلنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔" سراج میری سنجیدگی پر مسکرایا۔ "شوق برا نہیں۔ خاص طور پر خوبصورت جوان لڑکیاں ایسے پامسٹ کی تلاش میں رہتی ہیں جو انہیں محبت میں کامیابی یا ناکامی کے سلسلے میں قبل از وقت آگاہ کر سکے ویسے ہمارے ملک میں ضعیف الاعتقاد لوگوں کی کمی نہیں۔ ان میں بڑے بڑے کروڑ پتی بھی شامل ہیں اور وہ لوگ بھی جو سٹے کے نمبر معلوم کرنے کی خاطر دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے عثمان غنی کے کہنے پر اپنی سنجیدہ اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے میرے علم کو راسپوتین جیسے بدکردار کی مثال دے کر شاید اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی ہے ورنہ نجوم ایک ایسا علم ہے جو۔۔۔"

"پلیز مسٹر شہباز میں اس وقت سنجیدہ ہوں۔" سراج اب بھی میری حرکتوں کو مذاق سمجھ رہا تھا۔ اپنا ہاتھ کھینچ کر بولا۔ "آپ کن کھیل تماشوں سے مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

فون آپ کے قریب موجود ہے۔ اسے اٹھا کر اپنے دفتر کے نمبر ملائیں اور اپنے کسی قابل اعتماد ماتحت کو حکم دیں کہ وہ باہر نکل کر اس گہرے کلر کے تھری پیس سوٹ والے کو گرفتار کر لے جو دفتر کے سامنے بس اسٹاپ کے پاس ایک کھمبے سے ٹیک لگائے کھڑا بار بار دستی گھڑی دیکھ رہا ہے۔ اسے بس کا نہیں' اپنی کار کا انتظار ہے جو اس کا ڈرائیور کسی معمولی خامی دور کرانے کی غرض سے لے گیا ہے۔ [illegible]

"کم آن مسٹر شہباز پلیز۔" سراج نے کچھ کہنا چاہا لیکن میں اور زیادہ سنجیدہ ہو گیا۔

"وقت کم ہے مسٹر سراج۔ دس منٹ بعد سلمان قیصر کا قاتل آپ کی دسترس سے بہت دور نکل جائے گا اور پھر شاید۔۔۔"

"کیا آپ واقعی سیریس ہیں؟"

"آزمائش صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے۔"

سراج نے میری سنجیدگی کو برقرار دیکھا تو فون اٹھا کر اپنے دفتر کے نمبر ملائے اور وہ اطلاع پاس آن کر دی جو میں نے اسے دی تھی' فون پر گفتگو مکمل ہونے کے بعد اس نے مجھے پھر غور سے دیکھا۔

"اگر یہ محض ایک مذاق ہے تو پھر۔۔۔"

"آپ کس کی بات کو مذاق سمجھ رہے ہیں۔" میں عثمان غنی کی ہدایت پر دوبارہ اپنی جون میں واپس آ گیا۔ "آپ شاید ابھی سلمان قیصر کے قاتل یا قاتلوں کے سلسلے میں اوپر سے پڑنے والے پریشر کی بات کر رہے تھے۔"

"اور آپ نے مجھے اپنے علم نجوم سے اس قاتل کو گرفتار کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔"

"میں نے؟" میں نے حیرت سے چونک کر سراج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ علم نجوم کا ذکر درمیان میں کہاں سے آ گیا۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے مجھے بہت غور سے گھورا۔ "کیا آپ نے ابھی مجھے اپنے دفتر سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ نہیں دیا تھا اور وہ گہرے کلر کا سوٹ والا۔۔۔"

"تعجب ہے مسٹر سراج۔" میں نے سراج کو تشویشی نظروں سے دیکھا۔ "ابھی کچھ دیر پیشتر تو آپ بالکل نارمل انسانوں کی طرح باتیں کر رہے تھے پھر اچانک یہ فون کال' علم نجوم اور گہرے کلر کا سوٹ والا درمیان میں کہاں سے آ گیا۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے نارمل طور پر ریسیور اٹھایا پھر اسے سراج کی طرف بڑھا دیا۔ سراج نے کال اٹینڈ کی تو اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت تبدیل ہونے شروع ہو گئے۔ کبھی وہ گفتگو سننے لگتا تھا اور کبھی آنکھ پھاڑ کر حیرت سے مجھے تکنے لگتا تھا۔ "ٹھیک ہے' آپ اس پر کڑی نگرانی رکھیں۔ میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔۔۔" میں نے بڑی معصومیت سے سراج کو دیکھا تو وہ دانت چبا کر رہ گیا۔ میں نے دوبارہ وضاحت چاہی۔ "آپ اس طرح مجھے کیا دیکھ رہے ہیں' کیا بھوشن یا اس کے اجرتی قاتلوں نے پھر میرے خلاف [illegible] کی خاطر [illegible]

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"ہم۔ میں پھر کسی وقت آپ سے تفصیل سے ملاقات کروں گا۔" سراج نے بدستور مجھے گھورتے ہوئے کہا پھر تیزی سے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آفس سے نکل گیا۔ میں نے مسکرا کر نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ لیکن وہ کرسی اب خالی نظر آرہی تھی جس پر ایک لمحہ قبل عثمان غنی بیٹھا مجھے سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں اطلاع فراہم کررہا تھا۔ میں خود اپنی کیفیت پر مسکرا دیا' حالات نے مجھے بڑی دلچسپ صورت حال سے دوچار کردیا تھا۔

پینتالیس منٹ بعد مجھے ندیم کا فون موصول ہوا۔

"یہ تم نے علم نجوم کا مظاہرہ کب سے شروع کردیا ہے۔"

"سراج نے فون کیا ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے وہ میرے دفتر میں بیٹھا اسی قسم کی بہکی بہکی باتیں کررہا تھا۔ پے در پے ہونے والے جرائم نے شاید اس کی اچھی خاصی کھوپڑی کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"کیا تم نے اسے سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں کوئی انفارمیشن نہیں دی تھی۔" ندیم کے لہجے میں بھی سنجیدگی آگئی۔

"پلیز۔۔۔ مجھے سچ سچ بتاؤ۔" میں نے تیزی سے تفصیل طلب انداز اختیار کیا۔ "کیا سراج جیسا قابل افسر بھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

"یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ابھی چند منٹ پہلے اس نے فون کرکے مجھے یہی اطلاع دی ہے کہ تم نے اس کا ہاتھ دیکھ کر ستاروں کی چال اور نجوم کی روشنی میں سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔"

"اوہ نو۔۔۔" میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "شاید بھوشن کے آدمیوں نے یا پھر کاکا کی شیطانی قوتوں نے سراج کو ذہنی طور پر مفلوج کردیا ہے۔"

"تمہارے لیے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"سراج کے بیان کے مطابق اس نے تمہارے اشارے پر جس گرے کلر کے تھری پیس سوٹ والے کو گرفتار کیا تھا وہی سلمان قیصر کا قاتل ہے' گرفتاری کے فوراً بعد اس نے قاتل ہونے کا اقرار کرلیا ہے لیکن قتل کی کوئی وجہ بتانے سے گریز کررہا ہے۔"

"حیرت انگیز۔۔۔" میں نے بھرپور تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا یہ واقعی سچ ہے۔"

"پھر کسی وقت اطمینان سے بات ہوگی۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹ کر کہا پھر سلسلہ منقطع کردیا۔ مجھے ایک بار پھر اس پچویشن پر ہنسی آگئی جس نے میری شخصیت پر عثمان غنی کی وجہ سے "پراسرار" [illegible]

دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی زاویے سے بڑا آدمی بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے۔ صحیح یا غلط راستے کا انتخاب ایک فیصد سے زیادہ لوگوں کو نصیب نہیں ہوتا' دولت کی چمک دمک اور کھنک کا اپنا ایک الگ نشہ ہوتا ہے۔ میرے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں تھی' زندگی مقدور بھر گزارنے کی خاطر قدرت نے بہت کچھ دے رکھا تھا۔ لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش انسان کو گمراہ کردیتی ہے' لوہے میں آپ سے آپ زنگ نہیں لگتا پانی اور ہوا کی نمی اسے رنگ بدلنے پر مجبور کردیتی ہے' قناعت پسندی پر اکتفا کتنے لوگ کرتے ہیں۔ میں بھی انسان تھا' میں نے اپنے دامن کو بچانے کی خاطر ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن ماہ رخ اور پھر بلیو کے سلسلے میں میرے قدم لڑکھڑا گئے تھے' پہلی غلطی کا ارتکاب کاکا کی شیطانی قوتوں کے سبب ہوا تھا' میرے اندر ایک عجیب سی تبدیلی رونما ہوئی تھی میں نے خود کو دوبارہ محفوظ کرنا چاہا لیکن عثمان غنی نے مجھے بلیو کی جانب رجوع کردیا' نہ چاہنے کے باوجود میرے قدم ایک بار پھر بہک گئے۔ خود کاکا نے صندلی انگوٹھی کے گم ہوجانے کے بعد میرے ذہن کو معطل کرکے جانے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے اس کا ایک دھندلا دھندلا عکس میرے ذہن میں محفوظ تھا اور اب جب عثمان غنی نے اچانک سلمان قیصر کے قاتل کے سلسلے میں مجھے اکسایا تو میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ میں عثمان غنی کی وجہ سے جو چاہتا وہ ممکن ہوسکتا ہے۔ اس نے بھی کاکا کی طرح کئی موقعوں پر میری جان بچائی تھی لیکن اب حالات نے ثابت کردیا تھا کہ وہ کاکا کے مقابلے میں زیادہ مخفی قوتوں کا مالک ہے۔

جنوں کے وجود سے انکار نہیں کیا جاتا' اس کا ذکر ہماری مقدس کتابوں میں بھی ہے' یہ بے پناہ قوتوں اور صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں' ایسی صورت میں اگر میرے ذہن میں بھی اچانک عثمان غنی کی حیرت انگیز قوتوں سے استفادہ کرنے کا خیال آیا تو یہ کوئی غیر فطری بات نہیں تھی۔ انسان ہر بات کا جواز ڈھونڈ لیتا ہے۔ مجھ سے جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں مجھے ان کا احساس تھا لیکن اب یہ احساس آہستہ آہستہ کم ہورہا تھا' وقت کی قوت نے سر ابھارا تو مجھے اپنی سربلندی کا احساس زیادہ شدت سے ہوا' طوفان کی شدتوں کے آگے میری کیفیت بھی تنکے کی طرح ڈانواڈول ہورہی تھی' پھر میں نے عثمان غنی کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کرلیا' میں کاکا کو بتانا چاہتا تھا کہ اب میں اس کی طاغوتی قوتوں سے خوفزدہ نہیں ہوں' کاکا نے میری مدد ضرور کی تھی لیکن اس کے عوض کوئی نہ کوئی شرط ضرور لگائی تھی لیکن عثمان غنی نے مجھ پر کسی قسم کی کوئی بندش نہیں عائد کی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ زندگی بار بار لوٹ کر نہیں آتی۔ اس کا مشورہ تھا کہ میں جن [illegible] رنگینیوں کو اپنے دامن میں سمو رہا ہوں اس کے عوض اس نے یقین دہانی کرائی تھی کہ پھر مجھے کسی دوسری قوت سے خوفزدہ ہونے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی' میں نے غیر اختیاری طور پر عثمان غنی کی برتری کو قبول کرلیا۔

اسی وقت میں دفتر سے اٹھ کر نغمہ کی طرف گیا۔ مجھے اس تک پہنچنے کے لیے کم و بیش اسی دشواری کا سامنا کرنا پڑا جو ماہ رخ سے ملاقات کے دوران اول اول پیش آئی تھی لیکن اس کے بغیر ہر شخص مجھے شناخت کرنے لگا تھا۔ ان کے درمیان چہ میگوئیاں ضرور ہوئی ہوں گی۔ وہ سر جوڑ کر میرے اور ماہ رخ کے تعلق کے بارے میں دلچسپ قصے کہانیاں ضرور گھڑتے ہوں گے وہ اسی پر اکتفا کرسکتے تھے اس سے آگے بڑھنے کی سزا موت تھی لیکن ذہنوں پر کوئی بندش نہیں تھی اس کے برعکس سیٹھ نعمان کے گھر کا ماحول قدرے مختلف تھا' نغمہ' ماہ رخ کی مانند ہر وقت نشے میں ڈوبی کسی کتاب کی طرح ادھر ادھر بکھری نہیں رہتی تھی کہ اس کو اپنے اسٹیٹس کا خیال تھا' وہ کسی حد تک بڑی سخت گیر طبیعت کی مالک تھی۔ شاید وہاں لوگوں کو دعوت عام کی طرز پر آنے جانے کی اجازت نہیں تھی' اسی لیے مجھے وہاں تک پہنچنے میں کچھ زیادہ دشواری پیش آئی تھی۔

نغمہ مجھے اپنی خوابگاہ میں نشے کی کیفیت میں ڈوبی اور انسانی جذبات کو مشتعل کرنے والے لباس میں نہیں ملی تھی' اس نے مجھ سے ڈرائنگ روم میں ملاقات کی تھی۔ اس نے میری اچانک آمد پر نہ کسی غصے کا اظہار کیا تھا نہ ہی اس کی حسین آنکھوں میں مستیوں کے جام ٹکرائے تھے لیکن میں نے یہ ضرور محسوس کیا تھا کہ وہ کچھ مضطرب سی تھی' مجھے اس کی کیفیت کا اندازہ پہلے ہی سے تھا۔ سلمان قیصر کی اچانک موت کی وجہ سے غم کے سائے اس کے چہرے پر منڈلا رہے تھے۔ محبت کی پہلی ہی منزل پر اگر انسان منہ کے بل زمین پر آگرے تو اسے چوٹ اور صدمے کی کیفیت کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے جس سے دامن بچانا انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی' صدمے کا احساس کسی اپنے کو دیکھ کر اور شدت اختیار کرجاتا ہے۔ نغمہ پہلی بار میری نگاہوں میں اس وقت آئی تھی جب جھیل پارک میں حادثہ پیش آیا تھا اس وقت ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے پھر نغمہ سے میری دوسری ملاقات میرے دفتر میں ہوئی تھی' اس وقت اس کے دماغ پر کاکا قابض تھی جس نے اسے میری جانب سے بدگمان کردیا تھا لیکن پھر شاید عثمان غنی کی قوتوں نے اسے رام کرلیا تھا اور اب ہمارے درمیان تیسری بار آمنا سامنا ہوا تھا۔

"آپ کچھ اداس اداس سی نظر آرہی ہیں۔" میں نے اس کے تاثرات کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں' بس کچھ۔۔۔"

"سلمان قیصر کی اچانک موت کا مجھے بھی [illegible] ہے' میں نے اسے کبھی نہیں پڑھا لیکن مجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ آپ اس کی مداح تھیں۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر جواب دیا۔

"میں صرف اس کی مداح نہیں تھی اس کی شاعری کی عاشق تھی پھر یہ کیفیت ذہن سے اتر کر دل کی گہرائیوں تک جا پہنچی تھی۔"

"میں نے سراج کی زبانی سنا ہے کہ قاتل گرفتار ہوچکا ہے۔"

"آپ نے درست سنا ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولی۔ "جو شخص پکڑا گیا ہے وہ کوئی غیر نہیں میرا فرسٹ کزن ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "آپ کا فرسٹ کزن۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ وہ مجھے حاصل کرنا چاہتا تھا' ہر صورت میں۔ ایک بیوی کی حیثیت سے بھی وہ مجھے قبول کرنے کو تیار تھا اور۔۔۔" وہ روانی میں کچھ کہتے کہتے رک گئی پھر سنبھل کر گویا ہوئی۔ "اس کو علم تھا کہ میں اسے کسی طور بھی اپنے قریب برداشت کرنے کو آمادہ نہیں ہوں۔ شاید وہ سلمان قیصر کو اپنے راستے کی دیوار سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ اس نے وہ دیوار گرادی۔"

"میں یہی خبر سن کر چلا آیا تھا۔ آپ کو میرا آنا۔۔۔"

"کیسی بات کرتے ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "میں نے خود آپ کو گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ حالانکہ میں گھر پر کسی کا آنا جانا پسند نہیں کرتی لیکن نہ جانے کیوں آپ کی کھری کھری باتیں مجھے پسند آئیں۔ لیکن آپ ایسے موقع پر تشریف لائے ہیں کہ میں کھل کر اپنی مسرت کا اظہار بھی نہیں کرسکتی۔"

"میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔"

"شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے غم کا احساس کیا۔" اس نے روایتی جملہ کہا پھر چونک کر بولی۔ "آپ کو سلمان قیصر کی موت کی اطلاع۔۔۔"

"ڈی ایس پی سراج کے ذریعہ ہوئی تھی۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ میرا کزن گرفتار ہوگیا۔" وہ تھوڑے وقفے سے بولی۔ "ڈیڈ اس کی طرف سے بے حد فکر مند ہیں لیکن اگر اسے تختہ دار پر بھی لٹکادیا جائے تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ کسی سے اس کی پسندیدہ شے کو زبردستی چھین لینا میرے نزدیک بدترین گناہ ہے۔"

"ایک بات پوچھوں اگر ناگوار خاطر نہ گزرے۔"

"ضرور پوچھئے۔"

"کیا آپ کو سلمان قیصر کی اچانک موت کی اطلاع پاکر میرے اوپر شبہ تو نہیں ہوا تھا۔"

"ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خیال ضرور ابھرا تھا۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "میں آپ سے اسی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سلسلے میں ملنے گئی تھی اور میرے آنے کے بعد سلطان قیصر کا قتل ـــــ میری جگہ آپ ہوتے تو شاید ـــــ"

"آپ میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"میں اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکتی لیکن مجھے خود ہی اس بات کا یقین بھی آگیا تھا کہ کم از کم آپ سلطان قیصر کے قتل میں ملوث نہیں ہو سکتے۔"

"کیوں ـــــ؟" میں قدرے بے تکلف ہو گیا۔ "رقابت کی آگ تو کسی کو بھی جھلسا سکتی ہے۔"

اس نے غور سے مجھے دیکھا۔ ایک لمحے کو فتح کا احساس اس کے وجود پر طاری ہوا لیکن پھر وہ سنبھل کر بولی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے سراج صاحب کا فون بھی آیا تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ قاتل ان کے دفتر کے قریب کس لیے منڈلا رہا تھا۔"

"ہوتا ہے ـــــ کبھی کبھی خون اپنا رنگ خود تلافی کی صورت میں بھی دکھاتا ہے لیکن سراج کو اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ قاتل وہی شخص ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کہیں سراج نے میرے نجوم والے راز کا بھانڈا تو نہیں پھوڑ دیا۔

"یہی سوال میں نے بھی کیا تھا لیکن مسٹر سراج نے کوئی آخری جواب نہیں دیا۔ صرف اتنا ضرور کہا تھا کہ اول تو جرائم پیشہ افراد کی حرکات و سکنات ہی اکثر اسے مجرم ثابت کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ پولیس کے کچھ اپنے ذرائع بھی ہوتے ہیں۔ بہرحال مجھے خوشی صرف اس بات کی ہے کہ وہ قانون کی نظروں میں آ گیا۔"

"کیا مسٹر نعمان اسے بچانے کی کوشش نہیں کریں گے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔" اس نے بیزاری کا اظہار کیا پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "آیئے میں آپ کو دکھاتی ہوں کہ میرے پاس ہر وہ رسالہ، ڈائجسٹ اور اخبار موجود ہے جس میں سلطان قیصر کی نظمیں اور غزلیں شائع ہوتی رہی ہیں۔ وہ اپنا دیوان بھی مرتب کرنا چاہتا تھا، میں نے اس کی اشاعت میں اسے مالی طور پر اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا لیکن افسوس ـــــ"

میں اس کے ساتھ قدم اٹھاتا اس کی اسٹڈی روم میں داخل ہوا جہاں چاروں طرف الماریوں میں ادبی کتب، رسالے، ڈائجسٹ اور نایاب کتابیں بڑے سلیقے سے موجود تھیں۔ ایک طرف رائٹنگ ٹیبل موجود تھی اس کے ساتھ ہی آرام کرنے کی غرض سے دیوان موجود تھا۔ کمرہ پوری طرح ائر کنڈیشنڈ تھا، ہمارے اندر داخل ہونے کے بعد خود کار دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ نغمہ نے ائر کنڈیشنر آن کر دیا۔ وہ بچوں کی طرح مجھے سلطان قیصر کی ایک ایک تصنیف دکھاتی رہی مجھے تعجب ہوا کہ

وہ لڑکی جو پوری طرح مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی اس کے پاس مشرقی ادب کا کلکشن ایک عجیب سی بات تھی۔

"آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ میرے پاس یہ کتابیں کہاں سے آ گئیں۔" اس نے میرے دل کی بات بوجھ لی تھی۔ "مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن سلطان قیصر کی خواہش پر میں نے اس کمرے کو اسٹڈی روم میں تبدیل کر دیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کے پاس کوئی میوزک روم بھی ضرور ہوگا۔"

"پھر کسی روز آرام سے دکھاؤں گی۔" وہ افسردہ لہجے میں بولی پھر دیوان پر میرے قریب بیٹھ گئی۔ "سوچ رہی ہوں کہ اب اس کمرے کی تمام کتابیں کسی پبلک لائبریری کو ڈونیٹ (DONATE) کر دوں۔"

"وہ کیوں ـــــ؟"

"اب شاید یہ کتابیں مجھے تقویت پہنچانے کے بجائے اذیت میں مبتلا رکھیں گی۔" اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "جب وہی اس دنیا میں نہیں رہا تو پھر میں ان بے جان کتابوں کو رکھ کر کیا کروں گی۔"

"انسان ضرور مر جاتا ہے لیکن اس کی تخلیقات ہمیشہ اسے زندہ رکھتی ہے۔"

"ایک بار یہی جملہ سلطان نے بھی کہا تھا لیکن اس کے ساتھ اس کے جملے کی بازگشت بھی ختم ہو گئی۔"

میں نے نغمہ کو غور سے دیکھا، افسردگی نے اس کے حسن کی سحر کاریوں کو ایک عجیب سا رنگ دے رکھا تھا۔ زندگی کی علامتیں اس وقت بھی اس کے وجود میں نظر آ رہی تھیں۔

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" میں نے آہستہ سے کہا تو جیسے وہ چونک اٹھی۔

"معاف کیجئے گا شہباز صاحب۔" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "میں نے آپ کی کوئی خاطر مدارت بھی نہیں کی۔ کیا پئیں گے آپ ـــــ"

"پھر کبھی سہی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند لمحے تک مجھے تکتی رہی پھر وہ حسین آنکھوں کے عقب میں چھپی ہوئی ساون کے بادلوں کی جھڑی نہ روک سکی۔ آنسوؤں نے طوفان کی شکل اختیار کی تو وہ نہ جانے کس جذبے سے میرے سینے کی گہرائیوں میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔ اس کے وجود کی تپش مجھے موم کی طرح پگھلا گئی، اس کا قرب قیامت تھا، مجھے اپنے جسم کے مساموں سے چنگاریاں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں، میں اس کی پیٹھ تھپتھپا کر تسلیاں ضرور دے رہا تھا لیکن مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے دل کی تیز ہوتی ہوئی دھڑکنیں میرے اندر کے چور کو اس پر ظاہر [illegible] سسکنے اچانک خاموش ہو گئی۔

[illegible] نے ڈبڈبائی نظروں سے مجھے گھورا۔ اس کے گداز ہونٹ، گلاب کی نرم و نازک پتیوں کی طرح کپکپا رہے تھے۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہیں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "کیا مجھ سے انجانے میں کوئی غلطی سرزد ہو گئی۔"

"نہیں ـــــ" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "آپ نے اچھا کیا جو اس وقت چلے آئے۔ میں خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی تھی۔ آپ کے آنے سے تنہائی کا زہر کچھ کم ہو گیا۔"

"صبر سے کام لیں نغمہ، وقت ہر زخم کو آہستہ آہستہ بھر دیتا ہے۔" وہ ابھی تک میرے سینے پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

"تم ـــــ تم بہت اچھے ہو شہباز۔" اس نے مجھے تم کہہ کر بے تکلفی سے مخاطب کیا پھر دوبارہ مجھے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جواب میں، میں نے بھی اس کے حسین وجود کو اپنی آغوش کی وسعتوں میں سمولینے کی کوشش میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔

نغمہ تادیر وحشت کی کیفیتوں سے دوچار رہی پھر مجھے ساتھ لے کر دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ گئی جہاں میں نے ایک صوفے پر عثمان غنی کو بھی آلتی پالتی مارے بیٹھے دیکھا۔ وہ ہم دونوں کو دیکھ دیکھ کر بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرا مشورہ ماننے سے انکار نہیں کیا۔ فکر مت کرو، یہ پہلی ملاقات ہی تم دونوں کو بہت قریب لے آئی ہے، دوسری ملاقات میں حجاب کے تمام پردے بھی آہستہ آہستہ سرک جائیں گے۔"

"لیکن میں کسی کی امانت میں ـــــ" میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے موقع نہیں دیا۔

"تم نے شاید بھوشن کو زیر کرنے کی فرمائش کی تھی۔" اس نے میری دکھتی رگ کو چھیڑا۔

"ہاں ـــــ میں اس کے غرور اور تکبر کو پیروں تلے روند ڈالنا چاہتا ہوں ـــــ" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ بھوشن کے ذکر نے میرے انتقام کی آگ کو ہوا دی تھی۔

"پھر دیر کس بات کی ہے۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "یہاں سے اٹھ کر تم بھوشن کی کوٹھی پر پہنچ جاؤ، میں تمہارے ساتھ ہوں گا، لیکن مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم اسے جان سے نہیں مارو گے، آہستہ آہستہ سسکا سسکا کے ـــــ تڑپا تڑپا کے ـــــ اذیت ناک حالات سے دوچار کرو گے اسے قسطوں میں مارو گے، بالکل اسی طرح جس طرح بلی چوہے کو کھیل کھیل کر موت سے ہمکنار کرتی ہے۔"

"لیکن کا کا۔"

"وقت آنے دو، پھر دیکھا جائے گا۔" اس نے للچائی ہوئی نظروں سے نغمہ کے سراپا [illegible]

او جھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد میں بھی نغمہ سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔ چلتے چلتے اس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں اس سے برابر ملتا رہوں گا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔" میں نے اس کے دل کے تاروں کو چھیڑنے کی خاطر روانی زبان میں کہا۔ "کہیں آپ کا کوئی دوسرا کزن یا واقف کار مجھے بھی سلطان قیصر کی طرح ـــــ"

"موت سے ڈرتے ہیں۔" اس نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"شاید۔"

"فکر مت کریں۔" وہ بڑی اپنائیت سے بولی۔ "میں آپ کو مرنے نہیں دوں گی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" میں نے مسکرا کر ملنے کا وعدہ لیا پھر اس کی شاندار کوٹھی سے نکل کر باہر آ گیا، کھلی سڑک پر آنے کے بعد میں نے اپنا رخ بھوشن کی کوٹھی کی سمت موڑ دیا۔ میرے اندر عجیب سی اتھل پتھل شروع ہو گئی تھی۔ بھوشن کو نیچا دکھانا، اس کے غرور اور بڑے پن کے احساس کو قدموں تلے روندنا میری سب سے بڑی تمنا تھی۔ عثمان غنی کے جملوں نے مجھے اچانک ہی بہت بلند، قد آور اور سرو قامت بنا دیا تھا۔ مجھے اپنے اندر بے پناہ قوت پیدا ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

نغمہ کی کوٹھی سے رخصت ہونے کے بعد میں سیدھا بھوشن کی رہائش پر جا پہنچا۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ عثمان غنی کی حمایت اور تعاون کی یقین دہانی نے میرے اعتماد کو تقویت بخش دی تھی۔ مجھے دروازے پر روکا گیا لیکن پھر اندر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اندر کوٹھی کے اطراف مسلح افراد کا گھیرا تھا۔ حفاظتی انتظامات ضرورت سے زیادہ ہی سخت تھے۔ مسلح افراد کے سرغنہ نے مجھے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تیزی سے قریب آ کر بولا۔

"تم ـــــ تم کو اندر کس نے آنے دیا۔"

"میں مسٹر بھوشن سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"تم شہباز خان ہی ہو نا۔" اس نے مجھے پلکیں جھپکا کر غور سے دیکھا۔

"اگر تمہاری بینائی درست ہے تو پھر میں شہباز خان ہی ہوں۔"

"تم ـــــ تم اندر نہیں جا سکتے۔" وہ نفرت سے بولا۔

"بات بڑھانے کی کوشش مت کرو بھوشن کو میرے آنے کی اطلاع کر دو۔"

جواب میں اس نے ایک موٹی سی گالی دی تھی جو میرے حلق سے نیچے نہیں اتر سکی۔ میرا ہاتھ تیزی سے گرانے کے [illegible] کمزور جا گری۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہونٹ سے خون کی خاصی مقدار ابل ابل کر نکل پڑی۔ اس کا لباس خون سے سرخ ہونے لگا۔ اس کے ساتھی رائفل تان چکے تھے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکا پھر مجھے کسی درندے کی طرح بھوکی نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"اب یہاں سے تمہاری لاش کے ٹکڑے ہی واپس جائیں گے۔"

وہ میرے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر کسی آدم خور شیر کی مانند اپنی جگہ سے اچھلا اگر میں نے تیزی سے بچاؤ کی کوشش نہ کی ہوتی تو اس کی فلائنگ کک میرے سینے اور چہرے پر ہی پڑی ہوتی۔ میں نے ہوشیار رہنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے پہلے وہ دوسرا حملہ کر گزرا' ایسا محسوس ہوا جیسے میری کنپٹی پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو' میں چکرا گیا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر دوبارہ ہاتھ گھمایا لیکن میں جھکائی دے کر بچ گیا پھر میں نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے عقب میں پہنچ کر اسے پوری طرح جکڑ لیا۔ وہ طاقت میں مجھ سے کہیں زیادہ تھا لیکن میں نے جو داؤ لگایا تھا اس میں وہ اپنے بچاؤ کی خاطر جتنی طاقت استعمال کرتا اسے اتنے ہی کرب سے گزرنا پڑتا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑنے کے لیے صرف گھٹنے کی ایک بھرپور ضرب کی ضرورت تھی لیکن وہ چیخ اٹھا۔

"میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔"

"مجھے بھوشن سے ہر قیمت پر ملنا ہے۔" میرا لہجہ فیصلہ کن تھا اس نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا جو لپکتا ہوا تیزی سے صدر دروازے سے گزر کر اندر چلا گیا۔ میں نے سرغنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا لیکن اس نے کوئی دغا بازی نہیں کی بلکہ اپنے آدمیوں کو دوبارہ ہاتھ کے اشارے سے تاکید کی کہ کوئی مجھ پر گولی نہیں چلائے گا۔

دس منٹ بعد مجھے کوٹھی کے اندر ڈرائنگ روم پہنچا دیا گیا۔ میرے بیٹھتے ہی دو بے کنے جنات جیسے ٹھوس جسم کے مسلح افراد داخل ہو کر داخلی دروازے پر دائیں بائیں تعینات ہو گئے۔ ان کی خودکار رائفلیں میرا نشانہ لے چکی تھیں۔ بس لبلبی دبانے کی دیر تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ محض حفظ ماتقدم کے طور پر مجھے یہ احساس دلانا چاہتے تھے کہ اگر میں نے کوئی غلط حرکت کی تو وہ میرا جسم چھلنی کر ڈالنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ ان کے آنے کے پانچ منٹ بعد بھوشن حقارت بھرے انداز میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے یہاں آ کر کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔" بھوشن نے مجھے میری حماقت کا احساس دلایا۔

"میں تمہارا مشورہ لینے کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ میں صرف یہ وارننگ دینے آیا ہوں کہ اب اپنے شکاری کتوں کو ہمارے راستے سے ہٹا لو ورنہ تمہارا انجام خطرناک ہوگا۔"

"سوری۔" وہ ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "میں تمہارے اس احمقانہ طرز گفتگو پر چڑنے کی کوشش نہیں کروں گا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ موت اب تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"جگت نارائن کے بل بوتے پر اکڑ رہے ہو۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"نہیں' میں تمہارے لیے اکیلا بھی بہت ہوں مگر میں تم جیسے شریر اور بدمعاشوں کے ساتھ کوئی مقابلہ کر کے اپنا امیج خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"کیا خیال ہے؟" میں نے اسے دعوت دی۔ "کیا آج اس بات کا فیصلہ نہ ہو جائے کہ ہم دونوں میں سے کس کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔"

وہ ایک لمحے تک مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے اپنا کوٹ اتار کر پھینکا اور آستینیں چڑھانے لگا' اس کے تیور اچانک ہی خطرناک نظر آنے لگے۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارے اسلحہ بردار کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔" میں نے دروازے پر تعینات دونوں افراد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جو لوگ کاروباری میدان میں قدم رکھتے ہیں وہ تنہا بھاڑ نہیں جھونکتے ان کے ساتھ ان کا عملہ بھی ہوتا ہے جو اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے اور آڑے وقت میں کام بھی آتا ہے' ہو سکتا ہے کہ میرے جاں نثار لوگ بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں۔"

"گویا تم دغا بازی سے بھی کام لو گے۔"

"وہ غلط جو ہوں۔" وہ بڑے فخر سے ہنسا۔ "کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میں ہر حالت میں تمہارا مقابلہ کروں گا۔"

بھوشن کچھ دیر تک پنجوں کے بل پینترے بدلتا رہا' ہم دونوں شکاری نظروں سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے' پھر بھوشن نے جست لگائی' میں اس کے توڑ کے لیے بھی تیار تھا لیکن بھوشن کی چال کو نہ سمجھ سکا۔ اس نے درمیان میں ہی اپنا قدم جما کر پھرکی کی طرح اپنی سیدھی ٹانگ کو لہرایا۔ میں اس کے وار سے خود کو بچا نہ سکا اور چکرا کر زمین پر الٹ گیا۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ اس کے پھولے ہوئے جسم میں کتنی طاقت تھی۔ کتنی بجلیاں کوند رہی تھیں۔

"ٹھہرو دوست۔" وہ میری تضحیک اڑاتے ہوئے مسکرایا۔ "دوبارہ کھڑے ہو کر پوزیشن سنبھال لو۔ میں زمین چاٹتے ہوئے دشمن پر ٹھوکر مارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا' ایک بار پھر ہم نیم دائرے کی شکل میں گھوم گھوم کر ایک دوسرے کا کمزور پہلو تلاش کرتے رہے پھر بھوشن نے بجلی کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو قینچی کی طرح فضا میں حرکت دی اور چیختا ہوا فضا میں بلند ہو کر اس طرح گھوما کہ میں اس کی چال کو نہ سمجھ سکا۔ میں نے پولیس ٹریننگ کے دوران جوڈو اور کراٹے کے داؤ پیچ بھی سیکھے تھے لیکن بھوشن میرے مقابلے میں بلاشبہ بہت زیادہ مہارت کا حامل تھا چنانچہ دوسری بار بھی اس کا وار چل گیا۔ اس کی بھرپور لات میری بائیں پسلی سے ٹکرائی تو میں کراہ اٹھا پھر اس کے ساتھ اس کا کراٹے والا ہاتھ میری گردن پر پڑا۔ یہ وہی وار تھا جس کی طاقت اور مہارت سے مارشل آرٹ کے طلبہ ایک وقت میں کئی کئی اینٹوں کو دو حصوں میں منقسم کر دینے کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ بھوشن کی وہ ضرب اتنی کاری نہیں تھی۔ اس کا ہاتھ قدرے بہکا پڑا تھا پھر بھی میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ اٹھے۔ بھوشن نے دوبارہ فضا میں اچھل کر فلائنگ کک سے مجھے زمین بوس کرنا چاہا لیکن اس بار میرا داؤ چل گیا۔ میں نے اس کا پاؤں پکڑ کر تیزی سے فضا میں سمرسالٹ کیا تو بھوشن درد کی شدت سے چیخ اٹھا۔ وہ کراہتا ہوا منہ کے بل قالین پر گرا تھا۔ میں نے وقت ضائع کرنے کی کوشش نہیں کی "ہا!" کی آواز حلق سے نکالتے ہوئے میں نے ہاتھوں کی انگلیاں پوری طرح جوڑ کر اس کی گردن پر وار کیا تو وہ زمین پر لڑھک گیا۔ جواب میں اس نے کسی ربڑ کی گیند کی مانند اچھل کر دوبارہ پیروں پر اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے تیزی سے خود کو زمین پر گرا کر پھرکی کھائی تو بھوشن دوبارہ ڈکراتا ہوا نیچے گر پڑا' اس کی دونوں پنڈلیوں پر ایک ہی وار میں قیامت ٹوٹ پڑی تھی' اس کا سانس اب پھولنے لگا تھا۔ میں نے ایک گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھ کر ہاتھ بلند کر کے وار کیا تھا اس کے چہرے کی جلد پھٹ گئی' میں دوسرا وار کر کے اس کے وجود کو ختم کر دینا چاہتا تھا لیکن اسی لمحے مجھے ایسا لگا جیسے میرے دائیں بازو میں کسی نے شگاف لگا کر مرچیں بھر دی ہوں' دروازے پر کھڑے ایک مسلح شخص نے مجھ پر گولی چلا دی تھی' اس کا نشانہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوا تھا' اسی لمحے میں نے کالکا کو اپنی مکروہ شکل میں نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ اپنی خون آلود زبان کو ہونٹوں پر کسی ناگن کی طرح لپلپاتے ہوئے بولی۔

"بس ہو گیا شہباز خان' اب تمہاری موت کا وقت قریب آ گیا ہے' میں نے کہا تھا کہ تم بھوشن سے پنجہ لڑانے کی کوشش مت کرنا لیکن تم نے میری باتوں کو نظر انداز کر دیا۔ اب کالکا بھی اپنے تمام وچن توڑ کر تمہیں ہمیشہ کے لیے برباد کر دے گی۔" اس نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ کوئی منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا' چنگاریاں شعلوں کا روپ اختیار کر کے میری طرف لپکی تھیں' میری نگاہوں کے سامنے موت کا تصور جاگ اٹھا لیکن پھر وہ آگ کے شعلے مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی پانی کی شکل اختیار کر کے زمین پر گر پڑے' کالکا نے قہر آلود نظروں سے بائیں جانب دیکھا جہاں عثمان غنی ایک صوفے پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"مہان شکتیاں اس طرح کسی کا کاٹ نہیں کرتیں۔" کالکا کسی زہریلی ناگن کی طرح بل کھا کر بولی' اس کی تیز نگاہیں عثمان غنی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"اس عہد کا پاس ہی ہے جو تم اپنی تمام گندی اور ناپاک قوتوں کے ساتھ میرے سامنے زندہ کھڑی ہو۔" عثمان غنی نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جیون سے پیار ہے تو اپنا یہ بھیانک روپ بدل کر کسی خوبرو اور قاتل حسینہ کا چولا پہن لو' میں بھی تمہیں کسی حسین روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم... کالکا کی شکتی کو نیچا نہیں دکھا سکو گے۔" وہ غرائی۔

"ایک شعبدہ میں بھی تمہیں دکھانا چاہتا ہوں۔" عثمان غنی نے سنجیدگی سے کہا پھر اس نے صوفے پر بیٹھے بیٹھے اپنا ایک ہاتھ دراز کیا لیکن قبل اس کے کہ وہ کالکا تک پہنچ کر اس کے گندے وجود کو اپنی مٹھی میں جکڑتا وہ یکلخت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے عثمان غنی کو بھی فضا میں تحلیل ہوتے دیکھا' ان کو میرے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں دیکھ سکا تھا۔ میں نے بائیں بازو کو اٹھا کر دائیں بازو پر جما دیا جہاں سے خون بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ میں نے اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ بھوشن ابھی تک اپنی جگہ پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے قدم اس کی طرف بڑھانے شروع کیے' میرے سر پر خون سوار تھا۔ میں اپنے اس کمینے دشمن کو موت سے ہمکنار کرنے کی خاطر بے چین تھا' میں عثمان غنی سے کیے ہوئے وعدے کو بھی فراموش کر کے اجل بن کر بھوشن پر ٹوٹ پڑنے کی خاطر بے چین تھا لیکن پھر دوسرا فائر ہوا اور گولی میری بائیں پنڈلی کو چیرتی ہوئی نکل کر سامنے والی دیوار سے ٹکرائی تھی۔ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ دوبارہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا' میری آنکھوں کے نیچے گھپ اندھیرے بڑی تیزی سے اپنا [illegible] پھیلا رہے تھے۔ پھر گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازیں میری قوت سماعت سے ٹکرانے لگیں۔ ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے پر کھڑے ہوئے دونوں مسلح افراد بتوں کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ میں نے بند ہوتی ہوئی نظروں سے ہاشری کو خودکار رائفل لیے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اس کے بعد میرے ذہن پر غنودگی کا اثر تیز ہونے لگا۔

گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی میرا ذہن بھی بڑی تیزی سے معطل ہو رہا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

ریحانہ، سلمیٰ، عذرا کے خالق اختر شیرانی
کی عشقیہ شاعری اور شخصیت کا تفصیلی جائزہ

جہاں ریحانہ رہتی تھی

---------- اختر شیرانی

خوبصورت سرورق ------- عمدہ طباعت

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

قیمت: -/100 روپے

میری آنکھ کھلی تو میں کسی اسپتال کے اسپیشل وارڈ میں تھا۔ کمرے میں ندیم اور ڈی ایس پی سراج پہلے سے موجود تھے' ایک خوبصورت سی نرس بھی تھی جس نے مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر بھاگ کر ڈاکٹر کو مطلع کیا' میں نے کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کرلیں' میرے ذہن کے پردوں پر گزری ہوئی باتیں اور بھوشن سے ہونے والی خطرناک جنگ کی کہانی کسی فلم کی طرح چل رہی تھی۔

نغمہ کے گھر سے رخصت ہونے کے بعد میں سیدھا بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی غرض سے اس کی کوٹھی میں پہنچا تھا۔ اس کی ترغیب مجھے عثمان غنی نے دی۔ جس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ میں صرف اس کی باتوں اور اشاروں پر عمل کرتا رہوں اور ہر خطرے سے بے نیاز ہو جاؤں۔ بھوشن کی کوٹھی پر پہنچ کر میں نے اسے للکارا تو پھر ہمارے درمیان زندگی اور موت کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ بھوشن مارشل آرٹ میں پوری طرح مہارت رکھتا تھا اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا لیکن وہ اپنے بھاری بھرکم جسم کی وجہ سے مار کھا گیا۔ پولیس کی ملازمت کے دوران ملنے والی ٹریننگ اور جسم کی پھرتی میرے کام آگئی تھی۔ بھوشن اگر بھاری بھرکم نہ ہوتا تو شاید اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ کر اسے ہمیشہ کے لیے ناکارہ بنا چکی تھی۔ اس کی گردن پر میں نے جس قوت سے کراٹے کا ہاتھ مارا تھا، وہ کسی اینٹ کو بھی دو حصوں میں منقسم کردینے کی خاطر بہت کافی تھا۔ لیکن وہ اسے بھی جھیل گیا۔ پھر اس کے چہرے کی جلد میرے وار سے بری طرح پھٹ گئی۔ میں نے اسے ناکارہ بنانے کی خاطر اس کی پنڈلیوں پر پے درپے وار کیا تھا۔ وہ تقریباً ہمت ہار چکا تھا۔ میرے اوپر جنون سوار تھا۔ میں نے گھٹنے کے بل بیٹھ کر کراٹے کا خطرناک ترین وار کرنے کی خاطر اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا وہ حملہ بھوشن کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دینے کی خاطر بہت کافی ثابت ہوتا لیکن اسی وقت ڈرائنگ روم کے دروازے پر موجود ایک گارڈ نے رائفل کی لبلبی دبادی' میری حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ میرے بائیں بازو میں جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اتار دیا تھا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن کالا خور کالی کے مکروہ روپ میں درمیان میں آگئی۔ اس کے تیور خطرناک تھے لیکن عثمان غنی نے بروقت پہنچ کر کالا کے عمل کا توڑ کردیا۔ پھر عثمان غنی کالا کو میدان چھوڑ کر بھاگتا دیکھ کر اس کے تعاقب میں خود بھی فضا میں تحلیل ہو گیا۔

بھوشن بدستور فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ میں نے زخمی ہونے کے باوجود پینترا بدلا۔ میں بھوشن کے قصے کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینا چاہتا تھا لیکن دوسرے گارڈ نے دوسری گولی چلائی جو میری بائیں پنڈلی کو چیرتی ہوئی آرپار ہو گئی۔ میرے قدم لڑکھڑا گئے۔ مجھے اپنی آنکھوں کے پیچھے اندھیرا پھیلتا ہوا محسوس

ہوا پھر میں نے دونوں گارڈز کو خون میں لت پت ہو کر گرتے دیکھا۔ گولیوں کی گونج سے پوری کوٹھی تھرتھرا رہی تھی۔ آخری منظر میں نے دھندلائی ہوئی نظروں سے ماسٹر کی کو اندر داخل ہوتے دیکھا تھا پھر جیسے میرے ذہن کے سارے سوچ آف ہوگئے تھے۔ میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا اور اب میں پوری سنجیدگی سے اپنی غلطی کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ عثمان غنی نے مجھے منع کیا تھا کہ میں فی الحال بھوشن کو جان سے مارنے کا ارادہ نہیں کروں گا لیکن میرے اوپر اچانک خون سوار ہو گیا تھا جس کی سزا کے طور پر میں اس وقت کسی اسپتال میں پڑا تھا۔

ڈاکٹر نے کمرے میں آکر میرا معائنہ کیا' میں نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔

"آپ خوش قسمت ہیں مسٹر شہباز کہ دونوں گولیاں آپ کے گوشت کو چیر کر نکل گئیں۔ اگر کوئی اندر رہ جاتی یا ہڈی پر لگی ہوتی تو شاید—"

"میری زندگی کا آخری باب (CHAPTER) بھی ختم ہوجاتا۔" میں نے مسکرا کر نحیف آواز میں کہا۔

"بہرحال اب پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کو چار روز بعد اسپتال سے چھٹی مل جائے گی اس کے بعد ایک ہفتے یا دس دن کے بیڈ ریسٹ کے بعد آپ اپنی مصروفیات دوبارہ شروع کر سکتے ہیں۔"

"تھینکس—" میں نے رسمی طور پر جواب دیا۔

"مریض کی حالت اب نارمل ہے۔" ڈاکٹر نے گھوم کر ڈی ایس پی سراج سے کہا۔ "اب آپ گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"تم اب کیسا محسوس کررہے ہو۔" سب سے پہلے میری خیریت ندیم نے دریافت کی اس کی آنکھوں میں میرے لیے کسی بھائی یا جاں نثار دوست کا پیار جھلک رہا تھا۔

"پریشان مت ہو۔ میں اتنی آسانی سے نہیں مروں گا۔"

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" ندیم نے سراج کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "حماقت اور باقی کی باتیں پھر کسی وقت کرلینا' زیادہ باتیں کرنے سے تمہارے اوپر دوبارہ نقاہت طاری ہو سکتی ہے۔" یہ گویا ایک اشارہ تھا کہ میں سراج سے گفتگو کرتے وقت محتاط رہوں۔

"نرس— پانی۔" میں نے قریب موجود نرس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے پانی کی خواہش کا اظہار کیا۔ پانی پی چکا تو نرس نے میرے اشارے پر بیڈ کا سرہانہ اونچا کردیا' اب میں آسانی سے کمرے کا جائزہ لے سکتا تھا۔

"میں آپ کو ایک نئی زندگی کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" سراج نے قریب آکر کہا۔

"شکریہ۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ بال بال بچ گئے ورنہ—"

"نہیں مائی ڈیئر مسٹر سراج۔" میں نے ندیم کے اشارے کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھ پر کچھ لوگوں کے قرض ابھی باقی ہیں' انہیں چکائے بغیر میں بزدلوں کی طرح دنیا سے منہ نہیں موڑوں گا۔"

"کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ پر کس نے فائر کیا تھا۔" رسمی گفتگو کرنے کے بعد سراج نے محکمہ جاتی کارروائی کا آغاز کیا۔

"ظاہر ہے کہ وہ میرے دوست نہیں رہے ہوں گے۔" میں نے تلخ انداز اختیار کیا۔

"مجھے علم ہے لیکن اصل مجرموں کو گرفتار کرنے کی خاطر—"

"مجھے اس وقت ہوش نہیں تھا کہ میں فائر کرنے والوں کی تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کرسکتا۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ کبھی آپ کا تعلق بھی محکمہ پولیس سے رہ چکا ہے۔"

"مجھے یاد ہے' لیکن اب میں ان مجبوریوں کی بیڑیوں کو کاٹ کر آزاد ہو چکا ہوں۔" میں نے سراج کے سوال کا مفہوم سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ مسٹر بھوشن کی کوٹھی پر خود سے گئے تھے یا—"

"بھوشن نے شام کی چائے پر انوائٹ کیا تھا۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

سراج میرے جواب پر کسمسا کر رہ گیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"حالات اور پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کریں مسٹر شہباز۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ معاملہ چونکہ بھوشن کا ہے اس لیے آپ پر اوپر سے کتنا پریشر ڈالا جا رہا ہوگا۔"

"میں آپ کی بات سے انکار نہیں کروں گا۔ لیکن میرے اپنے بھی کچھ فرائض ہیں۔"

"فرائض—" میں نے زہرخند سے کہا۔ "آپ ماضی سے لے کر اب تک کس طرح اپنے فرائض کی انجام دہی کرتے رہے ہیں مجھے اس کا اندازہ ہے۔"

"کیا آپ کو اس بات کا احساس ہے کہ آپ نے مسٹر بھوشن کی کوٹھی میں داخل ہو کر کتنی بڑی غلطی کی ہے۔" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "بے شمار لوگوں نے آپ کو وہاں جاتے دیکھا ہے۔"

"محترم— اب ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔" میں نے روکھے لہجے میں کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو قانون کے تقاضے پورے کرنے کی خاطر مجھے گرفتار کرسکتے ہیں۔ اسپتال سے اس

aazzamm@yahoo.com

آرام دہ مرے کو سب جیل قرار دے کر باہر پولیس تعینات کر دیں۔ آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

"پلیز مسٹر شہباز! آپ میری باتوں کو۔۔۔"

"مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کریں مسٹر سراج۔" میں تیزی سے بولا۔ "رکی کی لاش کے ٹکڑے آپ نے اور آپ کے ڈی آئی جی صاحب نے بھوشن ہی کی کوٹھی کے عقبی حصے سے برآمد کیے تھے۔ آپ کی فائل پر شہادتیں اور گواہوں کے بیانات بھی موجود ہیں لیکن بھوشن۔۔۔ وہ قانون کے تمام تقاضے اور بندھن توڑ کر آزاد فضا میں سانس لے رہا ہے۔"

"اس کی ضمانت عدالت نے منظور کی ہے۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"بھوشن ہی کی وجہ سے آپ نے تین مہینے کی رخصت حاصل کی تھی۔ اس کے لیے کس عدالت نے آپ کو مجبور کیا تھا۔"

"وہ میرا ذاتی فیصلہ تھا۔"

"اس لیے کہ آپ بھوشن سے معافی مانگنے کو تیار نہیں تھے۔"

"جی ہاں۔۔۔ میں نے جھکنا نہیں سیکھا۔" سراج نے تیزی سے جواب دیا۔

"گویا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ پولیس میں ہونے کے باوجود ایک مجبوری آپ کے آڑے آگئی تھی۔" میں نے پلٹ کر کہا۔ "قانون کے آہنی ہاتھ آپ کے کسی کام نہیں آئے تھے۔ آپ نے فرار کا راستہ اختیار کیا حالانکہ آپ ایک با اختیار اور دیانت دار پولیس آفیسر تھے اور اب بھی ہیں۔"

"بھوشن کے سلسلے میں آپ بھی پوری طرح حالات سے واقف ہیں۔"

"آپ مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے تنگ آکر سوال کیا۔

"بھوشن کی کوٹھی پر آپ کس مقصد سے گئے تھے۔"

"یہ مشورہ میں نے دیا تھا۔" ندیم نے میرے چہرے کی بدلتی رنگت کو محسوس کر کے تیزی سے کہا۔ "میں چاہتا تھا کہ ان دونوں میں کوئی تصفیہ ہو جائے تاکہ آئے دن کی پریشانیاں اور الجھنیں ختم ہو سکیں۔"

"آپ یہ بات مجھے پہلے بھی بتا سکتے تھے۔" سراج نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"میں چاہتا تھا کہ بھوشن اس کا اعتراف کرے کہ اس نے شہباز کو مصالحت کرنے کی غرض سے اپنی کوٹھی پر آنے کی دعوت دی تھی۔"

"کیا آپ ان باتوں کا ثبوت پیش کر سکیں گے۔"

"فون پر کی جانے والی گفتگو صرف دو آدمیوں تک محدود سے اتفاق ہے۔ بشرطیکہ اس کا ریکارڈ تیار کرانے کی خاطر محکمہ ٹیلی فون کو پہلے سے اعتماد میں نہ لے لیا جائے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے اگر اندازہ ہوتا کہ بھوشن کمینگی دکھائے گا تو میں اس کا بندوبست بھی بہ آسانی کر سکتا تھا۔"

"بہرحال۔" سراج نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "میں مسٹر شہباز کا بیان لینے پر مجبور ہوں۔"

"سوری مسٹر سراج۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں فی الحال کوئی بیان نہیں دے سکتا۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"جی ہاں۔ قانونی پیچیدگیوں سے تحفظ حاصل کرنے کے لیے پہلے مجھے اپنے قانونی مشیر سے مشورہ کرنا ہوگا۔"

"ایسی صورت میں اسپتال میں آپ سے ملنے جلنے والوں پر کچھ پابندیاں بھی عاید کی جا سکتی ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ سوائے اپنے قانونی مشیر کے آپ کسی اور سے اس حالت میں گفتگو کر سکیں گے جب پولیس کا کوئی قابل اعتماد نمائندہ بھی کمرے میں موجود ہو۔"

"مسٹر سراج۔" ندیم جھلا گیا۔ "آپ بھول رہے ہیں کہ شہباز نے سلمان قیصر کے قاتل کو گرفتار کرانے میں آپ کی مدد کی تھی۔ کیا آپ اس شخص کی آزادی پر پہرے بٹھانے کی کوشش کریں گے جو آپ کی مدد کرتا رہا ہے۔"

"کیا آپ اس سلسلے میں کوئی شہادت پیش کر سکیں گے۔"

"کیوں کیا آپ نے خود فون پر مجھ سے اعتراف نہیں کیا تھا۔"

"فون پر کی جانے والی گفتگو صرف دو آدمیوں تک محدود ہوتی ہے بشرطیکہ اس کا ریکارڈ تیار کرانے کی خاطر۔۔۔"

"آپ اس وقت شہباز سے نہیں، ندیم سے مخاطب ہیں۔" ندیم کے تیور یک لخت کھنچاؤ اختیار کر گئے۔

"جی ہاں۔۔۔ میں آپ ہی سے مخاطب ہوں۔" سراج نے تحمل سے کام لیا۔

"اوکے۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ شہباز پر جو قانونی پابندیاں مناسب سمجھیں بڑے شوق سے لگوا دیں، وہ اس وقت آپ سے کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔"

"مسٹر ندیم۔۔۔ آپ ایک بار پہلے بھی مجھ سے الجھ چکے ہیں حالانکہ۔۔۔"

"پرانی باتوں کو بھول جائیں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ملیحہ کی تلاش کے سلسلے میں کچھ رعایت بھی کی ہے میں نے آپ کے ساتھ۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"کسی معزز آدمی کے گھر یا بزنس پلیس (PLACE

BUSINESS) کی تلاشی لینا اور وہ بھی بغیر سرچ وارنٹ کے کچھ زیادہ مناسب بات نہیں ہوتی۔ اگر اس روز شہباز آپ کی سفارش بن کر ساتھ نہ ہوتا تو میرے کیسینو کی تلاشی کی حرکت آپ کو بہت مہنگی پڑ سکتی تھی۔ میں آپ پر ہتک عزت کا دعویٰ بھی کر سکتا تھا اور خاص طور پر ایسی صورت میں کہ آپ کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔" ندیم نے سرد انداز میں کہا۔ "کچھ مراسم ہر شخص کے ہوتے ہیں بلکہ ہم جیسے لوگوں کو تو اس کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ہمارے بزنس کا تقاضا بھی یہی ہے۔"

"آئی سی۔" سراج نے ندیم کو نظر بھر کر دیکھا۔ "آپ شاید مجھے میرے فرائض سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"جی نہیں۔۔۔ آپ کو یہ احساس دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کبھی کبھی قانون کے تقاضے بہت مہنگے بھی پڑتے ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ماورخ سے تو میرے مراسم بس واجبی ہیں ورنہ شاہین کی پرواز تو خاصی بلند ہوتی ہے۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے تلملا کر میری جانب دیکھا۔ "کیا آپ اپنا بیان دینا پسند کریں گے۔"

"صرف اس حد تک کہ میں اس وقت آپ کے سامنے زخمی پڑا ہوں۔" میں نے خشک انداز اختیار کیا۔ "ایک مستند ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق میرے جسم پر دو گولیوں کے نشانات موجود ہیں جو میری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتی تھیں اور یہ دونوں فائر مجھ پر بھوشن کی کوٹھی پر ہوئے ہیں۔"

"بھوشن کی اپنی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے اس کے اندر بھی تھوڑی بہت ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے جس کا ثبوت موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھوشن کے کچھ آدمی اس کی کوٹھی سے مردہ حالت میں بھی دستیاب ہوئے ہیں۔" سراج نے نرم پڑتے ہوئے اصرار کیا۔ "اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ایسا بیان دیں جو آپ کی پوزیشن کو صاف کرنے کے لیے بہتر ثابت ہو۔"

"بھوشن کا کیا بیان ہے۔" ندیم نے تیزی سے دریافت کیا۔

"اس کا کہنا ہے کہ آپ کے دوست مسٹر شہباز کچھ آدمیوں کے ساتھ اسے قتل کرنے کی غرض سے اس کی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے۔ جب اس کے آدمیوں نے روکنے کی کوشش کی تو انہیں ہلاک کر دیا گیا۔" سراج نے کہا۔ "بھوشن کا کہنا ہے کہ سیلف ڈیفنس (SELF DEFENCE) کے تحت اس کے کارندوں نے جوابی کارروائی کی تو مسٹر شہباز کا زخمی ہو جانا قدرتی امر تھا۔"

"آپ کا اپنا کیا خیال ہے۔" میں نے ترش لہجے میں سوال

"بات اگر بھوشن کی کوٹھی کے باہر کی ہوتی تو کئی زاویوں سے غور کیا جا سکتا تھا لیکن بھوشن کے کارندوں کی ہلاکت اور خود اس کا زخمی حالت میں پایا جانا قانون کو کچھ اور سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے آپ میرا مقصد سمجھ رہے ہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" میں نے فیصلہ سنا دیا۔ "آپ قانونی اقدام کریں۔ میں اپنا دفاع کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔"

"لیکن۔۔۔"

"شکر منون ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے آپ سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

سراج مایوس ہو کر چلا گیا تو ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"تمہیں بھوشن کی کوٹھی میں جانے کی کیا ضرورت تھی جو کچھ کرنا تھا وہ باہر بھی کیا جا سکتا تھا۔"

"اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اگر ماسٹری اور اس کے ساتھیوں نے بروقت ایکشن نہ لیا ہوتا تو شاید اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہو سکتا تھا۔"

"بھوشن کو ختم کرنے کے بعد اگر مجھے موت بھی آجاتی، میرا جسم گولیوں سے چھلنی بھی کر دیا جاتا تو مجھے کوئی دکھ نہ ہوتا۔"

"احمقوں جیسی باتیں مت کرو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "تم اب تنہا نہیں ہو، عارفہ بھی تمہارے وجود کا ایک حصہ ہے۔"

عارفہ کا نام سن کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر ڈیوٹی نرس جو سراج کے سوال جواب کے وقت باہر چلی گئی تھی دوبارہ کھٹ پٹ کرتی کمرے میں داخل ہوئی۔

"ڈاکٹر نے مریض کو سکون و آرام پہنچانے کی خاطر انجکشن لگانے کی ہدایت کی ہے۔" نرس نے ندیم سے کہا تھا۔ "پلیز سر۔۔۔ اف یو ڈونٹ مائنڈ۔۔۔"

جواب میں ندیم کے قدموں کی آواز ابھر کر معدوم ہو گئی۔ اس کے بعد میرے بازو میں ہلکی سی چبھن سی ہوئی، نرس نے مجھے انجکشن لگایا تھا۔ دوا خاصی تیز اور موثر تھی مجھے ایک سیال مادہ رگوں میں دوڑتا ہوا تیزی سے دماغ تک جاتا محسوس ہوا اس کے بعد میں گہری نیند سے دوچار ہوتا چلا گیا۔۔۔

دوسری بار میں بیدار ہوا تو میرے ذہن کا خاصا بوجھ چھٹ گیا تھا۔ ڈیوٹی نرس نے مجھے مسکرا کر کچھ دوائیں دیں پھر ایک لسٹ میرے ہاتھ میں تھما دی جس پر میرے کچھ واقف کاروں کے علاوہ دفتر کے بیشتر عملہ کے افراد کے نام درج تھے۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"یہ تمام افراد آپ کی خیریت دریافت کرنے آچکے ہیں۔" نرس نے مجھے بتایا۔

"کیا انسپکٹر ہاشم بھی آئے تھے؟" میں نے لسٹ ایک طرف رکھتے ہوئے دریافت کیا۔ میں اس سے عارفہ کی خیریت دریافت کرنے کا خواہش مند تھا۔

"جی ہاں۔۔۔ آپ اس وقت گہری نیند میں تھے۔"

"وہ موجود ہیں یا چلے گئے۔" میں نے نرس کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ اوپر سے ملاقات کی اجازت لینے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔" میں چونک اٹھا۔

"باہر پولیس کی کچھ نفری متعین کر دی گئی ہے۔" نرس بولی۔ "ان کو ہدایت کی ہے کہ بغیر قانونی اجازت نامے کے کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔"

نرس مجھے دوا وغیرہ پلا کر چلی گئی تو میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ حالات اتنی جلدی اپنا رخ تبدیل کر لیں گے یہ بات میں نے پہلے نہیں سوچی تھی۔ حادثے کے بارے میں جو بات سامنے آئی تھی وہ میرے حق میں نہیں تھی۔ سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ میں بھوشن کی کوٹھی میں کس مقصد سے داخل ہوا تھا۔ بھوشن بھی زخمی ہو گیا تھا اس کے علاوہ بھوشن کے باڈی گارڈز کی لاشوں کا پایا جانا بھی اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ وہاں کا فساد میری وجہ سے ہوا تھا۔ فرد جرم میرے خلاف بہ آسانی لگائی جا سکتی تھی۔ سراج نے یقیناً کسی مجبوری کی وجہ سے میرے کمرے پر پولیس تعینات کی ہوگی۔ میں اگر سراج سے تعاون کرتا اور باہم مشورہ سے کوئی بیان دیتا تو کیس کی نوعیت بدلنے کی خاطر کہانی کچھ اور بھی بن سکتی تھی لیکن میں جذبات کی رو میں بہک گیا تھا۔

مجھے اس بات کا بھی شدت سے احساس تھا کہ اگر بھوشن کو جان سے مارنے کا خیال میرے ذہن میں نہ آتا تو عثمان غنی کی طاقت مجھے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال سکتی تھی۔ میری موجودگی میں کالکا نے اسے بھرپور غصے اور جلال کی حالت میں للکارا تھا لیکن پھر وہ بھی خوفزدہ ہو کر فرار حاصل کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ عثمان غنی اسی کے تعاقب میں چلا گیا تھا۔ پھر وہ سب کچھ ہو گیا تھا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جن مسلح گارڈز نے مجھ پر گولیاں چلائی تھیں وہ اتنے کم فاصلے سے میرے جسم میں بے شمار روشن دان بھی بنا سکتے تھے لیکن انہوں نے بھی اس سے گریز کیا۔ صرف مجھے زخمی کرنے پر اکتفا کی تھی۔ ان کی وہ رعایت خود ان کے لیے بہت مہنگی پڑی تھی۔ ماسٹر جی اور اس کے ساتھیوں نے کوٹھی میں داخل ہو کر بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ وہ دونوں بھی کام آ گئے تھے جو مجھے بھوشن کی کوٹھی سے ملنے والی لاشوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں تھا لیکن میرا خیال تھا کہ [illegible] کی تعداد بہرحال مجھ سے زیادہ ہی رہی ہوگی۔

پولیس کے لیے دو اور دو چار کرنا کچھ مشکل نہیں تھا۔ حقائق کی روشنی میں کہانی بہت آسان اور واضح سی تھی۔ میں بھوشن کو قتل کرنے کے ارادے سے اپنے کچھ آدمیوں کے ہمراہ زبردستی اس کی کوٹھی میں داخل ہوا۔ جواب میں دو طرفہ ٹکراؤ ہوا جس میں بھوشن کے کچھ آدمی کام آ گئے۔ بس ایک بات میرے حق میں تھی کہ بھوشن صرف ہاتھ پاؤں میں زخمی ہوا تھا جبکہ ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق میرے جسم پر دو جگہ گولیوں کے واضح نشان موجود تھے لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ میرے مقابلے میں بھوشن کے تعلقات حکمران طبقے میں دور تک تھے۔ ان ہی تعلقات کی بنا پر وہ ضمانت پر رہا ہوا تھا اور ڈی آئی جی کو بھی منہ کی کھانی پڑی تھی۔

بڑی دیر تک میں ان ہی خیالات میں کھویا رہا۔ قانونی [illegible] سے مشورہ کرنے والی بات میں نے سراج کو محض [illegible] کرنے کی خاطر کی تھی۔ دراصل مجھے کچھ وقت درکار تھا کہ میں اپنے دفاع کے لیے کوئی موثر کہانی گڑھ سکتا۔ مجھے اس بات کا بھی کامل یقین تھا کہ عثمان غنی مجھے پیش آنے والے حالات سے بے خبر نہ ہوگا اور پہلی فرصت میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔

"کب تک الجھنوں میں مبتلا رہو گے رفیقی۔"

عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ میرے قریب کھڑا شرارتی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"تم۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" اس نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "پریشان مت ہو رفیقی، بھوشن کا وہ کارندہ پکڑا جا چکا ہے جس نے تم کو تمہارے ساتھیوں سمیت زبردستی اغوا کیا تھا، وہ تمہیں بھوشن کی کوٹھی میں ختم کر کے قانون کی نگاہوں میں دھول جھونکنا چاہتے تھے لیکن ایک ذرا سی [illegible] تمہارے کام آ گئی جس کی بنا پر بھوشن کے ساتھیوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ بھوشن نے تمہیں طاقت کے بل پر زیر کرنے کی کوشش کی تھی، ناکام ہوتا دیکھ کر اس نے اپنے باڈی گارڈز کو [illegible] پر گولیاں چلانے کا اشارہ کیا تھا لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کامیاب ہوتے تمہارے ساتھیوں کی گولیاں انہیں چاٹ گئیں۔ بھوشن اسپتال میں ہونے کے باوجود دیوانہ ہو رہا ہے۔ اسی [illegible] ایک اجرتی قاتل نے اسپتال میں داخل ہو کر تمہیں مارنے کی کوشش کی، اپنا غصہ اتارنے کی خاطر کمرے کے ساز و سامان کو نقصان پہنچایا لیکن پہرے پر موجود ایک سپاہی نے جان پر کھیل کر اسے گرفتار کر لیا، وہ ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنا بیان

ریکارڈ کرا چکا ہے۔"

"میں تمہاری بات نہیں سمجھ سکا۔"

"آہستہ آہستہ سمجھنے لگو گے رفیقی۔" وہ آنکھ جھپکا کر بولا۔ "اپنے دوست سے کہنا کہ وہ سراج کو معاف کر دے، وہ بے چارہ پہلے ہی پاگلوں کی طرح چکرایا چکرایا پھر رہا ہے۔ حالات کے زیر و بم نے اس کی عقل بھی خبط کر دی ہے۔"

پھر عثمان غنی نے اشارہ کیا تو میں نے کمرے کی حالت پر نظر ڈالی میرا ذہن بھی گھوم کر رہ گیا۔ اسپتال کے جس کمرے میں میں پڑا تھا اس کا بیشتر سامان الٹا پڑا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے کئی آدمیوں نے بیک وقت وہاں داخل ہو کر توڑ پھوڑ کی ہو۔ میں ابھی عثمان غنی سے مزید کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سراج دو سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ وہ بری طرح بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ عثمان غنی میرے قریب سے ہٹ کر ایک کرسی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کی کیفیت اس کھلنڈرے بچے سے مختلف نہیں تھی جو اپنی کسی شرارت پر بیٹھا مسکرا رہا ہو۔

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔" سراج نے میرے قریب آ کر شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ "اگر آپ نے پہلے ہی مجھے اصل صورت سے آگاہ کر دیا ہوتا تو۔۔۔"

"شاید جو سپاہی آپ نے یہاں مقرر کیے تھے وہ اس کمرے میں زبردستی داخل ہو کر توڑ پھوڑ نہ کر پاتے۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "جو شخص آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے یہاں داخل ہوا تو اسے بلاوجہ توڑ پھوڑ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کبھی اس سے ملاقات ہوئی تو پوچھ کر بتاؤں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ اس وقت پولیس کی تحویل میں ہے اور اس نے ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں جو بیان دیا ہے وہ بھی آپ کے حق میں ہے لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر بھوشن کے آدمیوں نے آپ کے ساتھیوں سمیت آپ کو زبردستی اسلحے کے زور پر اغوا کیا تھا تو آپ نے اصلیت بتانے سے گریز کیوں کیا۔"

"جو حساب میرے اور بھوشن کے درمیان ہے اس کے بیچ میں کسی اور کو نہیں لانا چاہتا۔"

"اچھے جا رہے ہو رفیقی۔" عثمان غنی نے مسکرا کر کہا۔

"بہرحال اب آپ پر سے پولیس کا پہرہ ہٹا لیا گیا ہے البتہ آپ کی حفاظت کی خاطر۔۔۔"

"سوری مسٹر سراج۔" میں تیزی سے بولا۔ "مجھے اپنی حفاظت کرنی آتی ہے۔"

اسی وقت ندیم کمرے میں داخل ہوا، بازی پلٹی دیکھ کر اسے بھی حیرت ہوئی تھی، وہ مجھ سے باقاعدہ ملاقات کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر کے آیا تھا۔ اصل صورت حال کا پتا چلا تو اس نے سراج کو گھور کر دیکھا۔

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں محترم ڈی ایس پی صاحب کہ آپ کے قابل اعتماد اور مسلح آدمیوں کی نگرانی کے باوجود یہ سب کچھ کس طرح ممکن ہوا۔" ندیم نے بڑے تیکھے لہجے میں کہا۔ "کیا حالات کے پیش نظر اب میں آپ کو ان تمام باتوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتا۔"

"لیکن۔۔۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ نے بھوشن کے ساتھ کوئی ساز باز کر لی ہو۔" ندیم نے اس کا جملہ سنے بغیر کہا۔ "محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے درمیان میں مداخلت کی۔ "اس میں مسٹر سراج کا کوئی قصور نہیں ہے۔"

سراج نے ندیم کو بہت غور سے دیکھا۔ ندیم کا جواب سن کر اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا لیکن اس نے ضبط کا مظاہرہ کیا اور اسپتال کے عملے کا بیان ریکارڈ کرنے کی غرض سے چلا گیا۔ ندیم نے اس کے جانے کے بعد معنی خیز انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہاری کالکا رانی پھر تم پر مہربان ہو گئی ہے، ورنہ بات صرف توڑ پھوڑ تک محدود نہ رہتی۔"

کالکا کا نام سن کر میں نے عثمان غنی کی طرف دیکھا۔

"وہ میرے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی۔" عثمان غنی نے میری نظروں کا مفہوم بھانپتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "بندہ سے صرف وہی کرتا ہوں جو میں کہوں، اگر تم نے بھوشن کو جان سے مارنے کا خیال دل میں نہ کیا ہوتا تو کوئی طاقت تمہیں زخمی بھی نہیں کر سکتی تھی۔ بہرحال فکر مت کرو، تم بہت جلد صحت یاب ہو جاؤ گے اور اس کے بعد۔۔۔" وہ اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے دوبارہ سوال کیا۔

"میں جب نیند سے بیدار ہوا تو بساط الٹ چکی تھی، ہو سکتا ہے یہ سب کالکا ہی کی مہربانی ہو۔" میں نے بات ٹالنے کی خاطر کہا پھر ندیم سے ادھر ادھر کی بات کرنے لگا، میرے سمجھانے پر اس نے سراج کی جانب سے دل صاف کر لیا تھا ورنہ اس کے ارادے زیادہ نیک نہیں تھے۔

تیسرے روز میں اسپتال سے گھر آ گیا۔ ان دنوں میں عارفہ نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا تھا۔ نسیم کی پریشانی بھی قابل دید تھی۔ میں گھر پہنچا تو ان دونوں نے نذر نیاز کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عثمان غنی کے کہنے کے بموجب میرے زخم حیرت انگیز طور پر بہت تیزی سے بھر رہے تھے۔ ندیم کے گھر [illegible]

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

طرح محفوظ تھا۔ ابھی تک اس راز سے پردہ نہیں اٹھ سکا تھا کہ نادیدہ قوتیں اس مکان کے اندر داخل ہونے سے کیوں کتراتی ہیں؟"

گھر آنے بعد ہی مجھے بھوشن کی کوٹھی پر پیش آنے والے حادثے کی مکمل تفصیل معلوم ہوئی۔ اس کے قتل سات آدمی کام آگئے تھے۔ دو روز تک وہ بھی اسپتال میں پڑا زخموں کی مرہم پٹی کراتا رہا تھا۔ اپنے بیان میں اس نے جو کچھ میرے خلاف کہا تھا اسپتال میں میرے کمرے میں ہونے والی توڑ پھوڑ نے اس کے وزن کو بہت ہلکا کر دیا تھا۔ بھوشن کے جس آدمی نے مجھ پر حملہ کیا تھا وہ اس کا پرانا اور خاص کارندہ تھا۔ اس نے مجسٹریٹ کی موجودگی میں اقبال جرم کیا تھا۔ اس سوال کے جواب میں کہ اس نے مجھے قتل کرنے کے بجائے توڑ پھوڑ کیوں کی اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے خوفزدہ کرکے اور سہما سہما کر مارنے کا متمنی تھا۔ اپنی دانست میں پولیس کے ان کارندوں کو جو سراج کی جانب سے میرے کمرے میں تعینات کیے گئے تھے وہ طویل بے ہوشی سے دوچار کرنے کے بعد اندر آیا تھا لیکن بدقسمتی سے ایک کارندہ جلدی ہوش میں آگیا جس نے اسلحہ کے زور پر اس پر پوری طرح قابو پالیا تھا۔ بھوشن نے اپنے اس کارندے کے خلاف صرف یہی کہا کہ شاید اس کا ذہنی توازن اپنے ساتھیوں کی موت کی وجہ سے خراب ہو چکا تھا ورنہ بھوشن نے اس قسم کے کسی خطرناک کام پر مامور نہیں کیا تھا۔ حقیقت کیا تھی اس کا علم میرے سوا کسی اور کو نہیں تھا جو کچھ ہوا تھا اس میں عثمان غنی کا ہاتھ شامل تھا جس کی ایک بات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے میں زخمی ہوا تھا۔

پانچ روز بعد میں باہر لان پر ایک ایزی چیئر پر بیٹھا حالات کے تانے بانے پر غور کر رہا تھا کہ ندیم نے کہا۔

"کیا گھر میں پڑے پڑے تمہیں بوریت کا احساس نہیں ہو رہا۔"

"عاصمہ اور نسیم دونوں کا اصرار ہے کہ میں ابھی کچھ دنوں تک اور آرام کروں۔"

"بلیحہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔" ندیم مسکرایا۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"آج شام دو خوبصورت ستارے ٹکرانے والے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "میں نے ماہ رخ سے وعدہ کیا ہے کہ آج اسے بلیحہ سے ضرور ملواؤں گا۔ کیا تم ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سے محظوظ ہونا پسند نہیں کرو گے۔"

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔"

"ایک تجربے کی بات خاص طور پر نوٹ کرلو۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں چھیڑ چھاڑ۔ "جب دو حسین عورتوں میں جنگ ہو تو انسان کو صرف بات رفع دفع کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے لیکن کھل کر کسی ایک کی حمایت نہیں کرنی چاہیے ورنہ دوسری جیلس ہو جاتی ہے اور خاص طور پر جب تم دونوں سے واقف ہو۔"

"یہ تجربے تم نے شادی سے پہلے حاصل کیے ہیں یا۔۔۔"

"کسی کا حق مارنے اور منہ مارنے میں بڑا فرق ہوتا ہے مائی ڈیئر۔" ندیم نے بائیں پلک جھپکا کر کہا۔ "گھر کا کھانا کھاتے کھاتے اگر طبیعت اکتانے لگے تو ایک آدھ وقت بازار کی خوراک چکھ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں اور پھر میرا تعلق۔۔۔"

"جس کاروبار سے ہے اس نے تمہیں خاصا ڈھیٹ بنایا ہے۔" میں نے جملہ مکمل کیا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ماہ رخ مجھے بتا چکی ہے کہ رفتہ رفتہ تم بھی ڈھیٹ بننے کی پریکٹس شروع کر چکے ہو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ماہ رخ اور بلیحہ کی ملاقات کسی زنانی اکھاڑے میں تبدیل ہو جائے گی۔" میں نے ندیم کی کی ان سنی کرتے ہوئے پوچھا۔

"فرض کرو ایسا ہو گیا تو تم کس کا ساتھ دو گے۔" ندیم نے لہرا کر دریافت کیا۔

"میں دونوں پر لعنت بھیج کر واپس آجاؤں گا۔"

"اوپری دل سے میرا جواب بھی یہی ہو سکتا تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے خوشی تھی کہ ندیم کی خفگی آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھی ورنہ وہ اس بات پر شاکی تھا کہ میں نے بھوشن پر چڑھ دوڑنے کی حماقت کیوں کی تھی۔ ہم دونوں بات کر رہے تھے کہ سراج آگیا۔ ندیم اور اس کے درمیان میری کوششوں نے ایک بار پھر مفاہمت کی فضا پیدا کر دی تھی۔

"کوئی نئی اطلاع۔" میں نے دریافت کیا۔

"بھوشن کی چالیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔" سراج نے کہا۔ "کل تک وہ آپ کے خلاف زہر اگل رہا تھا۔ اوپر سے پریشر ڈالوا رہا تھا اور آج اس نے آپ کے خلاف جو پرچا کٹوایا تھا وہ واپس لینے کی تحریری درخواست پیش کر دی ہے۔"

"کوئی وجہ تو ضرور لکھی ہوگی۔" ندیم نے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔ اس نے لکھا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ محض ایک معمولی سی غلط فہمی کا نتیجہ تھا ورنہ اس کے آپ کے درمیان کبھی کوئی کشمکش نہیں رہی۔"

"اس کا یہ بیان کسی گہری سازش کی نشان دہی کرتا ہے۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "ہمیں اب اس دوغلے شخص سے زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔"

میں نے سراج کی بات پر زیادہ تعجب کا اظہار نہیں کیا میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ بھوشن کی جانب سے پیش کی جانے والی

درخواست میں بھی کسی نہ کسی زاویے سے عثمان غنی کا ہاتھ ضرور موجود ہوگا چنانچہ میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"نغمہ کے اس کزن کا کیا بنا جس نے سلمان قیصر کی موت کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔"

"وہ اب خاموش ہو گیا ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی تھی کہ کیا سلمان قیصر کی موت میں اس کے جذبہ رقابت کا کوئی دخل تھا مگر وہ صرف مجھے گھور کر رہ گیا۔"

"عدالت میں اس نے کیا بیان دیا ہے۔"

"ابھی وہ پولیس کسٹڈی میں ہے دس روز کے جسمانی ریمانڈ کی مدت ختم ہونے کے بعد ہی پولیس عدالت میں کیس پیش کرے گی۔"

"نغمہ اور اس کے والد نے کیا بیان دیا ہے۔"

"سیٹھ نعمان کی پوری پوری کوشش یہی ہے کہ آصف اس کیس سے رہا ہو جائے لیکن نغمہ کا خیال اس کے برعکس ہے۔" سراج نے جواب دیا۔ "میں نے جان بوجھ کر ان دونوں کا بیان علیحدہ علیحدہ لیا تھا۔ سیٹھ نعمان کا کہنا ہے کہ آصف ایک سیدھا سادا اور نیک لڑکا ہے جس نے محض پولیس کے ڈرائنگ روم ٹریٹ منٹ کے خوف سے ایک ناکردہ جرم کا اقرار کرلیا ہے لیکن مس نغمہ کا خیال ہے کہ سلمان قیصر کو آصف ہی نے مارا ہوگا۔"

"اس خیال کی کوئی وجہ بھی ضرور بتائی ہوگی۔"

"جی ہاں۔۔۔ اس کا خیال ہے کہ آصف اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن سلمان قیصر کے درمیان میں آنے کی وجہ سے اس کی خواہش کی تکمیل مشکل تھی چنانچہ اس نے جذبات میں آکر ایک خطرناک قدم اٹھانے کا رسک بھی مول لے لیا۔"

"کیا آصف نے کبھی نغمہ سے شادی کا اظہار کیا تھا۔" اس بار ندیم نے پوچھا۔

"یہی تو حیرت کی بات ہے۔" سراج نے کہا۔ "مس نغمہ کا کہنا ہے کہ آصف کو اتنی جرات بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس سے اظہار عشق کر سکتا۔"

"آپ کی ذاتی رائے کیا ہے۔"

"ابھی تک ہم آصف کی زبان کھلوانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سیٹھ نعمان کی وجہ سے ہم اس پر زیادہ تشدد بھی نہیں کر سکتے۔ اصل معاملہ کیا ہے اس کا علم عدالت میں جانے کے بعد ہی ہوگا۔"

"کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ سلمان قیصر کی لاش کے قریب سے جگت نارائن کی پہچان ایک مخصوص سکے کی صورت میں بھی پولیس کے ہاتھ لگی ہے۔"

"اسی بات نے کیس کو الجھا رکھا ہے۔" سراج نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "مخصوص سکہ جگت نارائن کی نشاندہی ضرور کرتا ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ آصف کا تعلق جگت نارائن کے گروہ سے بھی ہو سکتا ہے۔"

"کوئی وجہ۔۔۔"

"مسٹر آصف کا سابقہ ریکارڈ آئینے کی مانند صاف ہے۔" سراج نے میری جانب غور سے دیکھا۔ چالیں "وہ میرے مجوزہ حرکت کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اپنا ارادہ کر کے بولا۔ "جس انداز میں آصف کی گرفتاری عمل میں آئی ہے وہ بھی میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ اگر وہی قاتل ہوتا اور اس کا تعلق جگت نارائن کے ٹولے سے ہوتا تو میرے دفتر کے آگے پیچھے منڈلانے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔"

سراج کے جانے کے بعد ہم فارم ہاؤس کے لیے روانہ ہوگئے۔ عاصمہ نے بڑی مشکل سے مجھے باہر جانے کی اجازت دی تھی۔ راستے میں ندیم نے پھر آصف کا ذکر چھیڑ دیا۔

"سراج نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اپنے علم نجوم سے آصف کی نشاندہی کی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ اس نے جاگتے میں کوئی خواب دیکھا ہوگا۔" میں نے بات اڑانے کی خاطر کہا۔

روزنامہ "امروز" میں چھپنے والے
فکاہیہ اور شگفتہ کالموں کا انتخاب

گستاخی معاف

★ ---- مظفر بخاری

قیمت: -/100 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"اس وقت سراج تمہارے دفتر میں موجود تھا جب تم نے اس کا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ مجرم اس کے دفتر کے قریب موجود ہے۔" ندیم نے میرے جواب کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ہی اصرار پر سراج نے اپنے دفتر فون کیا تھا اور پھر آصف گرفتار ہو گیا تھا۔"

"لیکن ——" میں نے احتجاج کرنا چاہا۔

"میں سراج نہیں ندیم ہوں۔" وہ میری طرف گھور کر بولا۔ "سچ بتاؤ کیا تمہاری کالکا دیوی نے تو تمہاری مدد نہیں کی تھی۔"

"ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی ایسی بات ہوئی بھی ہے تو مجھے یاد نہیں۔" میں نے درمیانی راستہ اختیار کیا تو ندیم مسکرا کر رہ گیا۔ اس کے مسکرانے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہے۔

فارم ہاؤس کے باہر ماہ رخ اپنی گاڑی میں پہلے سے موجود تھی۔ ہماری گاڑی رکتے ہی وہ تیزی سے کھڑی ہوئی گاڑی سے اتر کر قریب آئی۔ ندیم کو خونخوار نظروں سے گھور کر بولی۔

"دل چاہ رہا ہے تمہیں شوٹ کر دوں۔"

"پھر انتظار کس بات کا ہے۔"

"بکواس ——" وہ جھلا گئی۔ "کیا اب مجھے اتنا اختیار بھی نہیں ہے کہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے فارم میں داخل ہو سکوں۔"

"آئی سی۔" ندیم نے معاملے کی نوعیت معلوم ہونے کے بعد بڑی انکساری سے کہا۔ "میں معذرت خواہ ہوں لیکن تمہیں اس کی وجہ بھی معلوم ہے۔ تمہارے علاوہ کوئی اور بھی یہاں داخل ہو کر کیس بگاڑ سکتا تھا چنانچہ میں نے اپنے اسٹاف کو سیکورٹی کے معاملے میں سختی سے ہدایت دے رکھی تھی۔"

ماہ رخ نے بدستور غصیلی نظروں سے ندیم کو گھور کر دیکھا پھر ہماری گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ ندیم کی گاڑی پہچان کر صدر دروازے پر تعینات مسلح گیٹ مین نے دروازہ کھولنے میں بڑی مستعدی اور پھرتی کا ثبوت دیا تھا۔ ہم فارم ہاؤس والی کاٹیج میں جا کر گاڑی سے اترے تو ندیم نے ماہ رخ کے تیور دیکھ کر کہا۔

"کیا معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"اس کا جواب میں تمہیں ملیحہ سے ملنے کے بعد ہی دوں گی۔"

"نہایت مناسب خیال ہے۔" میں نے ماہ رخ کی طرفداری کی۔ "یہ شخص اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ ملیحہ کو اس نے فارم ہاؤس میں چھپا رکھا ہے اس کا علم بھی مجھے ابھی راستے میں ہوا ہے۔"

"چور کا بھائی گرہ کٹ۔" ماہ رخ مجھے والہانہ نظروں سے دیکھ کر معنی خیز انداز میں بولی۔

دس منٹ بعد ہی ہم کاٹیج کے تہہ خانے میں موجود تھے ملیحہ کو دیکھ کر ماہ رخ کے چہرے کے تیور یکلخت خطرناک ہو گئے ملیحہ نے اسے دیکھ کر شرمندگی کے اظہار کے طور پر اپنی نگاہیں نیچی کر لی تھیں۔ سچویشن کچھ دیر ٹینس (TENSE) رہی پھر ماہ رخ کی آواز کمرے میں گونجی۔

"کیا تم اس بات کا اقرار کرتی ہو کہ میرے اسٹاک میں وہ زہر آلود سوئی تم نے ہی رکھی تھی۔"

"میں انکار نہیں کروں گی میڈم۔" ملیحہ نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔

"سلیمان شاہ کی اس سازش کے خلاف تم مجھے اشارہ بھی دے سکتی تھیں۔"

"میں مجبور تھی۔"

"اس لیے کہ تمہارے کرتوتوں کے کچھ ثبوت تصویروں کی شکل میں اس کے پاس موجود ہیں۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" ماہ رخ کسی زخمی شیرنی کی طرح دہاڑی۔ "کیا میں تمہیں معاف کر دوں گی۔"

"میں خود بھی اب زندہ رہنے کی خواہش مند نہیں ہوں لیکن مرنے سے پیشتر میں سلیمان شاہ سے اپنی بربادی کا انتقام ضرور لوں گی۔"

"یہ کام تم میرے خلاف کی جانے والی سازش سے پہلے بھی انجام دے سکتی تھیں۔"

"شاید مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا لیکن اس وقت میں اتنی خائف تھی کہ میری عقل خبط ہو کر رہ گئی تھی۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے ٹھکانے لگانے کے بعد تم میری جگہ لینے کے خواب دیکھ رہی ہو اور اب میرے بچ جانے کے بعد تم نے کینچلی بدلنے کی اسکیم تیار کر لی۔" ماہ رخ نے سوچ میں کہا۔ اس کی نگاہیں بدستور ملیحہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"آپ کی یہ سوچ بھی حالات کی روشنی میں کچھ غیر فطری نہیں ہے لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

"سلیمان شاہ سے تمہارے تعلقات کب سے تھے؟"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔" ملیحہ نے پہلی بار تیز لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے سلیمان شاہ کو کبھی حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دی۔"

"اگر تم سچی ہو تو تمہیں سلیمان شاہ کے خلاف بھری عدالت میں اس کمینگی کی گواہی دینے پڑے گی۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟"

"میں عزت کی موت مرنا چاہتی ہوں اسی لیے میں نے

مسٹر ندیم سے درخواست کی تھی کہ مجھے ایک ڈارٹ گن فراہم کر دیں۔" ملیحہ نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ آپ کو سلیمان شاہ کی اور میری لاش ایک ساتھ ہی ملے گی۔"

"اور اس طرح تمہاری شرافت کے ڈنکے بجیں گے۔" ماہ رخ نے زہریلے انداز میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہو لیکن اس وقت میں دنیا میں موجود نہیں ہوں گی۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں سلیمان شاہ کو اس کی کمینگی کی کوئی عبرت ناک سزا دینا چاہتی ہوں تو۔"

"آپ حق بجانب ہوں گی۔"

"شٹ اپ ——" ماہ رخ کا پارہ چڑھنے لگا۔ "میں تم سے مشورہ نہیں بلکہ اپنے انتقام کے سلسلے میں تمہارے کردار کی ادائیگی کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"سوری میڈم۔ شاید جلدی میں میرے منہ سے کوئی غلط بات نکل گئی تھی۔"

"تمہیں سلیمان شاہ کے خلاف اب میرے اشارے پر عمل کرنا ہو گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔" ملیحہ کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ تمہیں اپنے شکاری کتوں کی خوراک کے طور پر فراہم کروں۔ تمہارا لذیذ گوشت یقیناً ان کی شکم پری کا تسکین آمیز سبب بن سکتا تھا لیکن اب میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ میں تم کو اور سلیمان شاہ کو سسکا سسکا کر ماروں گی۔"

ہم خاموش تماشائی کی طرح کھڑے دونوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ ملیحہ نے جو پیشکش کی تھی وہ بھی ٹھیک تھی اور ماہ رخ نے جو انداز اختیار کیا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا۔ ویسے بھی کسی ایک کی طرف سے بولنا مناسب نہیں تھا لیکن ذاتی طور پر میں یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ ملیحہ کو بدکردار ہونے کے باوجود اپنی بدنامی سے خوف آ رہا تھا جبکہ ماہ رخ اس حد سے قطعی بے نیاز ہو چکی تھی۔

"میں تمہارا جواب سننا چاہتی ہوں۔" ماہ رخ نے سفاک انداز میں کہا۔

"آپ مجھے جو سزا بھی دیں مجھے منظور ہو گی۔" ملیحہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"ندیم ——" ماہ رخ نے اس شدید غصے کی حالت میں بھی ندیم کو بڑی اپنائیت سے مخاطب کیا۔ "کیا تم مجھے کوئی ایسا فون فراہم کر سکتے ہو جس میں مائک کے علاوہ آنسرنگ مشین بھی موجود ہو۔"

"میں عام طور پر ایسا ہی فون استعمال کرنے کا عادی ہوں۔"

پھر ندیم نے اپنے آدمی کو بلا کر فون طلب کیا۔ ماہ رخ نے ایک بار پھر شعلہ بار نظروں سے ملیحہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم فون پر سلیمان شاہ سے بات کرو گی۔ اس ولدالحرام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرو گی کہ تم کہیں روپوش ہو اور اس وقت تک منظرعام پر نہیں آسکتیں جب تک میں راستے سے نہ ہٹا دی جاؤں۔"

پھر اس نے ماہ رخ کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہینگ اور ٹیپ کا بٹن دبایا اور سلیمان شاہ کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس نے وہ مخصوص نمبر ڈائل کیا تھا جسے سلیمان شاہ کے علاوہ کوئی اٹینڈ نہیں کرتا تھا۔ دوسری جانب سے فون کی گھنٹی بجی تو ماہ رخ نے ریسیور ملیحہ کے حوالے کر دیا اور اسے قہرآلود نظروں سے گھورنے لگی۔ چار بار گھنٹی بجنے کے بعد دوسری جانب سے کال اٹینڈ کی گئی۔ کمرے میں سلیمان شاہ ہی کی آواز گونجی تھی۔

"سر ——" ملیحہ نے مدھم اور سہمے لہجے میں کہا۔ "میں ملیحہ بول رہی ہوں۔"

"تم —— تم کہاں ہو؟"

"حالات نے مجھے روپوش ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ سر میں نے سنا ہے کہ میڈم موت کو شکست دینے کے بعد دوبارہ کوٹھی پر واپس آگئی ہیں اور اب ان کے پالتو درندہ صفت جانور کونے کھدروں میں میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"مجھے اپنا پتا بتاؤ —— میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے سر۔" ملیحہ نے بڑا خوبصورت بہانہ تراشا۔ "جو لوگ میری تلاش میں ہیں وہ یقیناً آپ کی نقل و حرکت کی نگرانی بھی ضرور کر رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں اتنی جلدی مرنا بھی نہیں چاہتی۔"

"تم اس دو کوڑی کی عورت سے خوفزدہ ہو۔" سلیمان شاہ نے حقارت سے کہا۔ "اگر کوئی کسی خطرناک زہریلے ناگ کو آستین میں پالتا ہے تو اس زہر نکالنے کے فن سے بھی بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔ ماہ رخ میں ابھی اتنا حوصلہ پیدا نہیں ہوا جو وہ مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کرے۔ تم بھی میری اڑان سے واقف ہو۔ میرے اشارے پر ماہ رخ کے سر کو بھی جوتے تلے مسل کر پھینکا جا سکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن تم مجھے اپنا فون نمبر بتاؤ تاکہ میں بوقت ضرورت تم سے رابطہ قائم کر سکوں۔"

"میں نمبر بتا کر اس مہربان شخص کو خطرے میں نہیں ڈال

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سکتی جس نے مجھے اپنی چھت کے نیچے پناہ دے رکھی ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" سلیمان شاہ نے جھلا کر جواب دیا پھر تیزی سے بولا۔ "تم نے روپوش ہو کر حماقت ہی کا ثبوت دیا ہے' ماہ رخ کے فرشتے بھی تمہارے اوپر کوئی الزام ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ میرا یہ بیان ہی بہت کافی ہوتا کہ اس نے اپنی آوارگی سے تنگ آ کر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں سر۔ لیکن میڈم کو پھر بھی مجھ پر ضرور شبہ ہوتا اس لیے کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا ان کے اسناک کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔" ملیحہ نے بدستور اپنی خوبصورت اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میڈم اس بات کی تہہ تک بہ آسانی پہنچ سکتی ہیں کہ میں نے وہ زہریلی گرم سیل بند بوتل آپ کے اشارے پر ہی اسناک میں رکھی ہوگی۔"

"تم جانتی ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔" سلیمان شاہ کسی خون آشام بھیڑیے کی طرح غرایا۔ "ایک دو ٹکے کے بزنس مین کے ساتھ اس کی تصویریں دیکھ کر میں صبر نہیں کر سکا تھا۔ اگر وہ تصویریں منظر عام پر آ جاتیں تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔"

سلیمان شاہ کا اشارہ میرے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں تھا اس لیے میں ایک لمحے کو گھبرا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ اگر آپ ان دونوں ہی کو کسی طرح ایک ساتھ ختم کرا دیں تو یہ قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گا۔" ملیحہ نے دبی زبان میں مشورہ دیا۔

"تم دو روز بعد مجھے فون کرنا۔ اس وقت تک میں کسی نتیجے پر ضرور پہنچ جاؤں گا۔"

پھر دوسری جانب سے ریسیور رکھنے کی آواز ابھری تو ماہ رخ نے آگے بڑھ کر سوئچ آف کر دیئے۔ ملیحہ نے خاموشی سے ریسیور ماہ رخ کی طرف بڑھا دیا۔

"گڈ۔" ماہ رخ نے اسے تعریفی جملوں سے نوازا۔ "تم کسی سازش کو مرتب کرنے میں خاصی ذہین واقع ہوئی ہو۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں کم از کم اس وقت تک زندہ رکھنا ضروری ہے جب تک سلیمان شاہ کیفر کردار تک نہیں پہنچ جاتا۔"

ملیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدستور سر جھکائے کھڑی نچلا ہونٹ چباتی رہی۔ ماہ رخ نے فون سے ٹیپ شدہ گفتگو کا کیسٹ نکال کر اپنے قبضے میں کیا پھر ہماری طرف دیکھ کر بولی۔

"سلیمان شاہ نے مجھے دو کوڑی کی عورت کہہ کر اپنی موت ہی کو دعوت دی ہے۔"

"میں تمہیں جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔" ندیم نے کہا۔

"وہ سور کا تخم میرا زہر نکالنے کا خواب دیکھ رہا ہے اور تم مجھے انتظار کرنے کا مشورہ دے رہے ہو۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔" ندیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی ہمارے پاس دو روز کی مہلت باقی ہے' اس دوران میں ہمیں ٹھنڈے دماغ سے کوئی جوابی کارروائی کے بارے میں سوچنا ہوگا۔"

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔" ماہ رخ نے بڑی بے غیرتی سے مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "وہ ہماری تصویر دیکھنے کے بعد ہی پاگل ہوا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہیے۔" میں نے جلدی سے اس کی ان سنی کرتے ہوئے ندیم سے کہا۔

"تمہیں اب پوری طرح محتاط رہنا ہوگا۔" ماہ رخ نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔ "سلیمان شاہ اپنی سطح سے کتنا گر سکتا ہے تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے' ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے ختم کرنے کا منصوبہ بنانے سے پہلے تمہارے اوپر وار کرنے کی کوشش کرے۔"

"فکر مت کرو مائی ڈیئر۔" ندیم نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے ماہ رخ کو مخاطب کیا۔ "جب تک میں زندہ ہوں سلیمان شاہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ میں اس جیسے لوگوں سے نپٹنا جانتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم بھی سلیمان شاہ سے کچھ کم خبیث نہیں ہو۔"

"ذرہ نوازی ہے تمہاری جو اس قابل سمجھتی ہو ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

اس کے بعد ندیم نے وہاں رکنے کی کوشش نہیں کی' ماہ رخ نے تہہ خانے سے نکلتے نکلتے ایک بار پھر ملیحہ کو کچھ عجیب نظروں سے گھورا تھا۔ ان نظروں میں ہمدردی اور حقارت کے ملے جلے تاثرات موجود تھے!

☆ —— ❖ —— ☆

مکمل صحت یاب ہونے کے بعد میں نے دفتر میں قدم رکھا تو میرے پورے اسٹاف نے میری مزاج پرسی کی۔ دوانی اور عابد نے خوشی میں مٹھائی تقسیم کی۔ بہت دیر تک وہ میرے ہی آفس میں موجود رہے' یہ میرے اپنے ساتھی' میرے وفادار ساتھی جن کی شب و روز کی محنت نے مجھے شہرت بخشی تھی' عزت دی تھی' دولت دی تھی' وہ ایک ہی مشین کے مختلف پرزے تھے جو ایک دوسرے سے مربوط ہو کر حرکت کرنے کے عادی تھے' اسی لیے ابھی تک میرے مشن میں کوئی فالٹ نہیں آیا تھا۔

اسٹاف کے افراد میں دانش (ساجد) بھی تھا جس نے میری خاطر بڑی قربانیاں دی تھیں۔ میری خاطر وہ موت سے بھی ٹکرا سکتا تھا لیکن میں نے اپنی ضد میں آ کر اسے ڈرائیونگ کے فرائض سے سبکدوش کر کے ایک دوسرے کام پر لگا دیا تھا۔ مجھ پر تنہا منزل سر کرنے کا جنون سوار تھا۔ اس وقت وہ بھی میری محنت کے اس مشن میں' جس میں سب اپنے تھے کوئی غیر نہیں تھا' برابر کا شریک تھا۔ چہرے پر داڑھی اور دوسری تبدیلیاں آ جانے کے بعد وہ حالات کے پیش نظر سب سے الگ تھلگ ہو کر دانش کے بجائے ساجد بننے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ بھی خوشی سے تمتما رہا تھا لیکن مجھے اس کی روشن آنکھوں میں دور کہیں ایک شکوہ سا ٹمٹماتا نظر آیا۔ شاید وہ اس بات سے شاکی تھا کہ میں نے اسے خود سے دور کیوں کر دیا۔ اس کا شکوہ بے جا نہیں تھا۔ سب کی موجودگی میں' میں خاموش رہا لیکن سب کے جانے کے بعد میں دانش کو روک کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"تم شاید مجھ سے ناراض ہو گئے۔"

"جی نہیں۔ میں بھلا آپ سے کس طرح ناراض ہو سکتا ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔" میں بڑی اپنائیت سے بولا۔ "میں تمہارے ذہن میں ہونے والی اتھل پتھل کو محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ جواب میں خاموش رہا گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں نے جیب سے اپنی گاڑی کی چابی نکال کر مسکراتے ہوئے اس کے حوالے کی تو اس کا چہرہ اچانک کھل اٹھا۔

"اگر آپ کو کچھ ہو جاتا باس تو میں خود اپنی نگاہوں میں گر جاتا۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

"پھر آپ نے مجھے خود سے دور کیوں کر دیا تھا۔" میرا شبہ اس کی زبان پر آ گیا۔

"میں کسی کی مدد کے بغیر اپنے دشمنوں سے حساب برابر کرنا چاہتا ہوں۔" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "اب تک دوسرے مجھ سے کھیل رہے تھے مگر اب میری باری ہے' میں انہیں سکون کی نیند نہیں لینے دوں گا۔"

"میں ہر محاذ پر آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

"ایک شرط پر۔"

"وہ کیا۔" وہ مجسم سوال بن گیا۔

"ندیم میرا دوست ہے' میرا ہمدرد ہے' میرا ساتھی ہے' میری خاطر وہ سنگلاخ پہاڑوں سے بھی ٹکرا جانے سے بھی گریز نہیں کرے گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک بار خود تن تنہا اپنے بازوؤں کی آزمائش بھی کر لوں' تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو لیکن اس شرط پر کہ تم اپنی زبان سے میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں باس۔ لیکن وہ جو آپ کی نگرانی پر مامور ہیں وہ تو خاموش نہیں رہیں گے۔"

"تم انہیں ان کا کام کرنے دو' تم صرف میرے کہنے پر عمل کرو۔"

دانش چلا گیا تو میں فائلوں کو دیکھنے لگا۔ میری غیر موجودگی میں بہت ساری فائلیں جمع ہو گئی تھیں' میں ان میں سے پہلے ان فائلوں کو دیکھنے لگا جن پر "اشد ضروری" کا ٹھپا لگا ہوا تھا۔ میں پوری توجہ اور انہماک سے ان فائلوں کو نپٹا رہا تھا جب مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔ میں نے اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر فائلوں سے نظر ہٹا کر دیکھا تو کالا میرے گوشہ سکون کے ایک صوفے پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ ایک بار پھر وہ اپنے تمام کیل و کانٹے سے لیس ہو کر مجھے دعوت نظارہ دے رہی تھی۔ مجھے اس پر ہنسی آ گئی۔ کبھی وہ پوری طرح مجھ پر حاوی تھی' میں اس کا دست نگر اور محتاج تھا' یہ اور بات ہے کہ میں متعدد موقعوں پر اسی کی وجہ سے موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا تھا لیکن اب کفر کی وہ ناپاک قوت میرے لیے خطرناک بن گئی تھی' وہ مجھے میرے دشمنوں کے سامنے سرنگوں کرنے کی خواہش مند تھی لیکن عثمان غنی کے درمیان میں آ جانے سے اس کا غرور تکبر ٹوٹ گیا تھا' وہ اب مجھے لبھا کر اپنے حسن کا جادو جگا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتی تھی۔ اس کی قاتل اور ساحرانہ آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"اس قدر غور سے کیا دیکھ رہی ہو کالا رانی۔"

"تم کام کرتے رہو مجھے اچھے لگ رہے تھے اس لیے میں نے تمہیں چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔" اس نے ایک ادا سے

بالِ جبریل — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال — قیمت : -/30

ضربِ کلیم — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال — قیمت : -/40

بانگِ درا — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال — قیمت : -/60

شاعرِ امروز و فردا — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال — قیمت : -/150

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

جواب دیا۔

"میرے کام تم سے زیادہ اہم اور ضروری تو کبھی نہیں رہے۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب تم کاکا سے دور ہوتے جا رہے ہو۔" وہ لہراتی بل کھاتی اٹھی۔ ہوا کے کسی معطر جھونکے کی طرح میرے قریب آ کر بولی۔ "اتنے کٹھور دل تم پہلے تو کبھی نہیں تھے۔"

"کبھی کبھی انسان کے اپنے اندر بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ بدلتے موسموں کی طرح اس کے انداز بھی رنگ تبدیل کرنے لگتے ہیں لیکن تمہاری بات اور ہے۔" میں نے اس کے سراپا کو بہت غور سے دیکھا۔ "تم میری محسنہ ہو' میں تمہارے احسانات کا شمار کرنا چاہوں تو شاید میرے لیے یہ بھی ممکن نہ ہو گا۔"

"کاکا پہ طنز کر رہے ہو۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"تمہیں شاید دھوکا ہوا ہے۔" میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ "بھلا میں اور تم پر طنز کروں گا۔ تم جو مہان شکتی کی مالک ہو' تمہاری شکتی اپرم پار ہے' تم دیوتاؤں کی منظور نظر ہو' تم خود کو ہر رنگ میں ڈھالنے کی طاقت رکھتی ہو' تمہارا روپ نرالا ہے' تم نے میری وجہ سے شنکر کو ٹھکانے لگایا ہے' یاد ہے تمہیں ۔۔۔ وہی شنکر جس کی وجہ سے میں نے تمہیں پہاڑ کی ایک تنگ و تاریک گپھا کی غلاظتوں سے نکالا تھا' اس وقت تم محض ایک بے جان مورتی تھیں لیکن اب ۔۔۔ چنگاری نے چمک کر شعلہ کا روپ اختیار کر لیا ہے۔"

"شہباز خان ۔۔۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا' شاید وہ اپنے وجود کو میرے تیرو نشتر سے گھائل ہوتا دیکھ کر تلملا اٹھی تھی۔

"حکم دو کاکا رانی' تمہارا سیوک تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہے۔" میں نے کسی سعادت مند عاشق کا انداز اختیار کیا۔ "اب تو میرے سر سے وہ چھایا بھی دور ہو چکی ہے جس نے تمہیں میرے دل و دماغ تک پہنچنے سے روک رکھا تھا۔ اب تو تمام دوریاں ختم ہو چکی ہیں۔ تمام فاصلے ختم ہو گئے ہیں لیکن مجھے تم سے شکوہ ہے ۔۔۔ تم بھی میرے اوپر مہربان ہوتی ہو تو اپنے حسن کے سحر سے مجھے تسخیر کر لیتی ہو' تمہاری گھنیری زلفوں کی چھاؤں تلے مجھے وہی سکون و راحت ملتی ہے جو کسی تھکے ہوئے مسافر کو نیم کے چھاؤں تلے میسر آتی ہے لیکن جب تم جوالا مکھی کا روپ دھارتی ہو تو میرا انگ انگ جل کر خاک ہونے لگتا ہے۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "تم ایسا کیوں کرتی ہو کاکا رانی' میرے ساتھ دھوپ چھاؤں کا یہ کھیل کیوں کھیلتی ہو۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز خان۔" وہ تلخ انداز میں ہنسی۔

"تم ایک وقتی سہارا پا کر اپنی کاکا کو بھولنے کی کوشش کر رہے ہو' پر تم اتنا یاد رکھنا کہ جب وہ چھایا ہمارے درمیان سے ہٹ گئی تو کوئی اور شکتی بھی کاکا کا راستہ نہیں کاٹ سکے گی۔"

"شما (معاف) کرنا کاکا رانی۔" میں نے اسے جلانے کی خاطر کہا۔ "میں تم سے بھوشن مہاراج کی خیریت دریافت کرنا تو بھول ہی گیا تھا۔"

"اس کی چنتا مت کرو' جب تک میں اس کے ساتھ ہوں تمہاری منوں کامنائیں (خواہش) پوری نہیں ہوں گی۔"

"تم حکم دو میں بھوشن کے راستے سے ہٹ جاؤں گا' تمہارے بڑے اُپکار (احسان) ہیں مجھ پر۔"

"یہ تم نہیں' وہ شکتی بول رہی ہے جس نے تمہیں سبز باغ دکھا کر اپنی مٹھی میں کر لیا ہے۔"

"اور سناؤ کیا خیر خبر ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "میں تمہارا شکریہ ادا کرنا تو بھول ہی گیا' مجھے یقین ہے کہ بھوشن نے تمہارے ہی مشورے پر میرے خلاف پولیس کیس واپس لیا ہے۔"

"نہیں ۔۔۔ میں اس سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔" کاکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ اس کی اپنی کوئی چال ہے۔"

"لیکن تم مجھے اس کی چال سے آگاہ نہیں کرو گی۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔"

"مجھ سے بار بار ناراض مت ہو جایا کرو۔" میں نے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم پروفیسر ابرار سے ملنے گئے تھے؟" وہ میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں ۔۔۔ تمہارے حکم کے مطابق میں وہاں کی سن گن لینے گیا تھا لیکن پروفیسر بری طرح چڑچڑا ہو رہا ہے' مارگریٹ کی موت نے شاید اس کے ذہن پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھوڑا۔"

"بات اب اچھی کرنے لگے ہو۔"

"تمہاری کرم نوازیاں ہیں ورنہ ۔۔۔"

"ایک بات کہوں شہباز خان ۔۔۔ کاکا سے چھل کپٹ تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

"میں بھی محسوس کر رہا ہوں کہ آج کل ہر طرف گرانی کا دور دورہ ہے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو بھولے ناتھ کہ اب میں تمہارے من کا حال پڑھ سکتی ہوں۔"

"کیا تم اس وقت بھی یہی کچھ کہنے آئی تھیں۔" میں نے اس کے حسن کی سحر انگیزیوں کو للچائی نظروں سے دیکھا۔ "اپنی بھی کیا بے رخی وہ گھڑی کو آتی ہو اور اکھڑی اکھڑی باتیں شروع کر دیں۔ میرے قریب نہیں آؤ گی۔"

"ضرور آؤں گی لیکن اس سے پہلے تمہیں بتا دوں کہ جس راستے پر تم نے قدم آگے بڑھائے ہیں اس کا موڑ تمہارے لیے خطرناک ہو گا۔"

"اسے دھمکی سمجھوں یا نصیحت۔" میں نے اسے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میں جا رہی ہوں شہباز خان مگر یہ بات اپنی کھوپڑی سے نکال دو کہ تم کاکا کی مہان شکتی جسے دیوتاؤں کا آشیرباد بھی حاصل ہے آسانی سے چھٹکارا پا لو گے۔ ایک دن پھر تمہیں میرے چرنوں پر جھکنے کے لیے مجبور ہونا ہو گا۔"

"میں تو اس وقت بھی تیار ہوں لیکن شاید تم میرے قریب آنے سے گھبرا رہی ہو۔"

"یہ خیال ہے تمہارا۔ لیکن جب من میں میل ہو تو شریر کا ملاپ ہمیوتوں کو شوبھا نہیں دے گا۔"

"پھر تم اس قاتلانہ انداز میں میری پیاس بھڑکانے کی غرض سے کیوں آئی تھیں۔" میں نے شکوہ کیا۔ "وہ کوئی معمولی عورت نہیں تھی' کاکا تھی' جس کے بے شمار چمتکار اپنی بند آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔"

"پروفیسر ابرار کے سلسلے میں تم نے کاکا کے ساتھ دھوکا کر کے اچھا نہیں کیا پر تو میں اتنی جلدی اپنے ارادے سے باز نہیں آؤں گی۔ بھوشن نے ہاتھ باندھ کر مجھ سے اس کارسوئے کی فرمائش کی ہے میں اس کی اچھا (آرزو) ضرور پوری کروں گی۔"

"ایک بات پوچھوں کاکا۔"

"پوچھو۔"

"کیا تم بھوشن کے ساتھ بھی لگاوٹ کی باتیں کرتی ہو۔"

"اب تم میرا اپمان کر رہے ہو۔" اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں بھڑکتے شعلوں کا رقص شروع ہو گیا۔

"مجھے غلط مت سمجھو کاکا رانی۔" میں نے کسی پیدائشی عاشق کی طرح اظہار محبت کی۔ "کوئی بھی شخص رقابت کے جذبوں کو زیادہ دنوں نہیں دبا سکتا' شاید یہی وجہ ہے ابھی تک میں اور بھوشن ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔"

"تم نے اونچا اڑنا بھی سیکھ لیا ہے۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "اپنی حیثیت بچانے کی کوشش کرو شہباز خان' تمہاری وہ مہان والی بڑھیا ابھی ابھی تک کاکا کی گرد کو بھی نہیں چھو سکی۔ اس کی قدر کرو' ورنہ اگر یہ بھی گزر گیا تو پھر تمہارے لیے تمام راستے ایک ایک کر کے بند ہو جائیں گے۔"

"جگت نارائن کے بارے میں مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسے غریب آصف کو پولیس کے جھمیلوں میں الجھانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"غفر سے بہت ہمدردی ہے تمہیں' کیوں؟"

"تم جو چاہے سمجھ لو لیکن کسی سندر کنیا کا اپمان کرنا بھی میرے نزدیک پاپ سے کم نہیں ہے۔"

"اب تم پاپ اور پن کی باتیں کرنا سیکھ گئے ہو' خوشی ہوئی مجھے۔"

"میں نے آصف کے بارے میں پوچھا تھا۔" میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"گھبراؤ نہیں' سب کچھ بہت جلد جان پاؤ گے' بس کچھ دنوں کی بات ہے۔" کاکا نے مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھا پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں اس کے جانے کے بعد دوبارہ فائلوں کی سمت متوجہ ہونا چاہتا تھا کہ حسنہ کمرے میں داخل ہوئی۔ خلاف توقع وہ اس وقت بہت سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"کیا آج میری قسمت کے ستارے کہیں کبڈی کھیلنے گئے ہوئے ہیں۔" میں نے حسنہ کے بیٹھنے کے بعد اس کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ "ابھی کاکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ آئی تھی لیکن روٹھ کر چلی گئی اور اب تم ۔۔۔ تم شروع ہی سے روٹھی روٹھی نظر آ رہی ہو۔"

"مجھے تمہاری حماقت پر غصہ آ رہا ہے۔" خلاف توقع حسنہ نے کچھ زیادہ ہی بے تکلفی سے کہا۔ "تمہیں جب منع کر دیا گیا تھا تو پھر تم نے بھوشن کو جان سے مار دینے کی خواہش کیوں کی تھی۔"

"کیوں؟ کیا تم نے اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا کہ اب میں بھوشن کا قصہ تمام کر دوں۔"

"جانتے ہو بھوشن نے تمہارے خلاف پولیس کیس کیوں واپس لیا ہے۔"

"کوئی گہری سازش۔" میں نے اس سے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں ۔۔۔" وہ پورے یقین سے بولی۔ "اسے ایسا کرنے کے لیے جگت نارائن نے مجبور کیا تھا۔ وہ براہ راست تمہیں ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔"

"آصف کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے' کیا واقعی وہ سلمان قیصر کا قاتل ہو سکتا ہے۔"

"نہیں ۔۔۔" حسنہ بولی۔ "اس کی ایک الگ کہانی ہے' جگت نارائن کے آدمیوں نے اس کی کچھ مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر پھانسنے کی کوشش کی ہے وہ مجبوراً قربانی کا بکرا بننے پر آمادہ ہو گیا اس کے سوا اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔"

"ایسی بھی کیا مجبوری ہو سکتی ہے جو انسان کو پھانسی کے پھندے تک لے جانے پر مجبور کر سکتی ہے۔"

"جگت نارائن کے آدمیوں نے آصف کی جانب ایک

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

چارہ ڈالا تھا' ایک مقامی کلب کی بدنام ڈانسر جو کبھی جگت نارائن کی کمزوری بھی رہ چکی ہے' جگت نارائن اپنے پیچھے کوئی ثبوت چھوڑنے کا عادی نہیں ہے۔" حسنہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "خوبصورت عورتیں خواہ کتنی بدکردار کیوں نہ ہوں وقتی طور پر کسی بھی نوجوان کا راستہ روک سکتی ہیں' جگت نارائن نے بھی یہی کھیل کھیلا۔ پہلے اس ڈانسر کو آصف کے پاس بھیجا پھر اپنے آدمیوں سے اس قدر مقامی سے مروادیا کہ ایک لمحے کو خود آصف بھی اپنے آپ کو اس کا قاتل سمجھنے پر مجبور ہو گیا۔ وہاں کچھ ایسے افراد بھی موجود تھے جن کا تعلق بھی جگت نارائن کے گروہ سے تھا۔ انہوں نے آصف کو جائے حادثہ سے فرار کرادیا لیکن اس سے پیشتر وہ آصف کی بوکھلاہٹ' رقاصہ کی آصف کی بانہوں میں موت اور پہلے سے طے شدہ تمام گفتگو کی ویڈیو تیار کر چکے تھے۔ آصف کی ایک بوڑھی ماں اور ایک جوان بہن بھی ہے۔ جگت نارائن نے ان دونوں کو زیر زمین پہنچادیا ہے اور آصف کو دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے جگت نارائن کے حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو اس کی ماں بہنوں کو ختم کرادیا جائے گا۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر سوچ کر پوچھا۔ "جگت نارائن اور آصف کی دشمنی کی کیا وجہ تھی۔"

"جگت نارائن بھی نغمہ کے چاہنے والوں میں سے ایک ہے۔ مگر ایسے چاہنے والوں میں سے جن کی تمام پچھے دار باتیں بس ایک رات تک قائم رہتی ہیں' مطلب نکل جانے کے بعد وہ اسے بچانے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ جگت نارائن کے آدمیوں نے آصف کو آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ نغمہ کو کسی بھی بہانے سے ایک مخصوص مکان تک پہنچادے۔ "آصف اس پر آمادہ نہیں ہوا تو جگت نارائن نے اسے اپنا نشانہ بنادیا۔"

"لیکن آصف ہی کیوں۔۔۔ وہ اپنے ٹولے کے شہ بدمعاشوں کے ذریعہ بھی نغمہ کو اٹھوا سکتا تھا۔"

"اس کا خیال ہے کہ اب وہ آصف کو بچانے کا سودا کر کے براہ راست نغمہ کو پھانسنے کی کوشش کرے گا۔"

"حسنہ۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔ "کیا تم مجھے جگت نارائن سے ٹکرانے کا کوئی موقع فراہم نہیں کر سکتیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ خوبصورت لڑکیوں کا رسیا ہے تو تمہیں کیبرے وائی کی حیثیت میں بھی تسخیر نہ کرتا ہوگا۔ میں اسے کسی ایسے موقع پر ہی بے نقاب کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" وہ بڑی صاف گوئی سے بولی۔ "میں تم کو پہلے ہی بتاچکی ہوں کہ صرف بھوشن کی حد تک میں تمہارا ساتھ دو رو رہ کر دے سکتی ہوں۔"

"تمہیں بھوشن سے کیا دشمنی ہے۔" میں نے تیزی سے متعدد بار پوچھے جانے والے سوال کو ایک بار پھر دہرایا۔

"اس کا جواب تمہیں بھوشن کی موت کے بعد ہی مل سکتا ہے' اس سے پہلے نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر اٹھ کر چلی گئی۔ میں اب بڑی سنجیدگی سے آصف کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کسی تیز دھار تلوار کے اوپر فضا میں بے یار و مددگار لٹکا ہوا تھا۔ زبان کھول دینے کی صورت میں اس کی بے گناہ بہن اور بوڑھی ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ زبان بند رکھنے کی پاداش میں اسے خود پھانسی کے پھندے تک جانا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر نغمہ کے نمبر ڈائل کیے۔ اتفاق سے وہ مجھے گھر ہی مل گئی' کال بھی خود اسی نے ریسیو کی تھی۔

"میں آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔"

"زہے نصیب۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔ "یہ آپ کو اس اچانک اور ایمرجنسی میں مجھ سے ملاقات کرنے کا خیال کس طرح آگیا۔"

"اس کا جواب میں فون پر نہیں دے سکتا۔ کچھ ایسی اہم بات ہے۔"

"ٹھیک ہے' آجائیے' میں آپ کو گھر پر ہی ملوں گی۔"

"میں آپ سے کسی ایسی جگہ ملنا چاہتا ہوں جہاں آپ کے ڈیڈی۔۔۔"

"وہ اس وقت ایک کانفرنس میں گئے ہوئے ہیں' واپسی رات سے پہلے نہیں ہوگی۔"

"پھر میں آرہا ہوں۔" میں سلسلہ منقطع کر کے نیچے آیا' دانش گاڑی کے آس پاس ہی منڈلا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے جلدی سے لپک کر پچھلا دروازہ کھول دیا۔ گاڑی میرے بیٹھتے ہی حرکت میں آگئی۔

"کہاں چلنا ہے باس۔" دانش نے بلڈنگ کے احاطے سے نکل کر کھلی سڑک پر آتے ہوئے سوال کیا۔

"سیٹھ نعمان کا گھر دیکھا ہے تم نے؟"

"فکر نہ کریں' میں بمشکل دس منٹ بعد آپ کو ان کے عالی شان محل تک پہنچادوں گا۔"

دانش نے غلط نہیں کہا تھا' چند ہی منٹ بعد ہی میں نغمہ کے ساتھ اس کے اسٹڈی روم میں تھا جہاں ہمارے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا' میں نے کسی تمہید کے بغیر اسے آصف کی پوزیشن سے آگاہ کیا تو ایک ثانیے کو اس کی حسین اور کشادہ پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں پھر اس نے کچھ توقف سے کہا۔

"مجھے آصف کی ماں اور بہن سے پوری پوری ہمدردی ہے لیکن اس سلسلے میں بھلا میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"تم ذرا سی عقلمندی کا ثبوت دو تو نہ صرف آصف ایک آہنی شکنجے سے آزاد ہو سکتا ہے بلکہ جگت نارائن بھی ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے۔"

"تم ہو۔۔۔" نغمہ نے غصے سے جواب دیا۔ "میں اس باشندے کا نام سننا بھی پسند نہیں کر سکتی۔ بات کرنا تو دور کی بات ہے۔"

"بات تم نہیں' جگت نارائن یا اس کے کسی آدمی کے ذریعے شروع ہوگی اور تمہیں محض ڈرامے کے سین میں زندگی کا رنگ بھرنے کی خاطر اپنے دل پر جبر کر کے تھوڑی سی اداکاری کرنی ہوگی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ آصف بے گناہ ہے۔"

"سو فیصد۔"

"کیا میں تمہاری معلومات کا ذریعہ دریافت کر سکتی ہوں۔"

"او کے۔" میں مایوسی کے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "اگر تم بہ خوشی آمادہ نہیں ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

میں واپسی کے لیے پلٹا تو اس نے لپک کر میری کلائی تھام لی۔ اس کے نرم و گرم ہاتھوں میں کچھ ایسی تپش تھی کہ میں تلملا کر رہ گیا۔ میں نے پلٹ کر نغمہ کی جانب دیکھا' وہ خود سپردگی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی' میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن ایک نامعلوم سی خواہش میرے اندر چھپے ہوئے شیطان کو اکسا رہی تھی' میرے قدم اکھڑ گئے۔ دوبارہ مجھے ہوش آیا تو نغمہ کے بھیگے ہوئے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی' وہ اپنی فتح پر بے حد خوش تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اس سے آصف کے بارے میں دوبارہ کہا تو وہ میرا ساتھ دینے کو آمادہ ہو گئی۔ نغمہ کے ساتھ وہ سودا مہنگا ضرور تھا لیکن مجھے خوشی اس بات کی تھی کہ میں اب ایک تیر سے دو شکار کھیل سکتا تھا۔ آصف کی بے گناہی' اس کی ماں بہن کی رہائی اور جگت نارائن کے چہرے کی نقاب کشائی۔ واپسی پر میں اپنے ذہن میں اس ڈرامے کی پلاننگ کر رہا تھا کہ مجھے قریب سے عثمان غنی کی آواز سنائی دی۔

"یو آر گریٹ' رستمی مجھے امید نہیں تھی کہ تم اتنی جلدی میری دوستی حاصل کر لو گے۔"

میں نے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا' وہ پچھلی سیٹ پر میرے برابر ہی عجیب بچکانہ انداز میں آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔

"تم۔۔۔" میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم آصف کے سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہو۔"

"میرے لیے اتنے چھوٹے چھوٹے لفظ استعمال نہ کیا کرو۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "فکر مت کرو' آصف کا معاملہ بڑی آسانی سے طے ہو جائے گا۔"

"اور اس کی بوڑھی اور جوان بہن۔"

"وہ بھی میری دسترس سے باہر نہیں ہیں' لیکن اس وقت تمہیں آصف سے زیادہ احمد غوری پر توجہ دینی چاہیے جو درپردہ تمہارا کاکا ہی کی ایما پر پروفیسر کے ذہن کو آہستہ آہستہ مفلوج کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو پروفیسر کا اہم فارمولا دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور وہ کمسن ندا احمد غوری نے اسے بھی اپنے خطرناک منصوبے کی خاطر اپنے جال میں پھانس رکھا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ میں نے یہی محسوس کیا تھا۔" میں نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "غالباً" کاکا کی طاغوتی قوت نے احمد غوری کے دل و دماغ کو پوری طرح اپنے ٹرانس میں لے رکھا ہے' وہی بھوشن کی خاطر پروفیسر سے وہ فارمولا حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

"کاکا کو بھول جاؤ رستمی' وہ محض ایک سراب ہے اور سراب سے انسان کی پیاس کم ہونے کے بجائے اور بھڑک اٹھتی ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا۔" میں نے غیر اختیاری طور پر پوچھا۔

"احمد غوری کی زبان کھلوانے کے بعد تم ندا جیسی حسین چڑیا کو بھی اس کے پنجرے سے آزاد کرا سکتے ہو اور اس ادارے کو بھی تحفظ فراہم کر سکتے ہو جو پروفیسر ابرار کی شکل میں تمہارے وطن کی خاطر اپنی زندگی داؤ پر لگا چکا ہوں۔"

"احمد غوری مجھے اس وقت کہاں مل سکے گا۔"

"اپنے ڈرائیور سے کہو کہ گاڑی کا رخ سول لائنز کی طرف موڑ لے۔ وہاں واقع واحد سپر اسٹور کی برابر والی عمارت ثنا اپارٹمنٹ کے تھرڈ فلور پر وہ روم نمبر تھرٹی نائن میں تنہا رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ تمہیں گھر پر ہی ملے گا' میں تمہارے آس پاس ہی رہوں گا لیکن پھر بھی تم محتاط رہنا' وہ کسی چھلاوے کی طرح بازی پلٹ دینے کا عادی ہے۔"

"میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں۔" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔" "البتہ تم اسے اپنے دوست مسٹر سراج کے حوالے کر سکتے ہو' میں یہی چاہتا ہوں کہ تمہاری کاکا کی بے چینی کا بھی تماشا دیکھوں۔"

"کیا کاکا واقعی تم سے مقابلہ کرنے سے کتراتی ہے۔"

"احمد غوری کے بعد تمہیں ندا کا خیال رکھنا ہوگا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر بڑی صاف گوئی سے بولا۔ "ایک بات یاد رکھو رستمی' انسان کو دوسروں سے بہت کچھ حاصل کرنے کی خاطر تھوڑا بہت خود بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی وہ فضا میں تحلیل ہو گیا۔

زندگی کی رفتار اچانک بہت تیز ہوتی جارہی تھی' میری فہرست میں اب بھوشن کے بعد جگت نارائن کا نام بھی شامل ہوچکا تھا جو ابھی تک جرائم کی دنیا میں اور پولیس کے محکمے میں ایک ناقابل حل معما بنا ہوا تھا۔

ثنا اپارٹمنٹ تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ میں نے گاڑی سے نیچے اتر کر دانش کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کیا تو اس کے چہرے پر خوشی کے ڈونگرے برسنے لگے۔

"ہم اس وقت جہاں چل رہے ہیں وہاں تھوڑی بہت توڑ

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

چھوڑ ہونے کے بھی امکانات ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں باس۔" دانش نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "بے کار بیٹھے میرے جوڑ بھی جام ہونے لگے ہیں۔"

"اس بات کا خیال رہے کہ ہمیں اس کو زندہ پکڑنا ہے۔" میں نے خاموشی سے کہا اور لفٹ میں سوار ہو گیا۔ تیسری منزل تک پہنچنے میں بمشکل پندرہ سیکنڈ لگے تھے۔ لفٹ سے باہر نکلتے ہی ہم اس کاریڈور میں پہنچ گئے جس میں خاصا دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ کاریڈور کے دونوں اطراف چوسٹون اپارٹمنٹ موجود تھے۔ ہر اپارٹمنٹ کے سامنے ایک چیل کے خوبصورت گملے میں نازک نازک بیلیں لگی ہوئی تھیں۔ ذرا ذرا سی دوری پر دیوار پر خوبصورت فریمز میں خوش صورت مناظر کی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ ٹیک وڈ کے دروازے کے سیدھے ہاتھ کی جانب درمیان سے ذرا اوپر چیل کے جگمگاتے نمبر اپارٹمنٹ کی نشاندہی کر رہے تھے۔ پورے کاریڈور میں ایئر کنڈیشن کی نم سرد ہوائیں سبک خرام تھیں۔ میں تھرٹی نائن نمبر والے دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔ دانش کو محتاط رہنے کا اشارہ کیا پھر کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

دروازہ کھولنے والا خود احمد غوری تھا جو مجھے دیکھ کر بری طرح چونکا پھر سرد لہجے میں بولا۔

"تم ــــ یہاں بھی آگئے۔"

"مجھے پروفیسر کے سلسلے میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"سوری ــــ میں گھر پر کسی ناواقف کار سے ملاقات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"میں جو اطلاع آپ کے لیے لایا ہوں وہ بہت اہم بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"کیسی اطلاع۔" اس نے درشت لہجے میں سوال کیا۔ دزدیدہ نظروں سے وہ دانش کو بھی دیکھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر جس غیر معمولی فارمولے پر کام کر رہا ہے اس کا نصف حصہ پہلے ہی اس کی لاعلمی میں لیبارٹری سے باہر نکل چکا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مارگریٹ کی موت کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ اس نے بدعہدی کا ثبوت دے کر تمام رقم ہڑپ کرنے کی حماقت کی تھی۔"

"پھر ــــ میں کیا کر سکتا ہوں۔" احمد غوری نے میرا جملہ سننے کے بعد کینہ توز نظروں سے گھورا۔

"میں صرف ایک مختصر سی بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے تیور بدل کر احمد غوری کو مخاطب کیا۔ "اگر مس ندا کے ہاتھ سے وہ مشروب گر پڑا تھا تو تمہارے چہرے کا رنگ کیوں فق ہو گیا تھا۔"

"گیٹ لاسٹ ــــ" وہ حقارت سے بولا پھر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن دانش پوری طرح حالات سے نمٹنے کو تیار تھا۔ اس نے برق رفتاری سے اپنا ایک پیر دروازے کے درمیان ڈال کر دھکا دیا تو احمد غوری اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ اس غیر متوقع حملے کی وجہ سے لڑکھڑا کر اندر فرش پر گرا تھا لیکن جب تک ہم اندر داخل ہوتے وہ نہ صرف حیرت انگیز پھرتی سے اٹھ کھڑا ہو گیا تھا بلکہ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ایک پستول بھی موجود تھا جس کے اوپر سائیلینسر فٹ تھا۔ اس نے ہم دونوں کو کور کر رکھا تھا۔ اس کی انگلی کی ایک معمولی سی جنبش بھی ہم دونوں کی کھوپڑی اڑا سکتی تھی۔

"اب بتاؤ۔" احمد غوری خطرناک انداز میں غرایا۔ "تم دونوں یہاں تک کس مقصد سے پہنچے ہو۔"

"فارمولا مائی ڈیئر۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تم اگر چاہو تو ٹریگر دبا سکتے ہو لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو فارمولے کا وہ حصہ جو مارگریٹ کے ذریعے ہمارے ہاتھ لگا تھا تم تمام زندگی اسے حاصل نہ کر سکو گے۔"

"تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم سچ بول رہے ہو۔" اس کی آنکھیں جھپکے بغیر ہمارے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"تمہیں شاید یاد ہو کہ لیبارٹری کی طرف جانے والے راستے پر واقع پہلی چیک پوسٹ کچھ عرصے پہلے ایک خوفناک دھماکے سے اڑ گئی تھی۔ چیک پوسٹ کا تمام عملہ فضا میں چیتھڑوں کی شکل میں بکھر گیا تھا۔ ملٹری کا ایک ریٹائرڈ افسر بھی چیک پوسٹ والے حادثے میں کام آیا تھا اور اس حادثے کے دس بارہ روز بعد ہی مارگریٹ بھی ختم کر دی گئی تھی۔"

"تم اس مشروب کے بارے میں کیا جانتے ہو جو مس ندا کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔" وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ پستول پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ خاص طور پر اس نے میرے سینے کا نشانہ لے رکھا تھا۔

"مخصوص ذہنوں کے مالک اپنے اندر ایسی قوت ارادی رکھتے ہیں جسے کمزور کیے بغیر انہیں ان کے مقصد سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "مارگریٹ کی موت نے پروفیسر کو پہلا جھٹکا پہنچایا تھا لیکن وہ اپنی دھن کا پکا ہے اس لیے اپنے وطن عزیز کے لیے اس فارمولے کی تکمیل کے کام میں مصروف ہے جو دشمنوں کی تمام دفاعی قوتوں کو غیر موثر بنا سکتی ہے۔ اب پروفیسر سے وہ فارمولا حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے اس کی قوت ارادی کو کمزور کرنے کی خاطر اسے سلو پوائزننگ کر کے اس کے ذہن کو مفلوج کر دیا جائے لیکن

اس سے پہلے ہم شاید پروفیسر سے فارمولے کے ان کے بارے میں ضرور معلومات حاصل کرو گے۔"

"اچھا ہوا جو تم چل کر یہاں آگئے۔" احمد غوری کسی زہریلے ناگ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "مجھے تمہاری تلاش کی خاطر کہیں بھٹکنا نہیں پڑا ــــ اوے ــــ اب تم دونوں یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکو گے۔"

"ہم یہاں سے تنہا واپس جانے کے لیے آئے بھی نہیں ہیں۔" دانش نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔ اس کے لہجے میں ترشی تھی۔ "تمہیں بھی ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔ فارمولا مکمل ہو جانے کے بعد ہمیں جو کچھ ملے گا اس کا فٹی فٹی کر لیا جائے گا۔ یہ آفر تمہارے لیے بھی سود مند ہی ثابت ہو گی۔"

"میں مل بانٹ کر کھانے کا عادی نہیں ہوں۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ "رہا فارمولا تو پروفیسر کے ذہن میں اس کا پہلا حصہ بھی ضرور محفوظ ہو گا نہ ہوا تو وہ دوسرے حصے کی تکمیل میں اس طرح دیوانوں کی طرح شب و روز منہمک بھی نہ ہوتا۔"

"گویا تم ہمارے ساتھ پارٹنر شپ کرنے کو تیار نہیں۔" دانش ہی نے دریافت کیا۔ میری نظریں اس کی انگلی پر جمی ہوئی تھیں، میں موت سے خوفزدہ نہیں تھا۔ مجھے پوری توقع تھی کہ خان غنی حالات سے بے خبر نہیں ہو گا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کہیں آس پاس ہی کھڑا ہماری گفتگو سن رہا ہو لیکن مجھے بس ایک لمحے کی تلاش تھی۔ میں احمد غوری کو اپنے ہاتھوں سے سزا دینا چاہتا تھا۔ پھر قدرت نے میری یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ کمرے میں بائیں جانب والی کھڑکی بند تھی۔ اس پر سبز رنگ کا ونشنگ پلاسٹک موجود تھا جسے ہوا کے ایک تیز جھونکے نے حرکت دی تھی۔ کھٹ کی آواز ہوئی تو احمد غوری نے تیزی سے گھوم کر کھڑکی کی طرف دیکھا بس وہی لمحہ میری آزمائش بن گیا۔ میں نے تیزی سے جست لگائی اور احمد غوری کو اپنے ساتھ زمین پر لیتا چلا گیا۔ اس نے بوکھلا کر فائر کیا لیکن اس کا نشانہ خطا گیا پھر میں نے اس کی پستول والی کلائی پر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا تو پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔ اپنے بچاؤ کی خاطر وہ ٹانگیں جوڑ کر تیزی سے بدن کو فضا میں لوچ دیتا ہوا اٹھا تھا مگر اس کا پستول اب دانش کے ہاتھ میں تھا۔ احمد غوری میرے اوپر چھلانگ لگانا چاہتا تھا لیکن کراہ کر دوبارہ زمین پر الٹ گیا۔ دانش کا نشانہ خطا نہیں گیا تھا اس کی پنڈلی سے بہنے والا خون سفید قالین کو بدنما کر رہا تھا۔ میں نے پہلی فرصت میں الماری سے ٹائی نکال کر اس کے ہاتھ پاؤں پوری طرح جکڑ دیے۔

"تم لوگ زندہ نہیں بچ سکو گے۔" وہ بے بس ہونے کے باوجود بگڑتے ہوئے اسے بولا۔ "تم دونوں کی موت تمہارے تصور سے بھی زیادہ عبرت ناک ہو گی۔"

"تم کس کے لیے کام کر رہے ہو۔" میں نے سرد مہری سے سوال کیا۔

"اس کا اندازہ بھی بہت جلد تمہیں ہو جائے گا۔"

"ندا سے تمہارے تعلقات کس قسم کے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" وہ اب آہستہ آہستہ اپنے اعصاب پر قابو پاتا جا رہا تھا۔

میں نے جواباً کچھ کہنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے قریب سفید قالین پر جگت نارائن کے مخصوص نشان کو سکے کی شکل میں دیکھا تو میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ وہ سکہ غالباً اس کی جیب میں پڑا تھا جو اچھل کود میں اس کی جیب سے باہر نکل آیا تھا جس کا اسے علم نہیں ہو سکا تھا۔ شاید احمد غوری نے جگت نارائن کی وجہ سے ہمیں خطرناک نتائج کی دھمکی دی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہاری موت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔ "بات اگر یوشن کی حد تک محدود ہوتی تو شاید وہ تمہیں معاف کر دیتا لیکن جگت نارائن۔"

"جگت نارائن۔" وہ چونکا پھر تیزی سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "یہ نام میں پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"پھر بھی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تم جیسے وطن کے غداروں کا حشر جتنا خراب ہو اتنا ہی کم ہے۔ دولت کی لالچ میں اگر تم اپنے وطن کے اہم ترین راز بھی غیر حکومتوں کو فروخت کر دینے سے دریغ نہیں کر سکتے۔ عمر کی قید بھی تم جیسے ضمیر فروش کے لیے بہت کم ہو گی۔"

"میں اب بھی تمہارا مقصد نہیں سمجھا۔" اس نے تیور بدل کر کہا۔ "تم مجھے ضمیر فروش ہونے کا طعنہ دے رہے ہو لیکن خود اپنے بارے میں تم کیا کہو گے کہ چوری اور بدمعاشی کر کے مجھ جیسے معزز شخص کے اپارٹمنٹ میں گھس آئے ہو۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم نے صرف دوسروں سے سنا ہے یا خود بھی کچھ واقفیت رکھتے ہو۔"

"میں اس نام کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ــــ"

"تم بکواس کر رہے ہو۔" میں نے حقارت سے ایک بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا پھر J.N والا سکہ اٹھا کر اس کے سامنے کیا۔ "اس سکے کے بارے میں تم کیا کہو گے۔"

"یہ ــــ یہ سکہ نہیں ہے۔" اس نے شاید پہلے سے سوچا ہوا جواب دیا۔ "یہ ایک شکاری کا ٹریڈ مارک ہے جو صرف آدم خور شیر اور چیتوں کو مارنے کا عادی تھا۔ تم اس کے ایک طرف چیتے کے کھلے ہوئے منہ کو دیکھ سکتے ہو۔"

"اور J.N کے بارے میں تمہیں کیا سبق پڑھایا گیا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہے۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے یہ اس شکاری کا نام ہو۔"

"کیا تم شرافت سے اپنی زبان نہیں کھولو گے۔" دانش نے اسے خطرناک لہجے میں مخاطب کیا۔ "اپنی ہڈیوں کا سرمہ بنوانے کا اگر اتنا ہی شوق ہے تو میں تمہیں یہاں سے اٹھا کر باہر سڑک پر بھی پھینک سکتا ہوں۔"

جواب میں احمد غوری نے خونخوار نگاہوں سے دانش کو دیکھا پھر دانت پیس کر رہ گیا۔

"اگر تم اب بھی اپنی زبان کھول دو تو ہم تمہارے ساتھ کچھ رعایت کر سکتے ہیں۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم لوگ کون ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو اور وہ سکہ جو تم نے ابھی مجھے دکھایا تھا اس کا کیا مطلب ہے۔"

"تمہارے لیے یہی انداز اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "اگر تم پولیس کے سامنے بھی خود کو لاعلم، پاگل یا دیوانہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تمہاری گلوخلاصی بھی ہو سکتی ہے۔"

"تم دونوں کون ہو۔ یہاں کیا لینے آئے ہو۔"

میں نے دانش کو اسے سنبھالنے کا اشارہ کیا پھر ملحقہ کمرے میں داخل ہو گیا جہاں فون مجھے سامنے ہی رکھا نظر آ گیا۔ اپارٹمنٹ کی ویرانی بتا رہی تھی کہ اس میں احمد غوری کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔ میں نے سراج سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اسے ایک فرضی کہانی سنائی پھر اپارٹمنٹ کا پتا سمجھانے کے بعد باہر آ گیا۔ میں نے اسے صرف یہی بتایا تھا کہ جگت نارائن کے گروہ کا ایک اہم آدمی اتفاقاً میرے ہاتھ لگ گیا ہے جسے میں اپنا نام درمیان میں لائے بغیر پولیس کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ باہر آ کر میں نے احمد غوری پر ترکیب نمبر دو آزمائی۔ بے چارا مجھ کی زد پر تھا اس لیے اس کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں کی گئی۔ میں نے اس کی کنپٹی کی ایک مخصوص رگ پر معمولی سی زور آزمائی کی تھی جس کے نتیجے میں وہ بے ہوشی سے ہمکنار ہو گیا تھا۔ میں نے J.N والا مخصوص سکہ وہیں چھوڑا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"نکل چلو۔" میں نے باہر کی جانب لپکتے ہوئے کہا۔ "سراج اپنے آدمیوں کے ساتھ کسی لمحے بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔"

"لیکن۔"

"اسے خود میں نے ہی فون کیا ہے۔" میں نے دانش کی بات سمجھ کر کہا۔ "گھبراؤ نہیں، میرا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"

"کیا یہ بھی بھوشن کے زر خرید کتوں میں سے کوئی ایک تھا۔" دانش نے میرے ساتھ لفٹ میں سوار ہوتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی ایک الگ کہانی ہے جس میں براہ راست میرا سامنے آنا مناسب نہیں ہے۔"

ہماری گاڑی جس وقت سوس لین کی ایک جانب سے مین روڈ پر نکل رہی تھی اسی وقت دوسری جانب سے سراج کی جیپ جس پر مسلح افراد بھی موجود تھے سوس لین میں داخل ہو رہی تھی۔

دانش نے مین روڈ پر آتے ہی گاڑی کی رفتار تیز کر دی میں پچھلی نشست پر ٹیک لگائے آرام سے بیٹھا تھا کہ دانش نے کچھ دیر بعد مجھے ہوشیار کیا۔

"باس، میرا خیال ہے کہ سیاہ رنگ کی ٹیوٹا ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔"

میں نے چونک کر عقبی آئینے پر نگاہ ڈالی۔ کچھ فاصلے سے ایک بلیک کلر کی ٹیوٹا ہمارے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ میں محتاط ہو کر بیٹھ گیا۔

سیاہ رنگ کی ٹیوٹا ایک محدود فاصلے سے ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔ دانش پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار عقبی آئینے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ کچھ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر دانش نے ایک موڑ کاٹ کر بائیں طرف کا راستہ اختیار کیا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ تم کدھر جا رہے ہو؟ یہ راستہ تو دیہی علاقے کی سمت جاتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے سر۔" دانش نے رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ باس کی ٹیم کے افراد ہماری نگرانی ضرور کر رہے ہوں گے۔ سیاہ رنگ کی گاڑی ان کی نظر میں ضرور آ چکی ہوگی۔ ماسٹر کی اپنے جسم کے ہر حصے پر آنکھ رکھتا ہے۔ بھری پڑی سڑک پر فائرنگ کا تبادلہ کچھ بے گناہوں کی جان بھی لے سکتا ہے۔ اسی غرض سے میں نے گاڑی اس طرف موڑی ہے۔ اس روڈ پر ہم سیاہ کار کو بہ آسانی سینڈوچ بنا سکیں گے۔"

"اور اگر اتفاق سے ٹریفک کے ہجوم کی وجہ سے ماسٹر کی سیاہ کار کا نشان کھو بیٹھا تو؟"

"اس بار میں غلطی نہیں کروں گا سر۔" دانش بے حد سنجیدہ تھا۔ "ان حرامزادوں کا ایک قرض باقی ہے مجھ پر۔ اس روز میری ایک ذرا سی غلطی سے وہ ہماری کار کے ٹائر بیکار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن آج ایسا نہیں ہوگا۔"

"کیوں آج کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں آج میں پوری طرح فٹنگ فائٹنگ ہوں۔" دانش نے ترنگ میں آ کر جواب دیا۔ "آج میں کچھ دور آگے جانے کے باوجود انہیں خود قریب آنے کا موقع ضرور فراہم کروں گا اور

اس کے بعد میں اپنا قرض چکتا کروں گا۔"

"زیادہ دور اندیشی بھی کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ہولسٹر سے میں نے اپنا آٹومیٹک گن نکال لیا تھا لیکن اسی وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔ مجھے اپنی گاڑی میں ایک خودکار رائفل رکھنے کی ضرورت تھی تاکہ بوقت ضرورت کام آ سکے لیکن یہ وقت غلطیوں پر پچھتانے کا نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر گھوم کر دیکھا۔ سیاہ کار اب بھی ہمارے تعاقب میں تھی لیکن اس کے پیچھے دور دور تک کسی کار کا نشان نہیں تھا۔ مطلب صاف ظاہر ہے۔ ماسٹر کی ہجوم کی وجہ سے ہمیں مس کر چکا تھا۔ شاید دانش بھی اسی نکتے پر غور کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ مست بے پروا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بار بار عقبی شیشے پر نظریں ڈال رہا تھا۔

تعاقب اپارٹمنٹ سے ہماری روانگی کے بعد شروع ہوا تھا۔ شاید جگت نارائن کے آدمی پہلے سے احمد غوری کی نگرانی کر رہے ہوں گے اور پھر انہیں پولیس کار دیکھ کر اندازہ ہو گیا ہوگا کہ احمد غوری کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ اسے چھوڑ کر ہمارے تعاقب میں چل پڑے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے روانگی سے پہلے کسی لاسلکی نظام کے ذریعے کسی دوسری ٹیم کو احمد غوری کے بارے میں صورت حال سے آگاہ کر دیا ہو۔

یکلخت میرے ذہن میں حسنہ کا کہا ہوا ایک جملہ گونجا۔ بھوشن نے جگت نارائن کے زور دینے پر ہی میرے خلاف پولیس کیس واپس لیا تھا۔ جگت نارائن براہ راست مجھ سے ٹکرانا چاہتا تھا۔ اس بات کے ذہن میں آنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ سیاہ کار میں جگت نارائن کے کارندے ہی ہوں گے جو پوری طرح لیس ہوں گے۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔" دانش نے مجھے تسلی دینی چاہی۔ "آج میں تنہا ان سب پر بھاری پڑوں گا۔"

"جانتے ہو جو لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں وہ کون ہیں؟"

"دوست بہرحال نہیں ہوں گے۔"

"وہ جگت نارائن کے آدمی ہیں جو کیل کانٹے سے پوری طرح لیس ہوں گے۔" میں نے دانش کو پولیس کیس والی صورت حال سے آگاہ کیا۔ "آج وہ صرف ہماری گاڑی ناکارہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"او کے۔ پھر تو مجھے زیادہ سخت ایکشن لینا ہوگا۔" "آگے سے ایک راستہ گوٹھ کی سمت جاتا ہے جس کے بائیں جانب سرسوں کے کھیت دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تم گاڑی بائیں سمت موڑ کر بس ایک لمحہ کو اپنی کار کی رفتار چیک کرنا پھر تیزی سے آگے نکل جانا۔"

"کیا آپ کا راستے میں اترنے کا خیال ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اس طرح میں تمہارے لیے زیادہ موثر ثابت ہو سکوں گا۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔ خدا نے چاہا تو آج میں دشمنوں کو بھاگنے کا راستہ نہیں دوں گا۔ ان کی ساری حسرتیں دل کی دل میں گھٹ کر رہ جائیں گی۔"

"مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے پھر بھی تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

دانش نے مجھ سے مزید بحث مناسب نہیں سمجھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر اچانک الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کیوں ابھرے تھے وہ مجھے تنہا چھوڑ کر آگے نہیں جانا چاہتا تھا۔ اگر سیاہ کار والے مجھے دیکھ لیں گے تو پھر انہیں مجھے تنہا گھیر کر مارنا کچھ زیادہ دشوار نہ ہوگا لیکن پولیس کی ملازمت اور ٹریننگ نے مجھے ڈھیٹ بنا دیا تھا۔

اگلا موڑ قریب آتے ہی میں نے تیزی سے بائیں جانب رک کر دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ جما دیا۔ سیاہ رنگ کی کار سے ہمارا درمیانی فاصلہ پچاس گز سے کم نہیں رہا ہوگا۔ وہ غالباً زیادہ عجلت میں نہیں تھے۔ ہمیں دیہی علاقے کی سمت مڑتا دیکھ کر غالباً انہوں نے ہمارے اس اقدام کو ہماری بوکھلاہٹ سے تعبیر کیا تھا۔ انہیں معلوم رہا ہوگا کہ آبادی کا سراغ دس میل دور جانے کے بعد ہی مل سکتا تھا۔

دانش نے جیسے ہی اسٹیئرنگ کو اچانک بائیں جانب گھما کر بریک لگایا۔ میں دروازہ کھول کر لڑھکتا ہوا سرسوں کے کھیت میں داخل ہو گیا۔ دانش تیزی سے گاڑی آگے نکال لے گیا پھر میں نے کچھ ہی دور آگے جا کر اسے رکتا دیکھا تھا۔ مجھے اس پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ موجودہ پوزیشن میں اسے مجھ سے قریب رکنے کی حماقت کرنے سے دریغ کرنا چاہیے تھا لیکن وقت گزر چکا تھا۔ میں نے نشیب میں جانے کے بعد اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی پھر جیسے ہی سیاہ کار سامنے آئی۔ میں نے اس کے اگلے پہیے کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ پستول پر چونکہ سائیلنسر لگا ہوا تھا اس لیے فوری طور پر اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ فائر کس جانب سے کیا گیا ہوگا۔ بہرحال میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ سیاہ گاڑی کا اگلا ایک ٹائر دھماکے سے پھٹا پھر گاڑی دوسری جانب لہرانے لگی۔ رفتار تیز تھی اس لیے اسے فوراً نہیں روکا گیا۔ دوسری صورت میں گاڑی الٹ جانے کا خطرہ بھی تھا۔ تقریباً بیس فٹ آگے جانے کے بعد سیاہ کار ایک جھٹکے سے روک دی گئی اس میں سے چھ افراد جو آتشیں اسلحہ سے لیس تھے برق رفتاری سے نیچے اترے اور غالباً پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت آدھے آدھے بٹ کر دائیں بائیں اتر گئے۔ اب وہ تقریباً ہمارے اور دانش کے درمیان ہی تھے۔ میں

aazzamm@yahoo.com

سرسوں کے درمیان آہستہ آہستہ آگے کی سمت بڑھنے لگا۔ اس وقت کرالنگ (زمین پر لیٹ کر آگے بڑھنا) کی ٹریننگ میرے لیے بڑی مفید ثابت ہو رہی تھی۔

گزرنے والا ایک ایک لمحہ موت اور زندگی کے فاصلے کو قریب تر کر رہا تھا۔ ہم اس وقت وہاں آنکھ مچولی نہیں موت کا بھیانک کھیل کھیلنے کی خاطر ایک دوسرے کی گھات میں تھے پھر اچانک دائیں جانب ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ تین میں سے دو افراد کے جسم کے چیتھڑے فضا میں بلند ہو کر دور دور بکھر گئے۔ دانش نے یقیناً دستی بم استعمال کیا تھا۔ میں ابھی پوری طرح سنبھل بھی نہیں سکا تھا کہ دوسرا دھماکہ ہوا۔ اس بار تیسرا آدمی اور سیاہ رنگ کی گاڑی ٹکڑوں میں بکھر گئی۔ دانش شاید آج کھیل کر پچھلا حساب بے باق کرنے کے موڈ میں تھا۔ اس کے علاوہ اسے میری فکر بھی لاحق ہو گئی جو وہ جلد از جلد بساط پلٹ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ تین ساتھیوں اور گاڑی کا ہولناک انجام دیکھ کر باقی تین ساتھیوں کا بوکھلا جانا قدرتی بات تھی۔ وہ کھیت میں دوڑتے ہوئے میری طرف آنے لگے۔ اب وہ کسی طرح پکی سڑک پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے رینگنا ترک کر کے پوزیشن سنبھال لی۔ جوں جوں ان کے قدموں کی آہٹ قریب آ رہی تھی میرے دل میں انتقام کی آگ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ آگے پیچھے بھاگتے ہوئے مجھے نظر آ گئے۔ ان کا اندازہ تھا کہ میں اور دانش ایک ہی سمت میں موجود ہوں گے۔ یہی خوش فہمی ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ میں نے نہایت ہوشیاری سے کام لے کر سب سے پچھلے شخص کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ "ٹھا" کی مدھم سی آواز ہوئی اس کے ساتھ ہی میرا مطلوبہ شکار منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے دونوں ساتھی جان بچانے کی فکر میں موت سے اور قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے ایک لمحے بعد دوسرا فائر کیا۔ اس بار میرے پستول سے نکلی ہوئی گولی اس کی پیشانی یا دل پر لگنے کے بجائے داہنی بازو کو چھیڑ گئی تھی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ کراہ کر نیچے بیٹھا تو اس کے دوسرے ساتھی کو بھی خطرے کا اندازہ ہو گیا۔ اس نے خود کو زمین پر گرانے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"سر۔" مجھے دور سے دانش کی آواز سنائی دی۔ "آپ خیریت سے تو ہیں۔"

دانش نے میری محبت میں حماقت اور جذبات کا ثبوت دیا تھا جو دوڑتا ہوا کھلی سڑک پر آ گیا۔ میں نے زمین پر لیٹے ہوئے شخص کی آٹومیٹک رائفل کی نال کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا۔ وہ دانش کا نشانہ لے رہا تھا۔ میں نے یکے بعد دیگرے دو فائر کیے۔ رائفل کے ساتھ وہ بھی ایک طرف الٹ گیا لیکن ابھی ان کا زخمی ساتھی زندہ تھا جو ہم دونوں میں سے کسی ایک کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ پانچ ساتھیوں کا ہولناک انجام دیکھنے کے بعد وہ یقیناً زندگی کی بازی جیتنے کی خاطر سب کچھ کر سکتا تھا۔

"سڑک پر لیٹ جاؤ۔" خطرہ ابھی باقی ہے۔ میں نے پوری قوت سے چلا کر دانش کو الرٹ کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی حفظ ماتقدم کے طور پر اپنی پوزیشن بھی تبدیل کر لی۔ یہ احتیاطی تدبیر بے حد کارآمد ثابت ہوئی۔ زخمی ہونے والا شخص بھی اپنے فن میں ماہر تھا۔ اس نے میری آواز پر میری پوزیشن کا اندازہ لگا کر فائر کر دیا تھا۔ گولی سنسناتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئی۔ میں نے تیزی سے ایک قلابازی اور کھائی۔

"ہتھیار پھینک دو۔" دانش کی آواز سنسناتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئی۔ میں نے تیزی سے ایک قلابازی اور کھائی۔

"ہتھیار پھینک دو۔" دانش کی آواز سناٹے میں گونجی۔ سڑک پر لیٹنے کے بعد ہی اس نے دشمن کو للکارا تھا۔ "میں تمہیں دیکھ چکا ہوں۔ زندگی چاہتے ہو تو دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے سامنے آ جاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی تمہارے ساتھیوں سے مختلف نہیں ہو گا۔"

جواب میں دو برسٹ مارے گئے۔ ایک سڑک کی جانب اور دوسرا میری جانب لیکن اس وقفے میں میں بھی اپنی پوزیشن خاصی تبدیل کر چکا تھا۔

"حماقت سے باز آ جاؤ۔ تم اب بچ نہیں سکو گے۔" دانش نے دوبارہ چیخ کر کہا۔ وہ چونکہ سڑک پر لیٹا تھا اور ہمارا دشمن نشیب میں تھا اس لیے دانش کے لیے خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

میری نگاہیں اس آخری شخص کو تلاش کر رہی تھیں میرا ارادہ تھا کہ اسے زندہ پکڑ سکوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اپنے دفتر میں بھی میں نے جگت نارائن کے ایک بچے کچے آدمی کو جکڑ لیا تھا لیکن کے آنے سے پیشتر ہی اس نے جبڑوں میں چھپایا ہوا زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کر لی تھی چنانچہ میں نے کھیل ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دانش کی دوسری وارننگ کے ساتھ ہی میں نے زخمی شخص کو دیکھا۔ وہ ایک ہاتھ میں رائفل تھامے اور دوسرے ہاتھ سے زخم کو دبائے تیزی سے بچ نکلنے کی حماقت میں میری نظروں میں آ گیا۔ میں نے نشانہ لے کر فائر کیا۔ گولی اس کی کنپٹی پر لگی اور وہ لہرا کر کھیتوں کے درمیان ہی ڈھیر ہو گیا۔

"لائن کلیئر ہو چکی ہے۔" میں نے دانش کو آواز دی۔ "تم گاڑی لے کر واپس آ جاؤ۔"

"سر۔ کہیں کوئی سور کا تخم باقی تو نہیں رہ گیا۔"

"نہیں۔ ایک ایک کر کے سب کام آ چکے ہیں۔"

"ہو۔ ہا۔" دانش خوشی کے نعرے لگاتا ہوا گاڑی کی

جانب لپکا پھر دو منٹ بعد ہی ہم شہر کی سمت واپس جا رہے تھے۔

"تم نے گاڑی قریب روک کر عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔" میں نے دانش کو اس کی غلطی کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

"آپ درست فرما رہے ہیں سر لیکن میں مجبور تھا۔"

"کیا مجبوری تھی؟"

"آپ شاید میرا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "جنگ کے میدان میں کمانڈنگ آفیسر کی پوزیشن سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ اگر وہ کام آ جائے تو تمام نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی افراتفری کے عالم میں دشمن اپنا کام تیزی سے کر گزرتا ہے۔"

"تم نے شاید ان لوگوں پر ہینڈ گرنیڈ پھینکے تھے؟" میں نے اس کے جذبات کو محسوس کر کے بات بدلنی چاہی۔

"جی نہیں۔ وہ ٹینس بال کی طرح پلاسٹک بم تھے جسے میں نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے اس کی تعریف کی۔ "گویا تم خطرناک ہتھیار بنانے میں بھی خاصی سوجھ بوجھ رکھتے ہو۔"

"ماں کے پیٹ سے تو کوئی یہ سب کچھ سیکھ کر نہیں پیدا ہوتا۔" اس نے اس بار فلسفیانہ لہجہ اختیار کیا۔ "حالات انسان کو آہستہ آہستہ درس دیتے رہتے ہیں۔"

"اب ساشری کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"مجھے اب بھی یقین ہے کہ وہ ہمارا ٹریک کھو بیٹھا ہو گا ورنہ وہ اکیلا ہی دس بارہ آدمیوں کے لیے بہت کافی ہے۔ بلا کا پھرتیلا اور حاضر دماغ قسم کا بندہ ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اب بیک وقت دو خطرناک دشمنوں سے نمٹنا تھا۔ بھوشن سامنے تھا لیکن جگت نارائن اس نے اپنے مکروہ جسم پر شرافت اور خدا ترسی کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے ایک ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اگر میں نے اسے عثمان غنی کے منع کرنے کے باوجود ٹھکانے لگانے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو اس کے اچھے خاصے کس بل نکل چکے تھے۔ اب جگت نارائن نے بھوشن کو پس پشت رہ کر تماشا دیکھنے کی پیشکش کی تھی۔

اس وقت جب میں اپنی کار میں زندہ سلامت اس کے بارے میں کوئی انتقامی پروگرام بنا رہا تھا وہ کبیر داس کے روپ میں کہیں بڑے سکون سے بیٹھا میری موت کی اطلاع کا منتظر ہو گا لیکن اسے جب اپنے چھ کارآمد آدمیوں کی موت کی اطلاع ملے گی تو وہ یقیناً اور زیادہ خطرناک ہو جائے گا۔ جب جب ایسی خطرناک صورت اختیار کر جائے تو پھر کم نفری کے باوجود دشمن پر اٹیک کرنے کا رسک لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس طرح دشمن کے قدم اکھڑ جاتے ہیں چنانچہ میں اس وقت جگت نارائن کے بارے میں ایسا ہی کوئی فیصلہ کرنے کے بارے میں پوری سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں آصف کا خیال آیا جسے جگت نارائن نے پوری طرح کسی آکٹوپس کی طرح اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ میں نے فوری طور پر اس سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ دانش نے میرے اشارے پر گاڑی سراج کے آفس کی سمت موڑ لی۔ آدھے گھنٹے بعد میں سراج کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میرے وہاں پہنچنے کے بعد اس نے کمرے میں تخلیہ کرنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ "احمد غوری کے سلسلے میں کچھ پروگریس ہوئی۔" میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے قانون کے ساتھ تعاون کیا۔" سراج نے تمہید باندھنے کے بعد پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اس نے ابھی تک زبان بند کر رکھی ہے۔ اس نے بس ایک ہی موقف اختیار کر رکھا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"دو آدمیوں نے اچانک اس کے اپارٹمنٹ میں گھس کر زدوکوب کرنا شروع کر دیا تھا۔"

"اور جگت نارائن کا وہ سکہ؟"

"اس کے بارے میں وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کر رہا تھا۔"

"میں ابھی مایوس نہیں ہوا ہوں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ کے بعد فرفر بولنا شروع کر دے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ بھوشن کی اوپر تک کی پہنچ احمد غوری کو بھی دہی سے بال کی طرح نکال لے۔" میں نے ایک امکانی بات کی۔ "اور خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب احمد غوری کے خلاف کوئی فرد جرم عائد کرنے کی خاطر ہمارے پاس کوئی جواز بھی موجود نہیں۔"

"ہاں۔ ہاں۔" سراج نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "پولیس پوری طرح مستعد رہنے کے باوجود کبھی کبھی بیوروکریسی کی وجہ سے مجبوریوں کا شکار ہو جاتی ہے اور خطرناک مجرموں کو زیادہ کھل کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔"

"آصف کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"وہ ابھی تک اپنے اس بیان پر قائم ہے کہ سلمان قیصر کو اس نے رقابت کی بنا پر قتل کیا ہے۔"

"اس کے باوجود آپ نے ایک بار مجھ سے کہا تھا بظاہر آصف بے گناہ نظر آتا ہے اس کے ماضی کا پورا ریکارڈ آئینے کی طرح ہے۔"

"میں اب بھی اسی رائے پر قائم ہوں۔"

"کوئی وجہ؟"

"میرا خیال ہے کہ کسی دباؤ کی وجہ سے آصف نے اقبال جرم کر لیا ہے۔ سیٹھ نعمان کا بھی یہی خیال ہے کہ اس نے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

پولیس کے تشدد سے بچنے کی خاطر ایسا کیا ہے۔"

"سیٹھ نعمان اس کے سلسلے میں کیا پارٹ پلے کر رہے ہیں؟"

"وہ کروڑ پتی تاجر ہے۔ ان کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں۔ آصف ان کا عزیز ہے اس لیے اسے بچانے کی خاطر مسٹر نعمان نے وکلاء اور بیرسٹرس کی پوری ٹیم بنالی ہے جو کسی بھی کیس کی جیت کی ضمانت ہونے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔"

"کیا آصف ان کے ساتھ تعاون کرے گا؟"

"کیا مطلب؟" سراج میرے لہجے کو محسوس کر کے چونکا۔ "زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی؟"

"سب کو ہوتی ہے مگر کبھی کبھی انسان کو کچھ مقدس رشتوں کی خاطر زندگی کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔" میں نے حالات کے پیش نظر کہا۔ "آصف پھانسی کا پھندہ گلے میں خوشی خوشی ڈالنے پر آمادہ ہو جائے گا لیکن سچ اس کی زبان پر نہیں آئے گا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ عدالت سے ضمانت پر رہا ہونے کے بعد وہ اپنی زندگی بچانے کا کوئی راستہ اختیار کرے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے حیرت کا اظہار کیا۔

"احمد غوری کے سلسلے میں میرا نام تو کہیں درمیان میں نہیں آیا؟"

"جی نہیں۔" سراج نے مجھے غور سے دیکھا۔ "آپ نے یہی کہا تھا کہ آپ کا نام۔"

"میں اسی شرط کے ساتھ آصف کے سلسلے میں بھی آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔" سراج نے پوری سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال میں آپ کی ہر ممکن بات ماننے کو تیار ہوں۔"

جواب میں میں نے جسنہ سے ملنے والی معلومات کو تفصیل سے دہرایا تو سراج کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میری بات ختم ہوئی تو اس نے کہا۔ "آپ کو ان ساری باتوں کی اطلاع کہاں سے ملی؟"

"پولیس کی طرح پرائیویٹ آدمیوں کے بھی اپنے کچھ ذرائع ہوتے ہیں۔"

"آپ نہیں بتانا چاہتے تو میں اصرار بھی نہیں کروں گا لیکن مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ آصف کے سلسلے میں میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بات کرنے کا انداز اور سادگی سے تین سو دو کے کیس میں اقبال جرم کر لینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قاتل نہیں ہو سکتا لیکن کسی ثبوت کے بغیر ہم کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔" سراج نے کہا پھر چونک کر بولا۔ "کیا آپ کو علم ہے کہ آصف کی والدہ اور اس کی بہن کو کہاں بطور یرغمال رکھا گیا ہے۔"

"یہ معلوم ہوتا تو شاید میں آپ کو زحمت نہ دیتا۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا آپ کے پاس صوفیہ نامی کلب ڈانسر کے قتل کی کیس فائل موجود ہوگی؟"

"جی ہاں لیکن اس معاملے میں اس کلب ڈانسر کے قتل کا۔۔؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔" میں نے سراج کو مزید تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "صوفیہ کا قتل کہاں اور کن حالات میں ہوا تھا؟"

"وہ سمندر کے کنارے ایک ایسے بوسیدہ ہٹ کے کھنڈرات میں سے لاش کی صورت برآمد ہوئی تھی جس کے مالکان دو سال سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ہٹ کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی چوکیدار بھی مقرر نہیں تھا۔ دوسرے چوکیداروں کا بیان ہے کہ اکثر عیاش طبع لوگ ان کھنڈرات میں اپنے جذبے کی تسکین کرایا کرتے تھے۔ صوفیہ کو گلا کاٹ کر ہلاک کیا گیا تھا لیکن کوئی شہادت نہ ملنے کے بعد اس فائل کو داخل دفتر کر دیا گیا۔" سراج نے کلب ڈانسر کے بارے میں اپنی معلومات فراہم کرتے ہوئے کہا۔ "بظاہر آپ کی بات میں خاصا وزن ہے اور ایسی صورت میں جبکہ آصف کی ماں اور بہن کو بھی اغوا کر لیا گیا ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں آپ کی کہانی کو غلط قرار دوں لیکن اس کہانی سے ایک بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ آصف کردار کے معاملے میں۔۔"

"ہو سکتا ہے اسے کسی بہانے سے وہاں بلایا گیا ہو۔" میں نے کہا۔ "صوفیہ کے ساتھ جگت نارائن کے آدمی بھی وہاں پہلے سے موجود ہوں گے جنہوں نے آصف کو زبردستی گھیر گھار کر اس کے خلاف بلیک میلنگ اسٹف (Stuf) مواد تیار کر لیا ہو۔"

"یہ بات کسی حد تک سوچی بھی جا سکتی ہے مگر اس کے باوجود۔"

"کیا میں آپ کی اجازت سے آصف سے تنہائی میں کچھ گفتگو کر سکتا ہوں؟"

"ہماری دیواروں کے بھی کان اور آنکھیں ہوتی ہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں آپ پر مکمل اعتماد کر سکتا ہوں لیکن اگر یہ بات لیک آؤٹ ہو گئی تو؟"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی موجودگی میں بھی آصف کو زبان کھولنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گا لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"ہماری اس خفیہ ملاقات کا علم کسی چوتھی شخصیت کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"اس کی تو بس ایک ہی صورت ممکن ہے۔" سراج نے

تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "ہمیں آصف کو کسی بہانے سے تنہا تفتیش کی غرض سے کسی ایسی جگہ لے جاؤں جہاں آپ بھی آجائیں لیکن ایسی کوئی جگہ؟"

"جگہ کا بندوبست میرے ذمے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "لیکن آپ کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔ جگت نارائن کے سادہ لباس والے ہر لمحہ اس کی نگرانی پر مامور ہوں گے اگر انہیں بھنک بھی مل گئی تو پھر شاید نہ ہم آصف کو بچا سکیں گے نہ اس کی ماں اور بہن کو۔"

"میں اس بات کی اہمیت کو سمجھ رہا ہوں۔"

میں نے جواب میں اٹھ کر سراج سے ہاتھ ملایا پھر اس سے رات کو گھر پر بات کرنے کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ راستے میں میں آصف ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میں نے عثمان غنی کی آواز سنی۔

"رفیقی۔ میرے ہوتے ہوئے تم اتنے پریشان مت ہوا کرو۔" میں نے نظر گھما کر دیکھا۔ وہ میرے برابر براجمان تھا۔

"تمہیں آصف سے بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ جگت نارائن کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہوگا لیکن تم نے اپنی کالا کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"

"کیوں کیا تم اس کا راستہ نہیں کاٹ سکتے؟"

"تمہیں رفیق کہا ہے تو سب کچھ کر سکتا ہوں لیکن مجھے ایک بات کا افسوس ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اینٹ کا جواب ہمیشہ پتھر سے دیا جاتا ہے رفیقی۔ اگر جگت نارائن تمہیں ختم کرانے کے منصوبے بنا سکتا ہے تو تم بھی اسے کوئی خوبصورت تحفہ پارسل کر سکتے ہو۔" عثمان غنی نے معنی خیز انداز میں پلکیں جھپکا کر جواب دیا۔ "کوشلیا کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔ بت ڈھانا تو ویسے بھی ثواب کا کام ہے۔ جگت نارائن اسے بہت پسند کرتا ہے۔ اس کی لاش کا تحفہ پاکر وہ دیوانہ بھی ہو سکتا ہے یہ اور بات ہے کہ مجھے کوشلیا کی جوان موت کا صدمہ ہوگا۔"

"حیرت ہے۔" میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "مجھے کوشلیا کا خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟"

"ویری گڈ درست آئیڈیا۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کوئی سنگتراش بھی اپنے بنائے ہوئے کسی ناپسندیدہ مجسمے کو مسمار کرنے سے پیشتر ایک بار اسے ہر زاویے سے تنقیدی نگاہوں سے ضرور دیکھتا ہے۔ کوشلیا تو پھر ایک حسین اور جیتا جاگتا مجسمہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم میرا مقصد سمجھ گئے ہو۔"

"کیا تم آصف کی ماں اور بہن کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے؟"

"تم بھول رہے ہو رفیقی۔ میں نے تم سے ایک بار پہلے بھی کہا تھا کہ میرے اشارے پر عمل کرتے رہو اور ہر غم سے آزاد ہو جاؤ۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں مگر۔" وہ مسکرا کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔

* ____ * ____ *

کمرے میں سراج اور آصف کے علاوہ کوئی چوتھا آدمی نہیں تھا۔ ہماری ملاقات ساحلی علاقے کی ایک دور دراز ہٹ میں ہوئی تھی جس کا فیصلہ میں نے رات ہی سراج سے مل کر طے کر لیا تھا۔ یہ ہٹ میرے ایک غیر ملکی واقف کار کی تھی جو ان دنوں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔

"کیا تم کھل کر ہمیں سلمان قیصر کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟" میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"مجھے جو کہنا تھا وہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔" وہ رکھائی سے بولا۔ "اس میں کسی ترمیم یا اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سلمان قیصر کو میں نے ہی رقابت کے جذبے کے تحت ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔"

"اور اب تم خوشی خوشی پھانسی کے پھندے پر لٹکنے کو آمادہ ہو۔" سراج نے کہا۔

"قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔"

"کیا تم نغمہ سے سچی محبت کرتے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"اب یہ سوال بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"تمہارے علاوہ کچھ اور افراد بھی یقیناً نغمہ میں دلچسپی رکھتے ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے شانے اچکا کر بیزاری کا اظہار کیا۔

"کیا تم صوفیہ نامی کسی کلب ڈانسر سے بھی واقف ہو؟" اس بار میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے سوال کیا۔ میرے منہ سے صوفیہ کا نام سن کر اسے ایک لمحے کو حیرت ہوئی تھی لیکن اس نے جلد ہی خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"صوفیہ۔ یہ نام میں نے شاید کبھی اخبار میں ضرور پڑھا تھا۔"

"ساحلی علاقوں کی تفریح گاہوں سے کوئی دلچسپی رکھتے ہو؟" میں نے دوسرا زاویہ اختیار کیا۔

"بہت زیادہ شوقین نہیں ہوں۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"آثار قدیمہ کے کھنڈرات کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟"

"وقت کی بربادی اور پیسوں کی فضول خرچی۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔ "ہم جو اپنی آج کی تہذیب کا خیال نہیں رکھتے اپنی حالت اور معاشرے کی زبوں حالی کو ختم کرنے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سے قاصر ہیں۔ ہزاروں سال پرانی تہذیب کا مطالعہ ہمارے اوپر کیا اثر انداز ہوگا۔ کاش کوئی پھر جب اپنی جڑیں مضبوط کرلیتا ہے تو پھر کوئی عوامی انقلاب ہی اسے ختم کر سکتا ہے لیکن ہم اپنے اپنے حال میں مست ہیں۔ ہماری سوچ انفرادی ہے اجتماعی طور پر سرجوڑ کر بیٹھنا اور مسائل کا کوئی مثبت حل تلاش کرنے کے بجائے ہم ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ آثار قدیمہ۔ یہ محض دنیا دکھاوا ہے۔ کل کے انسان نے جو ترقی کی تھی اس سے ہمیں کیا ملے گا۔ صرف مطالعہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ضرورت عمل کی ہے۔ جس کا فقدان ہے۔ یہ کثیر سرمایہ جو زمین کھودنے پر خرچ کیا جا رہا ہے کسی کچی آبادی کی بنیاد رکھ کر ہزاروں انسانوں کے سر چھپانے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ غیر ممالک کو پرانی تہذیب میں الجھا کر ہم زیادہ دنوں تک اپنا الو سیدھا نہیں کر سکتے۔ سقراط کو محض اسی لیے زہر کا جام پینے پر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ تحقیق کار کو نہیں بلکہ ان لوگوں کو سراہتا تھا جو اس تحقیق کے تمام پہلوؤں کو تحقیق کار کے مقابلے میں بہتر سمجھتے تھے۔ سکندر اعظم کا نام ہماری تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا گیا ہے آخر کیوں؟ لوگ ہلاکو خان سے نفرت کرتے ہیں؟ یہ سب کچھ سمجھنے کی خاطر ہمیں۔" آصف سے بولتے بولتے رک گیا آخر کیوں؟ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے جو کہنا چاہتا تھا اس کا وقت گزر چکا تھا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے؟" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ ابھی تمہارے اندر کا باشعور انسان سانس لے رہا ہے۔"

"یہ چند سانسیں اس کی زندگی کو بڑھا نہیں رہے۔ کم کر رہے ہیں۔"

"تمھیں فلسفے سے بہت زیادہ دلچسپی ہے؟"

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا تھا؟" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے سراج کی جانب دیکھا۔

"ہم تم سے ان کھنڈرات کی بات کرنا چاہتے ہیں جو تمہاری زندگی میں تباہی بن کر داخل ہوئے ہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم ساحلی علاقے کی اس منہدم ہٹ میں کیا کرنے گئے تھے جہاں صوفیہ کے قتل نے تمہیں دوسروں کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور کر دیا ہے۔" میں نے اسے گھورا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم۔"

"بکومت۔" میں جھلا گیا۔ "مجھے بتاؤ کہ وہاں صوفیہ کے علاوہ اور کون کون لوگ تھے؟ صوفیہ کے قتل میں کس کا ہاتھ شامل تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ تم لوگ اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو؟" وہ استہزائیہ پیرائے میں بولا۔ "میں سلطان قیصر کو قتل کرنے کے جرم کا اعتراف کر چکا ہوں۔ تمہیں اس کے علاوہ اور کسی بات سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں بتاتا ہوں تمہیں۔" میں جذباتی ہو گیا۔ "صوفیہ کو جگت نارائن کے آدمیوں نے ٹھکانے لگایا ہے لیکن اس سے پیشتر وہ تمہاری اور صوفیہ کی آوازوں کی ٹیپ کے علاوہ وڈیو اور کچھ ایسی قابل اعتراض تصاویر بھی بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے جسے دیکھنے کے بعد کوئی بھی شریف آدمی گڑبڑا سکتا ہے۔"

"تم شاید مجھے کسی بازار فلم کی کہانی سنا رہے ہو۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

"اسی فلم کا ایک متحرک سین نغمہ بھی ہے۔ تمہاری کزن۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے علاوہ جگت نارائن بھی اس میں دلچسپی لے رہا تھا چنانچہ اس نے شطرنج کے کسی ماہر کھلاڑی کی طرح نہ صرف تم کو درمیان سے کاٹ دیا بلکہ اب شاید وہ تمہارے ہی ذریعے نغمہ تک پہنچنے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ کامیابی کی صورت میں اس نے تمہیں سلطان قیصر کے کیس سے بری کرانے کا وعدہ کیا ہے۔"

"تم۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا تم مجھے دلال سمجھ رہے ہو؟"

آصف کی آنکھوں سے چنگاریاں ابل رہی تھیں۔ لوہا پوری طرح گرم ہو چکا تھا۔ اب اس پر صرف ایک کاری ضرب کی ضرورت تھی۔ میں نے یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور معنی خیز لہجے میں بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" تم نے اگر ان کا مطالبہ پورا بھی کر دیا تو کیا وہ تمہاری ماں اور بہن کو آزاد کر دیں گے؟"

ماں اور بہن کا سن کر وہ چونکا پھر سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"میں تم سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں۔" وہ مجسم التجا بن گیا۔ "مجھے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دو لیکن میری بے گناہ ماں اور معصوم بہن کو بچالو۔"

"کیا جیل میں آنے کے بعد بھی تمہیں جگت نارائن کی طرف سے کوئی پیغام ملا ہے؟"

"ہاں۔" وہ مردہ آواز میں آہستہ سے بولا۔ "میں اس آدم خور درندے کو نغمہ سے ملوا دوں۔"

"پیغام پہنچانے والا کون تھا؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"ایک کالی بھیڑ۔" آصف سراج کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ویسی ہی جیسی ہر حساس محکمے میں ہوتی ہیں۔ ان کا خاتمہ ہو جائے تو پھر مجرموں کی سراغ رسانی کا ایک موثر ذریعہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکتا ہے۔"

"کیا تم میرے اس کارندے کا نام بتا سکتے ہو؟"

"نہیں۔" آصف نے مسکرا کے جواب دیا۔ "زندگی کی تھوڑی بہت امید جو باقی رہ گئی ہے اسے ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

"مجھ پر اعتبار کرو۔" سراج نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ "میں تمہاری پوزیشن کی نزاکت کو محسوس کر رہا ہوں۔ میں اپنے کارندے سے کوئی باز پرس کر کے تمہارے لیے مزید کوئی خطرہ پیدا نہیں کروں گا البتہ اس کالی بھیڑ سے محتاط رہنا ہمارے آئندہ کے پروگرام کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔"

"سوری۔" آصف نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔"

"فرض کرو اگر میں تمہاری ماں اور بہن کو بازیاب کرا لوں تو تمہارا ردعمل کیا ہوگا؟" میں نے اس کے سامنے دانا ڈالا۔

"میں تمہارا یہ احسان زندگی کی آخری سانسوں تک مانوں گا۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں براہ راست اس سے کبھی نہیں ملا لیکن اس کے ایک کارندے سے ضرور واقف ہوں جو ہمارے درمیان کسی رابطہ آفیسر کے فرائض انجام دیتا رہا ہے۔"

"کیا تم اس کے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟" سراج نے جلدی سے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی براہ راست جگت نارائن سے واقف نہیں ہے۔ اس نے مجھے یہی یقین دلایا تھا کہ اسے جتنے احکامات ملتے ہیں وہ فون پر موصول ہوئے ہیں۔"

"فرض کرو کہ تم نغمہ کو کسی طور ہموار کرنے کی سازش میں کامیاب ہو جاتے تو ایسی صورت میں تم اسے کہاں پہنچاتے؟"

"اس کا فیصلہ میرے جواب کے بعد ہی کیا جاتا۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ موت اور زندگی تو خدا کے ہاتھ میں ہے ویسے بھی میں دلالی کا یہ کام بھی نہ کرنے کا آخری فیصلہ کر چکا ہوں۔"

"کیا تم نے ان لوگوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا ہے؟" سراج نے تیزی سے کہا۔

"اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں۔ میرا آخری فیصلہ سن لینے کے بعد وہ میری ماں اور بہن کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہوگا؟" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"نہیں۔"

"جس وقت سلطان قیصر کو قتل کیا گیا اس وقت تم کہاں تھے؟"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ تم میری ماں اور بہن کو بازیاب کر سکتے ہو۔" آصف نے سراج کے سوال کا جواب دینے کے بجائے مجھے پرامید نظروں سے دیکھا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے؟"

"پریشان مت ہو۔" میں نے اسے دلاسہ دیا۔ "ہمارے کہنے پر خاموشی سے عمل کرتے رہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح ہم تمہارے کسی کام آجائیں۔"

اس کے چہرے پر دوبارہ مایوسی کے بادل منڈلانے لگے۔

"ہمت ہار دینا بزدلی کی علامت ہے۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔ "اگر وہ تمہاری زندگی میں تمہاری ماں اور بہن کو ایذا نہیں پہنچا سکتے ہیں تو تمہاری موت کے بعد ان کا ردعمل زیادہ شدید بھی ہو سکتا ہے۔ مسٹر سراج اور میں الگ الگ نہیں ہیں۔ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔ ہم تمہیں تحفظ فراہم کرنے کا یقین دلاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "اب میرے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں ہے لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔ میں تم دونوں کے سوا کسی اور سے کسی مسئلے پر گفت و شنید نہیں کروں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" سراج نے جلدی سے ہامی بھری۔

میں کوئی بات کرنا چاہتا تھا کہ اچانک میں نے عثمان غنی کو سراج کے برابر والے صوفے پر بیٹھے دیکھا۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ رفیقی کہ تم میری دل بستگی کا مواد فراہم کرتے رہو باقی سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دو۔"

میں نے جواب میں خلا میں دیکھنا شروع کر دیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے میں کسی بہت ہی اہم نکتے پر غور کر رہا ہوں لیکن اصلیت اس کے برعکس تھی۔ میں اس وقت عثمان غنی کی وہاں آمد کا اصل مقصد معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"میں تمہارے لیے ایک خوش خبری لایا ہوں۔" عثمان غنی نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے آصف کی ماں اور بہن کو تمہارے دوست سراج صاحب کے دفتر پہنچا دیا ہے۔ وہ پوری طرح حفاظت سے ہیں۔ پولیس کا وہ اہلکار جو جگت نارائن کے لیے مخبری کا کام سرانجام دیتا تھا میرے ایک ہی جھٹکے سے اپنا ذاتی توازن کھو بیٹھا ہے۔ سراج کے نائب نے اس کو ہتھکڑی بیڑی پہنا کر بڑی مشکل سے قابو میں کر رکھا ہے۔ سراج سے کہو کہ وقت ضائع کیے بغیر دفتر پہنچے اب ان دونوں خواتین کی حفاظت کی ذمہ داری اسے لینی ہوگی۔ ان دونوں کو فوری طور پر کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے اور پولیس کارروائی کو فی الحال ملتوی رکھا جائے۔ اسی میں سب کی خیریت ہے۔ آصف کو سمجھانے کی کوشش کرو کہ وہ نغمہ کے سلسلے میں جگت نارائن کی آفر قبول کر لے لیکن یہ شرط لگادے کہ سلطان قیصر کے قتل کیس سے گلو خلاصی کے بعد ہی وہ اس کے کام آ سکے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

گی۔" عثمان نے ایک لمبی سانس لے کر اپنی بات جاری رکھی۔ "جگو شیلا کو کہو کہ وہ میرے نمبر پر کردو۔ تمہیں یہاں سے فوراً ندا کی مدد کو پہنچنا ہے۔ جگت نارائن کی آفر قبول کرلے لیکن یہ شرط لگا دے کہ سلمان قیصر کے قتل کیس سے گلو خلاصی کے بعد ہی وہ اس کے کام آسکے گی۔" عثمان غنی نے ایک لمبی سانس لے کر اپنی بات جاری رکھی۔ "کوشلیا کو وہ میرے نمبر پر کردو۔ تمہیں یہاں سے فوراً ندا کی مدد کو پہنچنا ہے جگت نارائن کے آدمی تمہاری کالکا کے اشارے پر اسے اغوا کرنے کے ارادے سے روانہ ہونے والے ہیں۔ تمہارے وہاں پہنچنے تک میں انہیں روکے رکھوں گا۔" پھر عثمان غنی نے مجھے ندا کا پتا سمجھایا اور نگاہوں سے غائب ہوگیا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج نے میری طویل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کس خیال میں گم ہوگئے ہیں؟"

"مسٹر سراج۔" میں نے غیر فطری انداز میں کہا۔ "آپ فوراً دفتر پہنچنے کی کوشش کریں۔ وہ کالی بھیڑ جو جگت نارائن کی مخبری کررہی تھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔"

"لیکن آپ اس بات کو اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں؟" سراج نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"چھٹی حس۔" میں نے بدستور خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "جب قدرت کسی پر مہربان ہوتی ہے تو پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی ملزم خود آپ کے دفتر پہنچ سکتا ہے تو پھر مظلوم کی رسائی بھی ہوسکتی ہے۔ کیا عجب ہے کہ اس وقت آپ کے دفتر میں وہ دونوں اغوا شدہ خواتین بھی موجود ہوں۔ جس کی بنا پر آصف صاحب نے اپنی زبان بند کر رکھی ہے۔"

"آپ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہیں؟" سراج چونکہ آصف کے سلسلے میں میرے نجوم کا کرشمہ دیکھ چکا تھا اس لیے قدرے گھبرا کر بولا۔ "آپ کو احساس ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے اپنی اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آصف کو ہدایت کر دیں کہ وہ نغمہ کو جگت نارائن سے ملانے پر آمادہ ہو سکتا ہے لیکن اس وقت جب اسے سلمان قیصر کیس سے مکمل نجات دلا دی جائے۔"

سراج کے علاوہ خود آصف بھی مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میرا باتیں کرنے کا انداز اس وقت کسی ایسے معمول سے ملتا جلتا تھا جسے ٹرانس کی حالت میں بولنے پر مجبور کر دیا گیا ہو پھر میں نے اپنے مطلب کی بات ختم کرنے کے بعد چونکتے ہوئے آصف سے کہا۔ "تم عدالت میں یہی بیان دو گے کہ پولیس کے تشدد سے تنگ آکر تم نے مجبوراً ایک ناکردہ گناہ جرم کا اعتراف کر لیا تھا ورنہ سلمان قیصر کی موت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے دخل اندازی کی اس کے لہجے سے اب بھی حیرت جھلک رہی تھی۔ "ابھی آپ مسٹر آصف کی ماں اور بہن کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔"

"ہیں۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہا تھا؟"

"یہی کہ وہ دونوں اس وقت میرے دفتر میں بھی موجود ہو سکتی ہیں۔"

"آپ شاید مجھ سے ایک بار پھر ویسا ہی مذاق کر رہے ہیں جیسا مسٹر آصف کی گرفتاری کے موقع پر کیا تھا۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ مسٹر سراج کا وہ کارندہ جو جگت نارائن کے ہاتھوں بکا ہوا تھا وہ بھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔" اس بار آصف نے مجھے بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو یاد نہیں؟"

"میرے خدا۔" میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پریشانی کا اظہار کیا۔ "یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو شاید اس وقت کچھ دیر آرام کی ضرورت ہے۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے اٹھتے ہوئے کہا پھر کھوئے کھوئے انداز میں قدم اٹھاتا تیزی سے ہٹ کے باہر آگیا جہاں میری گاڑی موجود تھی۔ میں نے گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر شہر والی سنسان روڈ پر تیزی سے روانہ ہوگیا۔ عثمان غنی کی پراسرار شخصیت نے مجھے ایک بار پھر بڑی دلچسپ بچویشن سے دوچار کر دیا تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

راستے سے میں نے دانش کو پک کیا۔ وہ ابھی تک اسی چھپر ہوٹل میں بیٹھا تھا جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ اسٹیئرنگ دانش کے حوالے کر کے میں پچھلی سیٹ پر آگیا۔ دانش کو ندا کے مکان کا پتا بتانے کے بعد میں نے کچھ دیر ذہن کو آرام دینے کی خاطر آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"بہت تھکے تھکے نظر آرہے ہو بھولے ناتھ۔ کن سپنوں کی سیر کر رہے ہو؟"

"تم۔" میں نے آنکھیں کھول کر کالکا کو دیکھا جو قیامت بنی میرے پہلو میں موجود تھی۔ "اس وقت تمہیں میرا خیال کیسے آگیا؟"

"کیوں؟ کیا میں نے پہلے کبھی تمہارا خیال نہیں کیا؟"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن اس وقت تم کہاں تھیں جب جگت نارائن کے وہ ملک الموت مجھے گھیر کر جہنم رسید کرنے کی کوشش کر رہے تھے؟" میں نے شکوہ کیا۔

"اس وقت بھی میں تم سے دور نہیں تھی۔" کالکا مسکرائی۔ "اگر میں نے تمہاری سہائتا نہ کی ہوتی تو شاید تم بھگوان کو پیارے ہو چکے ہوتے۔"

"لیکن بھوشن کی رہائش گاہ پر مجھے گولیاں لگنے کے باوجود تمہیں کوئی ترس نہیں آیا تھا۔" میں نے زہرخند لہجے میں کہا۔

"وہ اور بات تھی۔ میں نے تم سے کہا تھا ابھی بھوشن سے ٹکرانے کا خیال من سے نکال دو لیکن تم نے میرا کہا نہیں مانا تھا۔"

"اس وقت تم بھی کالی کے روپ میں مجھے سزا دینے کے کارن پورے جلال سے آئی تھیں لیکن تمہارے جنتر منتر کسی کام نہ آسکے۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "اس روز تمہیں اپنی شکست کا احساس کیسا لگا تھا؟"

"زیادہ گھمنڈی مت بنو۔" اس کا لہجہ تیکھا ہوگیا۔ "تم کالکا کی مہان شکتی کے چمتکار دیکھ چکے ہو لیکن سمے سمے کی بات ہے۔ جو حالات کل تھے وہ آج نہیں رہے۔ جو آج ہیں وہ کل نہیں رہیں گے۔ جیون اسی دھوپ چھاؤں کا نام ہے۔ میرا وشواس ہے کہ تمہیں ایک بار پھر میری مہان شکتی کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"میرا ایک کام کردو کالکا رانی۔" میں نے اسے مخمور نگاہوں سے دیکھا۔ "جگت نارائن کے اصلی چہرے کو بے نقاب کردو۔"

"مجھ سے ٹھٹھول بازی مت کرو بھولے ناتھ۔" وہ ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔ "تم خوب جانتے ہو کہ میری طرح وہ بھی بھوشن کی سہائتا کر رہا ہے۔"

"سمجھا۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تم اس کے مقابلے پر میرا ساتھ نہیں دو گی؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"اس وقت کیا صرف یہی کہنے آئی تھیں؟" میری آواز میں تلخی آگئی۔ "دور ہو جاؤ میری نگاہوں سے مجھے تمہارے من شریر اور تمہاری مہان شکتی کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟" اس نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورا۔ "کیا تم اب کالکا سے پنجہ لڑانے کی کوشش کرو گے؟"

"میں کسی داس کی طرح تمہارے چرنوں میں جیون بتا سکتا ہوں کیول ایک شرط ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم کو اگر مجھ سے سچا پیار ہے تو بھوشن اور جگت نارائن دونوں کو اپنے پیار کی بھینٹ چڑھا دو۔ میں ٹھوکر مار کر ان دونوں کو ان کی حیثیت کا احساس دلانا چاہتا ہوں۔"

"بہت اونچا اڑنے کی کوشش کر رہے ہو شہباز خان۔"

"سمے سمے کی بات ہے کالکا رانی۔" میں نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "تمہیں نرنجن لال تو یاد ہوگا تم نے اور تمہارے گرو پنڈت بنسی دھر نے مل جل کر اس کی سہائتا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انجام کیا ہوا۔ تب تو تم بھی کسی داسی کی سی سمندر کی تہ میں بیٹھے بیٹھے بیٹھ گئی ہوگی اور پنڈت بنسی دھر کیا تم وشواس کرو گی کہ میں نے اسی کے کٹے ہوئے سر سے بات کی تھی۔ اس کی گردن سے تازہ تازہ خون رس رہا تھا لیکن وہ لیڈی مکارنس کے حکم پر میرے سامنے تڑپتے تڑپتے ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ میں اسی لیڈی مکارنس کی بات کر رہا ہوں جس نے تمہاری سندر مورتی کو۔۔۔"

"وہ سفید فام کتیا۔" کالکا بے حد خونخوار لہجے میں بولی۔ "اب شاید اس کا سمے پورا ہو گیا ہے۔"

"کوئی نئی بات کرو کالکا رانی۔ یہ جملہ تو تم کئی بار دہرا چکی ہو۔"

کالکا بل کھا کر رہ گئی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی نے کوئی وزنی پتھر اٹھا کر کسی بپھری ہوئی ناگن کے سر پر دے مارا ہو۔

"تم شاید اپنی اوقات بھول گئے ہو۔" وہ آگ بگولا ہو کر بولی۔ "کالکا کی شکتی کو سمجھنے میں تم غلطی سے کام لے رہے ہو۔"

"مجھے اپنی اوقات یاد ہے کالکا لیکن تمہاری مثال اب ڈھلتے سورج کی طرح ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

"تم کالکا کو للکار رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔" میں نے بے دلی سے جواب دیا تو وہ مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھورتی ہوئی نظروں سے غائب ہو گئی میں نے پچھلی نشست پر سر ٹکا دیا۔ میں آنے والے لمحوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بدلتے حالات کے پیش نظر فی الحال کالکا کا کوئی وار مجھ پر موثر نہیں ہو سکے گا۔"

عثمان غنی نے ایک بار پھر میری حیثیت کو سراج کے لیے خاص طور پر نہایت پراسرار بنا دیا تھا۔ بہرحال اس وقت میں صرف ندا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ عثمان غنی نے کہا تھا کہ جگت نارائن کی سیکریٹری کو نمبر دو پر کر کے پہلے ندا تک پہنچا جائے۔ احمد غوری کے بارے میں معلوم کر لینے کے بعد اب جگت نارائن اپنے آدمیوں کے ذریعے ندا کو اغوا کرانا چاہتا تھا۔ وہ خوبصورت اور حسین سی نوعمر لڑکی محض دولت کی ہوس کی خاطر ایک فارمولے کی چوری کے سلسلے میں احمد غوری کے ساتھ مل کر اپنے ملک کا اہم راز دشمنوں کے ہاتھوں فروخت کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کو ورغلانے میں بھی کالکا کی طاغوتی قوتوں کا ضرور دخل رہا ہوگا۔ احمد غوری کے بعد اب ندا کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ شاید اسی لیے جگت نارائن اسے فوری طور پر منظر عام پر سے ہٹانا چاہتا تھا۔ خاصی دیر تک بھی اسی بارے میں سوچتا رہا پھر گاڑی کی رفتار کم ہوئی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ ایک ایسی آبادی تھی جہاں اوسط درجے کے لوگ رہتے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

تھے۔ دانش مکان کے نمبروں کو محتاط نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے گاڑی ایک قدرے کشادہ سڑک پر روک دی جو مکانوں کے درمیان واقع تھی۔ اس کے بعد ہم پیدل سفر کرتے ہوئے اس مکان تک پہنچ گئے جس کے بارے میں عثمان غنی نے بتایا تھا۔ ہم نے اپنی کار جہاں چھوڑی تھی وہ مکان اس کی تیسری گلی میں واقع تھا۔ اس لائن میں زیادہ تر مکانات دو سو گز پر تعمیر تھے اور سنگل اسٹوری تھے لیکن وہاں پلاننگ اور صاف ستھرائی کا ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خیال رکھا گیا تھا۔

دانش کے ساتھ مل کر میں نے مکان کے اردگرد چکر لگائے اور انداز ایسا ہی تھا جیسے ہم کسی مکان کی تلاش میں ہوں۔ تیسرے چکر میں دانش نے دبی زبان سے کہا۔

"سر۔ میں عقب سے اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں آپ فی الحال سامنے رہیں۔"

"لیکن۔"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ تین افراد سے زیادہ نہیں ہوں گے۔"

"میرا خیال قدرے مختلف ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اندر کی پوزیشن دیکھنے کے بعد تم مجھے فوری طور پر مطلع کرو گے۔"

دانش کے جانے کے بعد میں پھر ندا کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس مکان میں اپنے کسی بزرگ کے ساتھ نہیں رہتی ہوگی ورنہ اتنی آزادی سے وہ اپنی من مانی نہیں کر سکتی تھی دوسرا خیال میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا کہ اگر وہ جگت نارائن کے لیے کام کر رہی ہوگی تو پھر اس کی نگرانی کا خیال بھی ضرور رکھا گیا ہوگا۔

میں تقریباً آدھے گھنٹے تک مکان کے اردگرد چکر لگاتا رہا۔ اس طرح میں نگرانی والے امکان کے بارے میں اپنی تسلی کرنا چاہتا تھا لیکن وہاں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا تھا۔ پھر مکان کے صدر دروازے سے گزرتے وقت مجھے کسی نے مدھم آواز میں پکارا۔ میں نے دانش کی آواز پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

"آجائیے سر۔ لائن اب کلیئر ہے۔"

میں نے اندر داخل ہونے سے پیشتر ایک بار پھر دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی مشتبہ شخص نظر نہیں آیا۔

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے اندر داخل ہونے کے بعد دانش سے دریافت کیا۔

"آپ خود ہی چل کر دیکھ لیں۔" دانش نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

میں اس کے ساتھ قدم بڑھاتا ہوا ایک روشن کمرے میں داخل ہوا تو ندا وہاں ایک کرسی سے بندھی نظر آئی۔ دانش نے فوری طور پر اس کے دوپٹے کا استعمال کیا تھا جسے وہ کھولنے کی کشمکش میں مبتلا تھی لیکن مجھے دیکھتے ہی اس طرح چونکی جیسے اسے کرنٹ چھو گیا ہو۔ کمرے میں وہ تنہا ہی نظر آ رہی تھی۔ وہ اس کی خواب گاہ ہی تھی جو ہر قسم کی آرائش اور آسائشی سامانوں سے مزین نظر آ رہی تھی۔ عام اور اوسط درجے کا کوئی بھی شخص ان قیمتی اشیاء کو افورڈ نہیں کر سکتا تھا جو وہاں نظر آ رہی تھیں۔ ندا اس وقت نائٹ گاؤن میں تھی جس نے اس کے حسن کو کچھ زیادہ ہی اجاگر کر دیا تھا۔

"باقی لوگ کہاں ہیں؟" میں نے دانش سے سرگوشی کی۔

"ایک خانساماں ٹائپ کی نفری اور ہے جسے میں فی الحال دو تین گھنٹوں کے لیے انا تھکیل (بے ہوش) کر دیا ہے۔ اگر مجھ سے ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو اس کے ہاتھ میں چھپا ہوا خنجر مجھے عدم آباد پارسل کر دینے کے لیے بہت کافی ہوتا۔" دانش نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ صرف خانساماں نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پورے مکان میں کوئی اور موجود نہیں ہے۔"

ندا مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ غصے اور جھلاہٹ کی ملی جلی کیفیتوں نے اس کے حسن میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ پروفیسر کی لیبارٹری کے مقابلے میں اس وقت وہ زیادہ معصوم اور کمسن نظر آ رہی تھی۔

"تم باہر کا خیال رکھو۔ جگت نارائن کے آدمی یہاں کسی لمحے بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں سر۔ آپ تک پہنچنے سے پیشتر انہیں میری لاش پر ہی سے گزرنا ہوگا۔" دانش نے گھسا پٹا جملہ ادا کیا پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ ندا اتنی دیر میں اپنے اعصاب پر خاصا قابو پا چکی تھی۔ خود کو دوپٹے کی بندشوں سے آزاد کرنے کی کوشش بھی اس نے ترک کر دی تھی۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ہم تمہارے ہمدرد اور دوست ہیں اور فوری طور پر تمہیں ایک بڑے خطرے سے بچانے کے لیے یہاں سے لے جانے کی خاطر آئے ہیں۔"

"مجھے بھلا کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے؟"

"تم نے شاید مجھے پہچانا نہیں؟"

"پہچان گئی ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "تم وہی ہو جو پروفیسر ابرار سے ملنے اس کی لیبارٹری تک پہنچے تھے۔"

"اور وہاں تم تنہا نہیں تھیں۔ تمہارے ساتھ احمد غوری بھی تھا۔"

"ہاں۔ وہ بھی پروفیسر کے خاص آدمیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔"

"جانتی ہو۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟" میں نے اس کے اعصاب کو جھنجوڑنے کی خاطر نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

"اپنے اپارٹمنٹ میں ہوگا۔ لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اطلاعاً" عرض ہے کہ احمد غوری، اس وقت پولیس کسٹڈی میں ہے۔" میں نے اسے بڑی توجہ سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اس کی تحویل سے وہ سکہ بھی برآمد ہوا ہے جو جگت نارائن کے خاص آدمیوں کے پاس پایا جاتا ہے۔"

"جگت نارائن۔" اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں۔"

"مجھے یقین ہے تم غلط بیانی سے کام نہیں لے رہی ہوگی۔"

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" اس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"ہم تمہیں کسی محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"کیوں۔ مجھے کیا خطرہ لاحق ہے؟" اس نے بظاہر معصومیت کا اظہار کیا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ احمد غوری پولیس کی حراست میں ہے۔"

"لیکن اس کے پولیس کی حراست میں ہونے سے میری ذات کو کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میرے پاس وقت کم ہے۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔ "اگر تم اپنی مرضی سے آمادہ نہ ہوئیں تو ہمیں مجبوراً زبردستی کرنی پڑے گی۔"

"لیکن۔" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر میں نے اسے موقع نہیں دیا۔

"کیا وہ مشروب بہت قیمتی تھا جس کے ضائع ہو جانے پر احمد غوری نے تمہیں قہر آلود نگاہوں سے گھورا تھا۔"

"کیا تم بتاؤ گی کہ جو شخص تمہارے لیے خانساماں کے فرائض انجام دے رہا تھا اس کی اصلیت کیا تھی۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا تم نے اسے مار ڈالا؟"

"فی الحال وہ بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہے۔" میں نے ایک امکانی پہلو پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "اس نے میرے ساتھی کو خنجر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہارے ساتھی کو چور یا ڈاکو سمجھا ہو۔"

"ممکن ہے۔ لیکن اس کے پاس کسی خنجر کی موجودگی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں؟"

"میری بات غور سے سنو مس ندا۔" میرا لہجہ کچھ اور سخت ہو گیا۔ "احمد غوری کے پولیس کسٹڈی میں جانے کے بعد اب وہ لوگ تمہیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے کہ تم احمد غوری کے سلسلے میں پولیس کے لیے ایک اہم ثبوت ثابت ہو سکتی ہو۔"

ندا نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ اس کے ذہن میں یقیناً کھچڑی پکنی شروع ہو چکی تھی۔ مشروب کے حوالے ہی نے اسے بوکھلا دیا تھا۔ جو کھیل وہ کھیل رہی تھی ابھی وہ اپنی کم سنی کی وجہ سے شاید اس میں زیادہ پختہ نہیں ہوئی تھی۔ کچھ توقف کے بعد اس نے سنبھالا لینے کی ایک کوشش اور کی۔

"احمد غوری اور میں ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔ میں اس کے سوا اس کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی۔ پروفیسر ابرار ہمارے اوپر اعتماد کرتا ہے۔ تم چاہو تو اس کی تصدیق براہ راست پروفیسر سے بھی کر سکتے ہو۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ باہر سے کسی کے دھم سے گرنے کے ساتھ ہی کراہ کی بھی آواز ابھری۔ میرے ذہن کے حساس گوشے میں خطرے کی سرخ بتی جلنے بجھنے لگی۔ میں نے تیزی سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا۔ اسی وقت دانش کمرے میں داخل ہوا۔

"وقت کم ہے۔" وہ تیزی سے بولا۔ "میں نے آنے والوں کی پہلی کھیپ کو جو دو نفری پر مشتمل تھی پارسل کر دیا ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے کچھ ساتھی پیچھے بھی ہوں۔ ان کے آنے سے پہلے ہمیں نکل چلنا چاہیے۔"

"تم گاڑی گیٹ کے اندر لے آؤ۔ بی کوئک۔"

میری ہدایت پا کر دانش دوبارہ باہر کی جانب لپکا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" ندا نے بوکھلا کر دریافت کیا۔

"یہ باتیں ہم راستے میں یا پھر کسی وقت سکون سے بھی کر سکتے ہیں۔ فی الحال تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟" اس نے کسمسا کر پوچھا۔

باہر سے گاڑی کی آواز سنائی دی۔ دانش نے شاید واپسی میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"ایک بات کا فیصلہ جلد کر لو۔" میں نے ندا کو فیصلہ کن لہجے میں مخاطب کیا۔ "کیا تم ہوش و حواس میں چلنا پسند کرو گی یا پھر مجھے تمہیں بے ہوش کرنا پڑے گا۔"

"نہیں، میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔" اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ "میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ پلیز مجھے بے ہوش نہ کرنا۔ مجھے بے ہوش ہونے کے تصور ہی سے ہول آنے لگتا ہے۔"

پھر اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ میں اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا باہر نکلا۔ ہم پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو دانش نے تیزی سے گاڑی باہر نکالی پھر ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بتدریج بڑھاتے ہوئے بولا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"کدھر چلنا ہے؟"

"جہاں ملبہ کو رکھا گیا ہے وہ جگہ زیادہ محفوظ رہے گی۔"

"لیکن اس طرح تو پاس کے۔"

"ہم یہ بات اس سے پوشیدہ بھی نہیں رکھ سکتے۔"

جواب میں دانش نے گاڑی کا رخ فارم ہاؤس کی طرف موڑا پھر برق رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگا۔

"میں نے تمہارے اوپر آنکھ بند کرکے اعتبار کیا ہے۔" ندا نے سہمے ہوئے لہجے میں سرگوشی کی۔ "تم مجھے دھوکا نہیں دو گے؟"

"اگر یہی مقصود ہوتا تو اتنی تگ و دو کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "تمہیں نہایت آسانی سے گلا گھونٹ کر بھی ختم کیا جا سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے اب میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"احمد غوری کو تم کب سے جانتی ہو؟"

"تقریباً" اس وقت سے جب میں نے پروفیسر کی ملازمت اختیار کی تھی۔" اس نے کچھ تامل کے بعد جواب دیا۔ "وہ ایک طرح سے میرا محسن بھی ہے۔ اس لیے کہ مجھے اسی کی سفارش پر ملازمت ملی تھی۔ ورنہ پروفیسر اپنے آس پاس اجنبی چہروں کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔"

"تمہیں کتنی تنخواہ مل رہی تھی؟"

"پانچ ہزار۔"

"اس کے علاوہ کام کی تکمیل کے بعد احمد غوری نے تمہیں کتنی رقم دینے کا لالچ دیا تھا؟"

"میں سمجھی نہیں۔" اس نے ایک بار پھر خود کو بچانے کی راہ اختیار کی۔ "تم کس کام کی تکمیل کی بات کر رہے ہو؟"

"مشروب میں اعصاب شکن دوا کون ملاتا تھا۔" میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"کیا تمہارا تعلق پولیس یا محکمہ سراغرسانی سے ہے؟"

"میرے سوال کا جواب دو۔" میں نے اس بار زیادہ کرخت لہجہ اختیار کیا۔

"میں نہیں سمجھ سکی کہ تم بار بار مشروب کے بارے میں؟"

"ساجد۔" میں نے اس کا جملہ نظرانداز کرکے دانش کو مخاطب کیا۔ انداز تحکمانہ تھا۔ "گاڑی کو نہر والے پل کے نشیب میں لے جا کر روک دینا۔"

"میں بھی یہی مشورہ دینا چاہ رہا تھا سر۔" دانش نے میرا مفہوم سمجھتے ہوئے سفاک انداز میں کہا۔ "ہمارے لیے اس لڑکی کا گونگا اسپیشل ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ شرافت سے کچھ قبول کرنے کے موڈ میں نہیں ہے اور ہم صرف اس ایک

کی خاطر اپنا وقت برباد بھی نہیں کر سکتے۔ ابھی کچھ اور ضروری کام بھی نمٹانے ہیں۔ ویسے نہر والا پل اس کام کے لیے نہایت مناسب ہے۔"

"نہیں۔ نہیں۔" ندا جلد ہی ٹوٹ گئی۔ "مجھے مارنے کی باتیں مت کرو۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"کیا تمہیں علم تھا کہ احمد غوری پروفیسر کو وہ مشروب کیوں دیتا تھا؟"

"ہاں۔" وہ مردہ سی نحیف آواز میں بولی۔ "اس کا خیال تھا کہ پروفیسر کے ذہن کو کمزور کرنے کے بعد ہی کامیابی نصیب ہو سکتی تھی۔"

"کس قسم کی کامیابی؟" میں نے بدستور سرد لہجے میں سوال کیا۔

"وہ۔ وہ۔ دراصل پروفیسر سے کسی فارمولے کا راز حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"کیا اس نے یہ بات تمہیں بتائی تھی؟"

"ہاں۔ ایک بار میں نے اسے مشروب میں دوا ملاتے دیکھ لیا تھا جس کی بوتل پر مردہ انسانوں کی ساخت والی کھوپڑی اور ہڈیوں کے کراس کے نشان کے لیبل کے علاوہ پوائزن کا لیبل بھی لگا ہوا تھا۔ اس کے بعد ہی احمد غوری نے مجھے اعتماد میں لینے کی خاطر سب کچھ اگل دیا تھا مگر ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر میں نے کبھی اس سلسلے میں زبان کھولنے کی کوشش کی تو۔"

"کامیابی کی صورت میں اس نے تمہیں کتنی رقم کا لالچ دیا تھا؟"

"دس لاکھ۔" ندا نے ایک ثانیے کی خاموشی کے بعد جواب دیا۔ "مجھے اپنے ساتھ شامل کرنے کے بعد وہ تنخواہ کے علاوہ اپنی جیب سے دس ہزار کی رقم بھی دینے لگا۔ تم نے جس مکان سے مجھے نکالا ہے وہ بھی اسی نے مجھے خرید کر دیا تھا۔"

"تمہارے والدین نے کوئی اعتراض نہیں کیا؟ میرا مطلب ہے تمہارے الگ رہنے پر؟"

"میرے والدین اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "ایک بڑا بھائی ہے جو امریکا میں ملازمت کر رہا ہے۔"

"اس مکان سے پہلے تمہارا قیام کہاں تھا؟"

"ایک پرائیویٹ قسم کے گرلز ہوسٹل میں۔ اس وقت میں ایک مقامی فرم میں بحیثیت ٹائپسٹ تھی۔"

"پھر احمد غوری سے تمہاری ملاقات کیسے ہوئی؟"

"محض اتفاق ہی سمجھو۔ اس روز ٹرانسپورٹ کی ہڑتال ہونے کے سبب واپسی میں کوئی سواری نہیں مل رہی تھی۔ احمد غوری نے مجھے اپنی کار میں لفٹ دی۔ اس نے اپنا بیان جاری

رکھتے ہوئے کہا۔ "میں اسے کوئی اوباش شخص سمجھ کر جھجک رہی تھی لیکن واپسی کے لیے دوسرا راستہ بھی نہیں تھا پھر راستے ہی میں اس نے مجھے ایک باعزت جاب دلانے کا وعدہ کیا۔ دو ماہ بعد اس نے حسب وعدہ مجھے پروفیسر کی لیبارٹری میں ملازمت دے دی۔ میری توقع کے برعکس وہ ابھی تک مجھ سے بڑی شرافت سے پیش آ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کبھی کوئی نازیبا بات بھی نہیں کی۔"

"بہرحال تم دولت کی ہوس میں ملک کے ساتھ غداری کی مرتکب ہو رہی ہو۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ اس نے مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی پھر بھی میں نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا احمد غوری نے تم سے کبھی جگت نارائن کا تذکرہ کیا تھا؟"

"نہیں۔ اس نے مجھ سے کبھی اس نام کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔"

"یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ کس کے اشارے پر پروفیسر سے اہم فارمولا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"میں نے ایک بار دبی زبان میں دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس روز پہلی بار غوری نے مجھے بڑے سخت لہجے میں کہا جواب دیا تھا کہ میں صرف آم کھانے سے مطلب رکھوں پیڑ گننے کی کوشش بھی نہ کروں ورنہ اس کے نتائج کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ اسکے بعد میں نے اپنی زبان بند کر لی تھی جو رقم وہ مجھے دے رہا تھا وہ میرے لیے پر آسائش زندگی گزارنے کے لیے بہت کافی تھی اس کے علاوہ دس لاکھ کے تصور نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ میری بات کا یقین کرو میں نے جو کچھ کیا اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ میں آہستہ آہستہ غوری کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر بے بس ہو گئی تھی۔ وہ خانساماں بھی اسی نے میری خاطر ملازم رکھا تھا۔ اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہوں کہ شاید وہ بھی غوری ہی کا کوئی خاص آدمی ہو گا جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مختصراً جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "تم میری اجازت کے بغیر اپنی کہانی کسی اور کو سنانے کی غلطی نہیں کرو گی ورنہ میں تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔"

وہ جواب میں سسک کر رہ گئی۔ میں ندیم کے فارم ہاؤس پہنچا تو راجو وہاں موجود تھا۔ ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس ایک خوبصورت اور کمسن لڑکی کو میرے ساتھ دیکھ کر وہ چونکا تھا۔

"خیریت تو ہے جناب؟" اس نے تشویش طلب انداز میں دریافت کیا۔ "یہ لڑکی کون ہے؟"

"کیا نیچے ایک سے زیادہ کمرے ہیں؟" میں نے اس کی بات یکسر نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ حکم دیں جناب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"اگر گنجائش ہو تو اسے کسی دوسرے کمرے میں پہنچا دو ورنہ پھر ملبہ کے ساتھ چھوڑ دو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دوسری صورت میں تمہیں سیکرٹ ڈیوٹی پر اپنے کسی خاص اور قابل اعتماد آدمی کو تعینات کرنا ہو گا جو دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کے ایک ایک لفظ کو نہ صرف سنتا رہے بلکہ ریکارڈ بھی کرتا رہے۔"

"ایک ساؤنڈ روم خالی ہے۔" راجو نے کہا۔ "میں اسے وہیں ایڈجسٹ کیے دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایک آدمی بھی تعینات کیے دیتا ہوں۔"

"گڈ۔" میں نے راجو کو تعریفی نظروں سے دیکھا پھر ریسٹ ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں جا کر ندیم کو ندا کے بارے میں مختصر طور پر آگاہ کرنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تم کچھ زیادہ پراسرار ہوتے جا رہے ہو؟" ندیم نے مکمل تفصیل سننے کے بعد کہا۔

"کیا مطلب؟"

"سراج کا فون کئی بار آ چکا ہے۔ وہ تم سے فوری طور پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" ندیم نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آج کل تمہاری کارکردگی کچھ زیادہ ہی مہربان ہے جو تم نجومی بھی بن گئے اور تمہاری چھٹی حس بھی حیرت انگیز طور پر ناقابل یقین انکشاف کرنے لگی ہے۔"

"کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔" میں نے سادگی سے کہا۔ مجھے ندیم کی باتوں سے اندازہ ہو گیا تھا کہ سراج نے اسے مکمل تفصیل بتا دی ہو گی۔

"تمہارے فارم ہاؤس جانے کی اطلاع مجھے ماسٹر جی کے ذریعے مل چکی ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ندا کے مکان پر جو تین آدمی بے ہوشی کی حالت سے دوچار ہیں ان کا تعلق کس سے ہے؟"

"جگت نارائن کے گروہ سے۔" میں نے کہا پھر مجبوراً دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "کالکا نے بروقت مجھے آگاہ کر دیا تھا کہ احمد غوری کے راستے میں جانے کے بعد وہ ندا کو راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ندا جیسی کم عمر لڑکی پولیس کے سامنے زیادہ دیر تک زبان بند نہیں رکھ سکے گی۔"

"وہ۔ گویا تم نے ندا کا معاملہ بہت قریب سے کیا ہے۔"

"ڈونٹ بی سو جیلس۔" میں نے مسکرا کر لائن ڈس کنکٹ کی پھر سراج کے نمبر ملا کر اس سے گفتگو کرنے لگا۔ سراج نے دوسری باتوں کے علاوہ ان چھ عدد لاشوں کا بھی ذکر

aazzamm@yahoo.com

کیا جو مضافاتی علاقے کی سمت جانے والی روڈ پر سرسوں کے کھیت سے اور قرب و جوار سے برآمد ہوئی تھیں۔ میرے لیے وہ اطلاع کوئی نئی نہیں تھی پھر بھی میں خاموشی سے سنتا رہا۔

"احمد غوری کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے تفصیل سننے کے بعد دریافت کیا۔

"وہ ابھی تک زبان بند کیے ہوئے اور اپنے سابقہ بیان پر اڑا ہوا ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "مسٹر شہباز میں فوری طور پر آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟"

"آپ کی چھٹی حس میں جو بات آئی تھی وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہے۔"

"کون سی بات؟" میں نے انجان بن کر سوال کیا۔ "کہیں آپ پھر مذاق اڑانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہیں۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "غالباً کچھ مخفی قوتیں اب آپ کی رہنمائی کر رہی ہیں۔"

"حیرت ہے۔ جو بات میرے علم میں ابھی تک نہیں آئی وہ آپ تک کس طرح پہنچ گئی؟"

"میرا اشارہ آصف کے اغوا شدہ ماں اور بہن کی جانب ہے۔"

"تو کیا آپ کو واقعی اصل واقعات کے بارے میں۔۔۔"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر قدرے ناخوشگوار انداز اختیار کیا۔ "آصف کی گرفتاری کے سلسلے میں بھی آپ نے علم نجوم کو میری ذات سے بلاوجہ منسوب کر کے اچھا خاصا مذاق کیا تھا۔ میرے لیے وہی بہت ہے۔ اب کوئی اور نیا شوشہ نہ چھوڑیے گا۔ پلیز۔"

میں نے لائن منقطع کر دی لیکن میں محسوس کر سکتا تھا کہ میرے جواب نے سراج کے ذہن پر کیا اثرات مرتب کیے ہوں گے۔

* —— * —— *

وہ شخص جو میرے دفتر میں داخل ہوا خاصا قوی الجثہ واقع ہوا تھا۔ آفس گارڈ اور وہ نووارد ایک ساتھ ہی آگے پیچھے آئے تھے مجھے صورت حال سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ میرا سکیورٹی گارڈ اس وقت بھی آنے والے کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن نووارد اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے گارڈ کو مخاطب کیا۔

"صاحب۔ یہ شخص میرے روکنے کے باوجود۔۔۔"

"تم روکو گے مجھے؟" نووارد نے عجیب انداز میں مسکرا کر گارڈ سے کہا۔ "طوفان کے سامنے تو بڑے بڑے مضبوط بند ٹوٹ جاتے ہیں۔ میرا اور تمہارا معاملہ تو پہاڑ اور گلہری جیسا ہے۔ اپنا وقت نہ برباد کرو جاؤ باہر دروازے پر رائفل پکڑے کھڑے رہو۔ وہیں جچتے ہو۔"

"لیکن۔۔۔"

"بلاوجہ خرچ ہو جاؤ گے میرے ہاتھوں۔" نووارد کے تیور اچانک خراب ہو گئے پھر اس نے ایک معمولی جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو گارڈ لڑکھڑا کر رہ گیا۔ زوردار جھٹکا لگا ہوتا تو وہ رائفل سمیت زمین بوس بھی ہو سکتا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے گارڈ کو باہر جانے کا اشارہ کر کے نووارد کو مخاطب کیا لیکن اس کے ساتھ ہی پاؤں سے میز کے کونے میں اوپر کی جانب لگے ہوئے اس سوئچ کو بھی آن کر دیا جس کے بعد اب آفس میں ہونے والی گفتگو میرا دوسرا سکیورٹی گارڈ بھی سن سکتا تھا جو ایک محفوظ سائڈ روم میں موجود رہتا تھا۔ اس کو ریڈ الرٹ دینے کے واسطے ہی وہ سوئچ میں نے اس طرح لگوا رکھا تھا کہ دفتری صفائی کرنے والا بھی اس سے واقف نہیں تھا۔ دوسرے گارڈ کو قبل از وقت ہی تاکید کر دی گئی تھی کہ میرے ایک مخصوص کوڈ ورڈ کو سننے کے بعد اپنے کمرے سے باہر آ کر کسی قسم کی مداخلت کی کوشش نہ کرے۔ اس چور سوئچ کا بندوبست میں نے جگت نارائن کی دشمنی کے بعد ہی کیا تھا۔

"کیا بیٹھنے کو نہیں کہو گے؟" نووارد نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"آنے کا مقصد بیان کرو۔" میں نے اس کے بے ہودہ طرز تخاطب کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے میرے ساتھی بلیک پین تھر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" وہ میری اجازت کے بغیر ہی ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا سرد لہجے میں بولا۔ "مجھے تمہارے ساتھ ایک اہم کاروباری بات کرنی ہے۔"

"کیا بزنس کرتے ہو؟"

"زندگی اور موت کے امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہوں۔" وہ بے جگری سے بولا۔ "اس کاروبار میں خرچ کم اور منافع زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو بزنس کے کسی ایک ہی ٹرانزکشن میں لاکھوں کا فائدہ ہو جاتا ہے۔"

"کسی مکان یا دفتر میں بلا اجازت اور زبردستی داخل ہونے کی سزا جانتے ہو؟" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"میرا خیال تھا کہ تم نے جنگلی جانوروں کے بارے میں تھوڑا بہت ضرور سن رکھا ہو گا لیکن تمہاری بات سن کر مجھے مایوسی ہوئی۔" وہ بے تکلفی سے بولا۔ "تمہاری معلومات کے لیے یہ بتا دوں کہ بلیک پین تھر چیتے کی سب سے خطرناک قسم کو کہا جاتا ہے۔ انتہائی پھرتیلا، چالاک اور برق رفتار درندہ ہوتا ہے۔ جم کاربٹ کا نام سنا ہو گا تم نے آدم خور چیتوں کو مارنے کے سلسلے میں اس نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی تھی۔

...رت غیرے وہ آج بھی اپنے فن کا بے تاج بادشاہ تسلیم کیا ...لیکن وہ بھی بلیک پین تھر کو نہیں مار سکا۔"

"...اگر تمہید ختم ہو چکی ہے تو کھل کر بات کرو۔" میں نے ...ی سے جواب دیا۔ "میرے پاس تمہارے لیے زیادہ وقت ..."

"میں نے بتایا نا کہ میں تم سے کاروباری باتیں کرنا چاہتا ..."

"کیا چاہتے ہو؟"

"بھوشن کا خیال کھرچ کر ذہن سے نکال دو۔" اس نے سرد ...سفاک لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "آصف کے معاملے میں ...ٹانگ پھنسانے کے خیال سے باز آ جاؤ۔ احمد غوری کے ...تم نے جو قدم اٹھایا تھا اسے نظرانداز کیا جا سکتا ہے لیکن ...شرط یہ ہے کہ ندا کو فوراً واپس کر دو اور دوبارہ پروفیسر کی لیبارٹری ...ت نظر اٹھانے کی بھی حماقت نہ کرنا۔"

"تم نے بیک وقت چار مطالبے کیے ہیں۔" میں نے بے ...ی کا مظاہرہ کیا۔ "تم اگر کاروبار کرنے آئے ہو تو یہ بھی ...ور جانتے ہو گے کہ اس کی کامیابی کا انحصار کچھ لو اور کچھ ...بنیاد پر ہوتا ہے۔"

"تمہاری کیا ڈیمانڈ ہے؟" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ...ے بولا۔

"جگت نارائن کو میرے حوالے کر دو۔" اصلی صورت ...اس کے عوض میں تمہارے مطالبات پر غور کر سکتا ...ں۔"

"بہت خوب۔" وہ مسکرایا پھر کسی زہریلے سانپ کی پھنکار ...ساتھ بولا۔ "تم نے وہ محاورہ تو ضرور سنا ہو گا کہ جہاں گھی ...ھی انگلی سے نہ نکلے وہاں۔۔۔"

"میں بھی اسی محاورے کا قائل ہوں۔" میں نے ترکی بہ ...ی جواب دیا۔ "اس کے علاوہ کبھی کبھی میں [illegible] حسن روز ...کے اصولوں کو بھی اپنانے سے گریز نہیں کرتا۔"

"زندگی تمہیں زیادہ عزیز نہیں ہے شاید۔" وہ پہلو بدل کر ...۔ "ڈی ایس پی سراج کے بل بوتے پر نہ اکڑنا۔ ہم جب ...ہیں اسے کسی چیونٹی کی طرح پیروں تلے مسل سکتے ہیں۔"

"سراج کو پولیس کے محکمے میں ڈبل زیرو سیون کے بجائے ...بازیر وائٹ کے نام سے زیادہ یاد کیا جاتا ہے۔" میں نے موقع کی ...ت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے گارڈ کو کوڈ ورڈ میں ...ل دیتے ہوئے کہا۔ "وہ مجرموں کی خوشبو کو سونگھنے میں بھی ...رت رکھتا ہے اور ان کے گریبان تک پہنچنے میں دیر نہیں ...تا۔"

"کیا تم شرافت سے میرے ساتھ کاروبار نہیں کرو گے ...؟"

"میری ڈیمانڈ اب بھی وہی ہے۔ جگت نارائن، تم شاید اس کے کارندے ہو۔"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن میں اس سے براہ راست کبھی نہیں ملا۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اس کی اصلیت کیا ہے، کون ہے کہاں رہتا ہے؟" اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "اس کی جانب سے بس فون پر کوئی حکم ملتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صرف اس کے نام کا حوالہ دیا جاتا ہو۔ بہرحال اس کی حکم عدولی کی صرف اور صرف ایک سزا ہوتی ہے۔ موت۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے خیال میں وہ پسندیدہ شخصیت کا مالک نہ ہو بلکہ ہم جیسے لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ جانتے ہو کیوں؟ وہ ہماری کارکردگی کے سلسلے میں ہماری توقع سے کہیں زیادہ مال دینے کا عادی ہے۔"

"وہ رقم کس صورت میں ادا کی جاتی ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کوئی نہ کوئی شخص تو ادائیگی کرتا ہو گا۔"

"میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا معاوضہ کام ختم ہونے کے دوسرے ہی دن میرے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتا ہے۔"

"تم نے اپنے اکاؤنٹ بھی بلیک پین تھر کے نام کھول رکھا ہے؟"

"شہباز خان۔" وہ یکلخت بیٹھے بیٹھے اکھڑ گیا۔ "تم میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تم نے مجھ سے چار مطالبات کیے ہیں لیکن میں ان میں سے سوائے آصف کے علاوہ۔۔۔"

"بکو مت۔" وہ آپے سے باہر ہونے لگا۔ "آصف کی ماں اور بہن میرے پاس تھیں لیکن اب نہیں ہیں۔ اور ان دونوں کو حیرت انگیز طور پر کسی طرح بازیاب کر کے پولیس تک پہنچا دیا گیا ہے۔ تم نے بلیک پین تھر کو چھیڑ کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے اسے باتوں میں الجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی تم مجھے بلیک پین تھر کی حیرت انگیز اور پھرتی اور چالاکی کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے پھر؟"

"سیدھی طرح کھل جاؤ۔" وہ میز پر مکا مار کر بولا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ آصف کی کسی ماں اور بہن کے سلسلے میں پہلی بار تمہارے منہ سے سن رہا ہوں تو کیا تم یقین کرو گے؟" میں نے جان بوجھ کر قدرے نرم انداز میں سوال کیا جواب میں وہ مجھے تیز نظروں سے یوں گھورنے لگا جیسے اس کی نگاہیں میرے سچ اور جھوٹ کا ایکسرے کر رہی ہوں پھر اس کی سرد آواز دوبارہ ابھری۔ "تم پروفیسر کی لیبارٹری کس غرض سے گئے تھے؟"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"مارگریٹ کی موت کے بعد سے پروفیسر سے میری گفتگو فون پر ہوتی رہتی تھی۔" اتفاق سے بہت خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "اس روز پروفیسر نے مجھے بلایا تھا وہ شاید مجھ سے کوئی خصوصی بات کرنا چاہتا تھا لیکن اسے موقع نہیں ملا۔"

"کیا مطلب؟"

"ملاقات کے وقت احمد غوری ہمارے سر پر مسلط تھا اور پروفیسر اس کی موجودگی میں کچھ کہنے سے گریز کر رہا تھا۔"

"اس کے بعد تم تنہا اپارٹمنٹ میں احمد غوری کے پاس کیا کرنے گئے تھے؟"

"بزنس۔" میں نے بڑی رازداری سے سرگوشی کی۔ "جو افراد پروفیسر ابرار کے فارمولے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں ہمارے پڑوسی ملک نے کروڑوں کی آفر دے رکھی ہے۔ میں نے اس میں حصے دار بننے کا فیصلہ کرنے کے بعد ہی احمد غوری سے ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"کیا پروفیسر نے تمہیں اس فارمولے کے سلسلے میں کچھ کہنے کو بلایا تھا؟" وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے لیکن میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کیا بلیک بین تھر تمہاری باتوں میں آجائے گا؟" وہ میز پر کہنی ٹکا کے آگے کی جانب جھکتا ہوا خونخوار لہجے میں بولا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ تم نے جے این کے تینوں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے؟ کیا تم ندا کے بارے میں واقعی اتنے ہی معصوم ہو جتنا بننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"میں تمہاری بات سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارے جے این کے آدمی ہمیشہ چوکس رہنے کے عادی ہیں تو پھر انہوں نے مجھے کس طرح نظر انداز کر دیا۔ کیا وہ مجھے گھیر کر ختم نہیں کر سکتے تھے یا وہ دور دور رہ کر صرف تماشا دیکھ رہے تھے؟ اپنی کھوپڑی استعمال کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے صرف جے این کی کہی ہوئی بات پر اعتماد کر لیا اور منہ اٹھا کر یہاں دوڑ چلے آئے۔"

وہ ایک لمحے تک میری بات پر غور کرتا رہا، شاید وہ اپنے تجربے کی کسوٹی پر میرے سچ اور جھوٹ کو پرکھنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

"اب صرف ایک ہی راستہ ہے۔" وہ تھوڑے توقف سے سپاٹ لہجے میں بولا۔ "تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا، سیدھی طرح۔۔۔ یا پھر زبردستی، میرے لیے تمہاری بکواس کی تصدیق کرنی اب ضروری ہو گئی ہے۔"

اسی وقت انٹرکام کی سرخ بتی بلنک (BLINK) کرنے لگی، یہ دراصل اس بات کا سگنل تھا کہ میرے گارڈز پوری طرح تیار تھے اور انہوں نے بلیک بین تھر کے بارے میں سراج کو بھی مطلع کر دیا تھا۔ میں نے انٹرکام کی طرف بے پروائی سے ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی۔

"نہیں۔" بلیک بین تھر نے مجھے سفاک انداز میں متنبہ کیا۔ "جب تک میں اس کمرے میں موجود ہوں تم کسی قسم کی کوئی کال ریسیو نہیں کرو گے۔"

"تم۔۔۔" میں نے اس بار اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "اب شاید اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں صرف پانچ منٹ کی مہلت دے سکتا ہوں۔" اس کا جواب فیصلہ کن اور لہجہ سفاک تھا۔ "یا تو کھل کر بزنس کی بات کرو یا پھر میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جاؤ۔"

"دوسری شکل میں تم کیا کرو گے؟"

"اس کا تجربہ تمہیں پانچ منٹ بعد ہی ہو جائے گا۔"

"تم بھول رہے ہو کہ میرا ایک گارڈ اس بات سے واقف ہو چکا ہے کہ تم میرے آفس میں کس انداز سے داخل ہوئے تھے۔"

"میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا نہیں کرتا۔ موت اور زندگی کا کھیل میرے لیے کسی دلچسپ مشغلے سے کم۔۔۔"

بلیک بین تھر اپنا جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا، اس نے سراج اور اس کے ساتھیوں کو اندر داخل ہوتے دیکھ لیا تھا، فوری طور پر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بھی بلند ہو گئے تھے، شاید اس نے خود کو سرینڈر کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"اسے ہتھکڑی لگا دو۔" سراج نے اپنے ساتھ آئے ہوئے انسپکٹر کو حکم دیا۔ "پولیس کو ایک طویل عرصے سے اس کی بڑی شدت سے تلاش تھی۔"

"رک جاؤ انسپکٹر۔" بلیک بین تھر نے ہاتھ فضا میں بلند کیے کیے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "اگر تم میں سے کسی نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں وہ زہریلا کیپسول چبا لوں گا جس کا تماشا تم ایک بار پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔"

انسپکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، اس نے کسی دوسرے حکم کے لیے سراج کی جانب دیکھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے پولیس کے ساتھ تعاون کیا تو میں تمہاری سزا میں تخفیف کرانے کی بھرپور کوشش ضرور کروں گا۔"

"جیل اور حوالات۔۔۔" وہ عجیب مضحکہ خیز انداز میں مسکرایا۔ "تم بھول رہے ہو ڈی کہ بین تھر صرف اپنی کچھار میں رہنے کا عادی ہوتا ہے، کوئی پالتو جانور نہیں ہوتا جسے پنجروں میں بند کیا جائے۔"

"چھوٹے موٹے سرکس میں چابک کے اشاروں پر عمل

نے والے درندوں کے بارے میں تم کیا کہو گے۔" سراج کا لہجہ تیکھا تھا۔

"ان کے جبڑوں میں زہریلا کیپسول نہیں ہوتا ورنہ شاید تمہارے جو کوڑی کے تماشا دکھانے والے ان درندوں کو زندہ گرفتار نہیں کر سکتے۔" اس نے تمسخر انداز میں کہا۔ "ویسے بھی میرے نزدیک کسی کو دھوکا دے کر جال میں پھانسنا مردوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ مرد وہ ہے جو چیلنج کے بجائے زمین پر کھڑا ہو کر اور ان درندوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارنے کی ہمت کرتا ہے۔"

سراج کے تمام ساتھی مسلح تھے لیکن کسی حکم کے بغیر وہ کسی قسم کی کارروائی کرنے سے قاصر تھے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ بلیک بین تھر کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا جب وہ سب کی نگاہوں میں دھول ڈال کر فرار ہو جاتا۔ زہریلے کیپسول والی بات اس نے انسپکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے کی خاطر کہی تھی۔ بلیک بین تھر کی تمام تر توجہ چونکہ سراج اور اس کے ساتھیوں کی طرف تھی اس لیے میں نے اپنا آٹومیٹک بڑی آہستگی سے نکال لیا جس پر حسب معمول سائیلنسر موجود تھا۔ سراج نے مجھے حرکت کرتے دیکھ لیا تھا پھر اسی کی بدولت بلیک بین تھر نے بھی اپنے زاویے کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ یکے بعد دیگرے میں نے دو فائر کیے۔ میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ ایک گولی اس کی ران کو چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی دوسری نے اس کے سینے کے ذرا اوپر شانے کے قریب سے خون کا فوارہ جاری کر دیا تھا۔ میرے اچانک اور غیر متوقع حملے سے بلیک بین تھر لڑکھڑا گیا پھر اس نے سنبھلنے کی کوشش کی تھی لیکن سراج کے ساتھیوں نے اسے تیزی سے آگے بڑھ کر پوری طرح دبوچ لیا۔ بلیک بین تھر نے مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا پھر وہ خود کو زیادہ دیر ہوش میں نہیں رکھ سکا۔ سراج کے اشارے پر اس کے عملے کے افراد نے سب سے پہلے اس کا منہ کھول کر تلاشی لی لیکن میرے اندازے کے مطابق وہ کوئی زہریلا کیپسول برآمد نہیں کر سکے تھے البتہ اس کی جیب سے انڈے کے سائز کے چار اسموک بم برآمد ہوئے تھے۔ شاید وہ انہیں استعمال کرنے کے بعد ہی فرار کا راستہ تلاش کرنا چاہتا تھا لیکن میری بروقت مداخلت نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہ یقیناً بڑے مضبوط اعصاب اور دل گردے کا مالک تھا۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں مسٹر شہباز۔" سراج نے شکار کو پوری طرح بے بس کرنے کے بعد کہا۔ "آپ نے جس مجرم کو گرفتار کرانے میں مدد کی ہے اس کے زندہ یا مردہ گرفتار کرنے پر حکومت کی جانب سے بہت بڑے انعام کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ اس کا اصلی نام ابھی تک پولیس کے ریکارڈ پر بھی نہیں ہے لیکن بحیثیت بلیک بین تھر کے بھی اس کے جرائم کی فہرست خاصی طویل ہے۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے سراج کے تمام عملے کے آفس سے باہر جانے کے بعد بڑی سنجیدگی سے درخواست کی۔ "میرا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ اس کے علاوہ آپ کو اس خطرناک مجرم پر کڑی نگرانی رکھنی ہوگی۔ میرا تجربہ ہے کہ ایسے خطرناک مجرم زیادہ دنوں تک آہنی سلاخوں کے پیچھے رہنے کے عادی نہیں ہوتے، فرار کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور اختیار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔"

"او کے، میں آپ کی دونوں باتوں کا خاص خیال رکھوں گا۔" سراج نے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے وعدہ کیا پھر دوبارہ میرا شکریہ ادا کر کے رخصت ہو گیا۔

پولیس کے جانے کے بعد میرے دفتر کے کارندے میری خیریت دریافت کرنے کے لیے جمع ہونے لگے۔ ان میں دانش بھی تھا جو الگ تھلگ کھڑا ہونٹ چبا رہا تھا۔ شاید وہ اس بات پر افسوس کر رہا تھا کہ ایک صحت مند شکار اس کی آنکھوں سے بچ کر پولیس کی تحویل میں کس طرح چلا گیا۔ میں اپنے عملے کو تسلی دینے میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے وی آئی پی اسپتال پہنچنے کی کوشش کرو۔" دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"خیریت۔۔۔"

"میرے علاوہ یہاں ماہ رخ بھی موجود ہے۔ سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا ہے۔"

"آئی سی۔۔۔" میں نے چونک کر جواب دیا۔ "میں دس منٹ کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

پھر میں نے اپنے اسٹاف کو رخصت کیا اور نیچے آکر دانش کے ساتھ وی آئی پی اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا جو شہر کا مہنگا ترین اسپتال تھا۔ اونچے طبقے کے لوگ بھی وہاں کے اخراجات برداشت کرنے سے کتراتے تھے۔

لیکن سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر کیوں لے جایا گیا تھا؟ اسپتال میں ندیم اور ماہ رخ کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی؟ کیا ماہ رخ اپنا وار کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی؟

میرے ذہن میں مختلف سوالات گردش کر رہے تھے۔۔۔!!

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ماہ رخ اس وقت برسوں کی بیمار نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرے کی زردی اور آنکھوں کی نمی اس بات کی غمازی تھی کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے نے اسے اندر سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ پوزیشن اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ جس قسم کی اداکاری کر رہی تھی اس پر اسے آسکر ایوارڈ بھی دیا جاتا تو بہت کم تھا۔ مزاج پرسی کے لیے آنے والوں سے بات کرتے وہ بری طرح سسکنے لگتی تھی۔ کبھی کبھی چکرا کر بیٹھ جاتی۔

"ہمیں یہاں کب تک وقت برباد کرنا ہوگا۔" میں نے بے زاری سے سوال کیا۔

"ماہ رخ کی خاطر اس وقت تک تو بہر حال ٹھہرنا ہی پڑے گا جب تک آپریشن نہیں ہو جاتا۔"

ہماری گفتگو کے دوران سراج بھی آگیا۔ وہ بھی کچھ الجھا الجھا سا نظر آرہا تھا۔

"آپ کی تفتیش کیا کہتی ہے؟" ندیم نے سراج کو مخاطب کیا۔

"یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ سلیمان شاہ جس وقت سیڑھیوں سے گرا اس وقت وہ نشے میں تھا لیکن اس کے علاوہ بھی کوئی بات ضرور ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"سلیمان شاہ ایک عادی شرابی ہے۔ پانی کی طرح شراب کا استعمال کرنا اس کے لیے معمول کی بات ہے۔ اس لیے نشے میں لڑکھڑانے والی بات حلق سے نیچے نہیں اتر رہی؟"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ جلدی میں سلپ ہو گیا ہو۔" ندیم نے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ شراب پینے کے عادی نہیں ہوتے وہ اس قسم کی ناگہانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔"

"میں آپ کی بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں لیکن اس حادثے کے پیچھے مجھے کچھ اور عوامل بھی نظر آرہے ہیں۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "جو ملازمین اس وقت موجود تھے ان کا بیان ہے کہ سلیمان شاہ نشے کی حالت میں لڑکھڑا کر زینوں سے گرا ہوا تھا لیکن وہ تمام ملازمین ماہ رخ صاحبہ کے مداح نظر آتے ہیں۔ ایک دو ملازم جو سلیمان شاہ کے گن گاتے ہیں انہوں نے کھل کر کوئی بیان نہیں دیا لیکن میں اپنے تجربے کی روشنی میں ایک بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے جسے چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ماہ رخ صاحبہ کو زہریلی شراب پلانے کا رد عمل ہو۔"

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے میں ماہ رخ کا ہاتھ بھی شامل ہے۔" ندیم نے جرح کرنے والا انداز اختیار کیا۔

"میں نے پولیس کے نقطہ نگاہ سے ایک امکانی خدشے کا اظہار کیا ہے۔" سراج نے جلدی سے وضاحت کی۔ "ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن درست بھی ہو تو میں اسے ایک فطری رد عمل قرار دوں گا۔ ماہ رخ صاحبہ کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی انہی خطوط پر عمل کرتا۔"

"ملازموں کے بیان کے مطابق اس وقت ماہ رخ کہاں تھی جب سلیمان شاہ حادثے سے دوچار ہوا تھا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بیانات کے مطابق وہ اس وقت اپنی خواب گاہ میں تھیں۔"

"کیا آپ کو ملازموں کے بیان پر کوئی شبہ ہے؟" ندیم نے سوال کیا۔

ماہ رخ اس وقت ایک اونچے قسم کے سیاستدان سے گفتگو کر رہی تھی۔ اس کا چہرہ بدستور آنسوؤں سے تر تھا۔ ندیم اس سیاستدان کو دیکھنے کے بعد ہی چونکا تھا پھر وہ تیزی سے اسی طرف چلا گیا۔ میرا ماتھا ٹھنکنا قدرتی بات تھی۔

"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ جس شخص سے بات کر رہی ہے اس کا تعلق بھی سیاست سے ہی لگتا ہے۔" میں نے سراج کی توجہ دلاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"جی ہاں۔" سراج نے اسے دیکھتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو اسے سلیمان شاہ کا رقیب بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کا نام سلیم شاہ ہے۔" سراج نے کہا۔ "سلیمان شاہ اور یہ دونوں ایک ہی گوٹھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے ان کے درمیان بڑی گہری دوستی تھی پھر ان کے تعلقات کے درمیان دراڑیں پڑنی شروع ہو گئیں۔"

"آپ نے ابھی رقابت والی بات کیسی کی تھی؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"دراصل ماہ رخ صاحبہ سلیمان شاہ سے پہلے سلیم شاہ سے قریب تھیں۔" سراج نے کہا پھر جلدی سے بولا۔ "آپ کوئی غلط مطلب نہ نکالیے گا پلیز۔ ماہ رخ صاحبہ نے میرے اوپر کئی احسانات کیے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ سلیمان شاہ اور سلیم شاہ کے درمیان ماہ رخ صاحبہ کی وجہ سے ٹھن گئی ہے۔ سلیم شاہ ان دنوں میں اونچے حکومتی حلقوں میں بہت زیادہ مقبول تھا لیکن پھر ایک اسکینڈل نے اس کی پوزیشن خراب کر دی۔ اس کے اوپر غبن کا الزام عائد کیا گیا تھا جو غلط نہیں تھا۔ بعد میں معاملہ رفع دفع بھی کر دیا گیا لیکن اس کی ساکھ کو دھچکا پہنچنا ضروری بات تھی۔ اس کے بعد ہی ایک دن اچانک سلیمان شاہ اور ماہ رخ صاحبہ کی شادی کی خبر اخبارات کی زینت بنی تو سیاسی

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

میں نے وی آئی پی اسپتال پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا جا چکا تھا۔ مجھے آپریشن تھیٹر کے باہر وزیٹرز لاؤنج میں ندیم اور ماہ رخ دونوں قریب قریب بیٹھے نظر آگئے۔ مقامی حزب اقتدار کے علاوہ حزب اختلاف کے افراد بھی خیریت دریافت کرنے کی خاطر آجا رہے تھے۔ ماہ رخ خلاف توقع بے حد حزن و ملال کے عالم میں نظر آرہی تھی۔

ندیم مجھے دیکھ کر ایک طرف آگیا۔

"یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟" میں نے سرگوشی کی۔ "کیا سلیمان شاہ کسی حادثے کا شکار ہوا ہے یا ۔۔۔؟"

"ابھی تک مجھے تنہائی میں ماہ رخ سے بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں ماہ رخ کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم ماہ رخ اور ملیحہ کے درمیان ہونے والی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دو گے؟ سلیمان شاہ نے ملیحہ سے گفتگو کرتے وقت ماہ رخ کی شان میں جو نازیبا الفاظ کہے تھے وہ سو فیصد کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھے۔"

"انجری کس قسم کی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق سر اور کولہوں پر شدید چوٹیں آئی ہیں۔"

"سرجنوں کا کیا خیال ہے؟"

"ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن اگر اس میں ماہ رخ کا ہاتھ شامل ہے تو پھر سوچنا پڑے گا۔"

"حادثے کی نوعیت کیا تھی؟"

"ماہ رخ کے بیان کے مطابق سلیمان شاہ اس وقت نشے کی حالت میں دوسری منزل پر جانے کی خاطر سنگ مرمر کی سیڑھیاں طے کر رہا تھا۔ آخری سیڑھی پر پہنچ کر اس کا پیر لڑکھڑایا اور سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا وہ نیچے آکر ہی رکا تھا۔ پسلیوں میں یقیناً چوٹ آئی ہوگی جس کا احساس بعد میں ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن سرجن کے مطابق سر کی چوٹ زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ایکسرے کی رپورٹ اچھی نہیں ہے۔"

"سلیمان شاہ نے دو روز کے اندر کوئی خطرناک قدم اٹھانے کی بات ملیحہ سے کی تھی لیکن اس سے پیشتر وہ خود شکار ہو گیا۔" میں نے اظہار خیال کیے بغیر پوچھا۔ "جس وقت سلیمان شاہ آخری سیڑھی سے لڑھکا تھا اس وقت خود ماہ رخ کہاں تھی؟"

"تمہارا تعلق چونکہ اب پولیس سے نہیں رہا اس لیے اپنی زبان بند ہی رکھنا۔" ندیم نے سمجھایا۔ "جنگل میں لگی آگ آسانی سے نہیں بجھتی۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

حلقوں میں کھلبلی مچ گئی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس شادی کے بعد سلیمان شاہ کے اثر و رسوخ حکومتی حلقوں میں بڑی تیزی سے بڑھتے گئے۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ سلیم شاہ نے ---؟"

"ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب ماہ رخ صاحبہ نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہو۔"

"بلیک بین تھر آہنی سلاخوں کے پیچھے کس رد عمل کا اظہار کر رہا ہے؟" میں نے موضوع بدل کر دریافت کیا۔

"وہ ہم سب کو مغلظات سنا رہا ہے۔ اس بات کی دھمکی بھی دے رہا ہے کہ وہ ایک ایک سے نمٹ لے گا۔"

"آپ نے ابھی تک اس سے کچھ اگلوانے کی کوشش نہیں کی۔ میرا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ میرے آفس میں کس خطرناک ارادے سے آیا تھا؟"

"ابھی تک وہ کوئی بیان دینے کو تیار نہیں ہے۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "اس قسم کے خطرناک مجرموں پر ہم زیادہ سختی بھی نہیں کر سکتے لیکن اس کے خلاف پہلے ہی اتنے سنگین جرائم موجود ہیں کہ اس کے بچنے کے امکانات نہیں ہیں۔"

"لیکن اس نے مجھ سے اقرار کر لیا تھا کہ وہ جگت نارائن ہی کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"اور کوئی بات بھی کی تھی؟"

"جی ہاں۔" میں نے سراج کو مکمل تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "جگت نارائن نے اسے پوری طرح بھرنے کے بعد ہی میرے پاس بھیجا تھا۔"

"میں نے اس پر کڑا پہرہ بٹھا رکھا ہے۔ یہ حکم بھی جاری کر دیا گیا ہے کہ اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کرے تو اسے گولی مار دی جائے۔"

"آصف کا کیا حال ہے؟"

"ماں اور بہن کے بازیاب ہو جانے کے بعد سے خاصا مطمئن نظر آ رہا ہے۔"

"آپ کے اس کارندے کا کیا بنا جو جگت نارائن کی خدمت انجام دے رہا تھا؟"

"وہ فی الحال پاگل خانے میں ہے اور یہ سب کچھ آپ ہی کی وجہ سے ---"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے احتجاج کیا۔ "آپ جو پراسرار باتیں میری ذات سے منسوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ---"

"احمد غوری کے سلسلے میں کیا رہا؟" میں نے اس کا جملہ کاٹ کر پوچھا۔

"کب ... [illegible] اسے عدالت کے روبرو پیش کر دیا جائے گا لیکن اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا یہ بات حتمی طور پر نہیں کی جا سکتی۔"

"کیا آپ میرا مشورہ مانیں گے؟"

"وہ کیا؟"

"احمد غوری کے رہا ہونے کی صورت میں بھی آپ کے آدمی برابر اس کی نگرانی پر مامور رہیں گے۔"

"جگت نارائن کا ٹریڈ مارک والا سکہ برآمد ہونے کے بعد میں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔"

"ون منٹ۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "کیا بلیک بین تھر کے پاس سے بھی کوئی سکہ برآمد ہوا ہے؟"

"جی نہیں۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"ہسپتال سے رخصت ہونے کے بعد سے وہ ابھی تک صرف گھر کی حدود تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بھوشن کے بارے میں سوچنے لگا۔ مجھے اس بات کی بھی فکر لاحق تھی کہ اگر احمد غوری باعزت طور پر رہا ہو گیا تو جگت نارائن خاموش نہیں بیٹھے گا۔ میں چاہتا تو احمد غوری کے بارے میں ندا کے ذریعے اہم ثبوت فراہم کر کے اسے سزا کرا سکتا تھا لیکن ابھی میں ندا کو منظر عام پر لانے سے گریز کر رہا تھا۔

سراج کا ایک واقف کار آ گیا تو وہ اس کے ساتھ چلا گیا۔ عظیم، ماہ رخ اور سلیم شاہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ میں ونڈر لاؤنج کے ایک پرسکون گوشے میں بیٹھ گیا اور ماہ رخ کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہرچند کہ ملازمین کے بارے میں ماہ رخ پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن سراج کی طرح میرا دل بھی گواہی دے رہا تھا کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے میں ماہ رخ کے کسی خفیہ اشارے کو ضرور دخل ہوگا۔

"پریشان مت ہو دوستی۔ سب کچھ پلان کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔"

میں نے اس مانوس آواز پر گھوم کر دیکھا تو عثمان غنی میرے قریب ہی کشن پر آلتی پالتی مارے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"کیا تمہیں علم ہو چکا ہے کہ حادثے کا ذمہ دار کون ہے؟" میں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر دبی زبان میں پوچھا۔

"پہلے میرا پروگرام کچھ اور تھا۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے سوچا تھا کہ سلیمان شاہ کو تمہارے دفتر میں ٹھکانے لگایا جائے تاکہ تم پوری طرح میری مٹھی میں آ جاؤ لیکن پھر میں نے تم سے تعلقات بہتر ہو جانے کے بعد یہ ارادہ ترک کر دیا لیکن سلیمان شاہ بہرحال میری نظروں میں تھا۔ اس نے ماہ رخ جیسی بے باک اور خوبصورت حسینہ کو زہر دلوانے کے بعد ہی میری دشمنی قبول کر لی تھی لیکن اب وہ ماہ رخ کی شادی میں زبان بھی نہیں ہلا سکے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ماہ رخ نے سلیمان شاہ سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن میں اسے کسی مصیبت میں گرفتار نہیں دیکھ سکتا چنانچہ مجھے درمیان میں آنا پڑا۔"

"تو کیا؟"

"ہاں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔ "سیڑھیوں پر اسے میں نے ہی دھکا دیا تھا اور ابھی میں آپریشن تھیٹر میں بھی سرجن کے ہاتھوں میں ایک معمولی لغزش پیدا کر چکا ہوں۔ سلیمان شاہ زندہ رہے گا لیکن مفلوج ہو کر۔ نہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے گا۔ نہ بول سکے گا نہ اس کے ہاتھوں میں اتنا دم ہوگا کہ وہ کچھ لکھ سکے۔ یوں سمجھ لو کہ وہ اب تمام زندگی ماہ رخ کے رحم و کرم پر ہوگا۔"

"لیکن ---"

"گھبراؤ مت۔" عثمان غنی مسکرا کر بولا۔ "زندگی اسی نشیب و فراز کا نام ہے۔ کل تک تمہارا کاکا کا دور تھا اب میری باری ہے۔ اس طرح کل تک سلیمان شاہ کی بادشاہی تھی لیکن اب ماہ رخ خود مختار ہوگی۔ میں نے تمہارے لیے ماہ رخ کے گھر کے تمام راستوں کو صاف کر دیا ہے۔"

"سلیم شاہ اس وقت ماہ رخ سے کیوں گھل مل رہا ہے؟" میں نے بات کا رخ پلٹا۔

"وقت کا تقاضا سمجھ کر پھر ماہ رخ کے ساتھ داؤ پیچ لڑانے میں مصروف ہو گیا ہے مگر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوگا۔"

"جگت نارائن کے سلسلے میں تمہاری نرم پالیسی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟"

"تم دونوں بہادر ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں مقابلہ کرو کب تک دوسروں کا ہاتھ تھام کر چلتے رہو گے۔ ویسے اس بات کا یقین رکھو کہ جگت نارائن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور ابھی تو تمہیں اسے کوشلیا کے حسین جسم کے مختلف اعضا بطور تحفہ بھجوانے ہیں۔"

"کیا تم نے کاکا کی ماورائی قوتوں کو بالکل ہی معطل کر دیا ہے؟"

"نہیں۔ یہ بات میرے لیے ممکن نہیں ہے مگر میں اس کے راستے کی دیوار ضرور ثابت ہو رہا ہوں۔" عثمان غنی نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔ "بڑی طاقتوں کے درمیان کچھ خفیہ معاہدے بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں بغیر کسی سنگین وجہ کے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"احمد غوری اور آصف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہ ---" عثمان غنی نے اچانک چونکتے ہوئے کہا پھر مسکرا کر بولا۔ "اچھا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔ اب کھیلنے کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے وضاحت چاہی تو وہ بڑے ہی تیکھے انداز میں بولا۔

"کچھ باتیں بتانے کی نہیں ہوتیں۔ بہرحال تم صرف اتنا جان لو کہ تمہاری کاکا رانی نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بلیک بین تھر کو پولیس کی قید سے آزاد کرا لیا ہے۔ وہ خطرناک دشمن ہے۔ اندھیرے کا تیر۔ اس سے محتاط رہنا۔ اب وہ کاکا کے اشارے کھل کر نہیں بلکہ چھپ کر عقب سے تمہیں خنجر گھونپنے کی کوشش کرے گا۔"

"میں نے سراج کو پہلے ہی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ ---"

"سراج ماورائی طاقتوں سے نہیں ٹکرا سکتا۔ تم روپ نگر کو کیوں فراموش کر رہے ہو جہاں شنکر نے جمنا کو آزاد کرانے کی خاطر جیل کی آہنی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا دیا تھا۔"

"تم ---- تم مجھے کب سے جانتے ہو؟"

"بہت پہلے سے --- جب سے میں نے ہوش سنبھالا تھا۔" وہ بائیں آنکھ جھپکا کر بولا۔ "لیکن میں نے تمہیں اس وقت صحیح معنوں میں بہت غور سے دیکھا تھا جب میاں صاحب نے تمہیں صندلی انگوٹھی سے نوازا تھا۔"

"میاں صاحب ---" میرے دل کو ایک چرکا سا لگا۔ "ان کی خفگی نے مجھے برباد کر دیا تھا۔"

"میں تمہیں بدنصیب کہنے میں حق بجانب ہوں گا۔ اس لیے کہ میاں صاحب کی طاقت ایسی روحانی قوت تھی جس کے سامنے باطل کی کوئی شمع روشن نہیں رہ سکتی تھی۔"

"تم --- میاں صاحب کو کیسے جانتے ہو؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔ "کیا وہ دوبارہ کبھی میرا ہاتھ تھام کر سہارا نہیں دیں گے؟"

"ان باتوں کو فی الحال زیر بحث مت لاؤ۔" عثمان غنی نے سنجیدگی سے کہا۔ "کل کیا ہوگا کیا ہونے والا ہے اس کو راز ہی رہنے دو۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میاں صاحب کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔" اس نے تھوڑے توقف سے کہا پھر موضوع بدل کر بولا۔ "سراج سے تم ابھی بلیک بین تھر کے بارے میں کچھ نہ کہنا۔ میں دیکھتا ہوں کہ کاکا کی قوت اسے کس طرح تمہارے خلاف انتقام لینے پر آمادہ کرتی ہے؟"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

عثمان میری نگاہوں سے او جھل ہو گیا۔ میاں صاحب کے ذکر نے میرے وجود کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ مجھے اپنی کوتاہیوں کا احساس ہو رہا تھا لیکن اب زمین پر گرے ہوئے دودھ پر آنسو بہانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے بلیک چین تھر کے بارے میں سوچا۔ وہ میرے خدشات کے عین مطابق کالکا کی طاقت کی شہ پا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا اور اب میرے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ کالکا کو اگر کوئی موقع مل گیا تھا تو وہ احمد غوری کو بھی رہا کرا سکتی تھی لیکن اس بلیک چین تھر کو ترجیح دی تھی۔ میں ابھی ان حالات پر غور کر رہا تھا کہ ماہ رخ روتی بسورتی میرے قریب آئی۔ ندیم بھی اس کے ہمراہ سر جھکائے کھڑا تھا۔ میں نے آپریشن تھیٹر کی جانب دیکھا جہاں برسرِ اقتدار پارٹی کے افراد دوسرے لوگوں کے ساتھ سرجن کو گھیرے کھڑے تھے۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے جملے گونجنے لگے۔

"شہباز۔" ماہ رخ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "سرجن نے سلیمان شاہ کے لیے ففٹی ففٹی چانسز کی غیر یقینی بات کی ہے۔ ہو سکتا ہے انھوں نے مجھے دلاسا دینے کی خاطر ایسا کیا ہو؟"

"یہ وقت دعا کا ہے۔" میں نے ماہ رخ کے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمھاری دعا سلیمان شاہ کے حق میں کارگر ثابت ہو۔"

"ہاں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ اپنی موت آپ مرے۔" ماہ رخ نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "اس طرح میرا انتقام ادھورا رہ جائے گا۔ میرے سینے میں لگی ہوئی آگ ابھی سرد نہیں ہوگی۔ اندر ہی اندر، جھلساتی رہے گی۔ تم بھی دعا کرو کہ وہ ٹھیک ہو جائے تاکہ میں اسے اذیت دے کر اپنا انتقام پورا کر سکوں۔"

"یہ وقت شاید اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔" ندیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ماہ رخ کے آخری جملے سن کر مجھے حیرت بھی ہوئی تھی۔ وہ سلیمان شاہ کو اس لیے زندہ اور تندرست دیکھنا چاہتی تھی کہ اسے اپنی مرضی سے موت کی دہلیز تک پہنچانے کی خواہش مند تھی۔ یہ بھی عجیب منطق تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔" ماہ رخ نے ندیم کو جواب دیا۔ "میں دل پر جبر کر کے زبردستی مگرمچھ کے آنسو بہا رہی ہوں لیکن یہ سب دنیا دکھاوے کے لیے ہے۔ تمھیں یاد ہے، اس نے مجھے بلیچ سے گفتگو کرتے وقت دو کوڑی کی عورت کہا تھا۔ وہ خود یہ بھول گیا تھا کہ اس کی قدر و منزلت صرف میری وجہ سے تھی ورنہ کوئی اس کی قیمت دو ٹکے بھی نہ لگاتا۔ اس کم ظرف اور بدکردار نے مجھے تو ا۔ ا۔ ۔ د بلین کہا تھا۔ بھی اس سور کے تخم نے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ بھی بھول گیا کہ ہمارے درمیان تو اگی اور یہ چلتی ہی قدر مشترک تھی ورنہ وہ اس مقام تک۔"

"پلیز ماہ رخ۔" ندیم نے اسے دوبارہ وقت کی مصلحت سے آگاہ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔

"اس حرامزادے نے مجھے ناگن کہا تھا۔" وہ اور بپھر گئی۔ "اس نے کہا تھا کہ جب کوئی انسان کسی زہریلی ناگن کو آستین میں پالتا ہے تو اس کے زہر نکالنے کے فن سے بھی واقف ہوتا ہے۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ اس کی سوچ اس کی حماقت کی دلیل تھی۔ ماہ رخ کا صرف ایک وار اسے کوڑھی کر دینے کے لیے بہت کافی ہوتا۔ یہ حسرت اب بھی میرے دل میں مچل رہی ہے۔ تم اگر میرے دوست ہو تو دعا دو کہ وہ زندہ رہے اور محسوس کر سکے کہ ماہ رخ اس کے لیے زہریلی ناگن سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ہاں اسے زندہ رہنا چاہیے۔ ڈاکٹروں اور سرجنوں سے کہو کہ وہ اسے بچالیں میں ان کو منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

میں ماہ رخ کی تصویر کے اس رخ کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سلیمان شاہ کو بیہودہ القاب سے بھی نواز رہی تھی اور اس کی زندگی کی دعا بھی کر رہی تھی۔ اس کا خون بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خون کی تمازت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ جو لوگ دور کھڑے تھے وہ بھی اس کا آخری جملہ سن کر قریب آ گئے تھے۔ شاید ان کا خیال تھا کہ ماہ رخ اپنے شوہر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد اپنا ذہنی توازن کھوتی جا رہی ہے۔

"پلیز۔" اس نے ندیم کی طرف دیکھا پھر ارد گرد جمع ہونے والے لوگوں سے التجا کرنے لگی۔ "اگر تم سب میرے بہی خواہ ہو۔ میرے دوست اور ہمدرد ہو تو پلیز ڈاکٹروں سے کہو کہ وہ سلیمان شاہ کو بچالیں۔ ففٹی ففٹی نہیں ان سے سو فیصد کی بات کرو۔ سلیمان شاہ اگر مر گیا تو میں بھی زندہ نہ رہ سکوں گی۔ اسے بچالو جس طرح بھی ہو اسے موت کے منہ سے چھین لو۔ میں تمھارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

پھر اگر ڈاکٹروں نے اسے بوقت طبی امداد فراہم نہ کی ہوتی تو شاید وہ حقیقتاً ذہنی توازن کھو بیٹھتی۔ ہرین ہمریج کا شکار ہو سکتی تھی۔ اس لیے نہیں کہ اسے سلیمان شاہ کی زندگی عزیز تھی بلکہ اس لیے کہ وہ اسے اپنی مرضی سے موت کی نیند سلانے کی خواہش مند تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے سکون پہنچانے کی خاطر نیند کی سوئی لگا دی تھی۔ اس کو وارڈ میں داخل کر کے باہر نوبت بجوکی تختی لگا دی تو ہم اسپتال سے باہر آ گئے۔

"تصویر کا یہ رخ میرے لیے بھی عجیب تھا۔" ندیم نے راستے میں کہا۔

"انسان اپنی سطح سے اتر کر بھی سوچ سکتا ہے یہ میری

زندگی کے لیے بھی ایک تلخ تجربہ ثابت ہوا ہے۔"

"ابھی تمھیں زندگی میں اس قسم کے اور بھی تجربوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مارگریٹ کو کیوں بھول گئے۔ پروفیسر ابرار جیسے عظیم سائنس داں کی بیوی ہونے کا اعزاز ہی اس کے لیے باعث فخر تھا لیکن وہ بھی دولت کی ہوس کی خاطر دو سروں کے ہاتھوں بک گئی۔ اگر اسے پروفیسر کے فارمولے کو حاصل کرنے کا یقین ہوتا تو شاید وہ اسے شوٹ کر دینے سے بھی دریغ نہ کرتی۔"

"مغربی تہذیب میں اس قسم کا کوئی واقعہ حیرت کی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔" میں نے بات سمجھے میں جواب دیا۔

"بات اب مغرب اور مشرق کی نہیں ہے مائی ڈئیر۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "قصور اس نظام اور تربیت کا ہے جس نے ہماری لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔ ہم آزادی کی خاطر اس کے پیچھے اندھا دھند دوڑ رہے ہیں۔ دوسروں کی تہذیب کو اپنانے میں اپنی آزادی کی حدوں کو بھی پھلانگ رہے ہیں۔ یہ گاڑی زیادہ دور تک نہیں چلے گی۔ آج ایک کم سن مگر آزاد خیال لڑکی والدین کے سامنے سینہ تان کر اپنے حقوق کی خاطر زبان درازی کرتی ہے۔ ہمارے کچھ ارباب حل و عقد اسے سپورٹ کرتے ہیں لیکن کل جب اسی آزادی کا آسیب اس لڑکی کی نسوانیت کو ہڑپ کر جاتا ہے تو اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ غیرت جاگنے پر کچھ خودکشی کر لیتی ہیں اور کچھ تمام زندگی اپنے شوہر کو اپنی عارضی مسکراہٹ سے محبت کا فریب دیتی رہتی ہیں۔ ہم اپنے مقام اور انسانی قدروں کو بھولتے جا رہے ہیں۔ نئی تہذیب کا سیلاب ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ ذرا غور کرو 'آزادی نسواں' کی باتیں کرنے والی کچھ سطح خواتین ایسی بھی ہیں جو مردوں کے شانہ بشانہ بیٹھ کر سروں پر دوپٹہ ڈالے بغیر لپ اسٹک اور پاؤڈر سے اپنے چہرے تھوپ کر حق اور ناحق کی باتیں کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ ایک سراب ہے۔ ایک خوبصورت دھوکا ہے۔ ایک حسین فریب ہے جو پانی کی سطح پر ابھرنے والے بلبلوں کی طرح زیادہ دیر پا نہیں ہوتا۔ اس انداز میں ہم ایک سطح کا کردار نہیں ادا کر رہے ہیں۔ معاشرے میں زہر کی آمیزش کر رہے ہیں۔"

اور کیسینو اور نائٹ کلب کی رونقیں بڑھانے کی خاطر ہم ان ہی بھٹکی ہوئی ہوا کی بیٹیوں کو غیر مردوں کے سامنے رقص کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ انھیں دولت کا لالچ دے کر ان کے ضمیر کو مردہ بنا دیتے ہیں۔ کیا تم اس حقیقت کو بھی تسلیم نہیں کرو گے؟" میں نے ندیم کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھا۔

"میں اس وقت انفرادی نہیں بلکہ

"جب تک انفرادی طور پر ہم اپنی اصلاح نہیں کریں گے اجتماعی طور پر ہمارا ہر قدم فریب ہی کہلائے گا۔"

"تمرا کے بارے میں تمھارے ذہن میں کیا اسکیم ہے؟"

ندیم نے بڑی خوبصورتی سے موضوع سے ہٹ کر کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ ہمیں بلیچ اور ندا میں سے کسی ایک کو فارم ہاؤس سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا ہوگا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"رسک کم کرنے کی خاطر ہمارے لیے یہ اقدام دور اندیشی کے عین مطابق ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے بلیچ کو کہیں اور ہٹا دیا جائے۔ ہم ماہ رخ کی ذہنی حالت پر فی الحال اعتبار نہیں کر سکتے۔ وہ جنون میں اگر کسی وقت بلیچ کو ختم بھی کر سکتی ہے۔ پولیس کو بھی مطلع کر سکتی ہے۔"

"ایز یو وش۔" میں نے ندیم کی بات کو سمجھتے ہوئے کہا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "جن سرجنوں نے سلیمان شاہ کے دماغ کا آپریشن کیا ہے ان کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ابھی وہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ زیادہ پر امید بھی نہیں ہیں۔"

ہمارے درمیان اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں پھر ندیم مجھے میرے آفس ڈراپ کر کے چلا گیا۔ میں آفس میں داخل ہو کر کچھ دیر سستانے کی کوشش کر رہا تھا کہ سراج کا فون آ گیا۔ اس نے بڑی بوکھلاہٹ میں بلیک چین تھر کے فرار ہو جانے کی خبر سنائی تھی۔

"میں نے اس شبہ کا اظہار پہلے بھی کیا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے بائی دی وے جو لوگ اس کی نگرانی پر مامور تھے وہ کیا جواز پیش کر رہے ہیں؟"

"وہ سب اس وقت ایک قریبی اسپتال میں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"انھیں کسی نے چائے میں بے ہوشی کی تیز دوا پلا دی تھی۔"

"آئی سی۔ لیکن جو لوگ باہر گیٹ پر تعینات تھے ان کا کیا بیان ہے؟"

"انھوں نے کسی کو بھی اندر آتے یا باہر جاتے نہیں دیکھا۔"

"آپ کا ذاتی تجربہ کیا کہتا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ایک بار پھر کوئی شیطانی قوت پولیس کے درمیان آگئی ہے۔" سراج نے دبی زبان میں جواب دیا۔ "ماضی میں جو محیرالعقول واقعات پیش آ چکے ہیں آپ بھی ان سے ناواقف نہیں ہیں۔"

سراج نے غلط نہیں کہا۔ کالکا کی پراسرار قوت کے لیے اس قسم کی شعبدہ بازی بازیچہ اطفال سے زیادہ اہمیت نہیں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

رکھتی تھی۔ خود عثمان غنی نے بھی یہی کہا تھا کہ بلیک بین تھر کے فرار میں کاکا کی طاغوتی قوتوں کو دخل تھا۔ اس نے مجھے بلیک بین تھر سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی تلقین بھی کی تھی اور واضح طور پر اسے میرے حق میں ایک خطرناک دشمن قرار دیا تھا۔ خود پولیس کی فائل بھی اس کے جرائم سے بھری پڑی تھی لیکن محکمہ پولیس کی بھاری نفری اور صاحب اختیار افراد بھی ابھی تک سوائے بغلیں جھانکنے کے اس کے خلاف کوئی ٹھوس عملی اقدام اٹھانے سے قاصر ہی تھے۔

سراج سے گفتگو ختم کرنے کے بعد سب سے پہلے میں نے اپنے گارڈز کو بلا کر انھیں کچھ ہدایتیں بھی دیں پھر وارث کو بلا کر میں نے اسے مشورہ دیا کہ آفس سیکورٹی کے لیے اگر وہ چاہے تو مزید گارڈز اپوائنٹ کر سکتا ہے۔"

"کیوں سر۔ کیا آپ کسی متوقع خطرے کو محسوس کر رہے ہیں؟"

"حالات کے پیش نظر اس کے امکانات کو نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے سر۔ میں دو گارڈز اور اپوائنٹ کیے لیتا ہوں۔"

وارث کے جانے کے بعد میں نے دانش کو طلب کیا۔ اس دوران میرے ذہن میں اچانک ایک خیال آسمانی بجلی کی طرح کوندا۔ وقت کے ساتھ ساتھ میرے لیے خطرات بڑھتے جا رہے تھے میری وجہ سے میرے عملے کو پریشانی کا سامنا رہتا تھا ایسی صورت میں ایک طریقہ کار میرے کارندوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتا تھا کہ میں ذاتی دفتر کہیں قریبی عمارت میں منتقل کر دوں جہاں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے خود کو زیادہ بہتر طور پر کسی بھی مقابلے کی صورت میں تیار کیا جا سکتا تھا۔ کاکا کے لیے کسی ٹیکنالوجی کی کوئی اہمیت نہ ہوتی لیکن دوسرے خطرات سے مجھے تھوڑا بہت چھٹکارا ضرور مل سکتا تھا۔ کاکا کے لیے عثمان غنی کی قوت ہی بہت کافی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دانش آفس میں داخل ہوا تو میں نے سب سے پہلے اسے بلیک بین تھر کے فرار ہو جانے کی خبر سنائی۔

"یہ برا ہوا سر۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟"

"کہو۔"

"آپ کے یہ سراج صاحب میری سمجھ میں نہیں آئے۔"

"کیوں؟"

"جب بلیک بین تھر کے زندہ یا مردہ گرفتار کیے جانے پر حکومت کی طرف سے انعام کے علاوہ مکمل چھوٹ حاصل تھی تو پھر سراج صاحب کو شارٹ کٹ اختیار کرنا چاہیے تھا۔ تھوڑی بہت خامیاں تھوپی ہوتیں لیکن یہ قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جاتا۔" دانش نے دبی زبان میں کہا۔ "آپ نے بھی ماہر نشانہ باز بننے کی کوشش کر ڈالی۔ اگر ذرا سا ہاتھ لرز جاتا تو کون سی قباحت تھی۔ آپ کے پاس ایک معزز شہری ہونے کی حیثیت سے سیلف ڈیفنس کا پورا پورا اختیار ہے۔ پولیس کی موجودگی میں آپ کا کسی اشتہاری اور خطرناک مجرم کو ٹھکانے لگانا بہت آسان ہو گیا تھا لیکن۔"

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔" میں نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تمہاری گاڑی میں اب کسی دور مار کرنے والی جدید آٹو میٹک رائفل کا ہونا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ میرے پاس اس کا لائسنس بھی ہے تم پہلی فرصت میں اس حفاظتی کام کو پورا کر ڈالو۔ اس کے علاوہ مجھے تمہارا ایک مشورہ بھی درکار ہے۔"

"میرا مشورہ!" دانش نے حیرت کا اظہار کیا تو میں نے اسے اپنے ذاتی آفس کی منتقلی کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے پوچھا۔ "تمہاری کیا رائے ہے اس بارے میں؟"

"آپ کا خیال مناسب ہے سر۔ عملے سے دور رہ کر ہم زیادہ آزادی سے دھواں دار راستہ اختیار کر سکتے ہیں لیکن دشمن اگر کمینگی کا ثبوت دے تو پہلے وہ کمزوروں کو نشانہ بنانا پسند کرتا ہے۔"

"یہاں بھی حفاظت کا انتظام ہو گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تم کسی قریبی عمارت میں میرے لیے کوئی ایسا آفس تلاش کرو جہاں زیادہ سے زیادہ جگہ ہمارے مصرف میں ہو تو بہتر ہے۔ کمرے بھی تین یا اس سے زیادہ ہوں تو اور مناسب ہو گا۔ اخراجات بڑھنے کی فکر نہ کرنا۔"

"میں آج ہی اس کی تلاش شروع کر دیتا ہوں۔" دانش نے بڑی مستعدی سے جواب دیا پھر کمانڈو انداز میں پلٹ کر باہر نکل گیا۔

دانش کے جانے کے بعد میں نے آفس کے کام میں مصروف ہونا چاہا لیکن اسی وقت ڈائریکٹ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ "ہیلو۔ شہباز دس اینڈ۔" میں نے سلجھے ہوئے انداز میں ماؤتھ پیس میں کہا لیکن دوسری جانب سے دی جانے والی گالی اس قدر ناقابل برداشت تھی کہ میں ضبط نہ کر سکا۔

"باسٹرڈ۔" میں نے غصے سے کہا۔ "کون ہو تم؟"

"تمہارے لہو کا پیاسا بلیک بین تھر۔" اس بار مہذب مگر خونخوار لہجہ اختیار کیا گیا۔ "ابھی تک کوئی ایسی جیل یا حوالات تعمیر نہیں ہو سکی جو بلیک بین تھر جیسے آدم خور درندے کی پرسکون زندگی میں خلل پیدا کر سکے۔"

"مجھے تمہارے فرار ہونے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"تمہارے ذہنی دوست نے بتایا ہو گا۔" جواب ملا۔ "اگر تم نامردوں کی طرح مجھ پر فائر نہ کرتے تو پولیس کے وہ کارندے جو مجھے گرفتار کرنے آئے تھے شاید وہ مجھے کبھی گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوتے۔"

"تمہارے زخم اب کیسے ہیں؟" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"انھیں اپنی زبان سے چاٹ چاٹ کر بھرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" وہ دھاڑ کر بولا۔ "ہمارے درندے ایسا ہی کرتے ہیں لیکن جب خون ان کے منہ کو لگ جاتا ہے تو پھر وہ آدم خور بن جاتے ہیں۔ ناگ یا ناگن مرنے سے پہلے اپنے دشمن کا عکس اپنی آنکھوں میں محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ دوسرا فریق انتقام لینے میں کسی غلطی کا مرتکب نہ ہو۔"

"میں تمہارا مقصد سمجھ رہا ہوں۔" میں نے اسے بھڑکانے کی خاطر کہا۔ "کمینے دشمن کی پہچان یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے محسن کا خون کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔"

"کیا بکواس کرنا چاہتے ہو؟"

"تم کو اب تجربہ ہو چکا ہو گا کہ جلد بازی میں بھی میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں چاہتا تو شوٹنگ کا زاویہ معمولی سا تبدیل کر کے تمہیں ختم بھی کر سکتا تھا۔ بہرحال تم آئندہ مجھ سے کسی قسم کی رعایت کی توقع نہ رکھنا۔"

"تم۔۔۔ اور بلیک بین تھر کے ساتھ رعایت کرو گے۔" دوسری جانب سے جواب ملا پھر ریسیور پر اس کے فلک شگاف قہقہے گونجنے لگے۔ میں نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر لائن ڈس کنکٹ کر دی۔ ٹیلی فون کے دونوں ریسیور اٹھا کر میں نے نیچے رکھ دیے۔ میں اس وقت اس کی مزید بکواس سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

میرا ذہن پراگندہ ہو رہا تھا۔ جس گالی سے مجھے بلیک بین تھر نے نوازا تھا وہ ابھی تک میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔ میں نے شاید غلطی کی تھی جو بلیک بین تھر کو زندہ گرفتار کرانے کی خاطر میں نے اسے محض زخمی کرنے پر اکتفا کی تھی۔ مجھے اس کا منحوس جسم اسی روز گولیوں سے چھلنی کر دینا چاہیے تھا۔ میں نے اس پر احسان کیا تھا لیکن وہ کمینہ میرے احسانوں کا بدلہ بے ہودہ گالیوں سے دے رہا تھا۔ عثمان غنی نے جو باتیں مجھ سے کی تھیں وہ رہ رہ کر مجھے یاد آ رہی تھیں۔ میں نے اس موذی انسان نما درندے کے ساتھ احسان کر کے شاید غلطی کی تھی۔ مجھے اسے اس قابل ہی نہ چھوڑنا چاہیے تھا کہ وہ پلٹ کر ایک سانس بھی لے سکتا لیکن میں نے اس سے گریز کیا۔ اب بلیک بین تھر میرے لیے ایک خطرہ تھا۔ ایک خطرناک دشمن۔ جس سے کچھ بھی توقع کی جا سکتی تھی۔

دفتری فائلوں سے میرا دل اچاٹ ہو چکا تھا۔ میں آرام کی خاطر اٹھ کر اس حصے کی طرف آ گیا جہاں صوفے رکھے تھے۔ ایک صوفے پر لیٹ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے شاید سکون کی ضرورت تھی۔ بڑی دیر تک میں صوفے پر پڑا سوتا رہا پھر میری آنکھ اس وقت کھلی جب وانی نے مجھے جگایا تھا۔ اسے ایک اہم کاروباری سلسلے میں مجھ سے کچھ ضروری کاغذات پر دستخط لینے تھے۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے کاغذات پڑھے بغیر دستخط کر دیے۔ میرا دماغ بوجھل ہو رہا تھا۔

"آئی ایم سوری سر۔" وانی نے فائل اٹھاتے ہوئے معذرت کی۔ "میں اس وقت آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ کاغذات مجھے آج ہی داخل کرانے ہیں ورنہ۔"

"اٹس آل رائٹ۔" میں نے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو مجھے بیدار کر دیا۔"

میں اٹھ کر واپس اپنی آفس ٹیبل پر آ گیا۔

"کوئی نئی بات؟" میں نے وانی سے دریافت کیا۔

"جی۔ لیکن آپ اس وقت مجھے کچھ۔"

"سوتے سے اٹھا ہوں شاید اس لیے تمہیں محسوس ہو رہا ہے ورنہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

وانی کے جانے کے بعد میں خاصی دیر تک حالات کے نشیب و فراز کے بارے میں غور کرتا رہا۔ میرے دشمنوں کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ بھوشن، جگت نارائن اور بلیک بین تھر یہ سب ہی ایک سلسلے کی مختلف کڑیاں تھیں جسے کاکا کی طاغوتی قوت نے مربوط کر رکھا تھا اور مجھے کسی نہ کسی طرح اس جتھے کو توڑنا تھا۔ کچھ سوچ کر میں نے ریسیور اٹھایا اور کیرداس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس وقت شام کے چار کا عمل تھا۔ حسب توقع فون پر کوشلیا ہی کی کھنکناتی آواز ابھری۔

"فرمائیے۔ میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں؟"

"مجھے کیرداس جی سے باتیں کرنی ہیں۔"

"آپ کا شبھ نام؟"

"کیلاش شرما۔" میں نے ایک فرضی نام کا سہارا لیا۔

"کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس سمے کیرداس جی تھوڑے مصروف ہیں۔"

"کام ضروری نہ ہوتا تو میں کیرداس جی جیسے دیش بھگت انسان کو کبھی پریشان نہ کرتا۔"

"ٹھیک ہے۔" کوشلیا نے جواب دیا پھر دس سیکنڈ بعد ہی دوسری جانب سے کیرداس کی آواز سنائی دی۔

"کون مہاشے بول رہے ہیں؟" اس کے لہجے میں سادگی تھی۔

"میں تمہارا ناجائز باپ بول رہا ہوں۔" میں بدلی ہوئی آواز میں غصے سے بولا۔ "تمہارے دن ابھی ختم نہ ہوتے لیکن تم خود

aazzamm@yahoo.com

اپنے دشمن بن چکے ہو تو پھر اس میں میرا کیا دوش؟"

"آپ کچھ خفا معلوم ہوتے ہیں۔" بدستور نرمی سے جواب ملا۔ "ایسا ہوتا ہے۔ منش جب ناراض ہو جاتا ہے تو پھر اس کی بدھی (عقل) کام نہیں کرتی۔ پر ناراض ہونا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔ بھگوان کے سامنے ہاتھ باندھ کر بھگتی کرنے سے سارے دلدر دور ہو جاتے ہیں۔"

"تم تو سچ مچ دیش بھگت معلوم ہو رہے ہو۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"مجھے بتاؤ بالک۔ میں تمہاری کیا سیوا کر سکتا ہوں؟" کبیر داس نے نرمی سے جواب دیا۔ "تم کس کارن بیاکل ہو؟"

"کیا تم میری سہایتا کا وچن دے سکتے ہو؟"

"بھول وچن دیتے ہیں بالک جو اپنا اور دوسرے دونوں کا بے بیاد کرتے ہیں۔ جو سیوا [illegible] کے عادی ہوتے ہیں وہ کر گزرنے پر وشواس رکھتے ہیں۔ مجھے بتاؤ [illegible] بات کی چنتا ہے جس نے تمہیں بیاکل کر رکھا ہے۔ میں اگر تمہارے کسی کام آ گیا تو میرے من کو بڑی شانتی نصیب ہو گی۔"

"جگت نارائن۔" میرا لہجہ یکلخت سفاک ہو گیا۔ "مجھے تمہارے سر کی ضرورت ہے۔ خون میں لتھڑا ہوا سر۔ اپنے چرنوں میں۔"

"بالک" اس بار بھی اسی پر سکون اور نرم لہجے میں جواب ملا۔ "ہو سکتا ہے تم سے کوئی بھول ہوئی۔ یہاں جگت نارائن نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔"

"تم کبیر داس بول رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"مجھے کسی نے بتایا تھا کہ تم اور جگت نارائن، ایک ہی منش کے دو روپ ہو۔"

"میں نے کہا تھا کہ تم سے بھول ہو گئی ہے۔" وہ بدستور سادگی سے بولا۔ "پر تو کوئی بات نہیں۔ انسان ہی غلطیوں کا پتلا ہوتا ہے۔"

"درندے تو بھیڑ کی کھال میں کب تک چھپا رہے گا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے تیری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔"

"بھگوان تمہیں شانتی دے۔ میں اس سے تمہارے لیے کیول یہی پرارتھنا کر سکتا ہوں۔" اس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "تم اس وقت پریشان معلوم ہوتے ہو پھر کسی سمے فون کرنا۔ کبیر داس کے در بھی کسی ضرورت مند کے لیے نہیں بند ہوتے۔"

"لیکن اب جیون کے تمام دروازوں کو اپنے اوپر بند سمجھو۔" میں نے حقارت سے کہا پھر فون منقطع کر دیا پھر ندیم کے نمبر گھمانے لگا۔ مقصد بلیک پین تھری کی فرار کی اطلاع دینے کے سوا کوئی اور کچھ نہیں تھا۔

"جب بھی دفتر سے باہر نکلنا آنکھیں کھلی رکھنا اور پوری طرح محتاط رہنا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بلیک پین تھری کسی انسان کا نہیں ایک بلا یا طوفان کا نام ہے۔ وہ تمہارے ہاتھ آ کر نکل گیا یہ اور بھی برا ہوا۔ ایسے گھٹیا لوگ کسی کا احسان ماننے کے عادی نہیں ہوتے۔ دوبارہ اگر حسن اتفاق سے موقع مل جائے تو پہلی فرصت میں اسے موت کے گھاٹ اتارنے سے دریغ نہ کرنا۔"

"اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ویسے کیا تم نے دوسرے پین کو منتقل کر دیا ہے؟" میں نے اشارے میں ملیحہ کے بارے میں سوال کیا۔

"ہاں میں نیک کاموں میں دیر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ البتہ تمہاری کم سن قیامت اب رفتہ رفتہ زندگی کی طرف تیزی سے لوٹ رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی کوئی خطرناک چال ہو۔ اپنے آدمیوں سے کہو اس سے دور دور رہ کر سخت نگرانی کریں۔"

"مطمئن رہو۔ ندا کو میرے آدمیوں سے کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"اور کوئی تازہ خبر؟"

"سنا ہے کہ سیٹھ نعمان کے وکلا کل پھر آصف کے سلسلے میں ضمانت کی درخواست پیش کر رہے ہیں۔"

"احمد غوری بھی ہمارے لیے بہت اہم ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن پولیس ابھی تک اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت حاصل نہیں کر سکی۔"

"فکر مت کرو۔ جو ہو گا دیکھ لیا جائے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

☆

اس وقت رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی۔ جب میں نے کوشلیا کے اپارٹمنٹ کے کال بٹن کو تیسری بار آزمایا تھا۔ میری معلومات کے مطابق وہ اپنے اپارٹمنٹ میں صرف ایک بوڑھی ماں اور چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتی تھی۔ میں نے دانش کو واردات کے مطابق مکمل ہدایت کر دی تھی۔ اسے کوشلیا کی ماں اور بھائی کو سنبھالنا تھا۔ ہم دونوں نے ریڈی میڈ میک اپ سے اپنے چہرے اور حلیوں میں خاصی تبدیلی کر رکھی تھی پھر بھی میں نے دانش کو آزادی دے رکھی تھی کہ اگر وہ کوئی خطرہ یا ضرورت محسوس کرے تو ماں بیٹوں کو ختم بھی کر سکتا تھا۔ دانش نے صرف اثبات میں سر کو جنبش دی تھی۔ اس کی تیز نظریں اپارٹمنٹ کے درمیان سنسان راہداری کا بغور معائنہ کر رہی تھیں۔ اپارٹمنٹ میں داخل ہونے سے پہلے بھی ہمیں ایک ناخوشگوار فرض ادا کرنا پڑا تھا۔ سیکورٹی کے انتظام

کے تحت ہمارا اس وقت عمارت میں جانا ممکن نہیں تھا لیکن دانش نے بڑی پھرتی سے ان دونوں گارڈز کی کنپٹیاں مسل کر بے ہوش کر دیا تھا۔ ان کے جسموں کو گھسیٹ کر گارڈز روم میں اس طرح ڈال دیا گیا تھا جیسے وہ خواب غفلت سے دوچار ہوں۔ لفٹ ہم نے خود آپریٹ کی تھی۔ دانش خلاف توقع پھرتیلا اور چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔ "کیا تم کسی قسم کا خطرہ یا خوف محسوس کر رہے ہو؟"

"خوف نے کبھی میرے آس پاس بھٹکنے کی کوشش نہیں کی البتہ مجھے بلیک پین تھری سے ضرور خطرہ ہے۔ زخمی درندہ ہمیشہ چھپ کر پشت سے وار کرتا ہے اور جب تک زخمی کرنے والے شکاری کو ٹھکانے نہ لگا دے چین سے نہیں بیٹھتا۔"

"اس بار وہ تمہیں کہیں نظر آ جائے تو تم اسے بلا جھجک شوٹ کر سکتے ہو۔"

"میں نے بھی یہی فیصلہ کر رکھا ہے۔"

سات آٹھ بار بیل بجانے کے بعد کوئی نیند میں اٹھا تھا۔ قدموں کی آواز بتدریج دروازے کے قریب آ رہی تھی۔ ہم دونوں طے شدہ پروگرام کے عین مطابق دائیں بائیں دیوار سے اس طرح چپک گئے کہ دروازہ کھولنے والا فوری طور پر ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ ایک بارہ چودہ سال کا لڑکا تھا جو نیند میں آنکھیں ملتا باہر آ گیا تھا۔ دانش نے پلک جھپکتے میں اسے دبوچ کر اس کے منہ پر اس طرح ہاتھ جما دیا کہ اس کی سانس کی آوازیں بھی گھٹنے لگیں۔ اس کی آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"خبردار اگر سانس کی آواز بھی نکالی تو یہیں راہداری میں فرش پر بچھا کر ذبح کر دوں گا۔"

لڑکے نے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔ گویا وہ دانش کی بات پر عمل کرنے کو رضامند تھا۔ دانش کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ اب جب کہ لڑکے کی سانس بھی گھٹنے لگی تھی۔ میں نے اشارہ کیا تو دانش نے لڑکے کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا لیکن وہ عمل کو دہرانے کے لیے بھی پوری طرح آمادہ تھا۔

"اندر اور کون کون ہے؟"

"میری ماتا جی اور بڑی بہن۔ کوشلیا دیدی۔" لڑکے نے بمشکل اپنا تنفس درست کرتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم سب ایک ہی کمرے میں سوتے ہو؟" میں نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"جی نہیں۔ میں اور ماتا جی ایک کمرے میں سوتے ہیں اور دیدی الگ سوتی ہیں۔"

"کوئی ملازم یا ماسی وغیرہ قسم کی پالتو چیز تو نہیں ہے؟" دانش نے دریافت کیا۔ "دیکھ۔ سچ سچ بول ورنہ آنتیں باہر نکال کر تیرے گلے میں مالا کی طرح ڈال دوں گا۔"

"رات کو ہم تینوں کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا۔" لڑکا بے حد خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے سچ اگلنے میں دیر نہیں لگائی۔ "ماسی صبح آتی ہے اور جھاڑو برتن کر کے واپس چلی جاتی ہے۔"

"دانش ہلکا سا۔"

"رائٹ سر" دانش نے میرا اشارہ سمجھ کر لڑکے کی دونوں کنپٹیوں کو دبا کر اس طرح رگڑا کہ وہ پل بھر میں دانش کے ہاتھوں میں جھول گیا۔

میں آٹومیٹک نکال کر دبے قدموں اندر داخل ہوا۔ دانش نے لڑکے کو ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا۔ اندر لاؤنج میں مدھم پاور کا ایک نیلا بلب روشن تھا۔ دانش نے کسی ناخوشگوار بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے والے انداز میں لڑکے کو ایک صوفے پر ڈال دیا۔

اپارٹمنٹ تین کمروں پر مشتمل تھا۔ ایک میں کوشلیا تنہا سوتی تھی۔ دوسرے میں اس کی ماں اور بھائی کا قبضہ تھا اور تیسرا کمرہ جو کچن سے ملحق تھا اسے بطور ڈرائنگ روم استعمال کیا جاتا تھا۔ اپارٹمنٹ سے نکلنے کے دو راستے تھے۔ ایک وہ جس سے ہم داخل ہوئے تھے اور دوسرا عقبی راستہ تھا جو ایمرجنسی کے طور پر سیڑھیوں کی طرف کھلتا تھا۔ ممکن ہے اسے ملازموں کی آمدورفت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہو۔ میں نے گھوم پھر کر پوری طرح اپارٹمنٹ کے چپے چپے کا اندازہ لگایا۔ وہاں بہت زیادہ قیمتی اور پر تعیش سازو سامان نہیں تھا لیکن جو کچھ تھا اسے بڑے سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے دانش کو بوڑھی عورت کے کمرے کی جانب کا اشارہ کیا تو وہ میرے قریب آ کر بولا۔

"سر اگر اجازت ہو تو اس کی کنپٹی پر بھی ہاتھ پھیر دوں اس طرح میں آپ کے زیادہ کام آ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہاتھ ذرا ہلکا ہی رکھنا۔ اس کے بعد صدر دروازے پر رک کر باہر کی سن گن لیتے رہنا ہو سکتا ہے کوشلیا کی نگرانی پر ایک دو افراد مامور ہوں جو ہماری نظر میں نہ آ سکے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کچھ دیر گزرنے کی صورت میں عمارت کے گارڈز بھی دوبارہ ہوش میں آ جائیں۔"

"او کے" دانش نپے تلے قدم اٹھاتا عورت کے کمرے میں چلا گیا۔

میں نے کوشلیا کے کمرے کے بند دروازے کو آہستہ سے آزمایا۔ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے اندر داخل ہونے میں ضرورت سے کچھ زیادہ احتیاط کی تھی۔ خواب گاہ میں بھی ایک مدھم روشنی کا نائٹ بلب روشن تھا۔ کوشلیا دنیا و مافیہا سے بے خبر بڑی گہری نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ وہ میک اپ کے بغیر ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے کھلے ہوئے بے ترتیب

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

بال عجیب خوبصورت انداز میں ادھر ادھر بکھرے نظر آرہے تھے۔ حسن محو خواب ہو تو اس کی سحرانگیزیاں اور بڑھ جاتی ہیں اور خاص طور وہ اگر ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس ہو تو کچھ ایسا ہی لگتا ہے جیسے کسی سنگتراش نے اپنے کسی شاہکار مجسمے کو کسی باریک لباس کے اندر چھپا دیا ہو تاکہ لوگوں کا اشتیاق زیادہ سے زیادہ بڑھ سکے۔ میں کوشلیا کے حسن کو ایک مصور کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ قدرت کا ایک خوبصورت شاہکار تھی جسے بڑی فرصت میں تشکیل دیا گیا۔ نوک پلک سنوار کر پھر اس کے جسم میں روح پھونک کر زمین پر اتار دیا گیا۔ ایسے حسن کو مٹی میں ملا دینے کا تصور ہی میرے لیے بڑا تکلیف دہ تھا۔ ابھی میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے ذہن میں آگ بھر دی ہو۔ اس آگ کی تپش میرے وجود کو جھلسا رہی تھی۔

"بے شعور۔ فیتی۔" عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تم میرے ساتھ بدعہدی کے مرتکب ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ایسا نہیں ہے لیکن۔۔۔"

"خنجر [illegible] میرے کہنے پر عمل کرو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا پھر جیسے کسی نے میرے اندر چھپے ہوئے انسان کو باہر نکال کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ میں کسی پروانے کی طرح چلتا ہوا کوشلیا کے بستر کے قریب چلا گیا جہاں اس کی سانسوں کی مشک فضا کو معطر کر رہی تھی۔ قرب سے تپش کا احساس بڑھنے لگا تھا۔ میں نے آہستہ سے جھک کر اس کی پریشان زلفوں کو سمیٹنے کی کوشش کی تو وہ کسمسا کر رہ گئی۔ میں نے جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا لیکن میرے اندر جوار بھاٹے کی شدت بڑھ رہی تھی۔ میری تمام تر توجہ سمٹ کر کوشلیا کے خوابیدہ حسن پر مرکوز ہو گئی تھی۔ دوسری تمام حس جیسے ناکارہ ہو گئی تھی۔ میں یہ بھی فراموش کر بیٹھا تھا کہ میری زندگی عارفہ کی امانت ہے۔ شاید کوشلیا کے ساحرانہ حسن نے مجھے پوری طرح تسخیر کر لیا تھا۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے جملے صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

"بت اٹھانا تو ویسے بھی ثواب کا کام ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ کوئی سنگتراش اپنے بنائے ہوئے کسی ناپسندیدہ مجسمے کو بھی مسمار کرنے سے پہلے ایک بار اسے ہر زاویے سے تنقیدی نگاہوں سے ضرور دیکھتا ہے۔ کوشلیا تو پھر ایک حسین اور جاگتا مجسمہ ہے۔ میرا خیال ہے تم میرا مقصد سمجھ گئے ہو گے۔" مجھ پر ایک عجیب خمار کی سی کیفیت طاری تھی۔ ایسی کیفیت جس نے میرے ذہن کے سارے سوئچ آف کر دیے تھے۔ میں نے جھک کر کوشلیا کے روئی جیسے نرم گالوں پر ہاتھ پھیرا تو اس نے کروٹ بدل لی۔ یہ زاویہ میرے اندر کے آتش فشاں کو تھپکیں پہنچانے کے لیے کافی تھا۔ میں نے ایک بار پھر پیار سے ہولے ہولے اس کے گالوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ ایک نووارد کو اپنی خواب گاہ میں تنہا دیکھ کر وہ سہم کر رہ گئی۔ خوف کی آمیزش نے اس کی آنکھوں کے گلابی ڈوروں کو اور گہرا کر دیا تھا۔ وہ خوفزدہ لہجے میں مجھے سرتاپا گھورتے ہوئے بولی۔

"کون ہو تم؟"

"پروانہ۔" میں نے سرگوشی کی۔

"یہاں کس لیے آئے ہو؟"

"سیوک پجارن کے پاس کیوں جاتا ہے؟"

"نکل جاؤ۔" وہ خود کو سنبھال کر گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔ "میں بنتی کرتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔"

"کنویں کے پاس آکر پیاسا چلا جاؤں۔" میں خوابیدہ لہجے میں بولا۔ "امید کی کرن نظر آرہی ہے تو تم مجھے نراش ہونے کا درس دے رہی ہو۔"

"تم۔ تم۔ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟" اس نے مجھے اپنی اہمیت کا احساس دلانے کی کوشش کی۔ "میں کبیر داس جیسے ویش بھگت کی سیکریٹری ہوں۔ اگر اسے پتا چل گیا تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"جو تمہارے حسن میں ڈوب چکا ہو۔ تمہارے عشق میں پہلے ہی مر چکا ہو اسے دوبارہ کون مار سکتا ہے اور مر بھی گیا تو کیا غم؟"

"سن لو۔ کبیر داس۔۔۔"

"کبیر داس نہیں۔" میں نے سرسراتی آواز میں جواب دیا۔ "وہ کبیر داس کے بھیس میں جگت نارائن کا ناٹک رچا رہا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کبیر داس جی اور جگت نارائن۔ بھگوان سے توبہ کرو۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔

"تم اتنے وشواس سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ اس نے ویش بھگتی کے روپ میں ایک راکھشس کو اپنے اندر نہیں چھپا رکھا ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔" اس نے احتجاج کیا۔

"ایک بار اپنے اس پجاری کو بھی قریب سے دیکھ لو جو جان ہتھیلی پر رکھ کر تمہارے شریر کی اگنی سے اپنے من کی پیاس بجھانے آیا ہے۔"

"نہیں یہ ناممکن ہے۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"میں بھی وہ نہیں ہوں جو تم دیکھ رہی ہو۔ چلو حساب برابر ہو گیا۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"میں نیوہتیا (خودکشی) کر لوں گی لیکن تمہارے گندے ہاتھ اپنے شریر تک نہیں پہنچنے دوں گی۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا پھر اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ میں اس کے اور دروازے کے درمیان حائل تھا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ میرے ساتھ فرش پر بکھر گئی۔ اس کے حسن کی سحرانگیزیاں اس کی تیز تیز چلنے والی سانسوں سے اس کے نشیب و فراز میں جو زیر و بم کی کیفیت پیدا ہوئی اس نے میرے ہوش و حواس کو اور معطل کر دیا۔ اس کا لباس بے ترتیب ہو رہا تھا۔

"میں بنتی کرتی ہوں ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتی ہوں کہ مجھے شما کر دو۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔ "دوسرے کمرے میں میری ماتا اور بھائی سو رہے ہیں ان کی آنکھ کھل گئی تو۔۔۔"

"چنتا مت کرو۔" میں اس کی بے بسی پر مسکرایا۔ "وہ اب جلدی ہوش میں نہیں آئیں گے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔ "کیا تم نے انہیں مار ڈالا؟"

"نہیں لیکن کباب کے بیچ اگر ہڈی آجائے تو اسے نگلا نہیں جاتا۔ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔"

"تم۔ تم راکھشس ہو۔" وہ تیزی سے اٹھی۔ ایک بار پھر اس نے کسی خوفزدہ ہرنی کی طرح قلانچیں بھرنے کی کوشش کی لیکن اس بار وہ میری آغوش میں پھنس کر مچلنے لگی۔ میں نے سفاک لہجے میں اسے متنبہ کیا۔

"اب اگر تم نے بھاگنے یا شور مچانے کی کوشش کی تو مجھے مجبوراً تمہارا گلا گھونٹ۔ تم کرنا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم مجھے جان سے مار ڈالو لیکن۔۔۔"

"مجھے جگت نارائن کا پتا بتا دو۔" میں نے ڈانٹ ڈالا۔ "اس کے بعد میں تم کو چھوڑ دوں گا۔"

"میں کسی جگت نارائن کو۔۔۔"

"حرام زادی۔" میرا ہاتھ پوری شدت سے گھوم گیا۔ اس کے نرم و ملائم ہونٹوں سے خون کی پتلی لکیر پھوٹ نکلی۔ اس نے پوری شدت سے زور آزمائی شروع کر دی لیکن کسی معصوم پرندے کی طرح عقاب کے شکنجوں میں پھڑپھڑا کر شکار ہو گئی۔ میرا جنون کم ہوا تو وہ فرش پر بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ ذہنی طور پر مجھے ایک جھٹکا لگا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا لیکن پھر اچانک جیسے سرخ آندھی کے تیز اور گرد آلود جھکڑوں نے میری بینائی کو متاثر کر دیا۔ میرا ہاتھ غیر اختیاری طور پر پنڈلیوں کی طرف بڑھا جہاں میں نے ایک خنجر پٹی کے ذریعہ چھپا رکھا تھا۔ میں نے خنجر کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کر کے اسے خول سے باہر کھینچ لیا۔ میرا ہاتھ طوفانی انداز میں بلند ہوا پھر کوشلیا کے جسم کے مختلف حصوں سے خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ ابھی میرا خونی عمل جاری تھا کہ دانش کمرے میں داخل ہوا۔ جو کچھ اس کی آنکھوں نے دیکھا وہ اسے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اس نے لپک کر میرا خنجر والا ہاتھ تھام لیا۔

"سر یہ کیا کر رہے ہیں؟"

"جگت نارائن کے آدمیوں نے مجھے گھیر کر مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں بچ گیا اور اب۔۔۔" میں اٹھتا ہوا بولا۔ "ہوسکتا ہے کہ کوشلیا کے حسین جسم کے ٹکڑے پارسل کی صورت میں بطور تحفہ وصول کرنے کے بعد وہ اپنے خول سے باہر نکل آئے۔"

"آپ یہ فرض مجھے بھی سونپ سکتے تھے۔" دانش نے تیزی سے کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں بھیانک انداز میں دانش کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر بولا۔ "اس کو ذبح میں نے کیا ہے تم اس کے ٹکڑے بنا کر کبیر داس تک پہنچا دو۔ حساب برابر ہو جائے گا۔"

مجھے نہ جانے کیوں شدید چکر محسوس ہو رہے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اپنے قدموں پر زیادہ دیر تک نہیں کھڑا رہ سکوں گا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن لڑکھڑا گیا۔ اگر دانش نے مجھے سنبھال نہ لیا ہوتا تو شاید میں کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر ڈھیر ہو جاتا۔ مجھے بس اتنا ضرور محسوس ہوا تھا جیسے دانش نے مجھے کندھے پر کسی لاش کی طرح لاد کر تیز تیز قدم اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے بعد مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ میری نظروں کے سامنے گھپ اندھیرے چھانے لگے تھے جنہوں نے میرے ذہن کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر معطل کر دیا تھا۔

☆

کبیر داس کو کوشلیا کی لاش کا پارسل ملنے کی خبریں مع تصاویر کے اخبارات میں شائع ہوئیں تو جیسے پورے شہر میں زلزلہ آگیا۔ سماجی تنظیموں اور فلاحی اداروں نے اس حادثے کی شدید آواز میں مذمت کی تھی اور مجرموں کو فوری طور پر گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دینے کی سخت الفاظ میں حکومت اور حساس اداروں سے اپیل کی تھی۔ رفاہی اداروں نے بھی کبیر داس کی حمایت میں لمبے لمبے بیان جاری کیے تھے۔ جہاں اس حادثے سے میرا ایک انتقام پورا ہوا تھا وہیں کبیر داس کی شہرت میں چار چاند اور لگ گئے تھے۔

مجھے جس نقاہت کے عالم میں گھر لایا گیا تھا اس نے سب ہی کو پریشان کر دیا تھا۔ ہوش آنے پر میں نے خود کو اپنی خواب

aazzamm@yahoo.com

گاہ میں پایا تھا جہاں ندیم کے علاوہ نسیم اور عارفہ بھی موجود تھیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ندیم بار بار مجھے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید دانش یا بھیرو ماسٹر کی نے اسے حالات کی اصل نوعیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ کچھ دیر کے لیے نسیم اور عارفہ خواب گاہ سے کسی کام کی غرض سے باہر گئیں تو ندیم نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کیا یہ سب تمہاری حرکت نہیں تھی؟"

"میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے اقرار کر لیا۔ "جگت نارائن کے پیچھے سمیع تو میں نے مجھے گھیر کر جہنم رسید کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کا قرض چکتا کر دیا ہے۔"

"تم نے عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میجر داس کی ذاتی اپیل پر اس حادثے کی چھان بین اور اصل مجرم کی گرفتاری کے لیے کئی ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں جو اصل تک پہنچنے کی سر توڑ کوشش کریں گی اور۔"

"مگر اس کے امکانات کو ایک جنبش قلم رد بھی نہیں کر سکتے۔" ندیم جھلا کر بولا۔

"فکر مت کرو۔" میں مسکرا دیا۔ "جو کالا بلیک بین تم کو پولیس کے نرغے سے نکال سکتی ہے جو مجھے ایک سنگین جرم کے ارتکاب کی خاطر مجبور کر سکتی ہے، وہی میری مدد بھی ضرور کرے گی۔"

"کیا وشنیا کے خلاف تمہیں کالا نے اکسایا تھا؟"

"نہیں۔"

"ہو سکتا ہے تم درست کہہ رہے ہو لیکن تمہاری بات حلق سے نیچے نہیں اترتی۔"

"کیوں؟"

"کالا ایک ہی وقت میں دو حماقتیں نہیں کر سکتی۔" ندیم نے کہا۔ "اسی نے بلیک بین تم کو اسی لیے آزاد کرایا ہے کہ وہ تم سے اپنا انتقام لے سکے۔ ایسی صورت میں اب اگر تم آزاد ہوئے تو جیل کی آہنی سلاخیں تمہارے لیے بہتر [illegible] ثابت ہو سکتی تھیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ [illegible] کالا کی [illegible] خطرہ بن چکا ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اگر کالا کے [illegible] تو وہ براہ راست بھی میرا خاتمہ کر سکتی تھی لیکن اس نے متعدد موقعوں پر میری بروقت مدد کر کے مجھے [illegible] کیا ہے۔ ایسی صورت میں صرف ایک ہی بات سوچی جا سکتی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "کالا نے اپنی بازی مات کرنے کی خاطر اب آخری چال چلی ہو۔ شاید وہ اپنی ساتھیوں کے پیچھے مجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کی دہلیز پھلانگتے دیکھنا چاہتی ہو۔ اس طرح بلیک بین تم بھی بچ جائے گا اور بھوشن اور جگت نارائن کی خواہشات بھی پایہ تکمیل کو پہنچ جائیں گی۔"

"میرا خیال ہے کہ درمیان کی کوئی کڑی ضرور غائب ہے۔"

"کیوں۔۔۔ تمہیں کسی درمیانی کڑی کا خیال کس طرح آگیا؟" میں چونکا۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں دانش نے حالات کی تفصیل سنا دی ہو۔

"جس راستے پر تم نے اب قدم رکھا ہے میں اس کی آخری منزلیں بھی سر کر چکا ہوں۔"

"دانش نے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں!" ندیم نے مجھے گھورا۔ "لیکن دانش ہی کے رد عمل نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"کیا نتیجہ اخذ کر رہے ہو؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"دانش بے حد نمک حلال اور وفادار آدمی ہے۔ اس نے تمہارے حکم کے تحت اپنی زبان کھولنے سے معذرت کر لی ہے۔ ایسی صورت میں میری جگہ اگر تم ہوتے تو شاید تم بھی اس نتیجے پر پہنچنے کی کوشش ضرور کرتے جو میں کر رہا ہوں۔"

"کیا نتیجہ اخذ کر رہے ہو؟"

"یا تو بلیک بین تم کے فرار ہونے میں تمہاری کالا کے بجائے خود اس کی صلاحیتوں کا دخل تھا یا پھر جو تم نے اقدام کیا ہے اس میں کالا کی خواہشوں کی تکمیل کے خواب شامل تھے۔ بیک وقت ان دونوں واقعات میں کوئی بھی صاحب فہم کالا کی مافوق قوتوں کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتا۔"

"بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔" میں نے قدرے خوشگوار لہجہ اختیار کیا۔ "کالا کے وجود یا اس کی کالی طاقتوں کے بارے میں دنیا کی کوئی بھی عدالت ہماری کسی دلیل کو تسلیم نہیں کرے گی۔"

"میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں لیکن جو کام تم نے کیا ہے وہی کسی اور سے بھی لیا جا سکتا تھا۔"

"فرق کیا پڑتا۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "پولیس کی سختی سے تنگ آکر وہ اپنی زبان کھول دیتا تو بات پھر میری ذات تک محدود ہو کر رہ جاتی۔"

ندیم کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ملازم نے اندر داخل ہو کر کسی میجر فخر الدین اور اس کے ساتھ کچھ رنگروٹوں کی آمد کی اطلاع دی۔

"فخر الدین۔" ندیم نے اس نام کو دہرایا پھر میری طرف دیکھ کر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میں میجر اور اس کی ٹیم کو اٹینڈ کرتا ہوں۔ جب تک تمہیں نہ بلایا جائے تم اپنی خواب گاہ سے باہر آنے کی حماقت نہ کرنا اور اگر تمہیں طلب کیا جائے تو اپنی زبان پر قابو ہی رکھنا۔"

ندیم باہر چلا گیا۔ نسیم اور عارفہ کو میجر کے آنے کی بھنک ملی تو وہ پریشان ہو کر میرے پاس آگئیں۔

"یہ فوج کی نفری کیوں آئی ہے؟" نسیم نے پریشان ہو کر دریافت کیا۔

"کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔"

"میرا دل تو نہ جانے کیوں دھڑک رہا ہے۔" عارفہ نے بمشکل اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"دل دھڑکنا تو زندگی کی علامت ہے۔" میں نے مسکرا کر ان دونوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"سچ سچ بتائیں شہباز بھائی، آپ کو بے ہوشی کی حالت میں گھر کیوں لایا گیا تھا؟" نسیم نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"ظاہر ہے کہ میں بے ہوش تھا اسی لیے بے ہوشی کی حالت میں گھر لایا گیا۔" میں نے پھر بات ٹالنے کی کوشش کی۔ "آئندہ کے لیے سب کو ہدایت کر دوں گا کہ پہلے مجھے ہوش میں لانے کی مناسب تدابیر اختیار کی جائیں اس کے بعد بھلا چنگا ہونے کے بعد۔"

"بے ہوش ہونے کی وجہ کیا تھی؟" عارفہ نے بسورتے ہوئے جرح کی۔

"کام کی زیادتی کے سبب دماغ چکرا گیا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے نہیں معلوم۔" میں نے پھر بات کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کی۔ "ہوش آنے پر میں نے تم دونوں کو دیکھا تو ایک لمحے کو دل باغ باغ ہو گیا۔ میرے ذہن میں پہلا خیال یہی ابھرا تھا کہ قدرت نے نہ صرف مجھ پر مہربان ہو کر مجھے جنت عطا کر دی ہے بلکہ خدمت کے لیے ایک کے بجائے دو حوریں بھی تعینات کر دی ہیں۔"

"آپ کو میرے سر کی قسم۔" نسیم جذباتی ہو گئی۔ "سچ سچ بتائیے اصل بات کیا ہے؟"

"سوری۔ میں تمہارے سر کی قسم کھا کر کوئی بات نہیں کر سکتا۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کوئی اہم بات ہم سے چھپا رہے ہیں۔"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر میرے سر کی قسم کیوں نہیں کھا رہے۔"

"مجھ سے کسی پہنچے ہوئے بزرگ نے کہا تھا کبھی کسی ایسے سر کی قسم نہ کھانا جس میں خشکی ہو یا پھر جوئیں موجود ہوں ورنہ اچھے بھلے حالات کے بگڑنے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"آپ کو میری جان کی قسم؟" عارفہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی لیکن قدرت کو میرا بچاؤ منظور تھا اس لیے ندیم کا بلاوا آگیا۔ میں نے ان دونوں کو دیکھ کر بے پروائی سے شانے اچکائے، اٹھ کر ڈرائنگ روم میں گیا جہاں ایک باوردی میجر بیٹھا ندیم سے گفتگو میں مصروف تھا۔ مجھے داخل ہوتا دیکھ کر میجر نے اپنی باتوں کا سلسلہ بند کر دیا اور تیز نظروں سے مجھے گھورنے لگا۔ اس کے گھورنے کا انداز کچھ مشکوک سا تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا تو اس نے مجھے بدستور گھورتے ہوئے بڑے نپے تلے انداز میں سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔

"کل اپنے دفتر سے اٹھنے کے بعد آپ کہاں کہاں تشریف لے گئے تھے؟"

"ظاہر ہے بزنس کی خاطر کہیں نہ کہیں تو آنا جانا لگا رہتا ہے۔" میں نے وقت لے کر حالات کو بھانپنے کی کوشش کی۔

"میں آپ سے جو پوچھ رہا ہوں صرف اس کا جواب دیں۔" اس کی پیشانی شکن آلود اور منہ تیکھا ہو گیا۔ "کل دفتر سے اٹھنے کے بعد سے گھر پہنچنے تک آپ کہاں کہاں گئے تھے اور کن کن لوگوں سے ملاقات کی تھی؟"

"آئی سی۔" میں نے خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "گویا وہ فون غلط نہیں تھا۔"

"کون سا فون؟" میجر چونکا۔

"ابھی چند منٹ پہلے مجھے کسی نے فون پر دھمکی دی تھی کہ شاید مجھے کسی ناکردہ گناہ کے سلسلے میں پھانس لیا جائے گا۔"

"اس گناہ کی کوئی تفصیل بیان کی گئی تھی؟" میجر نے پہلو بدلا، اس کی عقابی نگاہیں بدستور میرے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

میں کوئی مناسب جواب دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ عثمان غنی مجھے ایک صوفے سے ٹیک لگائے پیر پھیلائے فرش پر بیٹھا نظر آگیا۔

"ریتی، تم غلطی سے پسینہ پونچھنے کے بعد اپنا رومال کوشلیا کے فلیٹ پر چھوڑ آئے تھے۔ کوشلیا سے ملاقات کا اقرار کر لو۔ تمہارے خلاف ایسا کوئی واضح ثبوت نہیں ہے جو تمہیں قتل کا مرتکب ٹھہرانے میں مفید ثابت ہو سکے۔ وقتی پریشانی ضرور ہو گی لیکن یہ بھی تمہارے لیے خوش آئند ہی ثابت ہو گی۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کا غم یا فکر نہیں ہونی چاہیے۔"

"آپ خاموش کیوں ہو گئے مسٹر شہباز؟" میجر نے قدرے سخت لہجے میں سوال کیا۔ "میں نے آپ سے کوئی سوال کیا تھا۔"

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو آپ اس قتل کی تفتیش کی غرض سے تشریف لائے ہیں جس کی خبر آج کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔"

"آپ کو خاص طور پر اس بات کا خیال کیوں آیا؟" میجر کی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

آنکھوں میں کامیابی کی چمک پیدا ہوئی۔

"اس لیے کہ کوشلیا ایک معصوم لڑکی تھی اور میری اچھی دوست بھی تھی اور کل میں اس سے ملاقات کرنے اس کے اپارٹمنٹ پر بھی گیا تھا۔"

"جب آپ اس سے ملنے گئے تھے اس وقت کیا بجا تھا؟" میجر نے تیزی سے سوال کیا۔ ندیم میرے جواب پر کسمسا کر رہ گیا تھا۔

"میں نے گھڑی نہیں دیکھی تھی لیکن محتاط اندازے سے بتا سکتا ہوں کہ اس وقت رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ کا عمل رہا ہوگا۔"

"آپ وہاں۔ میرا مطلب ہے مس کوشلیا کے اپارٹمنٹ میں کتنی دیر ٹھہرے تھے؟" میجر نے تیزی سے پوچھا وہ مجھے جواب دینے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا۔

"تقریباً بیس منٹ۔"

"آپ کو کیوں بلایا گیا تھا؟"

"کوشلیا کو کسی سے جان کا خطرہ لاحق تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس نے مجھے یہی بتایا تھا کہ کوئی اس کی زندگی تباہ کرنے پر بضد ہے۔ بصورت انکار اسے جان سے مار دینے کی دھمکی دی جا رہی تھی۔ میں اسے تسلی دے کر واپس آگیا تھا لیکن شاید میرا رومال وہیں چھوٹ گیا تھا جس کا اندازہ مجھے گھر آنے کے بعد ہوا۔"

"کوشلیا کو کس سے جان کا خطرہ تھا؟ کیا اس نے کوئی نام بھی لیا تھا؟"

"جی ہاں وہ بار بار کسی بلیک بین تھر کا حوالہ دے رہی تھی۔"

"مجھے جلا رہے ہو رفیقی۔" عثمان غنی نے مسکرا کر پھر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

بلیک بین تھر کا نام سن کر میجر بھی ایک لمحے کو چونکا تھا پھر مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

"کوشلیا سے آپ کی ملاقات کس طرح ہوئی تھی؟"

"میں کیبرا اس جی کے رفاہی کاموں میں اکثر حسب استطاعت مدد کرتا رہتا ہوں۔ کئی بار وہاں جانا بھی ہوا۔ اسی دوران کوشلیا سے ملاقات بھی ہوتی رہی پھر ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست بن گئے لیکن یہ دوستی صرف فون پر گفتگو کرنے کی حد تک رہی۔ کل رات اس نے پہلی بار مجھے فون کرکے اپنے اپارٹمنٹ پر بلایا تھا۔ اسی وقت وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی اور بے حد خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔"

"کیا اس نے بتایا تھا کہ بلیک بین تھر کون ہے؟"

"نہیں۔ شاید وہ ذاتی طور پر اس سے ناواقف تھی۔"

"میں بتاتا ہوں آپ کو۔" میجر فخرالدین نے کہا پھر بلیک بین تھر کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے بولا۔ "ابھی حال ہی میں وہ آپ پر قاتلانہ حملے کے سلسلے میں گرفتار ہوا تھا لیکن پھر پراسرار طور پر پولیس لاک اپ سے فرار ہوگیا۔"

"یہ تمام حقائق پولیس فائل پر پہلے سے موجود ہیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"لیکن آپ نے مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ بلیک بین تھر نے آپ پر بھی۔"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔" میں نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ پہلے بلیک بین تھر نے آپ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی اور پھر کوشلیا کو قتل کر دیا۔"

"ممکن ہے اس نے یہ اقدام رقابت کی بنا پر کیا ہو۔" میں نے شانے اچکائے۔ "ہو سکتا ہے کہ اسے فون پر بھی میری اور کوشلیا کی بات چیت پسند نہ ہو اس لیے اس نے پہلے مجھے اور پھر۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندیشہ درست ہو لیکن قانون کی نظروں میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی اس لیے کہ فی الحال صرف کوشلیا کے قاتل یا قاتلوں کی تلاش ہے اور جائے واردات سے جو واحد ثبوت ملا ہے وہ آپ کا رومال ہے اس لیے آپ کی شخصیت ہماری فائل پر سرفہرست ہے۔"

"مزیوش میجر۔" میں نے اس بار ناگوار لہجہ اختیار کیا۔ "میرا تعلق بھی محکمہ پولیس سے رہ چکا ہے۔ میں مقابلے کے امتحان میں کامیابی کے بعد ہی پولیس کی ملازمت کے لیے اہل قرار دیا گیا تھا۔ میرا پورا ریکارڈ بے داغ ہے اس کے علاوہ میرے والد بھی۔"

"مجھے آپ کے بارے میں ان باتوں کا علم ہے اسی لیے میں آپ کے ساتھ ایک رعایت کر رہا ہوں۔" میجر نے پہلی بار قدرے سنبھل کر کہا۔ "میں چاہوں تو آپ کو زیر حراست بھی لے سکتا ہوں لیکن ابھی صرف شامل تفتیش کر رہا ہوں اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ فی الحال خود کو صرف گھر کی حدود تک محدود کر دیں بصورت دیگر ہم آپ کی رہائش گاہ کو جیل قرار دے کر نظربندی کے احکامات بھی جاری کرا سکتے ہیں۔"

"میں آپ سے کسی بھی قانونی اقدام سے گریز کرنے کی درخواست نہیں کروں گا۔"

"مسٹر ندیم سے میرے تعلقات خاصے پرانے ہیں۔" میجر نے اس بار مسکرا کر کہا۔ "امید ہے آپ بھی مجھ سے تعاون کریں گے ویسے میں اپنے فرض کے پیش نظر اپنے کچھ سادہ لباس والوں کو یہاں تعینات کرنے پر مجبور ہوں۔"

"آپ خوشی سے جو چاہیں کریں لیکن میں بھی اپنے دفاع

کے لیے کچھ اختیارات محفوظ رکھتا ہوں۔" میں نے پہلو بدل کر تیزی سے جواب دیا۔

"نہیں۔" ندیم نے مداخلت کی۔ "تم کوئی ایسی حماقت نہیں کرو گے۔"

"میں نے ابھی کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا ہے۔" میرے لہجے میں ہلکا سا کھنچاؤ بھی شامل تھا۔

"بات کو بڑھانے کی کوشش نہ کریں مسٹر شہباز! ورنہ پھر ہمیں بھی اپنا دائرہ تفتیش وسیع کرنا پڑے گا۔"

میں نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ کوشلیا کے اپارٹمنٹ کے دونوں گارڈز کا ذکر ابھی درمیان میں نہیں آیا تھا۔ ہرچند کہ میں اور دانش دونوں میک اپ میں تھے لیکن تفتیش کا دائرہ وسیع ہونے کی صورت میں بازی پلٹ بھی سکتی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تم جرائم کے معاملات میں خاصے ذہین ہوتے جا رہے ہو۔" ندیم نے میجر کے جانے کے بعد کہا۔

"سب تمہاری صحبت کا اثر ہے۔" میں نے لطیف طنز کیا۔

"لیکن ابھی کچے ہو۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے جو کہانی مجھے سنائی تھی وہ اس کہانی سے مختلف ہے جو میجر فخرالدین کو سنائی ہے۔"

"کہانیوں میں کیا رکھا ہے وہ تو بدلتی رہتی ہیں۔"

"بہرحال تم نے بلیک بین تھر کا ذکر درمیان میں لا کر عقلمندی کا ثبوت دیا ہے اور یہ بھی اوپر والے کی مہربانی ہے کہ میجر فخرالدین میرا پرانا دوست نکلا ورنہ تمہاری کہانی میں کچھ جھول بھی موجود تھے۔"

میں نے وضاحت طلب کرنی چاہی لیکن تسنیم اور عارفہ کے آجانے سے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی تھی کہ میجر فخرالدین نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ ندیم کی رہائش گاہ کے چاروں طرف سادہ لباس میں کچھ کمانڈوز کو میری کڑی نگرانی پر مامور کر دیا گیا تھا۔

دو روز تک میں صرف گھر تک محدود رہا تیسرے روز سراج نے آکر مجھے ایک اطلاع دی۔

"عدالت نے پہلی ہی پیشی پر آصف کی درخواست ضمانت منظور کرلی ہے۔"

"آصف کا اپنا کیا بیان ہے؟"

"وہی جو پہلے سے متوقع تھا۔" سراج نے بتایا۔ "اس نے عدالت میں کھڑے ہو کر اس بیان کی سختی سے تردید کردی جو اس نے پولیس کی تحویل میں دیا تھا۔ جواز یہی رہا تھا کہ اس نے پولیس تشدد سے بچنے کی خاطر ایسا کیا تھا۔"

"اس کی والدہ اور بہن کہاں ہیں؟"

"وہ پولیس کی حفاظت میں ہیں اور پوری طرح محفوظ ہیں۔"

"احمد غوری کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی؟"

"جی نہیں۔ وہ ابھی تک یہی بکواس کیے جا رہا ہے کہ پولیس نے اسے بلاجواز حوالات میں بند کر رکھا ہے۔"

"آصف کی ضمانت کی منظوری کے سلسلے میں کیا جگت نارائن کے وکیلوں نے کوئی احتجاج کیا؟"

"محض ایک رسمی رسہ کشی ضرور اختیار کی گئی تھی۔" سراج نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آصف اور جگت نارائن کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہو گیا ہے۔"

"مگر حوالات میں مذاکرات کس طرح ممکن ہوئے؟"

"میں نے حالات کے پیش نظر اس سے ملنے جلنے والوں کو کچھ رعایت دے دی تھی۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اس رعایت کی وجہ سے جگت نارائن کا ایک کارندہ ہماری نگاہوں میں بھی آگیا تھا لیکن وہ بھی موت کی ابدی نیند سلا دیا گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"دراصل ہم نے کچھ ایسے خفیہ انتظامات کر رکھے تھے کہ نہ صرف آصف سے ملنے جلنے والوں پر کڑی نظر رکھی جائے بلکہ حوالات میں ہونے والی گفتگو بھی سنی جا سکے۔ جس شخص کو ہم نے پن پوائنٹ (pin point) کیا تھا اسی نے آصف سے نفع کے سلسلے میں گفتگو کی تھی۔ ملاقات ختم ہونے کے بعد طے شدہ پروگرام کے تحت ہمارے سادہ لباس کے قابل اعتماد اہلکاروں نے اس کا تعاقب کیا لیکن شاید اسے یا پھر جگت نارائن کے دوسرے ساتھیوں کو اس کی بھنک مل گئی تھی چنانچہ اسے گولی مار دی گئی۔ یہ واردات ایک بھری پری سڑک پر ہوئی تھی۔ فائر کسی سائیلینسر لگے ہوئے آتشی اسلحے سے کیا گیا تھا اس لیے لوگوں کو اس کی خبر اس وقت ہوئی جب ہمارا مطلوب آدمی سڑک پر گرا تھا پھر اس کے جسم سے بہنے والے خون کو دیکھ کر راہ گیروں میں بھگدڑ مچ گئی۔ خوف و ہراس کی وجہ سے دکانوں کے شٹر بھی تیزی سے گرا دیے گئے۔ ہم قاتل یا قاتلوں کا سراغ نہیں پا سکے البتہ گولی چونکہ مقتول کے بائیں جانب اور گردن کے درمیان لگی تھی اس کا زاویہ بھی ترچھا تھا اس لیے یہی سوچا جا سکتا ہے کہ فائر کسی قریبی بلڈنگ کے دوسرے یا تیسرے فلور سے کیا گیا ہوگا۔ دو افراد چار منزلہ بلڈنگوں کے فلیٹوں میں چھان بین کرنے سے قاصر تھے۔ اس کے علاوہ مقتول کی سانس چونکہ چل رہی تھی اس لیے اسے فوری طور پر اسپتال لے جایا گیا لیکن کسی قسم کی طبی امداد ملنے سے پیشتر ہی اس نے دم توڑ دیا۔ البتہ مرنے سے پہلے اس نے ایک اہم نام لیا تھا۔"

"جگت نارائن۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"جی نہیں۔ بلیک پین تھر" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "کتنی دیدہ دلیری کی بات ہے کہ اس نے حوالات سے فرار ہونے کے فوراً ہی بعد قاتلانہ سرگرمیاں دوبارہ شروع کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ اسے جگت نارائن کے علاوہ کچھ اور صاحب حیثیت افراد کی بھی بھرپور حمایت حاصل ہے۔"

"کیا مقتول کی تحویل سے بھی جگت نارائن کی شناخت والا کوئی سکہ برآمد ہوا ہے؟"

"نہیں۔ شاید وہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا یا پھر بلیک پین تھر نے..." سراج کچھ کہتے کہتے رکا پھر تیزی سے بولا۔ "آصف نے بھی اپنی رہائی کے بعد مجھ سے دبی زبان میں بلیک پین تھر ہی کا نام لیا تھا۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"جگت نارائن اور آصف کے درمیان رابطے کا کام بلیک پین تھر کر رہا تھا۔"

"آئی سی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایسی صورت میں آصف کو بڑی خوبی اور دوراندیشی سے اپنا پارٹ پلے کرنا پڑے گا لیکن پین تھر ہی اگر جگت نارائن اور آصف کے درمیان مذاکرات کرا رہا تھا تو پھر آصف کی نگرانی پر بھی اسی کو مامور کیا گیا ہو گا؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" سراج نے جواب دیا پھر دبی زبان میں بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں میجر فخرالدین کو پوری طرح زیر نہیں کر سکا لیکن میں نے آپ کی وکالت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"مجھے یقین ہے۔" میں نے بے پروائی سے مسکرا کر کہا۔ "اسی بہانے مجھے دونوں آرام کا موقع مل گیا۔"

"ایک بات اور قابل ذکر ہے۔ جس عمارت سے کوشلیا کی لاش برآمد ہوئی تھی اس کے دونوں گارڈز بے ہوشی کی حالت میں پائے گئے تھے جنہیں میجر فخرالدین کے رنگروٹوں نے ریڈ کراس اسپتال پہنچا دیا تھا لیکن وہ ہوش میں آنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔"

"کیا کوشلیا اپنے اپارٹمنٹ میں تنہا رہتی تھی؟" میں نے اس کی ماں اور بھائی کی خیریت معلوم کرنے کی خاطر ایک رسمی سوال کیا۔

"اس کی ماں اور ایک چھوٹا بھائی بھی ساتھ ہی رہتا تھا لیکن..." سراج نے چونک کر مجھے تولتی نظروں سے دیکھا۔ "آپ نے تو میجر کو بیان دیا تھا کہ حادثے والی رات آپ نے کوشلیا سے ملاقات کی تھی۔"

"وہ مجھے اپنی خواب گاہ میں تنہا ہی ملی تھی۔" میں نے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے وضاحت کی۔ "کوشلیا سے اس کے اپارٹمنٹ میں ملنے کا پہلا اتفاق تھا۔ وہ اس وقت کچھ اتنی خوفزدہ تھی کہ ہمیں اس کے سوا کسی اور بات کا خیال نہیں رہا تھا۔"

"مجھے میجر نے آپ سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا تھا۔" ہو سکتا ہے کہ وہ بہت ساری باتیں درمیان سے حذف کر گیا ہو لیکن اس نے بھی آپ کے حوالے سے بلیک پین تھر کا تذکرہ کیا تھا۔ دراصل وہ بلیک پین تھر والی فائل کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔" سراج کوشلیا کی ماں اور بھائی کا ذکر گول کر گیا یہ بھی ممکن تھا کہ اس نے انہیں کوئی اہمیت نہ دی ہو۔

"کیا کہا تھا میجر نے؟"

"کوشلیا کو بربادی کی دھمکی دینے والا ہاتھ وہی تھا۔" سراج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا کوشلیا نے آپ سے یہی کہا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"اگر کوشلیا کا بیان درست تھا تو پھر ہمیں کچھ سوچنا پڑے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ خود بلیک پین تھر جگت نارائن کا ناٹک بھی رچا رہا ہو۔"

"آپ نے نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا؟"

"سوچنے کی بات ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اگر بلیک پین تھر بھی جگت نارائن کے لیے کام کر رہا ہے تو پھر اسے یہ بھی ضرور معلوم ہو گا کہ جگت نارائن کی عدالت سے ایک معمولی لغزش کی سزا بھی موت ہوتی ہے۔ وہ اپنے مشکوک آدمیوں اور ان افراد کو بھی ٹھکانے لگوا دیتا ہے جو پولیس کی نظروں میں آ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا بلیک پین تھر جگت نارائن کی سکریٹری کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کے بارے میں سوچ سکتا تھا؟"

"آئی سی۔" میں نے جلدی سے سراج کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے بہت ہی اہم نکتہ تلاش کیا ہے۔ اگر آپ کا خیال درست ہے تو پھر بلیک پین تھر ہی نے سو فیصد جگت نارائن کا ناٹک رچایا ہو گا۔ اس طرح وہ پولیس کی توجہ دو مخالف سمتوں میں بانٹ سکتا ہے۔"

"افسوس۔" سراج نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "وہ کم بخت ہمارے ہاتھ آنے کے بعد بھی نکل گیا۔"

"اسے یقیناً کسی طاغوتی قوت کی حمایت بھی حاصل رہی ہو گی ورنہ وہ اتنی آسانی سے بند حوالات سے نکل کر سرے پر موجود مسلح افراد کی نظروں میں آئے بغیر کسی چھلاوے کی طرح فرار نہیں ہو سکتا تھا۔"

"کبھی کبھی قانون کی حد بندیاں بھی ہمارے لیے پریشان

کن ثابت ہوتی ہیں۔" سراج نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اس کے ساتھ شوٹ ایٹ سائٹ کے فارمولے پر ہی عمل کرنا چاہیے تھا اور آپ نے بھی۔"

"آپ کی طرح میں بھی پولیس کے انداز میں سوچنے پر مجبور تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ میرا ذاتی خیال تھا کہ اگر وہ زندہ گرفتار ہو جاتا تو پولیس اس سے بہت سارے ایسے جرائم کا اقرار کرا سکتی تھی جن کے کیس فائل سرد خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔"

"لیکن اب ہمیں اس سلسلے میں اپنی پالیسی بدلنی ہو گی۔"

"ایک غلطی اور بھی آپ سے سرزد ہوئی ہے۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "اگر آپ نے کوشلیا سے ملنے کے فوراً بعد مجھے حالات سے آگاہ کر دیا ہوتا تو شاید ہم اسے ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔"

"کوشلیا نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کئی دنوں سے دھمکی آمیز فون کر رہا تھا۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "مجھے یقین تھا کہ ہماری ملاقات کے فوراً ہی بعد وہ عمل کر بیٹھے گا۔"

"ایک بات اور بھی حلق سے نیچے نہیں اتر رہی۔"

"وہ کیا؟"

"اگر وہ بلیک پین تھر ہی تھا جس نے اپنی ہوس کی پیاس بجھائی تھی تو پھر اسے کوشلیا کو قتل کر کے اس کی لاش کے ٹکڑوں کا پارسل کیبر داس کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس کا جواب تو بہت آسان ہے مائی ڈیئر سراج۔" میں نے خود کو بچانے کی خاطر بڑے تیکھے لہجے میں کہا۔ "خاص طور پر نہ سہی لیکن عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ جو افراد یا لیڈر غریبوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کا بانگ دہل اعلان کرتے ہیں در پردہ وہی ان کا خون بھی چوستے ہیں۔ کیبر داس کی شخصیت بھی ایسے ہی افراد میں شمار کی جاتی ہے جو عوام میں بہت زیادہ مقبول ہیں۔ وہ کئی فلاحی اور رفاہی اداروں کو اپنی جیب سے چلا رہا ہے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کی مدد کر رہا ہے۔ اس کے دروازے پر ہر وقت لنگر جاری رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے بلیک پین تھر نے کیبر داس کی کردار کشی اور پولیس کی توجہ ہٹانے کی خاطر ایک مذموم سازش کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہو۔"

"ویسے کیبر داس کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

میں کوئی سادہ سا جواب دینا چاہتا تھا لیکن معاً مجھے خیال آیا کہ میجر فخرالدین میرے سلسلے میں سراج کو کچھ باتیں بتا چکا تھا چنانچہ میں نے سنبھل کر کہا۔

"دراصل میں رفاہی کاموں میں کئی بار کیبر داس کا ہاتھ بٹانے کے سلسلے میں اس سے ملاقات کر چکا ہوں لیکن بظاہر وہ کوئی جرائم پیشہ نظر نہیں آتا۔ "اندر کی بات تو اوپر ہی والا جان سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم جو کچھ سوچ رہے ہوں کیبر داس کا دوسرا رخ ہو۔"

سراج نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا کچھ دیر تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر دبی زبان میں بولا۔

"احمد غوری کے بارے میں کیا خیال ہے کیا اس واردات میں بھی بلیک پین تھر کا کوئی عمل دخل ہو سکتا ہے؟"

"نئے حالات کی روشنی میں فی الحال یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"کیا آپ نے ندا کا نام بھی سنا ہے؟" سراج نے اچانک ندا کا نام اس قدر خلاف توقع لیا کہ میں ایک لمحے کو اس کی شکل دیکھتا رہ گیا پھر خود پر جلدی سے قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ندا کون ہے؟" انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ نام میں نے پہلی بار سنا ہو۔

"احمد غوری کے ساتھ ہی پروفیسر ابرار کی لیبارٹری میں کام کرتی تھی۔"

"تو کیا اسے بھی؟" میں نے چونکنے کی شاندار اداکاری کی۔

"نہیں۔" سراج نے پرخیال انداز میں کہا۔ "وہ کئی روز سے لیبارٹری نہیں گئی۔ پروفیسر ابرار نے اس کے سلسلے میں براہ راست ہمارے ڈی آئی جی کو فون کیا تھا لیکن پروفیسر نے مس ندا کا جو ایڈریس بتایا تھا وہ وہاں سے دستیاب نہیں ہو سکی۔ اس کا مکان کھلا ملا تھا۔ محلے والوں نے بھی اس کی گمشدگی کے بارے میں کوئی تسلی بخش بات نہیں بتائی۔ ڈی آئی جی صاحب کا خیال ہے کہ اسے اغوا کر لیا گیا ہے اس لیے کہ جس روز احمد غوری کو زخمی کیا گیا تھا اس کے ایک روز بعد ہی سے ندا بھی غائب ہوئی ہے۔"

"گویا اس بار لڑکیوں اور خواتین کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"پچھلے ماہ رخ کو زہریلی شراب دینے کی سازش۔ اس کے بعد ہیرا کا منظر عام سے غائب ہو جانا۔ نغمہ کے ساتھ پیش آنے والے حالات، ندا کی گمشدگی یا اغوا اور اب کوشلیا کی عبرتناک موت۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسے حالات میں نغمہ کو خاص طور پر پولیس حفاظت کی بہت زیادہ ضرورت ہے اب وہی ایک ایسی شخصیت باقی رہ گئی ہے ہم مجرموں کے لیے بطور چارہ استعمال کر سکتے ہیں۔"

"سلمان قیصری کی موت کے بعد غالباً آپ بھی نغمہ سے تعزیت کی خاطر اس سے ملے تھے؟"

"اس کے علاوہ بھی دو ایک ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "شاید میں نے آپ کو بتایا بھی تھا۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"میجر نے آپ کو کتنے دنوں کے لیے غیر قانونی طور پر ہاؤس اریسٹ رکھا ہے؟"

"اس کا جواب تو میجر ہی دے سکتا ہے۔"

"کیا آپ اس غیر قانونی اقدام کے خلاف کوئی کیس فائل نہیں کریں گے؟"

"ارادہ تو تھا لیکن اب ترک کر دیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"میجر اور ندیم پرانے دوست رہ چکے ہیں اس لیے میجر نے دوستانہ انداز میں مجھے یہی مشورہ دیا ہے کہ میں اس کے ساتھ تعاون کروں اس لیے کہ کوشلیا کے اپارٹمنٹ سے جو واحد ثبوت ملا ہے وہ میرا رومال ہے جو میں چلتے وقت وہاں بھول آیا تھا۔ ایسی صورت میں مجھے شامل تفتیش بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا میں آپ سے ایک اور سوال کر سکتا ہوں بشرطیکہ وہ ہم دونوں کے درمیان ہی رہے؟" اس بار سراج نے دبی زبان میں کہا۔

"فرمایئے۔" میں نے وضاحت چاہی۔ سراج کا وہ انداز مجھے معنی خیز ہی محسوس ہوا تھا۔

"مسٹر ندیم کے پاس کوئی ساحلی ہٹ فارم ہاؤس یا اسی قسم کی کوئی اور جگہیں بھی ہیں۔"

"میں آپ کے سوال کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے سراج کو بہت غور سے دیکھا۔

جواب میں سراج نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن اسی وقت ندیم ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش کے اثرات نمایاں تھے۔ سراج نے بھی ان تاثرات کو بغور دیکھا تھا۔

"خیریت؟" میں نے ندیم سے دریافت کیا۔

"ڈی آئی جی آفس کو بم کے دھماکے سے اڑا دیا گیا۔ پوری عمارت ملبے کا ڈھیر بن چکی ہے۔ ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوا کہ کتنے افراد اس دھماکے کی لپیٹ میں آ چکے ہیں۔"

"اٹ از ٹو مچ۔" سراج نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا پھر اجازت لے کر فوراً ہی چلا گیا۔ ندیم کی دی ہوئی خبر نے اسے بھی بوکھلا دیا تھا۔

"ڈی آئی جی کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے سراج کے جانے کے بعد دریافت کیا۔ "کیا وہ بھی دھماکے سے مرنے والوں میں شامل ہے؟"

"ہاں۔ اسی کو نشانہ بنانے کی خاطر تو دھماکہ کیا گیا تھا۔" ندیم نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ڈی آئی جی آفس کے عملے کے بیشتر افراد بھی یا تو عمارت میں دب کر ہلاک ہو گئے ہیں یا پھر ان کے جسم کے ٹکڑے پھٹ کر فضا میں منتشر ہو چکے ہیں۔"

ہمارے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ بلیک چین تھری کی کال آ گئی لب و لہجے سے وہ کوئی فاتح جرنل ہی محسوس ہو رہا تھا کال میں نے ہی ریسیو کی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اب تک ڈی آئی جی کی اذیت ناک موت کی اطلاع مل چکی ہوگی؟"

"تم اسے اپنی سورمائی سمجھ رہے ہو؟"

"بلیک چین تھری کو چھیڑ کر تم نے اچھا نہیں کیا۔" اس کے لہجے میں سفاکی تھی۔ "ڈی آئی جی کے بعد اب تمہارے سراج صاحب کی باری ہے جنہوں نے مجھے گرفتار کرنے کی حماقت کی تھی۔ ہو سکے تو میرا یہ پیغام اپنے دوست تک پہنچا دو لیکن یاد رکھو اب تم کو بھی تباہی و بربادی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ میجر نے اگر اپنے سادہ لباس والے کمانڈوز کو تمہاری نگرانی پر مامور کیا ہوتا تو ہمارا پہلا شکار تم ہوتے اس لیے کہ تم نے نامردوں کی طرح بلیک چین تھری کو دھوکا دے کر زخمی کیا تھا ورنہ مسٹر سراج اور ان کے مسلح افراد میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

"فکر مت کرو۔ دوسری بار میں تمہیں صرف زخمی کرنے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"اس کا اندازہ تمہیں آنے والے وقت سے ہوگا۔" دوسری جانب سے فون بند کر دیا گیا۔

"کس کا فون تھا؟" ندیم نے سوال کیا۔

"بلیک چین تھری کا۔ اس نے ڈی آئی جی آفس میں بم دھماکے کی ذمے داری قبول کی ہے۔"

اسی وقت دوبارہ فون کی گھنٹی بجی اس بار دوسری جانب سے میجر فخرالدین کی آواز سنائی دی۔ اس بار کال ندیم نے ریسیو کی تھی۔ کچھ دیر تک وہ سنجیدگی سے باتیں کرتا رہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں میجر لیکن میری درخواست ہے کہ اگر تم مطمئن ہو گئے ہو تو اپنے سادہ لباس والوں کو ہٹا لو۔ میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن اس طرح ایک تو ہمارے کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے اور دوسرے یہ کہ تم آخر کب تک ہماری نگرانی کی ذمے داری سنبھال سکو گے۔ خدا تمہیں کامیاب کرے لیکن آپریشن کرتے وقت محتاط رہنا۔ وہ زخمی شیر سے بھی زیادہ خطرناک واقع ہوا ہے۔ ایز یو وش۔" ندیم نے گفتگو کرنے کے بعد مجھے مخاطب کیا۔ "ہماری فون کالز بطور خاص ٹیپ ہو رہی تھیں۔ بلیک چین تھری کی کال سے تمہیں بہرحال ایک فائدہ ہوا ہے کہ تمہاری شخصیت اس کی نگاہوں میں صاف ہو گئی ہے۔ میجر نے بڑے وثوق سے کہا ہے کہ اس نے کال کے ذریعے اس جگہ کو لوکیٹ کر لیا ہے جہاں سے کال کی گئی تھی اور اب وہ فوری آپریشن کی تیاری کر رہا ہے۔"

"ہمارے اوپر سے پہرا اٹھانے کے سلسلے میں اس نے کیا

فیصلہ ہے؟"

"اس نے اپنے آدمیوں کو لائن کلیئر کر دینے کے احکامات جاری کر دیے ہیں۔"

"یہ ایک کام کی خبر سنائی ہے تم نے۔"

"لیکن تم فوری طور پر کسی حماقت کا ثبوت نہیں دو گے۔" ندیم نے کہا۔ "ہو سکتا ہے بلیک چین تھری نے محض تمہیں گھر سے باہر نکالنے کی خاطر ایک خوبصورت چال چلی ہو۔"

"سب کچھ ممکن ہے۔ ویسے ڈی آئی جی کو موت کے گھاٹ اتارنے کی دھمکی پہلے دی جا چکی تھی، کسی نے فون پر سراج سے کہا تھا کہ وہ بھوشن کے معاملے میں ڈی آئی جی کو زیادہ اچھل کود کرنے سے روکے ورنہ اس کا انجام خراب ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دوسری دھمکی اب بلیک چین تھری نے سراج کے لیے دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ سراج کو بھی ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"تم اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"دو اور دو ہمیشہ چار ہوتے ہیں۔ پانچ نہیں ہوتے۔ جو حالات ہیں وہ تمہارے سامنے بھی ہیں۔"

دوسرے روز میں دفتر پہنچ گیا۔ وقت کی نزاکت مخدوش تھی۔ اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے کا وقت نہیں تھا۔ آفس کچھ دیر اٹینڈ کرنے کے بعد میں سیدھا اس اسپتال پہنچا جہاں سلیمان شاہ داخل تھا۔ عثمان غنی نے اس کے بارے میں غلط نہیں کہا تھا۔ وہ وی آئی پی روم میں داخل تھا لیکن بولنے، سننے اور لکھنے کی قوتوں سے محروم ہو چکا تھا۔ ایک ہی جھٹکے نے اسے زندہ درگور کر دیا تھا۔ ماہ رخ کو سلیمان شاہ کو دودھ پلاتے دیکھ کر مجھے تعجب ہی ہوا۔

"تم؟" ماہ رخ نے مجھے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ "کب آئے؟"

"دو منٹ سے زیادہ نہیں ہوئے مگر مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تم اپنے شوہر کی خدمت کر رہی ہو۔"

"شوہر۔ خدمت۔" وہ عجیب انداز میں بولی۔ "دعا کرو کہ مجھے اس خدمت کا پھل بھی مل جائے۔" پھر اس نے تیز نظروں سے سلیمان شاہ کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کاش یہ اس قابل ہو جائے کہ میں اسے بتا سکوں کہ وہ کوڑی کی عورت بھی اگر اپنی ضد پر آ جائے تو کہاں تک جا سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اب اسے معاف کر دو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسے پہلے ہی قدرت نے عمر قید کی بڑی عبرتناک سزا دے رکھی ہے۔"

"ایسا مت کہو شہباز۔" وہ تیزی سے بولی۔ "اگر یہ انتقام ادھورا رہ گیا تو شاید مرنے کے بعد میری روح بھی سکون سے نہیں رہ سکے گی۔"

ہمارے درمیان گفتگو جاری تھی کہ سلیم شاہ کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے ماہ رخ کے ساتھ دیکھ کر اس کی پیشانی بس ایک لمحے کو شکن آلود ہوئی تھی پھر اس نے تیزی سے خود پر قابو پاتے ہوئے ماہ رخ کو مخاطب کیا۔

"کیسی ہو؟"

"فی الحال زندہ ہوں۔ اس امید پر کہ شاید یہ پھر سے صحت مند ہو جائے۔" ماہ رخ نے سلیمان شاہ کو حقارت سے دیکھا جو آنکھیں پھاڑے چھت کو گھورے جا رہا تھا۔

"اپنا قیمتی وقت کیوں برباد کر رہی ہو۔" سلیم شاہ نے بڑی اپنائیت سے جواب دیا۔ "ڈاکٹرز اور سرجن کی ٹیم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اب صرف موت ہی سلیمان شاہ کو زندگی کی اذیتوں سے نجات دلا سکے گی۔"

"اور اس کے بعد۔" ماہ رخ نے سلیم شاہ کو غور سے دیکھا۔

"اس کے بعد ہم پھر ایک ہو سکتے ہیں۔" سلیم شاہ نے میری موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"شاید اب ایسا ممکن نہ ہو سکے۔" ماہ رخ نے بے حد سنجیدگی اور بے رخی سے جواب دیا۔

"تو کیا ساری زندگی سلیمان شاہ کی چھت کے نیچے گزارنے کا ارادہ کر لیا ہے؟"

"سلیمان شاہ کی آخری سانس پوری ہو لینے دو پھر کوئی فیصلہ ہو سکے گا۔"

"کیا میں بھی خود کو امیدواروں میں شامل سمجھوں؟"

"گیٹ لاسٹ۔" ماہ رخ کا پارہ یکلخت چڑھتا چلا گیا۔ "نکل جاؤ یہاں سے اور دوبارہ اپنی دولت اور شہرت کی کہانیاں سنا کر مجھے خریدنے کے لیے یہاں کبھی مت آنا۔ میں تم سے قطع تعلق کر چکی ہوں۔ کیا سمجھے گیٹ آؤٹ۔ آؤٹ۔"

سلیم شاہ نے ایک بار میری طرف نظر گھما کر دیکھا۔ ایک اچٹتی نظر سلیمان شاہ پر ڈالی پھر ماہ رخ کو دیکھ کر بڑی معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ وہ کسی زہریلے ناگ ہی کی طرح پھنکارا تھا۔ "تم نے اب بولنا بھی سیکھ لیا ہے اور وہ بھی سلیم شاہ کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر۔ اچھا ہے۔" وہ باہر چلا گیا تو میں نے اس کے لہجے میں چھپے انتقام کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"ماہ رخ پلیز۔ اپنی ذہنی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔"

سراج کمرے میں داخل ہوا تو ماہ رخ میری بات کا جواب نہ دے سکی۔ اس نے سراج کو بھی بڑی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"سلیمان شاہ کی طبیعت۔"

"جہنم میں گیا سلیمان شاہ۔" ماہ رخ، سراج کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بھڑک گئی۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے میرے ساتھ موت اور زندگی کا کتنا بھیانک کھیل کھیلا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔" سراج نے اس بار خود ہی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا شاید اسے ماہ رخ کا انداز تخاطب پسند نہیں آیا تھا۔

"اور سنائیے مسٹر سراج۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "بم دھماکے کا کیا رہا؟"

"ڈی آئی جی سمیت پولیس کے نو دوسرے اہلکار بھی کام آگئے ہیں۔ ابھی تک ملبے کی صفائی ہو رہی ہے۔ کئی مسخ شدہ لاشیں برآمد ہو چکی ہیں جنہیں سردخانے میں رکھوا دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ اور جسمانی اجزاء بھی پولیس کے ہاتھ آجائیں۔"

"بلیک چین تھرنے اس دھماکے کی ذمے داری قبول کرلی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب؟" سراج حیرت سے اچھل پڑا۔

میں نے اسے میجر سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی اچھا ہوا کہ میجر کو میری بے گناہی کا یقین آگیا۔ سو وہ بلیک چین تھر کے تعاقب میں گیا ہے لیکن۔۔۔"

"بلیک چین تھرنے دھمکی دی ہے کہ ڈی آئی جی کے بعد دوسرا نمبر آپ کا بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ گفتگو بھی میجر فخرالدین کے پاس بطور ٹیپ محفوظ ہے۔"

"پورا شہر کھنڈر میں تبدیل ہو جانے دو لیکن کسی طرح اس منحوس انسان کی یادداشت بھی چند گھنٹوں کے لیے بحال کردو۔" ماہ رخ نے سراج سے کہا۔ "کیا تم ایک فرض شناس اور ذمے دار پولیس آفیسر ہو کر میری خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتے۔"

میرا خیال تھا کہ ماہ رخ کے انتقام کی شدت نے اس کے ذہن کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی۔ باتیں کرتے کرتے وہ حسرت بھری نظروں سے کچھ دیر تک سلیمان شاہ کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہتی پھر اپنے بال نوچنے لگتی تھی۔ ڈاکٹر اور سرجن کمرے میں داخل ہوئے تو سراج مجھے اشارہ کر کے باہر لے گیا پھر بولا۔ "میں آپ کو ایک ناخوشگوار خبر سنانے کی خاطر تلاش کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟"

"جس فلیٹ میں آپ کا آفس تھا اسے فرنیچر سمیت جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے البتہ محلے کے تمام افراد محفوظ ہیں۔"

"یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے؟" میں نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے سراج سے پوچھا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن قرین قیاس ہے بلیک چین تھر ہی نے ڈی آئی جی آفس کے بعد آپ کے دفتر کو نشانہ بنایا ہوگا۔"

اسی وقت ندیم بھی بوکھلایا ہوا آیا۔ اس نے بھی مجھے وہی اطلاع دی جو سراج پہلے سنا چکا تھا۔ میں تلملا کر رہ گیا۔ کھیل کی رفتار اچانک ہی بڑی تیز ہو گئی تھی لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرا پہلا قدم کیا ہونا چاہیے۔

"تم فکر مت کرو رفیقی۔" عثمان غنی نے اچانک نمودار ہو کر بڑی بے پروائی سے کہا۔ "میں تمہارے نقصان کا تمام بہت حساب چکتا کر آیا ہوں۔ بھوشن اس وقت اسپتال میں پڑا ہے۔ ڈاکٹر اس کی زندگی بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ تمہارا کیا مشورہ ہے اسے کچھ عرصے انتڑیوں میں جکڑا رکھوں یا موت کی نیند سلا دوں۔"

"راستے کی رکاوٹیں جتنی جلدی ہٹتی جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔" میں نے عثمان غنی کی جانب دیکھ کر دل ہی دل میں کہا۔ "بھوشن کی زندگی کا چراغ گل کر دو، اس طرح کہ کسی کو تمہاری ذات پر شبہ نہ ہو سکے۔"

"تمہارا اشارہ ہی بہت ہے رفیقی۔ یہ کام میرے بائیں ہاتھ کا ہے لیکن بدلے۔۔۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میں نے جلدی میں اقرار کرلیا۔

عثمان غنی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو سراج کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میرا خیال ہے کہ ہمیں مل جل کر کوئی اقدام کرنا ہوگا۔"

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "فرمائیے، آپ کے ذہن میں کیا تجویز ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ابھی آصف کی صورت میں ایک مہرہ ہمارے پاس ہے جو بازی پلٹنے میں ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اب آصف ہمارے کسی کام آسکے گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "شوشیلا کی لاش کے ٹکڑوں کا پارسل، ڈی آئی جی آفس میں ہونے والا خطرناک دھماکہ اور اب میرے آفس میں اڑتی ہوئی راکھ، یہ سب ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں جس کا اختتام جگت نارائن کی شخصیت پر ہوتا ہے اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ کیرداس ہی جگت نارائن کا دوسرا روپ ہے۔"

"مگر اس کا ثبوت کیا ہے؟"

"جگت نارائن کی عبرتناک موت۔" میں نے ہاتھ مل کر جواب دیا۔ "میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کیرداس کو کسی طرح ختم کر دیا جائے تو پھر جگت نارائن اور اس کے منحوس سائوں کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گا۔"

"ضروری نہیں ہے۔" سراج نے کہا۔ "اول تو کیرداس کو مارنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ٹھوس قانونی جواز یا ثبوت موجود ہو، دوسرے یہ کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ بلیک چین تھر ہی بعد میں جگت نارائن کی شخصیت کا لبادہ اوڑھ لے۔"

سراج کی بات میں وزن تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کیرداس کی جڑیں کسی سالخوردہ برگد کے درخت کی طرح بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اسے آسانی سے مارنا تقریباً ناممکن ہی تھا۔ بلیک چین تھر بھی اب ہمارے لیے اندھیرے کا زہر آلود تیر ثابت ہو رہا تھا۔

"میں بھی تمہیں صبر و سکون سے کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ دوں گا۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے قانون کی بے بسی اور بااثر لوگوں کی طاقت کا اندازہ ہے لیکن کچھ امراض ایسے بھی ہوتے ہیں جس میں مارفیا کا انجکشن ہی سودمند ثابت ہوتا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟" سراج نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"فی الحال میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں ہے لیکن میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اب اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا وقت آگیا ہے۔"

"بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے مسٹر شہباز۔" سراج تیزی سے بولا۔ "ہمارے دشمن کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے ہیں اور ہماری توجہ ہٹانے کی خاطر مختلف اطراف میں تخریبی کارروائیاں کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ جرائم پیشہ لوگ ہیں جو کھل کر سامنے نہیں آتے لیکن آپ۔۔۔"

"مسٹر سراج!" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "کیا آپ میرے ہاتھوں ہتھکڑیاں میں پہنانے کا اعزاز حاصل نہیں کریں گے۔"

"بچوں جیسی باتیں مت۔۔۔" ندیم نے سرزنش کی۔ "جھنس از سر نو بھی بنایا جا سکتا ہے۔"

"لیکن دل کے ناسور ایک دو دن میں نہیں بھرا کرتے۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"مسٹر شہباز! آپ ایک ذمے دار اور باعزت شہری ہیں اس لیے میں آپ کو ایک بار پھر تلقین کروں گا کہ۔۔۔"

سراج کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ ایک انسپکٹر گھبرائے ہوئے انداز میں قریب آکر سراج سے مخاطب ہوا۔

"سوری سر، میں آپ کی باتوں میں مخل ہوا لیکن جو حادثہ پیش آیا ہے اس کی اطلاع دینی بھی بہت ضروری ہے۔"

"کس قسم کا حادثہ؟" سراج نے انسپکٹر سے وضاحت چاہی۔

"مسٹر بھوشن کو گھر پر کسی قسم کا دورہ پڑا تھا۔ انہیں فوری طور پر اسپتال لے جایا گیا لیکن ابھی طبی امداد فراہم ہونے کا سلسلہ جاری تھا کہ مسٹر بھوشن کو خون الٹی ہونے شروع ہو گئیں۔"

"یہ کتنی دیر پہلے کی بات ہے؟"

"میں اس وقت سیدھا اسپتال ہی سے آرہا ہوں جناب۔" انسپکٹر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم اور مسٹر بھوشن تقریباً ایک ساتھ ہی اسپتال پہنچے تھے۔"

"سورس آف انفارمیشن کیا تھا؟" سراج نے تیزی سے دریافت کیا۔

"مجھے کسی مسٹر ولیم پوکر نے فون کر کے صرف اتنا کہا تھا کہ بھوشن اب نہیں بچے گا۔ اسپتال کا نام بھی اسی نے بتایا تھا پھر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔"

سراج اور میرے علاوہ ندیم بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ ولیم پوکر کا فرضی نام اسی کے ذہن کی اختراع تھی پھر اس نام کو کسی اور نے کس طرح استعمال کیا؟ میرے ذہن میں فوراً عثمان غنی کا تصور ابھرا۔ اس کے لیے ولیم پوکر کا نام اور اس کی اصلیت معلوم کرنا بھی زیادہ دشوار نہیں تھا۔

"اب مسٹر بھوشن کا کیا حال ہے؟" سراج نے سوال کیا۔

"ڈاکٹر اپنی سی کوشش کر رہے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ مسٹر بھوشن بچ سکیں گے۔ خون خاصی مقدار میں ضائع ہو چکا ہے۔"

سراج کے ساتھ ساتھ انسپکٹر اور ندیم بھی باہر کی جانب لپکے تھے۔ ندیم ہی نے مجھے اشارے سے رکنے کا کہا تھا۔ میں ماہ رخ کے کمرے کی سمت جا رہا تھا کہ اچانک میں نے لیڈی مکارنس کو دیکھا جو اپنے روایتی لباس میں ملبوس تھی۔ میں اس کے اشارے پر استقبالیے میں آکر بیٹھ گیا۔

"مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا اندازہ ہے میرے عزیز۔" لیڈی مکارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہی ہو رہا ہے۔"

"میرے مستقبل کے بارے میں تم کیا پیشگوئی کرو گی؟" میں نے کسی تمہید کے بغیر سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔ جہاں دوسری ماورائی قوتیں موجود ہوں وہاں میں کھل کر بات نہیں کر سکتی لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ تمہارے ستارے اب آہستہ آہستہ گردش سے نکل رہے ہیں۔"

"کیا تم بلیک چین تھر اور کیرداس کے بارے میں کچھ بتا سکو گی؟"

"بلیک چین تھر ایک ایسا خونی درندہ ہے جو آسانی سے انسان کی پکڑ میں نہیں آئے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی پراسرار طاقت کا شکار ہو جائے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"تمہارا اشارہ کالکا کی طرف تو نہیں ہے؟"

"نہیں میرے عزیز۔ اول تو کالکا ہی بھوشن کے گروپ کو سپورٹ کر رہی ہے اس لیے وہ بلیک چین تھری کی بھی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کرے گی لیکن اسے اب اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہو گی۔ اس کی طاقت کا سورج بھی اب گہنانے لگا ہے۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ کسی خاص وجہ سے اب وہ تمہارے اوپر سے بھی اپنا تسلط کھوتی جا رہی ہے۔"

"اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" میں سنجیدگی سے مسکرا دیا۔ لیڈی مکلارنس نے پُراعتماد انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔

"میرے بچے' تم لیڈی مکلارنس کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو؟ کیا تمہیں ابھی تک بھی میری صلاحیتوں پر یقین نہیں آیا۔"

"تمہارا اشارہ کہیں حسنہ کی سمت تو نہیں ہے؟" میں نے عثمان غنی کا نام لینے سے گریز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"اسے اب بھول جاؤ۔" لیڈی مکلارنس نے اداس لہجے میں جواب دیا۔ "اس کی بے چین روح اب اس دنیا سے واپس جا چکی ہے۔"

"بے چین روح؟" میں چونکا۔ "کون تھی وہ؟"

"تمہیں وہ مریض یاد ہے جو بھوشن کے شکنجوں میں پوری طرح پھنسنے کے بعد اس کے لیے اسمگلنگ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا؟"

"تم شاید ہری رام یا کرشن دیرما کی بات کر رہی ہو۔"

"ہاں۔ اسی کی بیوی گیتا تھی جسے بھوشن اور اس کے آدمیوں نے بڈی کی طرح بھنبھوڑ کر ختم کر دیا تھا لیکن اس کی بے چین روح اسی دنیا میں بھوشن سے اپنا انتقام لینے کی خاطر بھٹک رہی تھی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ روپ بدل بدل کر تمہارے سامنے آئے گی۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا میرے عزیز۔ پہلے وہ سادھنا کے روپ میں تمہارے قریب آئی' پھر وہ حسنہ بن گئی۔ تم جانتے ہو کہ وہ بار بار تم سے صرف ایک ہی خواہش کا اظہار کرتی تھی۔ بھوشن کی موت کا۔" اس نے کہا بھی تھا کہ جس دن اس کی خواہش پوری ہو گئی وہ تم کو پھر کبھی نہیں مل سکے گی۔ اب بھوشن کی موت کے بعد اس کی آتما شانت ہو کر آکاش کی طرف واپس چلی گئی ہے۔"

"کیا بھوشن مر چکا ہے؟" میں نے تصدیق کرنی چاہی۔

"تم نے جس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اس کے ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔ اسی کی وجہ سے کالکا بھی تم سے کترانے لگی تھی۔" لیڈی مکلارنس سانس لے کر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "وہ ہر طرح سے تمہارے لیے ایک اہم طاقت ثابت ہو رہا ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔"

"میں ابھی زبان کھولنے سے قاصر ہوں لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ ہواؤں کا رخ تبدیل ہو رہا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "ابھی زمین سے تپش پھوٹ رہی ہے لیکن جب موسم ابر آلود ہو گا تو زمین کی تپش اور گرمی بھی ختم ہو جائے گی۔"

"کیا تم کھل کر مجھے آنے والے کل کے بارے میں نہیں بتا سکتیں؟" میں نے جھلا کر کہا۔

"تم۔ شاید اپنے ماضی کی طرف واپس لوٹ جاؤ۔" اس کا جملہ میرے لیے ناقابل فہم تھا۔ وہ غالباً کھل کر کچھ کہنے سے دریغ کر رہی تھی۔ اس کی اپنی کوئی مجبوری ہو گی۔

"جگت نارائن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے دوسرا زاویہ اختیار کیا۔

"وہ کیرداس ہی کا دوسرا رخ ہے لیکن کوئی اسے ثابت نہیں کر سکے گا البتہ کیرداس کی موت کے بعد جگت نارائن کے ہنگامے بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائیں گے۔"

"کیا تم اپنی قوت کے ذریعے اسے بے نقاب نہیں کر سکتیں؟"

"بھنور میں پھنس کر بڑے بڑے تیراک بھی چکرا جاتے ہیں۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "مجھے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہے لیکن جو بادل طوفانی صورت اختیار کر کے اٹھنے والے ہیں میں ان کی لپیٹ میں نہیں آنا چاہتی۔ بڑی بڑی قوتیں اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گی۔"

"بلیک چین تھری کے بارے میں تمہارا علم کیا کہتا ہے؟" میں نے جھلا کر پوچھا۔ "کیا وہ اسی طرح ہنگامے جاری رکھے گا؟"

"وقت کا انتظار کرو میرے عزیز۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں اس وقت تمہارے پاس ایک درخواست لے کر آئی تھی۔"

"وہ کیا؟" میں نے تعجب سے دریافت کیا۔

"جب کھل کر بارش ہو جائے اور آسمان صاف ہو جائے تو ایک بار لندن آ کر مجھ سے ضرور ملنا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کالکا کی آتما کو اس کی مورتی میں قید کرنے کے بعد میں تمہیں ایک بار اس سے ہمکلام ہونے کا موقع ضرور دوں گی۔ مجھے اس وقت کا بڑی شدت سے انتظار ہے جو تیزی سے قریب آ رہا ہے۔ میری ایک نصیحت کا خیال رکھنا۔ اس وقت دلدل سے بچنے کی کوشش کرنا جب تیز بارش ہو رہی ہو ورنہ ہمیشہ کے لیے ڈوب جاؤ گے۔" لیڈی مکلارنس نے آخری جملہ بڑے معنی خیز انداز میں کہا پھر وہ یکلخت فضا میں تحلیل ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

کچھ دیر بعد ندیم کی واپسی ہوئی تو اس نے بھی بھوشن کی موت کی تصدیق کر دی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ میرا ایک بدترین دشمن آخرکار عثمان غنی کے ہاتھوں موت کی سرحد کو

عبور کر چکا تھا۔ اسی شام ندیم ہی نے مجھے بتایا تھا کہ میجر فخرالدین کا آپریشن بھی بلیک چین تھری کے سلسلے میں بری طرح ناکام ہو گیا تھا۔

"کیا ٹکراؤ کی کوئی نوبت آئی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ میجر کے پہنچنے سے پیشتر ہی اس ہوٹل کو خیرباد کہہ چکا تھا جہاں سے اس نے کال کی تھی۔"

* ---- * ---- *

مجھے حسنہ کے بچھڑ جانے کا افسوس تھا۔ لیڈی مکلارنس کے بتانے کے بعد ہی مجھے اچانک یاد آیا تھا کہ میں متعدد بار اسے دیکھی بھالی شخصیت کی حیثیت سے شناخت کرنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوا تھا۔ وہ ایک روح ہونے کے باوجود کس قدر حسین' خوبصورت اور وفاشعار تھی جو اپنے شوہر کی موت کا انتقام لینے کے لیے دنیا میں بھٹک رہی تھی پھر جن لوگوں نے اس کے شوہر کی جان لی تھی۔ جنہوں نے اس کے اجلے دامن کو داغ دار کیا تھا جب وہ بھی پرلوک سدھار گئے تو وہ خود بھی اپنی اصل منزل کی طرف واپس لوٹ گئی تھی۔

دفتر پہنچا تو نہ جانے کیوں مجھے حسنہ کی کمی کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ میں نے وانی کو بلا کر یونہی اس کے بارے میں دریافت کیا تو وانی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اب وہ واپس نہیں آئے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وانی کو چونک کر دیکھا۔

"دو روز پہلے وہ میرے کمرے میں آئی تھی۔ یہ پہلا اتفاق تھا جب وہ مجھ سے بہت کھل مل کر باتیں کر رہی تھی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے آپ کے بارے میں دریافت بھی کیا تھا۔ وہ آپ سے ملنا چاہتی تھی لیکن شاید آپ کے گھر جانے سے گریز کر رہی تھی۔ میں نے اسے مشورہ دیا تھا لیکن وہ سنجیدگی سے ٹال گئی تھی پھر اس نے کہا تھا کہ کہیں سے اس کا بلاوا آ گیا ہے۔ وہ شاید دوبارہ ملازمت پر نہ آ سکے۔ میں نے اس کا حساب کتاب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے مجھے منع کر دیا۔ اس روز مجھے پہلی بار اس بات کا علم ہوا کہ وہ ہمارے دفتر میں محض کام سیکھ رہی تھی جس کے لیے آپ کے اور اس کے درمیان کوئی معاوضہ نہیں طے ہوا تھا۔ جاتے جاتے وہ آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کر گئی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ وہ اب دوبارہ نہیں آئے گی۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "اس کا کام پورا ہو گیا ہے۔"

"کیا آپ اس کے پتے سے بھی ناواقف ہیں؟"

میں نے وانی کے سوال پر اسے عجیب اداس نظروں سے دیکھا۔ ماحول پر کچھ دیر تک ایک مغموم سی خاموشی طاری رہی پھر وانی کے جانے کے بعد میں نے دانش کو طلب کیا۔ اس کے آنے پر میں نے اپنے نئے آفس کے بارے میں دریافت کیا جس کی تلاش کی ذمہ داری میں نے اس کو سونپ رکھی تھی۔

"میں برابر کوشش کر رہا ہوں جناب۔" دانش نے کہا۔ "قرب و جوار میں تو کوئی دفتر خالی نہیں ہے البتہ کچھ فاصلے پر ایک عمارت کا تھرڈ فلور خالی ہونے والا ہے۔ میں نے پورے فلور کی بات کی تھی اس لیے عمارت کا مالک ذرا بچکچا رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"حسنہ کھل کر کرایہ اور ایڈوانس مانگ رہا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ہماری رینج میں آجائے گا۔"

"اور کوئی خاص بات؟" میں نے یونہی پوچھ لیا۔

"میں نے کل ایک مجذوب قسم کے بوڑھے فقیر کو پورے دس روپے دیے تھے۔" دانش جذباتی لہجے میں بولا۔

"اس بات کا میری ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟" میں نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"ہو بھی سکتا ہے سر۔" دانش نے آہستہ سے جواب دیا۔ "میں نے کل پہلی بار اسے اس علاقے میں منڈلاتے دیکھا تھا۔ اس سے پیشتر وہ کبھی نظر نہیں آیا تھا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے اس بار دانش کو بہت غور سے دیکھا۔

"مجھے اس پر بلیک چین تھری کا شبہ ہوا ہے۔"

"بلیک چین تھری؟" میرے پورے بدن میں ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ "تمہاری نگاہوں نے کہیں دھوکا تو نہیں کھایا؟"

"اسی لیے میں نے اسے دس روپے دیے تھے۔" دانش نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "دس روپے لے کر وہ تھوڑی دیر تک مجھے ہونقوں کی طرح گھورتا رہا پھر اس طرح سے نوٹ کو چبا کر کھا گیا جیسے بہت دنوں سے بھوکا ہو۔ میں نے اسے کھانے کی پیشکش بھی کی تھی لیکن وہ مجھے گھورتا ہوا چلا گیا۔"

"تم نے اس کا پیچھا نہیں کیا؟"

"نہیں۔ فی الحال میں اس پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں اس کی اصلیت پر کسی قسم کا شبہ کر رہا ہوں۔"

"کیا وہ آج بھی نظر آیا تھا؟"

"جی نہیں۔ ابھی تک تو نظر نہیں آیا۔"

"گارڈز کو ہوشیار کر دو۔" میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر ہدایت کی۔

"میں یہ کام پہلے ہی انجام دے چکا ہوں لیکن شاید اب اس کی نوبت نہ آنے پائے۔" دانش نے سوچتے میں جواب دیا۔ "ابھی مجھے صرف اس پر شبہ ہے۔ جس کے بھی یقین آ گیا میں اسے ٹھکانے لگانے سے دریغ نہیں کروں گا۔ میں اس کی

aazzamm@yahoo.com

تو واز کو لاکھوں میں بھی شناخت کر سکتا ہوں شاید اسی لیے اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ یہی تاثر دے رہا تھا کہ گونگا واقع ہوا ہے۔"

"یہ غلط نہیں کہہ رہا ہے رفیقی۔" اچانک مجھے عثمان غنی کی آواز سنائی دی۔ وہ دانش سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "تمہارا یہ آدمی بھی عقابی نگاہوں کا مالک ہے ورنہ بلیک چین تھر جس بھیس میں تھا اسے قانون کے محافظ بھی نہیں پہچان سکتے تھے۔ وہ میک اپ کرنے میں بھی مہارت رکھتا ہے۔ شاید اسی لیے ابھی تک قانون کی نگاہوں کے سامنے ہونے کے باوجود اس کی گرفت میں نہیں آسکا۔"

"وہ... وہ میرے دفتر کے آس پاس کیوں منڈلا رہا ہے۔" میں نے نگاہوں نگاہوں میں عثمان غنی سے پوچھا۔

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں رفیقی کہ وہ تمہارا شدید دشمن بن گیا ہے تم اگر اس پر فائرنگ کرتے تو وہ پولیس کو جل دے کر نکل جاتا لیکن تم نے اس کا ریکارڈ توڑ دیا۔ اس نے پہلی بار حوالات کی سزا چکھی تو اس کے ذہن میں تمہارے لیے نفرت اور حقارت کا احساس دوچند ہو گیا۔ انتقام کی آگ پوری شدت سے اس کے اندر بھڑک رہی ہے۔ وہ تمہیں آسان موت نہیں بڑی اذیتناک اور کربناک موت مارنے کا پروگرام مرتب کر رہا ہے۔"

"کیا تم بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے؟" میں نے استہزائیہ انداز میں سوال کیا۔

"رفیقی۔ تم شاید میری قوت کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو؟" عثمان غنی کا لہجہ یکلخت بڑا تلخ ہو گیا۔ "بھوشن کی ارتھی سے جمع شدہ راکھ بھی ابھی سمندر کی تہ میں نہیں بیٹھی ہے کیا تمہیں اس سے میری قوت کا اندازہ نہیں ہوا؟"

"بلیک چین تھر اس وقت کہاں ہے؟" میں نے دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کی۔

"وہ تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے لیکن اب وہ تمہارے آدمی کو مجذوب کے بھیس میں نظر نہیں آئے گا۔"

"مجھے اس کا پتا بتا دو۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"میں اسے یہاں لا کر تمہارے قدموں میں بھی ڈال سکتا ہوں لیکن تم نے اگر اسے مارا تو پھر حالات کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں رہے گی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"فی الحال بلیک چین تھر کا خیال ذہن سے نکال دو۔ میرے ہوتے ہوئے وہ تمہارے اوپر کوئی مہلک وار نہیں کر سکے گا۔" عثمان غنی نے فضا میں کچھ سونگھتے ہوئے کہا۔ "کاکا تم سے ملنے کو بہت بے چین ہے۔"

عثمان غنی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میں نے دانش کی جانب دیکھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں سر؟" وہ میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

"بات اعتماد کی نہیں۔ دور اندیشی کی ہے۔"

"بلیک چین تھر میری لاش سے گزرنے کے بعد ہی آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے گا۔" دانش جذباتی ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دفتر کے سیکورٹی کے مسئلے کو تو تمہارے اوپر چھوڑتا ہوں لیکن جو کچھ کرنا محتاط ہو کر کرنا۔ کچھ شیطانی قوتیں ابھی بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں۔"

دانش کے کمرے سے جاتے ہی میں نے کاکا کو دیکھا جو میرے سامنے براجمان تھی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ وہ سخت غصے کی حالت سے دوچار تھی۔ عثمان غنی نے شاید اسی کے لیے کہا تھا کہ کوئی مجھ سے ملنے کو بہت بے چین ہے۔ میں نے کاکا کو بہت سنجیدگی سے دیکھا وہ حسن کی تمام تر حشر سامانیوں سے پوری طرح لیس تھی۔ اس کے شریر کا ایک ایک انگ اپنی مثال آپ تھا لیکن آج اس کی آنکھوں میں جام وفا نہیں تھر رہے تھے، شراب کی وہ تلچھٹ موجود نہیں تھی جو انسان کو بے خود بنا کر اس کے قدم ڈگمگا دیتی ہے۔

"تم بہت زیادہ ناراض نظر آرہی ہو کاکا رانی؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا اپنے داس سے ناراض ہو؟"

"تم نے بھوشن کو ختم کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"تمہاری اطلاع درست نہیں ہے۔" میں مسکرایا۔ "جس وقت بھوشن اسپتال میں خون کی الٹیاں کر رہا تھا اس وقت میں سراج کے ساتھ موجود تھا۔"

"جانتی ہوں۔" کاکا پیچ و تاب کھا کر بولی۔ "تم نے اسی طاقت کا استعمال کیا ہے جو کاکا کا راستہ کاٹنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن..."

"تمہاری شکتی اسے بھوشن کی شہ رگ تک پہنچنے سے نہیں روک سکی۔" میں نے اس کی قوت کا مذاق اڑانے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "حالانکہ میں تمہارے بہت سارے چمتکار دیکھ چکا ہوں۔ خاص طور پر جب تم نے ناگن کے روپ میں ہر شنکر کو کسی رسی کی طرح جکڑ کر بے بس کر دیا تھا۔"

"کئی بار میں نے تمہیں موت کے منہ سے بھی نکالا ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولی۔ "کیا تم انکار کر سکو گے؟"

"نہیں۔ میں تمہارا احسان مند ہوں۔" میں نے اقرار کیا۔

"کیا بھوشن کے ختم ہو جانے کے بعد بھی ہمارے درمیان دوستی نہیں ہو سکتی؟" وہ پہلو بدل کر مسکرائی۔

"وہ بھی جگت نارائن اور اور بلیک چین تھر کا قصہ باقی..." میں دبی زبان میں بولا۔

"بلیک چین تھر کو میں تمہارے چرنوں میں لا کر ڈال سکتی ہوں لیکن جگت نارائن..."

"کیا تم بھی اسے کیرداس کے نام سے یاد نہیں کرتیں؟" میں نے اس کا جملہ کاٹ کر معنی خیز انداز اختیار کیا۔

"میرے مان لینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ دوبارہ سنجیدہ ہو گئی۔ "دھرتی کا کوئی قانون بغیر کسی ثبوت کے ایک سڑک پر سونے والے مزدور کو بھی گرفتار نہیں کر سکتا۔ کیرداس تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کے نام کو اپنے دماغ سے نکال دو۔"

"حیرت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "کیا تمہاری مہان شکتی بھی کیرداس کے سلسلے میں میری کوئی سہایتا نہیں کر سکتی؟"

"نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کیرداس کو ان دیوی اور دیوتاؤں کا آشیرباد حاصل ہے جن کے چرنوں کی دھول بھی میں نہیں بن سکتی۔ اس کے دھرم آشرم پر دیوتاؤں کی قوت کا جال پھیلا ہوا ہے اس لیے میں بھی اسے توڑ کر اندر نہیں جا سکتی۔"

"پھر ہماری دوستی سے کیا ہو گا؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"میں تمہارے دوسرے دشمنوں کو کشٹ پہنچا سکتی ہوں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کیرداس بغیر دیوتاؤں کی اجازت اور ان کا شرن (پناہ) حاصل کیے بنا دھرم آشرم سے باہر نہیں آتا۔ اپنے آدمیوں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کرتا رہتا ہے۔ میں تمہیں ان مہروں کی خطرناک چال سے بچا سکتی ہوں۔"

"نغمہ کو حاصل کرنے کی خاطر اس نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے؟"

"یہ کام اس کے لیے آصف انجام دے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ آصف اتنا بے غیرت ثابت نہیں ہو گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا پھر کسی خیال کے تحت بولا۔ "مجھے اپنے ذرائع سے پتا چلا ہے کہ تمہارے کیرداس جی سندر ناریوں کے دیوانے بھی ہیں۔ کیا وہ دیوتاؤں سے کہہ کر آسمان کی اپسراؤں یا اندر کے اکھاڑے کی چھلکتی ہوئی دوشیزاؤں کو..."

"شہباز خان۔" کاکا نے مجھے ٹوکا۔ "تم ہمارے دیوی دیوتاؤں کا اپمان کر رہے ہو۔"

"نغمہ نے اگر شکار ہونے کے بعد اپنی زبان کھول دی تو؟"

"کس دنیا کی بات کر رہے ہو۔" کاکا مسکرا دی۔ "کیرداس اتنا مورکھ نہیں ہے کہ سندر ناریوں کے جال میں آجائے اول تو یہ کہ دیوتا اس کی رکھشا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کیرداس جب کسی کنیا سے ملاپ کرتا ہے تو وہ اپنا روپ بدل لیتا ہے۔"

"کبھی اس نے تمہارے بارے میں غور نہیں کیا؟" میں نے اس کے سراپا پر بھرپور نظر ڈال کر دبی زبان میں پوچھا تو کاکا کا چہرہ تپ اٹھا۔ اس کی نگاہوں سے شعلے لپکنے لگے۔ بڑی دیر تک وہ کرسی پر پہلو بدلتی رہی، میرے سوال نے شاید جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ خاصی دیر تک وہ پیچ و تاب کھاتی رہی غصے کی شدتوں نے اس کے جسم میں ایک تناؤ پیدا کر دیا اور اس کا حسن قاتل دیدہ بن گیا تھا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟" میں نے معصومیت کا اظہار کیا۔

"میں کوئی عام سندری نہیں ہوں۔" وہ بپھر کر بولی۔ "تم جانتے ہو کہ کاکا کا استھان (رتبہ) کیا ہے؟"

"وہ... پھر تو مجھ سے بھول ہو گئی تھی کاکا رانی۔ مجھے شما کر دو۔"

"شہباز خان! میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب تم کچھ زیادہ ہی خودسر ہوتے جا رہے ہو۔ حالات کی تبدیلی نے تمہیں اونچے سروں میں راگ الاپنا سکھا دیا ہے لیکن تم اب بھی کاکا کی مہان شکتی سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"دوستی۔" وہ ایک ادا سے مسکرا کر انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔ "تمہارا پیار، تمہاری بانہوں کی گرمی۔"

"تمہیں بلیک چین تھر کو میرے حوالے کرنا ہو گا۔" میں نے شرط لگائی۔

"مجھے منظور ہے۔ وہ میرے لیے تم سے زیادہ انمول نہیں ہے۔"

"تمہیں نغمہ کو کیرداس کی گندی خواہشات سے بچانا پڑے گا۔"

"میں کوشش کروں گی پر وچن نہیں دے سکتی۔ ہاں اگر تم کہو تو میں نغمہ کو ختم کر دوں، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"بہت خوب۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تم ایک راکھشس کو بچانے کی خاطر ایک بے گناہ کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہو۔"

"تم شاید نغمہ کو پوری طرح نہیں جانتے بھولے ناتھ۔ اس نے بھی بڑے ناٹک رچا رکھے ہیں۔ کیا تم بھی اس کی زلفوں کا شکار نہیں ہوئے تھے؟" کاکا کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"بلیک چین تھر اس وقت کہاں مل سکے گا؟" میں نے موضوع بدلنا چاہا۔

"ابھی کیا جلدی ہے۔" کاکا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "اپنے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

حسن کا جادو جگا کر بولی۔ "تم میرے اندر کی آگ کو ٹھنڈا کردو‘ میں بلیک چین تھر کو تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"پروفیسر ابرار کے بارے میں تم کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہو۔" میں نے موقع غنیمت جان کر پوچھا۔ "کیا احمد غوری کے علاوہ بھی کچھ لوگ پروفیسر کے سائے سے چپٹے ہوئے ہیں؟"

"ایک بات کان کھول کر سن لو شہباز خان۔" کاکا پروفیسر کا ذکر سن کر دوبارہ سنجیدہ ہو گئی۔ "وہ جس فارمولے کو تیار کرنے میں کامیاب ہونے والا ہے وہ یا تو ہمارے قبضے میں ہوگا یا پھر کسی کے کام کا نہیں رہے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"ضرور میرے مطلب کی بات کو بھولے ناتھ۔" اس نے بل کھا کر میرے اور قریب آتے ہوئے کہا۔ "کاکا کا ایکار (احسان) ہے کہ اس نے کوشلیا کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھی ورنہ میں بجر کو تمہارے خلاف بہت سارے ثبوت فراہم کر سکتی تھی۔ بلبیر بھی ابھی زندہ ہے۔ یاد ہے نا تمہیں‘ تم نے اس کے شریر سے بھی اپنے من کی پیاس بجھائی تھی۔ میں چاہوں تو وہ اب بھی سامنے آکر تمہارے خلاف بیان دے سکتی ہے۔ کہاں کہاں بھاگتے پھرو گے کاکا سے اور کب تک کسی اور شکتی کا سہارا لیتے رہو گے۔ کاکا کا کہا مان لو شہباز خان۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔ نہ ا پولیس کی نگاہوں میں آگئی تو تم اس کے اغوا کا کیا جواز پیش کرو گے؟"

"رفیقی۔" عثمان غنی کی آواز کہیں دور سے ابھر کر میرے کانوں میں گونجی۔ "بہتی گنگا میں ہاتھ نہ دھونا کفران نعمت ہے۔ تم اس کی باتوں کے جال میں نہ آؤ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں کاکا کے بڑے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"کیا سوچ رہے ہو ران ناتھ؟" کاکا کی سانسیں اب میرے وجود سے ٹکرا رہی تھیں۔ ماحول سحر انگیز تھا اور کاکا کے جسم کی تپش مجھے موم کی طرح پگھلانے لگی تھی۔ میرے ذہن پر ایک عجیب سی غنودگی چھانے لگی۔ کاکا کسی ماہر کھلاڑی کی طرح مجھے اپنے سحر میں پوری طرح جکڑنے کی خاطر آہستہ آہستہ فاصلے گھٹا رہی تھی۔ میرے تن بدن پر جیسے بے شمار چیونٹیاں لپٹ گئی تھیں۔ میرے نفس کی رفتار تیز ہونے لگی۔

"میرے علاوہ سب کو بھلا دو شہباز۔ بھیشے کو۔ صرف اپنی کاکا کو یاد کرتے رہو میں تمہیں وشواس دلاتی ہوں کہ اب تم کسی تنہائی کا شکار نہیں ہوگے۔ آؤ۔ میری بانہوں میں سمٹ کر آنکھیں بند کرلو۔ کاکا تمہیں سورگ کی سیر بھی کرا سکتی ہے۔ میری شکتی اپرم پار ہے میرے من مندر کے دیوتا۔ آؤ۔ اپنی کاکا کے من میں سما کر ہمیشہ کے لیے ایک ہو جاؤ۔"

میں کسی دریا کے دہانے پر کھڑا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی موجیں میری روح کو سرشار کر رہی تھیں۔ وقت نے عثمان غنی کے ذریعے مجھے پیراکی سکھادی تھی۔ میں نے گہرائیوں میں غوطہ لگا کر ابھرنے کا فن سیکھ لیا تھا۔ اب سرکش موجیں بھی مجھ سے ٹکرا کر گزر جاتی تھیں۔ میرے بازوؤں میں بڑی توانائی آگئی تھی۔ ایسی توانائی جس نے کاکا جیسی سرکش موج کو بھی میرے سامنے سر اٹھانے کے بجائے سر جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا قرب مجھے دیوانہ کر رہا تھا۔ میں نے بپھری ہوئی موجوں میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن اسی وقت کاکا میری بانہوں سے کسی بام مچھلی کی طرح تڑپ کر نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں اب مستی کے بجائے خوف کے سائے منڈلا رہے تھے پھر میں بھی ہوش میں آگیا۔

ایک طویل مدت کے بعد لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو کا معطر جھونکا میرے وجود کو لرزہ بر اندام کر رہا تھا۔ کاکا نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"میرے محترم۔" میرے ذہن میں اچانک کمبل پوش برگزیدہ بزرگ کا تصور ابھرا تو میری روح سرشار ہو گئی‘ اس مسرت کے ساتھ جرم کا احساس بھی شامل تھا مگر میں دیوانوں کی طرح اونچی آواز میں بولا۔ "میرا ہاتھ تھام لیجیے۔"

دوسری سمت سے کوئی آواز نہیں ابھری۔ میں نے پاگلوں کی طرح گھوم پھر کر دیکھا مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا لیکن وہ مانوس خوشبو جو میرے وجود کے اندر رچی بسی تھی ایک بار پھر تازہ ہو گئی تھی۔ میں گہری نیند سے چونک کر بیدار ہوا تھا اس لیے آنکھیں چندھیائی تھیں‘ پرانی باتیں اور صندلی انگوٹھی کے کرشمے ذہن میں ابھرے تو میں نے ایک بار پھر بڑی عاجزی سے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے گرنے سے بچالیں میرے محترم! ورنہ میں لہولہان ہو جاؤں گا۔"

اس بار بھی کوئی جواب نہیں آیا‘ خوشبو کا جھونکا ابھی تک میرے گرد جیسے چکرا رہا تھا۔

"میری صندلی انگوٹھی مجھے واپس کردیں۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔" شاید جسم التجا بن گیا۔ "میری ماں کا سایہ بھی میرے سر سے اٹھ گیا۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں میرے محترم۔ مجھے اپنے کرم سے نوازدیں۔"

میں گریہ وزاری کرتا رہا لیکن کمبل پوش کی روشن شکل مجھے نظر نہیں آئی پھر خوشبو کا جھونکا بھی بتدریج کم ہوتے ہوئے ختم ہو گیا۔ میں سر تھام کر اپنی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے گزرے ہوئے وقت کی ایک ایک بات میرے ذہن کو کچوکے لگا رہی تھی۔ یادوں کے نشتر مجھے زخمی کر رہے تھے‘ میں بڑی دیر تک دنیا ومافیہا سے بے خبر رہا پھر میں نے عثمان کی آواز سنی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ یوں جیسے میں کوئی سہانا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک ہڑبڑا کر جاگ

گیا تھا۔

"دیکھو رفیقی۔ میں تمہارے لیے تمہارا پسندیدہ تحفہ لایا ہوں۔"

میں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ بلیک چین تھر میرے سامنے غضب ناک انداز میں کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس کے عقب میں‘ میں نے دانش کو دیکھا جس کی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں سب مشین گن موجود تھی جس کا ایک ہی برسٹ بلیک چین تھر کے وجود کو چھلنی کر سکتا تھا۔ عثمان غنی میرے سامنے صوفے پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔

"اب یہ تمہارے رحم وکرم پر ہے۔ اس کی زندگی کا انحصار تمہارے ایک اشارے پر ہے۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا۔"

"وہ وقت اب گزر چکا ہے رفیقی۔" عثمان غنی نے ایک لمحے کو بڑی سنجیدگی سے کہا پھر مسکرا کر بولا۔ "مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ کاکا تمہارے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی۔"

"ہاں۔ آں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "وہ ایک مانوس سی خوشبو کا جھونکا تھا جس نے میرے قدموں کی لغزش کو۔"

"یہ وقت سوچنے کا نہیں فیصلے کا ہے۔" عثمان غنی نے بلیک چین تھر کی طرف اشارہ کیا۔ "جنگل میں آزاد گھومنے والا درندہ اس وقت تمہارے سامنے موجود ہے۔ میں نے اسے اپنی بے پناہ قوت سے مفلوج کر رکھا ہے۔ اس کی آنکھوں کی سرخی اور چہرے کے غضب پر مت جانا‘ یہ درندوں کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ یہ مرتے دم تک اپنی شکست کو تسلیم نہیں کرتے۔"

"نہیں عثمان غنی۔" میں نے دل ہی دل میں عثمان غنی سے کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "اسے اپنے سحر سے آزاد کردو‘ آج یہ مجھ سے بچ کر نہیں جاسکے گا۔"

"سوچ لو رفیقی۔ کہیں یہ آدم خور درندہ تم سے زیادہ خونخوار ثابت نہ ہو۔"

"تم اسے میرے کہنے سے آزاد کردو۔" میں نے دوبارہ اصرار کیا۔

پھر اچانک ہی ایسا لگا جیسے ساکت چہرے یکلخت متحرک ہو گئے ہوں۔

"تم۔" بلیک چین تھر نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے خطرناک انداز میں کہا پھر وہ اس طرح دائیں بائیں دیکھنے لگا جیسے اسے اپنی قوت بصارت پر یقین نہ آرہا ہو‘ دانش چونکہ اس کے عقب میں تھا اس لیے بلیک چین تھر کی نظروں سے محفوظ رہا۔ اس کی انگلی سب مشین گن کے ٹریگر پر تھی جسے اس نے بڑی مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ وہ پوری طرح محتاط نظر آرہا تھا۔

"ہاں بلیک چین تھر میں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔ "تم جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ کوئی خواب نہیں‘ حقیقت ہے۔ میں تمہیں کسی پلتو کتے ہی کی طرح گھسیٹتا ہوا یہاں تک لے آیا ہوں۔"

بلیک چین تھر کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک ابھری۔ ویسی ہی چمک جیسی کسی آدم خور درندے کی نگاہوں میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ گھنے جنگل میں کسی شکاری کو تنہا اور نہتا دیکھ لیتا ہے۔

"برا کیا تم نے۔" وہ میری تضحیک کرتے ہوئے مسکرایا۔ "اس طرح کوئی اپنی موت کو خود آواز نہیں دیتا۔"

پھر بلیک چین تھر کے پھرتیلے جسم کو ایک معمولی سی جنبش ہوئی تو عقب سے دانش نے اسے للکارا۔

"خبردار اگر تم نے کوئی جنبش کی تو تمہارا وجود چھلنی ہو جائے گا۔"

"آخ تھو۔" بلیک چین تھر نے میری طرف دیکھتے ہوئے حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔ "پشت سے وار کرتے ہو نا مرد۔ کیا تمہاری ماں نے تمہیں دودھ نہیں پلایا۔"

"رک جاؤ۔" میں نے ماں کا نام سن کر دانش سے کہا۔ "اس حرام زادے نے میری ماں تک پہنچنے کی کوشش کی ہے میں اس ولد الحرام کے باپ‘ دادا کی ہڈیاں بھی پکڑ کر قبروں سے باہر کھینچ لاؤں گا۔"

"نہیں رفیقی۔ جذبات میں آنے کی حماقت مت کرو۔" عثمان غنی نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ "تم اس چٹان سے نہیں ٹکرا سکو گے۔"

میرے سر پر خون سوار تھا۔ میں نے دانش کو ایک بار پھر صبر سے کام لینے کی تلقین کی۔ بلیک چین تھر کو شاید وہی ایک لمحہ درکار تھا۔ وہ بجلی کی سی پھرتی سے زمین پر ہتھیلیاں ٹیک کر اوندھے منہ گرا پھر اس نے حیرت انگیز طور پر کسی ربڑ کی گیند کی طرح اچھل کر سمرسالٹ کیا تو سب مشین گن دانش کے ہاتھ سے نکل گئی۔ بلیک چین تھر اسے اٹھانے کے لیے لپکا لیکن میرا داؤ چل گیا۔ بازی پلٹتی دیکھ کر میں نے پوری شدت سے کراٹے والے انداز میں حرکت کی۔ میری بھرپور ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی تو وہ سب مشین گن تک نہیں پہنچ سکا لیکن جواب میں اس نے بھی جو وار کیا وہ بھی بھرپور تھا۔ دانش جو سب مشین گن اٹھانے کے لیے جھکا تھا کربناک انداز میں کراہتا ہوا فضا میں اچھل کر چاروں خانے چت گرا تو اس کی ریڑھ کی ہڈیاں تک کڑکڑا اٹھی ہوں گی۔ بلیک چین تھر نے ایک بار پھر فضا میں سمرسالٹ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اتنی دیر میں جو کچھ ہوا وہ میرے اور دانش دونوں کے لیے ناقابل یقین ہی تھا۔ عثمان غنی نے اپنی جگہ بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھ لمبا کر کے اس کی گردن دبوچ کر فضا میں معلق کر دیا تھا۔ بلیک چین تھر کسی نادیدہ طاقت سے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے فضا میں تیرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں عثمان غنی کی طاقت کے اس کرشمے کو دیکھ رہا تھا لیکن دانش کو ایک لمحے کے لیے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو پھر اس نے زمین پر لیٹے ہی لیٹے قلابازی کھائی اور سب مشین گن کو دوبارہ اٹھا لیا۔

"ہٹ۔۔۔" دانش ہذیانی انداز میں چیخا۔ "اس کے بدن میں شاید کوئی بدروح داخل ہو گئی ہے۔ میں برسٹ مار رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ گنگ کھڑا تھا۔ عثمان غنی بچوں کی طرح مسکرا رہا تھا۔ وہ بلیک چین تھر کی بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا لیکن پھر یہ کھیل زیادہ دیر جاری نہیں رہ سکا۔ دانش نے میرے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی فائر کھول دیا۔ پہلے ہی برسٹ سے بلیک چین تھر کے جسم کے متعدد حصوں سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ عثمان غنی نے اسے چھوڑا تو وہ سجدے کے بل زمین پر گرا۔ اس کے جسم میں بلا کی طاقت تھی متعدد گولیاں لگنے کے باوجود اس نے زمین پر گرتے ہی دوبارہ بڑی سرعت سے اٹھنے کی کوشش کی تھی وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونے میں پوری طرح کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ وہ منظر بڑا حیرت انگیز تھا۔ بلیک چین تھر پوری طرح خون میں لت پت ہونے کے بعد بھی دانش کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا پھر اس نے لپکنے کی کوشش کی تھی مگر دانش نے ایک اور برسٹ مارا۔ بلیک چین تھر کے جسم کو کئی جھٹکے لگے جیسے وہ بجلی کے ننگے تاروں کی لپیٹ میں آ گیا ہو۔ اب وہ اپنی جگہ کھڑا آگے پیچھے جھول رہا تھا لیکن اس کی غضبناک نگاہیں بدستور دانش پر مرکوز تھیں وہ زیادہ دیر تک خود کو سنبھال نہ سکا۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں پھر وہ فرش پر گر کر تھوڑی دیر تک کسی دم توڑتے پرندے کی طرح پھڑپھڑایا اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ مجھے جھرجھری سی آ گئی۔ بلیک چین تھر کے جسم میں جیسے واقعی کوئی شیطانی قوت موجود تھی اگر عثمان غنی نے بروقت اسے اپنے شکنجے میں نہ جکڑا ہوتا تو شاید وہ مجھ پر اور دانش دونوں پر غالب آ سکتا تھا۔ مرنے کے بعد بھی وہ کسی آہنی چٹان کی طرح بکھرا پڑا تھا۔

ایک لمحے تک میں اور دانش اسے گھورتے رہے، جو کچھ ہوا تھا اسے دیکھ کر ہم دونوں ہی ششدر رہ گئے تھے پھر میں تیزی سے میز کے قریب آیا اور ریسیور اٹھا کر سراج کو فون کرنے لگا۔ دانش بدستور سب مشین گن کا رخ بلیک چین تھر کی طرف کیے کھڑا تھا۔ اس کی انگلی محتاط انداز میں ٹریگر پر جمی ہوئی تھی۔ برسٹ مارنے کے بعد اسے اب بھی یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں بلیک چین تھر دوبارہ اچھل کر کوئی جوابی حملہ نہ کر دے۔ سراج کو بلیک چین تھر کی موت کی خوشخبری سنانے کے بعد میں نے ایک بار پھر اس کے ۔۔۔ جسم کو بغور دیکھا جو اکڑ جانے کے باوجود ناقابل تسخیر نظر آ رہا تھا۔ وہ اتنی جلدی مار لیا جائے گا مجھے اس کا یقین نہیں تھا۔ میں نے تشکرانہ نظروں سے عثمان غنی کی سمت دیکھنے کے لیے نگاہوں کا زاویہ بدلا لیکن وہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

سراج نے اپنے عملے کے ساتھ میرے آفس پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ تفتیش کا عمل مکمل کرنے اور لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرنے میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہو گئے پھر جب ضابطے کی کارروائی مکمل ہو گئی تو میں نے سراج سے علیحدگی میں کہا۔

"میرے آدمی کا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔"

"ایسی صورت میں اسے انعام کا مستحق قرار نہیں دیا جا سکتا۔" سراج نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جب حکومت کی جانب سے بلیک چین تھر کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے جا چکے ہیں تو پھر آپ کو خوف کس بات کا ہے؟"

"میں نہیں چاہتا کہ اسے بار بار عدالت میں گھسیٹا جائے۔"

"آپ مطمئن رہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے بڑے خلوص سے کہا۔ "بلیک چین تھر کا قصہ پاک کر کے آپ نے میرے اوپر ہی نہیں بلکہ محکمہ پولیس پر بھی بڑا احسان کیا ہے۔ انعام کی رقم بہرحال آپ کے ڈرائیور ہی کو ملے گی۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ اسے عدالت میں ایک دو بار سے زیادہ پیش ہونے کی زحمت نہیں دی جائے گی۔"

"لیکن اس کا نام اگر اخبار میں آیا تو اس کے ساتھ میرا اور میری کاروباری ساکھ کا ذکر بھی ضرور ہو گا اور ایسی صورت میں۔۔۔"

"آپ یہ سب کچھ میرے اوپر چھوڑیں۔ آپ کا یا آپ کی فرم کا نام کسی اخبار میں نہیں آئے گا۔"

"آصف کے بارے میں کوئی نئی اطلاع؟"

"میرے آدمی اس کی نگرانی پر مامور ہیں لیکن ان کی رپورٹ کے مطابق ابھی تک کسی ایسے شخص نے آصف سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی جس پر شبہ کیا جا سکے۔"

"اس کی ماں اور بھائی کہاں ہیں؟"

"ابھی تک ان کی نگرانی کے فرائض میرے قابل اعتماد آدمی ہی انجام دے رہے ہیں۔ خود آصف نے بھی یہی کہا ہے کہ فی الحال ان کو منظر عام پر نہ لایا جائے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے کہ آصف کو اب بھی دونوں کی جان کا خطرہ لاحق ہو۔"

سراج کے جانے کے بعد میں نے آفس کی مکمل صفائی

کرائی۔ اتنی دیر میں اس آفس میں جہاں کبھی عارفہ بیٹھا کرتی تھی۔ اب میں نے اس کمرے کو ایک طرح سے ریٹائرنگ روم بنا لیا تھا۔ بلیک چین تھر کا مسئلہ ہرچند کہ خلاف توقع بہت آسانی سے طے ہو گیا تھا لیکن میرے اعصاب ابھی تک متاثر تھے میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا لیکن آنکھ بند کرتے ہی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"کہاں غائب ہو اتنے دنوں سے؟" دوسری جانب سے نغمہ کی مترنم آواز سنائی دی۔

"کاروباری مصروفیات میں الجھا ہوا ہوں۔"

"کیا اتنی فرصت بھی نہیں ملتی کہ دو گھڑی ادھر بھی آ جایا کرو۔" نغمہ نے شکوہ کیا پھر قدرے بے تکلفی سے بولی۔ "میں تمہیں بہت مس کر رہی ہوں۔"

"میں تمہیں اپنی مصروفیات کی وجہ سے آصف کی ضمانت کی مبارکباد بھی نہیں دے سکا۔" میں نے جان بوجھ کر آصف کا ذکر چھیڑ دیا۔

"مت نام لو اس کا۔" نغمہ بڑے روکھے لہجے میں بولی۔ "ڈیڈی اسے آنکھ بند کر کے سپورٹ کر رہے ہیں اس لیے میں خون کا گھونٹ پی کر چپ ہوں ورنہ کل رات تو میں اسے شوٹ کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔"

"کوئی خاص بات؟"

"وہ مجھے ایک نئی کہانی سنا رہا ہے۔" نغمہ نے وہی ساری تفصیلات دہرائیں جن کی بدولت آصف نے نہ صرف اپنی زبان بند کر رکھی تھی بلکہ سلمان قیصر کی موت کا الزام بھی اپنے سر لے لیا تھا۔ "جانتے ہو کل رات اس نے مجھ سے کیا کہا تھا؟"

"کیا؟"

"وہ بے غیرت مجھے کسی سے ملوانا چاہتا ہے۔" نغمہ نے دبی زبان میں کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ اس طرح وہ اپنی مصیبتوں سے چھٹکارا پالے گا۔ بے غیرتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔"

"اس کی ماں اور بھائی کا کوئی پتا چلا؟" میں نے برسبیل تذکرہ دریافت کیا۔

"نہیں لیکن آصف کا خیال ہے کہ اگر میں اس کی بات مان لوں تو اس کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے لیکن مجھے اس کے مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ بدستور انتہائی غصے کی حالت میں بولی۔ "میں تو ابھی تک یہی سوچ رہی ہوں کہ اسے وہ بات کرنے کی جرأت کس طرح ہوئی۔"

"اگر برا نہ مانو تو ایک درخواست کروں؟" میں نے کہا۔

"تم حکم دے کر دیکھو میں انکار نہیں کروں گی۔" اس نے بڑی ٹھنڈی سانس بھر کر جواب دیا۔

"تم اگر آصف کا کہا مان لو تو سلمان قیصر کے اصل قاتل بھی بے نقاب ہو سکتے ہیں۔ فی الحال مجھ سے کوئی تفصیل نہ پوچھنا۔"

"کیا مطلب؟ کیا تمہارے خیال میں آصف نے سلمان قیصر کو۔۔۔"

"تم اس کی بات مان لو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری حفاظت کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ "تمہاری خاطر میں تو اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتی ہوں۔"

نغمہ سے گفتگو ختم ہونے کے بعد میں نے تمام فون کے ریسیور اٹھا کر نیچے رکھ دیے اور دوبارہ دیوان پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ دو گھنٹے بعد وانی نے مجھے جگا کر اطلاع دی تھی کہ میرا آفس صاف ہو چکا ہے۔ دو گھنٹے کے آرام نے میرے اعصاب کو خاصا سکون پہنچایا تھا۔ میں نے ملازم سے شربت کا ایک گلاس منگا کر پیا تو طبیعت قدرے اور بحال ہو گئی۔ میں وانی سے گفتگو کرتا آفس میں داخل ہوا۔ میرے کارندوں نے حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلیک چین تھر سے ہونے والی خونخوار جنگ کے تمام نشانات صاف کر دیے تھے۔ اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"سر۔۔۔" وانی نے دبی زبان میں کہا۔ "سنا ہے آپ ہم لوگوں کی حفاظت کی وجہ سے اپنا آفس کہیں اور شفٹ کر رہے ہیں؟"

"یہ بات آپ تک کس طرح پہنچی؟"

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں سر اور پھر ہم بھی ایسے علاقے میں اٹھتے بیٹھتے رہتے ہیں کہیں نہ کہیں سے تو خبر مل ہی جاتی ہے۔"

"ہاں۔۔۔ میں نے یوں ہی ساجد (دانش) سے ذکر کیا تھا کہ وہ کسی جگہ کو نظر میں رکھے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"لیکن ہم آپ کو تنہا کہیں اور نہیں بیٹھنے دیں گے۔" وانی روانی میں کہہ گیا پھر جلدی سے بولا۔ "اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں لیکن ایک بات بہرحال طے ہے آپ جہاں بھی دفتر قائم کریں گے عملہ بھی آپ کے ساتھ ہی بیٹھے گا۔ یہ صرف میرا نہیں بلکہ پورے عملے کا متفقہ فیصلہ ہے۔"

"میں آپ سب کا شکر گزار ہوں مسٹر وانی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میری جانب سے تمام عملے کی محبت کا شکریہ بھی ادا کر دیں لیکن۔۔۔"

"میں درخواست کرتا ہوں سر، آپ ہماری بات کو رد نہ کیجیے گا۔" وانی کے لہجے میں عاجزی تھی، خلوص تھا، محبت تھی میں اس کی بات ٹال نہیں سکا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"ہو کے مسٹر دارنی۔ میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا، لیکن آپ بھی میری ایک بات مان لیں، معاملے کی حفاظت کی خاطر کچھ گارڈ ذاتی پسند کے رکھ لیں جو براہ راست آپ کے حکم کے پابند ہوں گے۔"

"تھینک یو ویری مچ۔"

وارنی کے جانے کے بعد میں ضروری فائلوں کو دیکھنے لگا۔ دفتر کے اوقات ختم ہونے میں کچھ وقت باقی تھا لیکن میری طبیعت اکتاہی تھی اس لیے میں نے فائلیں بند کر دیں۔ اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ایک لمحے کو سوچا کہ کال ریسیو نہ کروں پھر اس خیال سے ریسیور اٹھا لیا کہ کہیں کوئی ضروری کال نہ ہو۔

"شہباز فرام ہادر انٹرپرائزز۔"

"تم نے جو مشورہ نغمہ کو دیا تھا وہ ہمیں منظور نہیں تھا۔" دوسری جانب سے کسی نے بھاری بھرکم آواز میں کہا مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ بولنے والا یا تو آواز بدل کر گفتگو کر رہا تھا یا پھر اس نے ماؤتھ پیس پر کوئی دبیز کپڑا ڈال رکھا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ذہن پر تھوڑا سا زور دو تو شاید تم سمجھ لو کہ میں کون بول رہا ہوں۔" اس بار بھی ٹھہرے ہوئے لہجے میں بڑے اطمینان سے جواب ملا۔ "تم نے نغمہ کو جو مشورہ دیا تھا وہ خاصا معقول تھا لیکن تم ایک چیز کو فراموش کر گئے اگر نغمہ ہمارے لیے قیمتی تھی تو پھر اس فون کالز کو ٹیپ کرانا بھی ہمارے لیے خاصی اہمیت رکھتا تھا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"ہم نے فی الحال نغمہ اور آصف دونوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔" اس بار سرد لہجے میں کہا گیا۔ "آصف کی ماں اور بھائی اب ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے، تم انہیں منظر عام پر لا سکتے ہو۔"

"جگت نارائن۔" میں نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"یہ تمہاری اپنی سوچ ہے ورنہ جگت نارائن کے بارے میں شاید کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ بس اس کے نام کا سکہ چلتا ہے۔ ہمیں اس سے زیادہ جاننے کی غرض بھی نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ ہمیں منہ مانگا—"

"کیا تم میرا ایک پیغام بھی جگت نارائن تک پہنچا سکتے ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "نفسیاتی طور پر میں اسے آزمانا چاہتا تھا۔

"ابھی طفل مکتب ہو میری جان۔" دوسری جانب سے گفتگو کرنے والے نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جگت نارائن کے نام کا سکہ ہی ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے، یہ سکہ کہاں سے جاری ہوتا ہے؟ کون جاری کرتا ہے؟ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔"

"مگر تمہیں احکامات کس طرح—؟" میں نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا اس لیے کہ دوسری جانب سے رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

میں ریسیور رکھ کر ٹہلنے لگا، مجھ سے واقعی ایک فاش غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ جگت نارائن اگر نغمہ کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا تو وہ اس کی کال ٹیپ کرانے کے علاوہ بھی اس کی ایک ایک نقل و حرکت کی نگرانی بھی ضرور کرا رہا ہوگا۔ لیکن اب ان باتوں پر غور کرنا بے کار تھا۔ اس لیے کہ تیر کمان سے نکل چکا تھا، نغمہ اور آصف کی موت کی تصدیق کرنا ضروری تھا لیکن میں از خود سراج کو فون نہیں کرنا چاہتا تھا مبادا کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہو جائے۔ پندرہ منٹ بعد دوبارہ فون کی گھنٹی بج اٹھی، میں نے لپک کر دھڑکتے ہوئے دل سے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔ "تمہارے لیے ایک اہم خبر ہے۔" "نغمہ اور آصف کو گولی مار دی گئی۔"

"قاتل کون تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے میرے ایک آدمی نے اطلاع دی ہے کہ نغمہ اپنی کوٹھی سے نکل کر تنہا آصف سے ملنے گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اندر ہی رہی پھر جب خاصا وقت گزر گیا تو میری ہدایت پر نگرانی کرنے والوں نے اندر داخل ہو کر صورت حال کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ وہاں سے دو نہیں بلکہ تین لاشیں برآمد ہوئی ہیں، ایک ملازم کی جسے اس کے کمرے میں ہی گلا گھونٹ کر ختم کر دیا گیا تھا۔ نغمہ اور آصف کی لاشیں خون میں لت پت ایک کمرے میں پڑی تھیں۔ قتل جس اطمینان اور سکون سے کیا گیا ہے اس سے بظاہر یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قاتل ایک سے زیادہ تھے اور انہیں کوئی جلدی نہیں تھی اس لیے انہوں نے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد وہ تمام ثبوت بھی مٹا دیے ہوں گے جو ان کی نشاندہی کرنے کی خاطر پولیس کے لیے معاون ثابت ہو سکتے تھے۔"

"کہاں سے بول رہے—؟"

"کیبنوں سے۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے اس واردات کی اطلاع اپنے ایک آدمی کے ذریعے تمہارے سراج صاحب تک پہنچا دی ہے، باقی تفصیل ان ہی کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہے۔"

ندیم کے فون سے نغمہ اور آصف کی موت کی تصدیق

ہو چکی تھی اس لیے میں نے دفتر میں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور سیدھا گھر چلا گیا۔

شام کو سراج آیا تو اس کے چہرے پر بھی الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔ اس نے نغمہ اور آصف کے دوہرے قتل کی تفصیل بتائی۔ اس سے کچھ نئی باتوں کا بھی انکشاف ہوا۔ نغمہ کی لاش نیم برہنہ حالت میں ملی تھی جبکہ آصف اس سے چھ فٹ کے فاصلے پر مرا پڑا تھا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق آصف کی موت نغمہ سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے واقع ہوئی تھی۔ پولیس سرجن کی رپورٹ کے مطابق نغمہ کو گولی مارنے سے قبل ہوس کا نشانہ بھی بنایا گیا تھا۔ گولی تین اعشاریہ آٹھ کے کسی آٹومیٹک سے چلائی گئی تھی۔ سراج ایک پل کو سانس لینے کی غرض سے رکا پھر سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "سیٹھ نعمان، نغمہ کی موت کے غم میں نیم پاگل ہو گیا ہے۔ اس نے دور دور تک رسائی کی ہے، اس کا مطالبہ ہے کہ اس کی بیٹی کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جائے۔" سراج نے الجھتے ہوئے کہا۔ "ہمارے پاس کوئی جادو کا چراغ تو نہیں ہے کہ اس کے ذریعے قاتلوں اور جرائم پیشہ کو بے نقاب کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔"

"کیا آصف کی والدہ اور بھائی کو اس سانحے کی اطلاع مل گئی ہے؟"

"ابھی نہیں—— لیکن بہرحال انہیں بھی بتانا تو پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ نغمہ اور آصف کی موت کے بعد ان دونوں کو کوئی خطرہ نہیں لاحق ہو گا اس لیے آپ اگر مناسب سمجھیں تو انہیں آصف کی موت کی خبر کر دیں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کسی قریبی عزیز کی لاش سے لپٹ کر رو لینے سے دل کا کچھ غبار چھٹ جاتا ہے ورنہ ایک خلش اور حسرت تمام زندگی ناسور بن کر رہ جاتی ہے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔"

سراج کے جانے کے بعد میں اور ندیم آپس میں بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اسی رات ہمیں ایک اور اطلاع ملی، سلیمان شاہ ذہنی چوٹ کو برداشت نہیں کر سکا تھا اور اس نے دنیا کے ہنگاموں سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا تھا۔ اہم بات یہ تھی کہ ماہ رخ سلیمان شاہ کی موت پر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے خطرناک ذہنی مریضہ قرار دے کر پاگل خانے میں داخل کرنے کی سفارش کی تھی۔ رپورٹ کے مطابق ماہ رخ نے سلیمان شاہ کی موت کی خبر سن کر پہلے قہقہہ لگایا تھا پھر اس نے اچانک پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے شروع کر دیے۔ ناخنوں سے اپنا چہرہ لہولہان کر لیا۔ اس نے صرف ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی۔ "سلیمان شاہ کو زندہ کر دو مجھے اسے مرنا نہیں چاہیے ورنہ میں وہ کوڑی کی عورت اس سے اپنا انتقام نہیں لے سکوں گی۔ اس—— نے مجھے آستین کا سانپ کہا تھا میں اسے ڈس کر اپنے زہر سے ماروں گی۔ ایسی موت جسے دیکھ کر آسمان اور زمین دونوں لرز اٹھیں۔" اسے بڑی مشکل سے سلیمان شاہ کی لاش سے ڈاکٹروں اور نرسوں نے زبردستی کھینچ کر علیحدہ کیا تھا۔ اس وقت اس نے سلیمان شاہ کی لاش کے گریبان کو پوری شدت سے جکڑ رکھا تھا۔ چیخ چیخ کر ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی۔ "آنکھ کھولو سلیمان شاہ، میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں مرنے دوں گی، تم مر گئے تو میرے انتقام کی آگ میرے وجود کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ جاگو سلیمان شاہ جاگو، میری طرف دیکھو میں ماہ رخ ہوں، وہی ناگن جسے تم نے آستین میں پال رکھا تھا—— تم نے کہا تھا کہ تمہیں ناگن کا زہر نکالنے کا فن بھی آتا ہے پھر میدان چھوڑ کر کیوں بھاگ رہے ہو۔ آنکھ کھولو سلیمان شاہ—— میں تمہیں اتنی آسانی سے موت کے حوالے نہیں کروں گی۔"

سلیمان شاہ کی موت اور ماہ رخ کی دیوانگی کی اطلاع ماسٹری نے دی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہیلو کو حالات سے باخبر کر کے آزاد کر دینا چاہیے۔" ندیم نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "ندا کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"احمد غوری اور ندا دونوں ہمارے لیے بے حد کار آمد ہیں۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "سراج بتا رہا تھا کہ احمد غوری کو بھی ایک دو دن میں عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔ اس سے پیشتر ہم کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکتے۔ ندا کو آزاد کر دینے کی صورت میں اس کی موت کا خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے اب تمہاری کاکارانی بھی اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"حالات جس برق رفتاری سے سامنے آ رہے ہیں اس سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔" ندیم نے دبی زبان میں کہا۔ "آخری بار وہ تم سے کب ملی تھی؟"

"ایک روز قبل لیکن اس وقت اس نے پیار و محبت کے علاوہ کوئی اور راگ نہیں الاپا تھا۔"

"جگت نارائن کے بارے میں اس کا کیا کہنا ہے؟"

"اس نے معذرت کا اظہار کیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ دھرم اشٹر پر دیوی دیوتاؤں کا پہرہ ہے اس لیے وہ اندر کا حال معلوم کرنے سے قاصر ہے۔"

"مکھیا نے ایک طرح سے اقرار کر لیا ہے کہ کیبرواس

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہی جگت نارائن کا رول پلے کر رہا ہے۔" ندیم نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہاں، لیکن کالکا اس کے خلاف ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

"اب ہمیں اس کی مدد کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔"

"کیا مطلب ــــ" میں نے وضاحت چاہی لیکن ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق تھا شاید اپنے ذہن میں وہ جگت نارائن کو بے نقاب کرنے کی کوئی اسکیم کر رہا تھا۔

☆ ــــ ❖ ــــ ☆

دوسری صبح سراج نے فون پر مجھے ایک اور اہم اطلاع سنائی۔ احمد غوری نے اقرار کر لیا تھا کہ وہ بھی بلیک پین تھرکی وساطت سے جگت نارائن کے لیے کام کر رہا تھا۔ یہ بات حیرت انگیز ہی تھی، جب خود سراج کے کہنے کے مطابق عدم ثبوت کی بنا پر احمد غوری کو قانون سے سزا نہیں مل سکتی تھی تو پھر اس نے عدالت میں پیش ہونے سے صرف ایک دن پہلے اپنا سابقہ بیان تبدیل کرنے میں کیا مصلحت سمجھی تھی؟ کیا اسے کسی خاص وجہ سے یہ بیان دینے پر مجبور کیا تھا؟ لیکن کیوں؟ ڈراپ سین قریب آنے کے بعد ڈرامے کو بلاوجہ طول دینے کی کیا ضرورت تھی؟

"کیا احمد غوری نے یہ بیان اپنی مرضی سے دیا ہے یا پولیس کی دیدہ دانستہ کو بھی دخل ہے؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ احمد غوری نے تازہ بیان ازخود ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں ریکارڈ کرایا ہے۔"

"پہلے بیان کے بارے میں اس کا کیا کہنا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اس نے اپنا پہلا بیان ندا کی خاطر دیا تھا۔ وہ دراصل ندا کو بچانا چاہتا تھا جو پروفیسر ابرار کے سلسلے میں مرکزی کردار ادا کر رہی تھی۔" سراج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "مارگریٹ کی موت کے بعد سے پروفیسر بہت تنہائی پسند اور آدم بیزار ہو گیا تھا۔ اس نے خود کو محض لیبارٹری تک محدود کر لیا اور دن رات اپنے کام میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن احمد غوری کی سفارش پر اس نے خاصی جرح کے بعد ندا کو ملازمت دے دی تھی پھر ندا نے اپنی کمسنی اور معصوم باتوں کی وجہ سے پروفیسر کے دل کو موہ لیا۔ نفسیاتی طور پر یہ ایک فطری بات تھی جو لوگ تحقیقاتی کام یا دیگر ایسے ہی مشاغل میں دن رات مصروف رہتے ہیں اکثر انہیں بڑی شدت سے اپنی تنہائی کا احساس ہوتا ہے وہ اپنے خول سے باہر نکل کر کچھ دیر آسمان تلے کھلی دھوپ میں لیٹ کر سستانا پسند کرتے ہیں لیکن احمد غوری نے یہ آسائش پروفیسر کو اس کی لیبارٹری ہی میں فراہم کر دی۔ پروفیسر جو مارگریٹ کے مرنے کے بعد بہت محتاط ہو گیا تھا اپنے سارے کام خود ہی انجام دیتا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ اسے دوبارہ فارمولے کے سلسلے میں ٹریپ کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن ندا کو دیکھ کر وہ ساری احتیاطی تدابیر کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ ندا اپنی شوخ و چنچل باتوں کی باعث پروفیسر کے قریب ہوتی گئی پھر اس نے احمد غوری کے اشارے ہی پر پروفیسر کو مشروبات میں ایک ایسی دوا پلانی شروع کر دی جس کے کثرت استعمال سے انسان خود اعتمادی کو کھو بیٹھتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر کے ساتھ بھی یہی ہوا لیکن پھر آپ کی وجہ سے ــــ"

"میری وجہ سے ــــ؟" میں چونکا۔

"اب پردہ پوشی سے کیا فائدہ مسٹر شہباز۔" سراج نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ آپ نے قوم کے مفاد میں ہی پروفیسر سے ملاقات کی ہوگی لیکن آپ نے یہ خبر اور بہت ساری اہم باتیں ــــ"

"جان بوجھ کر چھپائی تھیں۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "فارمولے کا مسئلہ بہت زیادہ حساس تھا اور ہے اس لیے میں نے اس کا تذکرہ کسی اور سے کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"میں اس مصلحت کی اہمیت کو سمجھ رہا ہوں بہرحال ندا کی گمشدگی کی وجہ سے اب احمد غوری نے زبان کھول دی ہے۔ وہ ندا کو بچانا چاہتا ہے اسی وجہ سے اس نے پولیس کو حالات سے آگاہ کیا ہے۔"

"ندا کی گمشدگی ــــ" میں نے انجان بن کر کہا۔ "کیا ندا گم ــــ"

"جی ہاں ــــ" سراج نے جواب دیا۔ "احمد غوری کے بیان کے مطابق جس روز آپ پروفیسر سے ملے تھے اس کے فوراً بعد ہی ندا کو اغوا کر لیا گیا تھا۔"

"آئی سی۔" میں نے ایک معقول جواز پیش کیا۔ "گویا پروفیسر کے فارمولے کے سلسلے میں اب بھی کچھ بیرونی قوتیں ہمارے مقامی لوگوں کو پیسے کا لالچ دے کر اپنا مفاد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس خیال کے پیش نظر مجرموں نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہیے تھا۔ میرا مطلب ہے کہ احمد غوری پر حملہ اور پھر اس کے حوالات جانے کے بعد ندا کو منظر عام سے ہٹا دینا ہی ان کے حق میں بہتر تھا۔"

"ایک بات پھر بھی قابل غور رہ جاتی ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر احمد غوری بلیک پین تھر کے ذریعے جگت نارائن یا کسی اور طاقت کے لیے کام کر رہا تھا تو پھر اس کی نگرانی بھی ان ہی لوگوں پر فرض تھی، ایسی صورت میں احمد غوری پر حملہ ــــ"

"کبھی کبھی ایک معمولی سی غفلت ہی مجرم کو قانون کے آہنی شکنجوں تک لے آتی ہے، ہو سکتا ہے کہ احمد غوری کے

سلسلے میں بھی جگت نارائن، بلیک پین تھر یا کوئی اور کچھ زیادہ ہی بے پروا ہو گیا ہو اور ــــ"

"کسی دوسری پارٹی نے احمد غوری کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو کر اس کو زدوکوب کیا لیکن صرف اسی پر اکتفا کیوں کی گئی اگر احمد غوری ان کی نگاہوں میں آ چکا تھا تو اسے اغوا بھی کیا جا سکتا تھا۔ صرف زخمی کر کے چھوڑ دینے سے کیا حاصل؟" سراج نے تیزی سے میرا جملہ مکمل کرتے ہوئے تفتیشی انداز اختیار کیا۔ "دوسری بات جو پریشان کن ہے وہ یہ ہے کہ میری تفتیش اور معلومات کے مطابق احمد غوری پر حملے کے بعد ہی ندا کو اغوا کیا گیا تھا۔ پھر احمد غوری کو اس بات کا علم کس طرح ہوا؟"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آصف بھی جگت نارائن کے اشارے پر چلنے پر مجبور تھا۔ ممکن ہے ندا کے بارے میں بھی اسی کو استعمال کیا گیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے مگر حوالات میں ان دونوں کو الگ الگ رکھا گیا تھا۔"

"پھر ہم اسی کالی بھیڑ کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں جو آپ کا کارندہ ہونے کے باوجود ــــ"

"اور بھی بہت سارے ذرائع ہو سکتے ہیں مگر ایک سوال اب بھی تشنہ رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"احمد غوری کے تازہ بیان کے بعد پولیس یقیناً ندا کو بازیاب کرنے کی کوشش بہرحال کرے گی۔ پروفیسر ابرار کے حوالے سے بھی ندا کی اہمیت بڑھ جاتی ہے مگر احمد غوری بھی اس سزا سے نہیں بچ سکے گا۔"

"کبھی کبھی محبت کی انتہا دیوانگی کی سرحدوں کو بھی چھونے لگتی ہے۔ ہو سکتا ہے احمد غوری اور ندا کے درمیان بھی ایسا ہی کوئی جذباتی رشتہ رہا ہو۔"

"مگر میرا خیال ہے کہ وہ رہا ہونے کے بعد اپنے ذرائع سے ندا کو زیادہ آسانی سے تلاش کر سکتا تھا۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ فارمولے کی غرض سے احمد غوری کو استعمال کر رہے ہوں اب ان کی نگاہوں میں اس کی اہمیت باقی نہ رہی ہو اس لیے انہوں نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مقصد یہ کہ اس طرح احمد غوری اپنی متوقع رہائی کے امکانات سے محروم ہو جائے گا، ندا کو وہ پہلے ہی منظر عام سے ہٹا چکے ہیں۔"

"آپ بھی درست کہہ رہے ہیں، بہرحال کیس اب اور الجھ کر رہ گیا ہے۔" سراج نے کہا۔ "احمد غوری کے بیان کے بعد اب نغمہ اور آصف کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کا پریشر کچھ

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح
کی سیاسی زندگی اور کارناموں پر مشتمل
حوالہ جاتی کتاب -----
عظیم مدبر عظیم قائد
★ ---- زاہد حسین انجم
قیمت: -/125 روپے
مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کیا آپ اس ضمن میں میرے ساتھ کوئی تعاون نہیں کریں گے۔"

"آپ حکم دیں۔"

"میری درخواست ہے کہ اگر آپ اپنی چھٹی حس ــــ"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "آپ اس سلسلے میں پہلے بہت مشورہ کر چکے ہیں۔"

"کیا آپ کو اب تک میری باتوں کا یقین نہیں آسکا۔"

"من آنم کہ من دانم" میں سنجیدگی سے بولا۔ "علم نجوم یا پامسٹری سے میرا ابھی کوئی دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔"

"لیکن آپ شاید بھول رہے ہیں کہ پہلے آپ کے خواب یا پھر چھٹی حس کی باتیں سو فیصد درست ثابت ہوتی رہی ہیں۔"

"میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ "کبھی کبھی انسان جو کچھ سوچتا ہے، جو چاہتا ہے وہ حیرت انگیز طور پر پورا ہو جاتا ہے، ماہرین اسے ٹیلی پیتھی کا نام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ بلیک میجک کی دکان چمکانے کی خاطر بھی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں۔ فٹ پاتھ پر بڑے بڑے بورڈ لگا کر بیٹھنے والے یا کسی مختصر سے کیبن میں ایک دو بے ضرر سانپ گلے میں ڈالے ہوئے فقیر ٹائپ کے لوگ بھی اسی قسم کی بے پرکی اڑانے کے باعث اپنی روزی کما رہے ہیں۔ جن لوگوں کے سلسلے میں ان کی کہی ہوئی انٹ شنٹ باتیں درست ہو جاتی ہیں وہ انہیں پیر و مرشد سمجھنے لگتے ہیں جن کو ناکامی ہوتی ہے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ ابھی تمہارے ستارے گردش میں ہیں۔"

aazzamm@yahoo.com

"پھر بھی مجھے توقع ہے کہ آپ میری ہر ممکن مدد کریں گے۔"

"اگر ایسا ممکن ہوا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

میں نے سراج سے گفتگو کرنے کے بعد ایک فائل اٹھائی تو اچانک میری نظر کاکا پر پڑی جو میرے سامنے بیٹھی بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔ آج اس کے تیور کچھ اور ہی نظر آ رہے تھے۔

"سراج سے بہت کھل مل کر باتیں ہو رہی تھیں۔"

"ہاں۔۔۔ وہ مجھے بتا رہا تھا کہ۔۔۔"

"کاکا کی نگاہیں دھرتی کے اندر بھی جھانک سکتی ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "احمد غوری کو وہ بیان دینے پر میں نے ہی مجبور کیا تھا۔"

"کوئی خاص سبب؟"

"ہاں۔" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "جو چیز کام کی نہ رہے اس کی حفاظت نہیں کرتے۔ میری عادت بھی ایسی ہی ہے۔" اس کے لہجے میں تیکھاپن بھی شامل ہو گیا۔ "جو کھلونے مجھے پسند نہیں آتے میں انہیں توڑ دیتی ہوں۔"

"میرے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "مجھ سے تمہارا دل ابھی بھرا یا نہیں؟"

"تم نے ندا کو کہاں رکھا ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے، میں چاہوں تو تمہارے مسٹر سراج کو بھی تمہارا دشمن بنا سکتی ہوں۔" کاکا نے دھمکی دی۔ "ذرا غور کرو اگر سراج کو فون پر تمہارے حوالے سے ندا کے اغوا کرنے کی اطلاع دے دی جائے اور وہ پولیس کے ہاتھ لگ جائے تو۔۔۔"

"تم یہ شوق بھی پورا کر لو، میں اب تمہیں روکوں گا نہیں۔" میں نے اس بار سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اگر ایسی صورت پیش آئی تو عثمان غنی میری مدد ضرور کرے گا۔

"سوچ لو شہباز خان، ابھی سے ہے، میرا کہا مان لو، جو شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے وہ بھی بہت جلد تم سے نظر پھیرنے پر مجبور ہونے والی ہے۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"اس کے بعد۔۔۔" میں مسکرایا۔ "اس کے بعد شاید تمہاری مہان شکتی مجھے نرکھ میں جھونکنے کی کوشش کرے گی۔"

"تم اب بھی میرا کہا مان لو تو آنے والے کل کو روکا جا سکتا ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "میں نے تمہیں ہمیشہ اچھی اور گہری باتیں سمجھائی ہیں، میری مانو تو سندر ناریوں کے شریر سے کھیلنا چھوڑ دو، اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"صرف تمہارا بن کر رہ جاؤں۔"

"ا۔۔۔" کاکا ر۔۔۔ بھو کر بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس سے میری باتوں کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کر رہے ہو پر تو اتنا یاد رکھو کہ اگر اب بھی تم نے اپنی کاکا کا کہنا نہ مانا تو سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔"

"کیا تم بھی۔۔۔؟" میں نے کاکا کو شوخ نظروں سے دیکھا۔

"میں پورے وشواس سے کہہ سکتی لیکن ہو سکتا ہے کہ جو کچھ کل ہونے والا ہے اس کے بعد کاکا کی شکتی بھی تمہارے کسی کام نہ آ سکے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"تم اپنے سیوک سے کیا چاہتی ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دور تک جھانکنے کی کوشش کی۔

"سندر ناریوں کا دھیان من سے نکال دو، کالے بادل جو چھایا بن کر سر پر منڈلا رہے ہیں وہ چھٹ بھی سکتے ہیں۔" کاکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کچھ توقف سے بولی۔ "پروفیسر والے کار موبلے میں میری سہائتا کرو، میں وچن دیتی ہوں کہ تمہیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر پہنچا دوں گی۔"

"معاف کرنا رانی۔" میں یکلخت سنبھل کر بولا۔ "اس کا کریا کرم ہونے کے بعد ہی میں تمہاری بات پر غور کر سکتا ہوں۔"

"یہ میرے بس سے باہر کی بات ہے۔"

"یہی جملہ تم نے بھی بھوشن کے لیے بھی کہا تھا کہ اس کے سر پر دیوی دیوتاؤں کی چھایا ہے، لیکن وہ چھایا بھی اس کی کایا پلٹتے وقت کسی کام نہ آ سکی۔"

"کاش۔۔۔ میں کھل کر تم سے باتیں کر سکتی۔" وہ تلملا کر رہ گئی۔

"کھل کر باتیں کر ہی ڈالو کاکا رانی، اب ہمارے درمیان کیا پردہ رہ گیا ہے۔"

"تمہاری نگاہیں پردوں کے اس پار نہیں دیکھ سکتیں۔" وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کھل کر نہیں کہہ سکتی۔ لیکن وہ چہرے کے تاثرات بدلنے پر بھی قادر تھی اس لیے میرے لیے کوئی آخری فیصلہ کرنا دشوار تھا پھر یکلخت مجھے لیڈی مکارس کی باتیں یاد آ گئیں۔ اس نے بھی یہی کہا تھا میں دلدل سے بچنے کی کوشش کروں ورنہ تیز بارش مجھے ہمیشہ کے لیے ڈبو دے گی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ بہت جلد کاکا کی آتما کو بھی اس کی مورتی میں دوبارہ قید کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ لیکن اگر ایسا ممکن تھا تو پھر لیڈی مکارس کو انتظار کس بات کا تھا؟ کیا وہ کسی خاص وقت کی منتظر تھی؟

"کس سوچ میں گم ہو گئے شہباز خان۔"

"لیڈی مکارس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"وہ۔۔۔ وہ بھی اونچے اونچے سپنے دیکھ رہی ہے۔ پر تو کل کیا ہونے والا ہے یہ پوری طرح کوئی بھی نہیں جانتا۔" خلاف

توقع کاکا نے لیڈی مکارس کا نام سن کر اسے سفید فام کتیا کے القاب سے بھی نوازا، سنجیدگی سے بولی۔ "آکاش پر جو بادل گھر گھر کر آ رہے ہیں اس کے بارے میں کوئی بھی وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر میرا من گواہی دیتا ہے کہ کوئی بڑا طوفان آنے والا ہے۔"

"کیا تم اس طوفان کے بارے میں کوئی اشارہ بھی نہیں دے سکتیں؟"

کاکا نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا، اس کی آنکھوں سے بے بسی اور جھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے پھر اس نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن اس کا چہرہ خوف سے یکلخت زرد پڑ گیا، وہ ایک لمحے کے لیے سراپا لرز کر رہ گئی پھر اس نے "جے پربھو" کا نعرہ لگایا اور نظروں سے غائب ہو گئی اس کا وہ انداز میرے لیے یقیناً معنی خیز اور قابل غور تھا۔ عثمان غنی کے درمیان میں آ جانے کے بعد میں اس کی مافوق قوتوں کے حصار سے نکل گیا تھا۔ ایک دو بار عثمان غنی اور کاکا کے درمیان بھی پراسرار قوتوں کے کرشموں کی آنکھ مچولی ہو چکی تھی لیکن کاکا کی نگاہوں میں خوف کے وہ تاثرات مجھے اس سے پہلے نظر نہیں آئے تھے۔ وہ مجھے اشارے کنایوں میں کچھ سمجھانا چاہتی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔ کوئی طاقت ایسی ضرور تھی جس نے اس کی زبان پر تالے ڈال دیے تھے، اسے قوت گویائی سے محروم کر دیا تھا۔ وہ طاقت کس کی تھی جس نے کاکا کی مافوق قوتوں پر قدغن لگا دی تھی؟ میں ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں منہمک تھا کہ عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی، وہ میرے بائیں جانب پائے سے ٹیک لگائے کھڑا عجیب انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"ماہ رخ کے بارے میں اتنے اداس مت ہو، وہ اب تمہارے کسی کام کی نہیں رہی۔"

"ابھی ایک لمحے پہلے کاکا یہاں موجود تھی۔" میں نے عثمان غنی کو کاکا سے ہونے والی تمام گفتگو بڑی تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم بھی کسی اٹھنے والے ایسے طوفان کو دیکھ رہے ہو جس کے سامنے کوئی بند نہیں ٹھہر سکے گا، سارے بچے ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے؟"

"کل کے بارے میں سوچنے سے صحت پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔" وہ مسکرایا۔ "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر آج سے اپنی جان کو روگ لگانے سے کیا حاصل۔"

"احمد غوری نے اپنا بیان بدل دیا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے، اس کا برا وقت بھی نزدیک آ گیا ہے لیکن اس کے بیان سے زیادہ مجھے نغمی کی موت کا افسوس ہے، بڑی جاندار لڑکی تھی۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

اردو کے شاہکار سفرنامے ضیاء ساجد 200/-
منتخب مشہور سفرنامے ضیاء ساجد 250/-
منتخب مشہور افسانے ضیاء ساجد 150/-
منتخب اعلیٰ افسانے ضیاء ساجد 125/-
مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

"میرا خیال ہے کہ ہمیں مرنے والوں کے بارے میں اس قسم کی گفتگو کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پھر جو زندہ ہیں ان کے بارے میں سوچو۔" عثمان غنی کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

"تمہارا اشارہ غالباً ندا کی طرف ہے۔"

"ہاں۔" وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔ "اس سے پہلے کہ۔۔۔ اے باغ زندگانی، مرجھا چلی جوانی کا شعر اپنی عملی صورت میں سامنے آئے انسان کو دل بھر کر خوشہ چینی کر لینی چاہیے۔ ڈالی پر کھلتے ہوئے کسی پھول کو توڑ کر اس کی خوبصورتی، اس کے حسن اور مہک سے لطف اندوز ہونے کا نام ہی زندگی ہے ورنہ دھوپ کی تپش سے پھول ڈالی پر ہی مرجھا کر سر ڈال دے تو اس کے کھلنے نہ کھلنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری مہک اسی کے ساتھ رخصت ہو جاتی ہے۔ میرا فلسفہ سمجھنے کی کوشش کرو ر۔۔۔ فیقی۔ جو کچھ آج ہاتھ لگے سمیٹ لو۔ کل کے بارے میں ذہن پر بوجھ نہ ڈالو۔"

"لیکن اب۔۔۔"

"نہیں ر۔۔۔ فیقی۔۔۔" عثمان غنی تیزی سے بولا۔ "میں نے تمہاری خوشنودی کی خاطر بھوشن کو مٹا دیا لیکن اسی شرط پر کہ تم ندا کو نہیں بخشو گے۔"

"میں انکار نہیں کروں گا مگر۔۔۔"

"تم بھول رہے ہو ر۔۔۔ فیقی کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ تمہاری کاکا دیوی بھی کئی بار تمہاری نگاہوں کے سامنے مجھ سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئی۔۔۔ ہے۔۔۔ تمہاری

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

پہلی ملاقات کب' کہاں اور کن حالات میں ہوئی تھی۔" عثمان غنی نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہارے دوست نے اس وقت میرے ملنے کا مذاق اڑانے کی جسارت کی تھی لیکن میں نے اسے معاف کر دیا' جانتے ہو کیوں؟ میں تمہیں اپنی قوت کا کھیل دکھانا چاہتا تھا پھر یہ موقع بھی تمہارے دوست ہی نے فراہم کر دیا۔ اس نے مشورہ دیا تھا کہ میں آہنی دروازے کے فریم کی کسی جھری سے ہو کر اس قید خانے سے نکل جاؤں جہاں تم دونوں کو مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔ میں نے لوہے کے اس مضبوط دروازے سے باہر نکلنے کی خاطر مضحکہ خیز حرکتیں کی تھیں۔ میں چاہتا تو ہوا بن کر باہر نکل جاتا لیکن پھر میں نے اس وزنی دروازے کو کسی کتاب کی طرح شافت سے نکال کر ایک طرف پھینک دیا تھا۔ میں وہاں آرام کرنے کی غرض سے موجود نہیں تھا' تمہیں بچانے کی خاطر پہلے سے پہنچ گیا تھا۔ صرف اس لیے کہ تم مجھے پسند آ گئے تھے۔ میں تمہارے ذریعے زندگی کی رنگینیوں کو بہت قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔ کیا تم ندا کو دنیا کی رنگینیوں میں شمار نہیں کرو گے؟"

"مخاصمت ہو میرے دوست۔" میں نے عثمان غنی کی خفگی دور کرنے کی خاطر مسکرا کر کہا۔ "میں نے تو صرف ایک امکانی بات کہنی چاہی تھی۔"

"جہاں میں ہوں وہاں امکانات اور قیاس آرائی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔" وہ کسی ماہر فلسفی جیسے انداز میں بولا۔ "کسی بات کا عزم کر کے اسے ٹال دینے والے زیادہ کامیاب نہیں ہوتے۔ صرف علم بے معنی سی چیز ہے' عمل نہ ہو تو تمام صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔"

"یہ تم نے فلسفے کی ڈگری ......"

"وقت مت ضائع کرو رفیقی۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اول تو میں ضد نہیں کر سکتا دوسرے اس وقت میں ذرا جلدی میں بھی ہوں۔ ابھی مجھے بہت سارے کام نمٹانے ہیں۔ وقت کم ہو اور کام زیادہ تو پھر آرام کرنے سے بات نہیں بنتی۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہیں اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ جانا چاہیے۔"

میرے پاس عثمان غنی کی بات پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا' اس کو ناراض کرنے کی صورت میں مجھے کالاکا کی دشمنی مول لینا پڑتی جو مجھے کسی قیمت پر منظور نہیں تھی۔ عمارت کے پارکنگ شیڈ میں پہنچ کر میں نے والش سے گاڑی کی چابی لی۔ اسے اپنی واپسی تک انتظار کرنے کی تاکید کی پھر انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی کو کھلی سڑک پر لے آیا۔ ہمارا رخ ندیم کے فارم ہاؤس کی جانب تھا۔

عثمان غنی میرے برابر والی سیٹ پر آلتی پالتی مارے بیٹھا بھاگتے ہوئے مناظر اور ہنگاموں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"کیا تم براہ راست ندا پر عاشق نہیں ہو سکتے؟" میرا انداز دوستانہ ہی تھا۔

"ہو سکتا رفیقی تو تمہاری مدد بھی نہ لیتا۔" اس نے اداس اور حسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا کوئی خاص مجبوری لاحق ہے؟"

"ہاں ...... مجھے میرے باپ کی بددعا لگ گئی ہے' وہ بھی تمہاری وجہ سے۔"

"میری وجہ سے؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرے باپ نے مجھے تمہاری مدد کرنے سے روکا تھا لیکن میری سرکشی نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔"

"میں سمجھا نہیں' تمہارا باپ مجھے کیسے جانتا ہے؟" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

"تم بھی اسے جانتے ہو۔" اس نے تلملا کر جواب دیا۔ "اس نے میرے اوپر بندش لگانے کی کوشش کی تھی اور میں آزادی کا قائل ہوں' بس میں سرکشی پر اتر آیا۔"

"کیا تم مجھے اپنے والد کا نام بتانا پسند کرو گے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔

"کیوں ......؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "کیا تم میرے اس مہربان باپ کو اتنی جلدی بھول گئے جو میاں صاحب کے حکم پر تمہاری نگرانی کرتا تھا۔"

"اوہ ......" میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں' ماضی کی یاد آئی تو میں تڑپ اٹھا۔ بہت سارے اچھے دن یاد آنے لگے۔ میاں صاحب کی خفگی مجھے بہت مہنگی پڑی تھی' وہ مجھ سے ناراض نہ ہوتے تو شاید کالاکا میرے اوپر ایک لمحے کو بھی قابو پانے کا تصور نہیں کر سکتی تھی۔ جب تک صندل کی کراماتی انگوٹھی میری انگلی میں رہی میں پوری طرح محفوظ تھا لیکن اس کے بعد طاغوتی قوتیں مجھ سے اپنا حساب بے باق کرنے کے لیے الجھنے لگی تھیں' میرے اوپر سکون کا ایک ایک سانس لینا دوبھر ہو گیا تھا۔

"ماضی کو بھول کر حال میں واپس لوٹ آؤ رفیقی! ورنہ مجھے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔" عثمان غنی کو شاید اس وقت میری خاموشی اور سنجیدگی گراں گزری تھی۔ اس کی تیوری پر آنے والے بل اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ اس وقت وہ مجھے مضمحل یا اداس موڈ میں دیکھنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں شعلہ بار ہو رہی تھیں۔

میں نہ چاہنے کے باوجود مسکرا دیا!!

آپ نے بہت سے سفرنامے پڑھے ہوں گے--------
مگر ایسی لرزہ خیز کہانی آپ پہلی بار پڑھیں گے۔
جسے اردو کے صاحب طرز ادیب اور الفاظ کے جادوگر
قمر اجنالوی نے اپنے مخصوص انداز میں تحریر کیا------

دھرتی کا سفر

انسانی تاریخ و آثار کے پس منظر میں ایک ہولناک سرگزشت

قیمت: حصہ اول /-300 حصہ دوم /-300

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

میں نے ندیم کے فارم پہنچ کر اپنی گاڑی روک دی۔ نہ جانے وہ کون سا خوف تھا جس کی وجہ سے میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس سے پیشتر عثمان غنی نے اس طرح دھمکی دے کر بھی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا پھر ندا کے بارے میں اس کو کس بات کی عجلت تھی؟

عثمان غنی نے گاڑی سے اترتے ہی میرا ہاتھ تھام لیا۔ اس کا ہاتھ روئی کے گالے کی مانند ملائم اور برف کی مانند سرد تھا لیکن اس کی نگاہوں میں اس وقت بھی خطرناک شعلوں کا رقص جاری تھا۔ اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ اس نیک اور رحم دل باپ کا بیٹا ہے جس نے میاں صاحب کے حکم پر قدم قدم پر میری نگرانی کی تھی۔ آنے والے خطروں سے آگاہ کیا تھا۔ میاں صاحب کے ناراض ہو جانے کے بعد وہ بھی اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا تھا لیکن اس نے عثمان غنی کو تاکید کی تھی کہ وہ کسی سلسلے میں بھی میرے ساتھ کوئی رابطہ قائم نہ کرے۔ اس تاکید نے عثمان غنی کو سرکشی پر آمادہ کر دیا۔ اس میں کوئی تعجب یا حیرت کی بات بھی نہیں تھی۔ مثل مشہور ہے کہ شیطان کے گھر اولیا اور اولیا کے گھر شیطان بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اس قسم کے واقعات سے ہماری تاریخ کے اوراق بھی بھرے پڑے ہیں لیکن مجھے صرف اس بات سے سروکار تھا کہ عثمان غنی اپنے والد کی فطرت کے برعکس مجھے نیکی کے بجائے بدی کے راستے پر کیوں چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا یہ صرف سرکشی تھی یا اس کے پیچھے کوئی راز بھی مخفی تھا؟

مجھے اس وقت خدا کے اس برگزیدہ کمبل پوش بزرگ کا خیال رہ رہ کر آ رہا تھا جن کی خفگی نے صندلی انگوٹھی کا تحفہ مجھ سے واپس لے لیا تھا اور پھر میں طاغوتی ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ کالاکا نے بزرگ کا سایہ ختم ہو جانے کے بعد میرا مذاق اڑایا تھا۔ مجھے ذلیل کیا تھا۔ وہ مجھ پر پوری طرح مسلط ہو رہی تھی کہ اچانک ایک موڑ پر عثمان غنی سامنے آ گیا پھر میں کالاکا سے پیچھا چھڑا کر عثمان غنی کے ساتھ ہو لیا جس کی صرف ایک خواہش تھی کہ میں حسن کی سرکشی کو زیر کرتا رہوں۔ اس کے عوض وہ ہر طرح سے میری مدد کرنے کو تیار تھا۔ دو قوتوں کے درمیان پھنس کر میں نے اپنی طاقت کو فراموش کر دیا۔ میری خود اعتمادی کمزور پڑ گئی پھر میرے قدموں میں لغزش آ گئی۔ میں کئی مرحلوں پر عثمان غنی کے اشاروں پر ڈگمگا چکا تھا لیکن آج نہ جانے کیا بات تھی کہ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

لیڈی مکلارنس کے کہے ہوئے جملے میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ اس نے مجھے ندا سے دور رہنے کا مشورہ دیا پھر کالاکا نمودار ہوئی۔ اس نے بھی کسی ایسے طوفان کی طرف اشارہ کیا تھا جو سب کچھ تباہ کر دینے کے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

لیے اٹھ رہا تھا۔ کاکا نے کہا تھا کہ اگر میں سندر ناریوں کے شریر سے کھیلنا بند کردوں تو حالات تبدیل ہو سکتے ہیں لیکن میں نے اس کی بات بھی ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دی تھی۔ کاکا اور بھوشن میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا۔ اس کا تجربہ مجھے حالات کی چکی میں پسنے کے بعد ہوا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ بھوشن دوغلا ہونے کے باوجود کھل کر وار کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا جب کہ کاکا بہت گہری چال چلنے کی عادی تھی۔ وہ بظاہر اچھائی اور برائی کے توازن کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی تھی اور ایسی طاغوتی قوتوں کو بروئے کار لا کر اپنا مطلب بھی نکال لیتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے مجھے کسی آنے والے طوفان سے خوفزدہ کر کے عثمان غنی کو درمیان سے ہٹانے کی کوئی چال چلی ہو۔ بہرحال میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کیا صحیح تھا اور کیا غلط یہ اوپر والے کو بہتر معلوم تھا؟

عثمان غنی میرا ہاتھ تھام کر فارم ہاؤس میں داخل ہوا۔ گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی مجھے راجو اور اس کے دو ساتھی نظر آئے جو تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔ انہیں ہماری آمد کی کوئی اطلاع نہیں ہوئی۔ عثمان غنی میرا ہاتھ تھام کر راجو کے عقب میں پہنچ گیا۔ اس کی یہ حرکت بھی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ وہ فارم ہاؤس میں میرے ذریعے ندا کے حسن کو پامال کر کے اپنے کسی جذبے کی تسکین کی خاطر آیا تھا پھر وہ راجو کے عقب میں جا کر رک کیوں گیا؟ راجو اس وقت اپنے پتے اٹھا کر آہستہ آہستہ دیکھ رہا تھا۔ میز پر داؤ پر لگائی ہوئی رقم خاصی تعداد میں موجود تھی۔

راجو کے ہونٹوں کے درمیان پھنسا ہوا سگریٹ دھواں دے رہا تھا۔ اس کی نگاہیں ان پتوں پر جمی ہوئی تھیں جنہیں وہ کسی ماہر پیشہ ور جواری کی طرح انگلی سے دبا کر آہستہ آہستہ کھسکا رہا تھا۔ پہلا پتا بادشاہ تھا۔ دوسرا کارڈ جو سامنے آیا وہ اسی رنگ کی بیگم تھی۔ راجو کے دل کی دھڑکنیں اس وقت ضرور تیز ہو رہی ہوں گی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب اضطرابی کیفیت تھی پھر تیسرا پتا سامنے آیا وہ بھی اسی رنگ کا غلام ثابت ہوا۔ راجو کو اس خوشی میں اچھل پڑنا چاہیے تھا لیکن اس کے چہرے پر مردنی چھائی۔ یہ بھی اس کی پیشہ ورانہ مہارت کی دلیل تھی۔ اس نے حیرت انگیز طور پر اپنے دونوں ساتھیوں کو غلط فہمی کا شکار کرنے کی خاطر بجھے ہوئے انداز میں باری باری دیکھا' درمیان میں پڑی ہوئی رقم پر ایک نگاہ ڈالی پھر کچھ دیر ہچکچانے کے بعد اس نے ایک چال اور چل دی۔ پتوں کو اس نے اپنے سامنے میز پر رکھ دیا تھا۔

"کیا بات ہے استاد۔" راجو کے ایک ساتھی نے مسکرا کر اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "ہمیں بلف کر رہے ہو یا پکا کر کھانے کا ارادہ ہے۔"

"ایک چال میری بھی۔" دوسرے نے راجو کے کوئی جواب دینے سے پہلے ہی ایک مخصوص رقم گن کر روپوں کے ڈھیر میں ملا دی۔

"کیا تم ایک دلچسپ کھیل کھیلنا پسند کرو گے؟" عثمان غنی نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"وہ کیا؟"

"پتوں کے اعتبار سے جیت راجو کی ہونی چاہیے لیکن تم اگر کہو تو میں اس کی جیت کو ہار میں تبدیل کر سکتا ہوں۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"عثمان غنی کے لیے کسی ناممکن کو ممکن بنانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر تینوں کھلاڑیوں کے پتے تبدیل کر دیے لیکن تینوں میں سے شاید کسی نے پتوں کی اس واضح حرکت کو محسوس نہیں کیا۔ کھیل جاری رہا۔ درمیان میں پڑے نوٹوں میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ راجو اپنی جگہ پکا تھا چنانچہ اس کے باقی دونوں ساتھیوں نے قواعد کے مطابق مطلوبہ رقم میز پر ڈال کر ایک دوسرے کے پتے دیکھے' دونوں ہی کی حیرت اپنی اپنی جگہ بجا تھی لیکن پھر ان میں سے ایک نے اپنے کارڈ پھینک دیے۔ کھیل کا سلسلہ دوبارہ جاری ہو گیا۔ رقم میں اضافہ ہوتا گیا پھر راجو نے ڈاج دینے کی خاطر اپنے پتوں کو دوبارہ اٹھایا۔ اس طرح وہ اپنے مقابل کو مزید پکا کر ہڑپ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی انگلیاں پتوں پر ٹھر کر رہ گئیں جو حیرت انگیز طور پر تبدیل ہو چکے تھے۔ اس نے اپنی آنکھ مل کر دوبارہ پتوں کو غور سے دیکھا۔ اپنی بینائی پر اسے یقیناً شبہ ہو رہا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی بھی وہی کیفیت ہوتی۔ بادشاہ' بیگم اور غلام کے بجائے اب اس کے ہاتھوں میں تین' پانچ اور سات تھے۔ وہ بھی مختلف رنگوں کے۔ اس کا سٹپٹا جانا قدرتی امر تھا۔

"کس سوچ میں کھو گئے استاد۔" مد مقابل نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم فلش کے ماہر ہو لیکن آج۔"

"شو کرو۔" راجو رقم میز پر ڈال کر تیزی سے بولا۔

مد مقابل نے اپنے پتے میز پر کھول کر رکھ دیے۔ اس کے پاس چھے' سات' آٹھ تھا۔ راجو نے جھپٹ کر گڈی پر رکھے ہوئے آخری تین پتوں کو دیکھا وہ بھی بدلے ہوئے تھے۔ مد مقابل نے جیت کی رقم سمیٹ لی۔

"پسند آیا تمہیں یہ تماشا؟" عثمان غنی نے بائیں پلک جھپکا کر کہا۔ "ذرا سوچو' اس وقت راجو کے دل و دماغ پر کیا گزر رہی ہو گی۔"

"تم نے اس غریب کی جیت کو شکست میں تبدیل کر دیا۔"

میں نے راجو سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

"تم واقف نہیں ہو ریتی۔" عثمان غنی نے جواب دیا۔ "راجو ایک بہترین شارپر ہے' مستقل جیتتا ہے۔ آج بھی یہ ہار میں نہیں ہے اس کے باوجود بھی خاموش بیٹھا انگارے چبا رہا ہے۔ چھوڑو اسے۔ ہم یہاں کسی اور مقصد کے لیے آئے تھے۔"

عثمان غنی مجھے لے کر زمین دوز کمرے کی طرف چل دیا۔ اس نے بڑے نفسیاتی طور پر میری کیفیت کو تبدیل کر دیا تھا۔ اب میرے دل کی دھڑکن ختم ہو چکی تھی۔ ہم نیچے کمرے میں پہنچے تو ندا مجھے دیکھ کر جلدی سے اٹھ گئی۔ وہ اپنے کسی خیال میں نیم دراز تھی۔ عثمان غنی نے اسے ایک نظر بھر کر دیکھا پھر میرا ہاتھ آہستہ سے دبا کر بولا۔

"میں تمہیں پیشگی مبارکباد دیتا ہوں۔ تمہاری آج کی کامیابی دوہری تمام توقعات سے زیادہ اور ہنگامہ خیز ثابت ہو گی۔ ایمان سے کہو کیا اس وقت ندا تمہیں پر جھومتی ہوئی کسی ادھ کھلی کلی سے زیادہ حسین نہیں لگ رہی ہے؟"

عثمان غنی اپنا جملہ مکمل کر کے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ ندا کا حسن بے مثال تھا۔ اس کی کمسنی قابل دید تھی۔ وہ مجھے اپنائیت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور میرے دل میں چھپا شیطان اس کی معصومیت پر مسکرا رہا تھا۔

"میں اس قید تنہائی سے تنگ آ چکی ہوں۔" اس نے بیزاری کا اظہار کیا۔ "میں نے شاید تمہارے کہنے پر عمل کر کے غلطی کی تھی' میں بے قصور تھی' احمد غوری نے مجھے موت کی دھمکی دے کر پروفیسر ابرار کے ذہن کو مفلوج کرنے کی سازش میں زبردستی شریک کیا تھا یہی بیان میں پولیس کو اور عدالت کو بھی دے سکتی تھی۔"

"غلط سوچ رہی ہو۔" میں نے اس کی بات کی نفی کی۔ "وہ رقم جو تم بطور معاوضہ قبول کر چکی تھیں اس بات کی دلیل بن سکتی تھی کہ تمہارا بیان غلط ہے۔"

"میں رقم بھی واپس کر دیتی۔"

"کوئی فرق نہ پڑتا۔" میں نے اس کے قریب بیٹھ کر کہا۔ "پروفیسر ابرار کی شخصیت اس وقت بین الاقوامی شہرت کی حامل ہے۔ وہ جس فارمولے پر کام کر رہا ہے اس کی کامیابی کی صورت میں اگر اسے سونے میں اور جواہرات میں بھی تولا جائے تو بہت کم ہو گا۔ تمہیں پولیس یا عدالت کے روبرو یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ تم اسے کسی بھی وجہ سے ذہنی طور پر معذور کرنے کی خاطر دو چار ڈوز پلا چکی ہو۔ قابل معافی نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔"

"میں اپنے کیے کی سزا بھی بھگتنے پر آمادہ ہو جاتی۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔ "میں نے بہرحال اپنے وطن سے غداری کا جرم کیا تھا۔ اس کی سزا میرے لیے اس قید تنہائی سے زیادہ اذیتناک نہ ثابت ہوتی۔"

"یہ تمہاری بھول ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جو فرد ایک بار بھی جیل کی ہوا کھا لیتا ہے پھر معاشرہ اس کی بے گناہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسے اچھی نظروں سے بھی نہیں دیکھتا۔"

"اب اگر احمد غوری نے زبان کھول دی تو۔" اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے گھورا۔

"وہ اپنی زبان کھول چکا ہے۔" میں نے دلی زبان میں کہا۔

"نہیں۔" ندا نے سہم کر کہا پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔ "اب میری پوزیشن کیا ہو گی۔ کیا اب قانون مجھے معاف کر دے گا۔"

"اسی وجہ سے فی الحال تمہارا سامنے آنا مناسب نہ ہو گا۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "احمد غوری تمہارا نام لینے کے بعد بھی سزا سے نہیں بچ سکے گا۔ اسے سزا ہو لینے دو۔ اس کے بعد تم سامنے آ کر یہ بیان دے سکتی ہو کہ تم چونکہ احمد غوری کی سازش سے واقف ہو چکی تھیں اس لیے اس کی گرفتاری کے بعد انڈر گراؤنڈ ہونے پر مجبور ہو گئی تھیں اگر ایسا نہ کرتیں تو وہ ملک دشمن عناصر جو احمد غوری کے ذریعے پروفیسر کو ذہنی طور پر مفلوج کر کے فارمولا حاصل کرنا چاہتے تھے وہ تمہیں کسی قیمت پر زندہ نہ چھوڑتے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس طرح قانون میرے حق میں زیادہ تلخ ثابت نہ ہو لیکن وہ لوگ جو احمد غوری کو استعمال کر رہے تھے کیا میرے سامنے آنے کے بعد مجھے زندہ چھوڑیں گے؟ نہیں' یہ ناممکن ہے۔" اس نے ایک معقول بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے جانے دو۔ شاید میں جیل میں زیادہ بہتر طور پر اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکتی ہوں۔"

"گناہ کا صرف نام ہے یا کبھی اس کا تجربہ بھی کر چکی ہو۔" میں نے اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر سرسراتی آواز میں کہا تو وہ مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"تت۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"احمد غوری نے بیان دیا ہے کہ تم اس کی داشتہ بن کر اس کی شریک کار تھیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ سراسر بہتان ہے۔" وہ مجسم احتجاج بن گئی۔ "میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔"

"جیل کے بارے میں کیا سمجھتی ہو؟" میں نے کسی شکاری کی طرح اسے اپنے جال میں پھانسنے کی خاطر ایک حربہ اور استعمال کیا۔ "وہاں وقت سے بہت پہلے کسی بھی عورت کو ان اذیتناک اور ناقابل بیان تجربوں سے دوچار کر دیا جاتا ہے جس

aazzamm@yahoo.com

کے بعد وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ جاتیں۔ اخبارات میں آئے دن اس قسم کی خبریں شائع ہوتی ہیں لیکن گناہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہوس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ کبھی دولت کی ہوس اور کبھی بوالہوسی کی۔"

میرا ذہن اس وقت اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ شاید عثمان غنی کی شیطانی قوتوں نے مجھے اکسایا تھا یا پھر ندا کی کسی کسی معصوم نگاہوں میں مجھے تشنگی کا کوئی جذبہ نظر آرہا تھا جس نے میری نگاہوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ میں اسے جن نظروں سے گھور رہا تھا شاید وہ ان کا مفہوم بھانپ گئی تھی۔

"تت ــــ تم آج کچھ بدلے بدلے سے نظر آرہے ہو؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تم بھی بدل جاؤ۔ زندگی میں ہر تبدیلی ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے۔" میں بہکنے لگا۔

"جلدی کرو رسیمی۔" میرے کانوں میں عثمان غنی کی آواز ابھری۔ "وقت گزر گیا تو پھر سونے کی یہ چڑیا ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" میں نے ذہنی طور پر مسکرا کر عثمان غنی سے کہا۔ "تم ہر ناممکن کو ممکن بنانے کی طاقت رکھتے ہو پھر تمہیں جلدی کس بات کی ہے۔"

"تم۔ وقت کی رفتار کو نہیں محسوس کر سکتے۔" عثمان غنی کے لہجے میں اضطراب شامل ہو گیا۔ "تمہیں یہاں سے جلدی جانا ہے۔"

"ٹھیک۔ کیا تم کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"ر۔ یسی۔ اس سنہری چڑیا کو جلدی شکار کرو۔ اس کے بعد ... میں ہوں گی۔"

ندا مجھے بہت غور سے دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے ایک دو ... اور بڑھائے تو اس کے سانس کی رفتار دوچند ہو گئی۔ میرے ... میں اس کی کیفیت دیکھ کر بجلی لہرا گئی میں کسی عقاب کی ... اس کی سمت جھپٹا لیکن کوئی نادیدہ طاقت ہمارے درمیان ... ہو گئی۔ میرے بڑھتے ہوئے قدموں میں جیسے کسی نے ... ڈال دی تھیں۔ میرے جسم کی ساری قوت جیسے سلب ... ہو گئی۔ میں شاید پتھر کا بن گیا تھا۔ میرے ذہن میں گرم ... کے تیز جھکڑ چلنے لگے۔ "عثمان غنی۔" میں نے دل ہی ... میں عثمان غنی کو آواز دی۔ "یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟"

عثمان غنی کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا پھر مجھے ایسا ... ہوا جیسے کوئی پوری شدت سے میرا گلا گھونٹنے کی ... کر رہا ہے۔ مجھے اپنی سانس گھٹتی محسوس ہو رہی تھی۔ ... نے سنبھلنے کی کوشش کی شاید ندا کی کوئی دعا اس کے حق ... قبول ہو گئی تھی۔ میں کچھ عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔ میں ... خیال دل سے نکال کر واپسی کے راستے پر پلٹا تو میرے جسم

کی قوت بحال ہو گئی۔ میں دیوانوں کی طرح بھاگتا ہوا تہ خانے سے نکل کر اوپر آ گیا۔ مجھے راجو یا اس کے ساتھی نظر نہیں آئے۔ مجھے ان کے بارے میں سوچنے کا ہوش بھی نہیں تھا۔ مجھے در و دیوار اس طرح لرزتے دکھائی دے رہے تھے جیسے زلزلے نے فارم ہاؤس کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو۔

دفتر پہنچتے پہنچتے میری طبیعت غیر ہونے لگی۔ میں آفس میں جانے کے بجائے نیچے سے ہی گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ گاڑی اب دانش ڈرائیو کر رہا تھا میں نے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ میرے ذہن پر شدید غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ مجھے اپنا پورا جسم انتہائی گرم محسوس ہو رہا تھا شاید خوف کے کسی احساس نے مجھے بخار کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ ندا کا چہرہ ابھی تک میرے تصورات کے پردے پر متحرک نظر آرہا تھا۔ میں حالات کے اس تغیر کے بارے میں سوچنے لگا۔ عثمان غنی اچانک کہاں غائب ہو گیا تھا؟ اس نے میری پکار کا کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ کیا کوئی دو طاقتیں اچانک ٹکرا گئی تھیں جس نے ہوا کا رخ یکلخت تبدیل کر دیا تھا؟ میں ندا کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ تکتا رہا پھر اس کا تصور دھندلانے لگا۔ اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔

❑ــــ✱ــــ❑

مجھے کب ہوش آیا مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن بہرحال کمرے میں گھپ اندھیرا ہونے کی وجہ سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ رات کا وقت ہو گا۔ میرے اندر اس وقت شدید نقاہت موجود تھی۔ میرا بدن بخار سے جل رہا تھا۔

"پانی۔" میں نے عارفہ کو آواز دی۔ وہ میری ایک آواز پر اٹھ جانے کی عادی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ میری تیمارداری کی وجہ سے تھک گئی تھی بہت زیادہ جاگتی رہی تھی جو گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے دوبارہ آواز دی' پیاس کی وجہ سے میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ دوسری بار بھی عارفہ نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے ٹٹولا' وہ میرے قریب ہی لیٹی تھی۔ اس کا بازو تھام کر میں نے جگانے کی کوشش کی لیکن اب بھی وہ خاموش تھی۔ نہ جانے کیوں خوف کی ایک انجانی لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ سوئچ آن کیا تو خواب گاہ روشن ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی میں چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ عارفہ بستر پر موجود تھی مگر اس کی حالت دیکھ کر میں اپنی کربناک چیخ ضبط نہ کر سکا۔

کسی ظالم نے میری عارفہ کو مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھین لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے ابل کر بہنے والا خون اس کے چہرے اور بستر پر جذب ہو کر رہ گیا تھا' اس کی غزالی آنکھیں اپنے حلقوں کے اندر پتھرا کر رہ گئی تھیں یا شاید کوئی ایسا خوفناک اور بھیانک منظر تھا جس نے اسے پلک جھپکانے کی مہلت بھی

... نہیں ملی ... نے بوکھلا کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ میں سمجھا تھا کہ میرا ساتھ چھوڑ چکی ہے لیکن اس کے دل کی دھڑکنیں ابھی جاگ رہی تھیں۔ زندگی کی رمق ابھی اس کے وجود میں باقی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیوانہ وار اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا جو آہستہ آہستہ سست رفتار سے چل رہی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ موت اور زندگی کا فاصلہ گھٹ رہا ہے۔

میں نے دیوانوں کی طرح اسے بازو تھام کر جھنجوڑا تو اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں زندگی کی حرارت بیدار ہونے لگی۔

"عارفہ ــــ تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟" میں نے اسے پھر مخاطب کیا جواب میں اس نے بہت ہی سلو موشن میں گردن کو بمشکل جنبش دے کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ویرانیوں کا راج تھا' حسرتیں تڑپ رہی تھیں' بے بسی کا احساس جھلک رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن قوت گویائی بحال نہ ہو سکی۔ اس کے مخروطی اور گداز ہونٹ سوکھے پتوں کی طرح کپکپا کر رہ گئے۔

"میں نے ڈاکٹر کو فون کرنے کی خاطر اٹھنا چاہا' میری حالت غیر ہو رہی تھی۔ میں ندیم کو بھی اس اندوہناک سانحے کی اطلاع کرنا چاہتا تھا لیکن عارفہ کے کمزور ہاتھوں نے میری کلائی تھام لی۔

"تت ــــ تم ٹھیک ہو جاؤ گی عارفہ۔" میں نے پلٹ کر اس کو بڑے پیار سے مخاطب کیا۔ "تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ ہاں عارفہ۔ تم میرے لیے زندہ رہو گی۔ سب سے انمول شے ہو' ہم ایک ساتھ جئیں گے' ایک ساتھ مریں گے۔ تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟"

جواب میں ایک اداس سے تبسم نے اس کے سوکھے ہونٹوں پر تڑپ کر دم توڑ دیا۔ میری وحشت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ عارفہ نے صرف آخری سنبھالا لیا ہے' زندگی کی لو چراغ آخر شب کی مانند ٹمٹماتی نظر آرہی تھی۔

"پریشان مت ہو میری روح۔" میں نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے اسے تسلی دی۔ "میں ابھی ڈاکٹر کو فون کر کے بلاتا ہوں۔"

"نن ــــ نہیں۔" وہ بڑی نحیف آواز میں بولی۔ "اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"مایوسی کی باتیں مت کرو عارفہ پلیز۔"

"وقت بہت کم رہ گیا ہے۔" اس نے التجا کی مجھے ایک لمحے کے لیے بھی چھوڑ کر نہ جاؤ کیا خبر کون سی سانس میری آخری ــــ"

"خدا کے لیے عارفہ۔" میں کرب سے بلبلا اٹھا۔ "ایسی باتیں مت کرو ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

"ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں میری زندگی۔" میں نے اس کی پیشانی کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔ "تم ــــ کیا کہنا چاہ رہی ہو؟"

"میں ــــ میں نے ــــ زہر کھایا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اس کے ساتھ ہی ــــ کچھ آنسو اس کی پلکوں میں الجھ کر تھرتھرانے لگے۔

"زہر۔" میں تڑپ اٹھا۔

"ہاں۔" اس نے اثبات میں گردن کو برائے نام جنبش دی۔ "میرے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔"

"خدا کے لیے عارفہ مجھے بتاؤ کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"عورت کی سب سے قیمتی اور انمول شے اس کی آبرو ہوتی ہے جب وہ لٹ جائے تو ــــ"

"عارفہ۔" میں چیخ اٹھا۔ "تم شاید کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں مرتے وقت غلط بیانی نہیں کروں گی۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "مجھے معاف کر دینا شہباز۔ میرا خدا گواہ ہے کہ میرے اوپر جو کچھ گزری اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا لیکن وہ ــــ وہ ــــ"

"کون تھا؟ تم اس وقت کہاں تھیں؟ کیا گھر کے تمام ملازم مر گئے تھے؟" میں نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ میرے دماغ کی نسیں پھٹنے لگی تھیں۔

"وہ۔ بس اچانک ہی کسی ہوا کے جھونکے کی طرح میری خواب گاہ میں داخل ہوا تھا ــــ پہلے۔ میں اسے دیکھ کر سہم گئی۔" عارفہ رک رک کر بتا رہی تھی۔ "اس کی آنکھوں میں بھیانک شعلے رقص کر رہے تھے۔ اس پر ہوس کا بھوت سوار تھا۔ میں نے اس کی بڑی منت کی۔ بہت ہاتھ پاؤں جوڑے لیکن ــــ"

"کیا تمہیں اس کا حلیہ یاد ہے؟" بھیانک شعلوں کے رقص کے حوالے سے میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھرا پھر جب میرے بے حد اصرار پر عارفہ نے اس کا حلیہ بیان کیا تو میری سانسیں سینے میں گھٹنے لگی۔ وہ جو تفصیل بتا رہی تھی وہ عثمان کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔

میرے ذہن میں تیز آندھی کے جھکڑ چلنے لگے۔ وہ جو میرے ذریعے چمن کے دوسرے پھولوں اور کلیوں کو پامال کرتا رہا تھا اس نے آخر مجھ سے کس بات کا انتقام لیا تھا؟ کیا ندا کے سلسلے میں وہ مجھ سے ناراض ہو گیا تھا؟ اس لیے کہ میں نے عجلت سے کام نہیں لیا تھا؟ میرا ذہن میرا ساتھ چھوڑ رہا تھا اگر وہ روئے زمین پر کسی نظر آنے والی مخلوق کی بات ہوتی تو میں دنیا کی آخری سرحدوں تک اس کا پیچھا کر کے اس سے عارفہ کا انتقام لے سکتا تھا لیکن عثمان غنی۔ وہ ایک معزز اور نیک دل

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

جنات کا خبیث اور نافرمان بیٹا تھا۔ اس کا سراغ لگانا انسان کے بس کی بات نہیں تھی اگر وہ کسی کی آبروریزی کا خواہشمند تھا تو پھر اس نے میرا سہارا کیوں لیا تھا؟ وہ علیحدہ کی مجبوری سے بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ سلیمان قیصر کا حوالہ دے کر نغمہ کو بھی برباد کر سکتا تھا۔ ماہ رخ کی خلوتوں میں بھی مخل ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی نام تھے جن کے ذریعے وہ اپنے اندر کی آگ سرد کر سکتا تھا۔ وہ مجھے رفیقی کہہ کر خطاب کرتا تھا لیکن اس نے میرے اعتماد کو دھوکا دے کر میری عزت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ شاید اسی لیے جب ندا کے قریب پہنچ کر میں نے ایک موقع پر اسے آواز دی تھی تو اس کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ وہ اگر مجھ سے خفا ہو گیا تھا تو از خود ندا کی معصومی کو روند سکتا تھا؟ مگر اس نے عارفہ کا انتخاب کر لیا۔ آخر کیوں؟

"کیا سوچ رہے ہو شہباز؟" عارفہ کی درد بھری آواز پگھلے ہوئے سیسے کی طرح میرے وجود میں اترنے لگی۔ "مجھ سے باتیں کرو۔ پیاری پیاری۔ میٹھی میٹھی۔ میرے پاس وقت کم ہے۔ مجھے ہنستے ہوئے رخصت کرنا ورنہ میری روح۔۔۔"

وقت گزرنے کا احساس میری دہشتوں میں اضافہ کر رہا تھا۔ عارفہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی۔ ایسے میں کوئی فوری طبی امداد اسے موت کی آخری سرحدوں سے زندگی کی طرف واپس بھی لا سکتی تھی۔ میں نے اسے پیار سے دیکھا پھر ہاتھ چھڑا کر باہر کی جانب لپکا۔ میرا ذہن مفلوج ہو رہا تھا۔ حالات کی ستم ظریفی اور وقت کی نزاکت نے شاید مجھے پاگل کر دیا تھا۔ مجھے جلدی میں یہ بھی یاد نہیں آیا کہ ایک فون میری خوابگاہ میں بھی موجود تھا۔ میں آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتا ہوا خواب گاہ کے دروازے تک پہنچا۔ میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن کسی نے غالباً اسے باہر سے مقفل کر دیا تھا۔ یقیناً اس میں بھی عثمان غنی کی شرارت کو دخل رہا ہو گا۔ شاید اسے عارفہ کی زندگی منظور نہیں تھی۔

"عثمان غنی۔" میں نے اسے پوری شدت سے آواز دی۔ "میرے اوپر رحم کرو۔ عارفہ کو موت کے چنگل سے بچاؤ۔"

دوسری جانب سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں نے کالا کی ماورائی قوت کو پکارا مگر شاید وہ بھی مجھ سے روٹھ چکی تھی۔ میری دیوانگی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میری کیفیت اس خطرناک دیوانے سے مختلف نہیں تھی جس کے ہاتھ پیر جکڑ دیے گئے ہوں۔ میرے ذہن میں لیڈی مکلارنس کا خیال ابھرا۔ امید کی ایک کرن روشن ہوئی۔ میں نے اسے بھی مدد کے لیے آواز دی مگر اس کی طرف سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ میں پلٹ کر عارفہ کے قریب آ گیا۔ بولنے کی وجہ سے اس کے منہ سے تازہ خون دوبارہ رسنے لگا تھا۔ موت کی دیوی اسے اپنی مکروہ بانہوں میں سمیٹ لینے کو مضطرب نظر آ رہی تھی۔ عارفہ کی سانسیں اب رک رک کر چل رہی تھیں۔ اس کے پورے وجود کو آہستہ آہستہ جھٹکا لگ رہا تھا۔ غالباً روح قفس عنصری سے پرواز کرنے کی خاطر پر تول رہی تھی۔

"عارفہ۔" میں تڑپ اٹھا۔ "مجھے تنہا چھوڑ کر مت جانا ورنہ میں بھی نہ جی سکوں گا۔"

"ہمت سے کام لو شہباز۔ زندگی اس کی امانت ہے۔"

"اور تم نے اس امانت میں خیانت کرنے کی حماقت کی ہے۔" میں جھنجلا گیا۔

"میں ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی۔"

"لیکن تم بے قصور تھیں۔" میں نے پیار سے اس کے بازو تھام لیے۔ "میرا انتظار تو کیا ہوتا۔"

"اللہ سے دعا کرو شہباز۔" وہ مجسم التجا بن گئی۔ آنسو اب اس کی پلکوں سے ڈھلکنے لگے تھے پھر وہ ایک ہچکی لے کر بولی۔ "آج تمہاری امی مجھے بڑی شدت سے یاد آ رہی ہیں۔"

ماں کا نام سن کر میرے زخم تازہ ہو گئے ان زخموں پر ایک اور نشتر لگنے والا تھا۔ عارفہ کی پلکیں جھپکنے لگیں۔ موت اپنی آغوش کشادہ کر رہی تھی۔ یکلخت روشنی کی ایک آخری کرن میرے ذہن میں بجلی بن کر کوندی۔ کمبل پوش بزرگ! میں نے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں جوڑ لیے۔ انہیں بڑے خلوص سے آواز دی۔ "آپ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، مجھے آپ کی روحانی قوتوں پر مکمل یقین ہے۔ میری مدد فرمائیں۔ خدا سے میری سفارش کر دیں عارفہ کی زندگی کے لیے۔"

"خود کو سنبھالو میرے عزیز۔" میرے کانوں میں عثمان غنی کے نیک دل باپ کی آواز گونجی۔ "ہم گناہ کے مرتکب ہو رہے ہو۔ وہ لاشریک ہے۔ اس سے اگر کچھ مانگنا ہے تو براہ راست مانگو۔"

"میرے محترم۔" میں نے شکوہ کیا۔ "آپ کی سرکش اور نافرمان اولاد نے۔۔۔"

"مجھے شرمندگی ہے لیکن مکافات عمل کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جاری رہتا ہے تاکہ انسان غفلت کا شکار نہ ہو۔ ہم بھی قدرت کی طرف سے سنبھلنے کا ایک اشارہ ہوتا ہے۔ جو اس اشارے کو پا لیتے ہیں وہ سرخرو ہوتے ہیں جو اپنی روش پر قائم رہتے ہیں ان کی رسی اور دراز کر دی جاتی ہے۔"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں لیکن عارفہ۔۔۔"

"عارفہ بھی ایک عورت ہے میرے عزیز۔ اس کی عزت اور عصمت بھی دوسری خواتین کی طرح اس صاف و شفاف شیشے کی مانند ہے جس میں اگر کوئی بال پڑ جائے تو وہ آخری دم تک قائم رہتا ہے مگر تم اس سچائی کو بھلا بیٹھے تھے۔ آگ جب اپنے دامن تک پہنچی تو جھلسنے کا احساس ہو رہا ہے۔"

"وقت تنگ ہو رہا ہے میرے محترم۔" میں نے عارفہ کے

چہرے پر موت کے سایوں کو منڈلاتے دیکھ کر عاجزی سے کہا۔ "مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔"

"پیار و محبت میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ عارفہ کو اپنی آغوش میں سمیٹ لو۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کیا اس آڑے وقت میں کمبل پوش بزرگ کی دعائیں بھی میرے کسی کام نہیں آ سکیں گی؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ عارفہ کی نگاہیں اب پتھرانے لگی تھیں۔ میں کانٹوں پر تڑپ رہا تھا۔ وقت کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ عارفہ رہ رہ کر ہچکیاں لے رہی تھی۔ کوئی بھی آنے والی ہچکی موت کی آخری ہچکی بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ میں کچھ اور نہ کر سکا تو میں نے اسے اپنی بانہوں میں پوری شدت سے سمیٹ لیا۔

"عارفہ۔۔۔ میری زندگی۔۔۔ میری روح۔۔۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جاؤ۔"

میں بار بار انہی الفاظ کو دہرا رہا تھا۔ میرے ہاتھوں کا حلقہ تنگ ہو رہا تھا۔ شاید میں عارفہ کو اپنے دل کی آواز سنانا چاہتا تھا لیکن اچانک اس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے۔ پلیز یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ عارفہ مجھے عجیب شوخ نظروں سے گھور رہی تھی۔ خواب گاہ میں روشن نائٹ بلب کی روشنی میں وہ اس وقت مجھے بالکل پہلے کی طرح تر و تازہ نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی۔ اس پر زندگی کا سورج پوری آب و تاب سے دمک رہا تھا۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ اس کے گداز ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ مچل رہی تھی۔ خون کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ میں نے بوکھلا کر عارفہ کو اپنی بانہوں کے حصار سے آزاد کر دیا۔ بیڈ سوئچ کو آن کیا تو ہر شے اپنی اصلی حالت میں موجود تھی۔ شاید میں نے کوئی بھیانک اور ڈراونا خواب دیکھا تھا جس کے اثرات ابھی تک میرے چہرے پر پسینے کی شکل میں موجود تھے۔ میں نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا۔

"آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟" عارفہ نے اپنے نائٹ گاؤن کی بے ترتیبی کو درست کرتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا پھر خود ہی میری نبض پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ بخار اب ٹوٹتا نظر آ رہا ہے ورنہ دو دن سے تو آپ کو کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔"

"کیا میں دو دن تک بے ہوش رہا ہوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"پریشان مت ہوں۔" وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ "ڈاکٹر نے آج شام ہی یقین دلایا تھا کہ آپ بہت جلد ہوش میں آ جائیں گے۔ نسیم اور ندیم بھائی بھی آپ کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ نسیم دن رات آپ کی تیمارداری میں میرا ہاتھ بٹاتی ہے۔ ندیم بھائی بھی ہر وقت کھوئے کھوئے سے نظر آتے ہیں۔"

"یہ سب تم لوگوں کی محبت کا نتیجہ ہے ورنہ۔۔۔"

"آپ فی الحال زیادہ باتیں کرنے سے پرہیز کریں۔ آپ کو سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔"

پھر وہ اٹھنے لگی تو میں نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"لباس تبدیل کر کے شکرانے کی نماز ادا کروں گی۔" وہ مسکرا کر مسہری سے نیچے اترتے ہوئے بولی۔ "میں نے آپ کی صحت یابی کے لیے بارہ نفلوں کی منت مانی تھی۔"

میں عقیدت بھری نظروں سے عارفہ کو دیکھتا رہا لیکن خواب کی باتیں ابھی تک میرے اعصاب پر طاری تھیں۔

دو روز بعد میں شام کو لان پر مہتاب کے ساتھ چائے پی رہا تھا کہ سراج آ گیا۔ عارفہ اور نسیم اٹھ کر اندر چلی گئیں۔ میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔ میں صبح دفتر جانے کے لیے تیار بھی ہوا تھا لیکن نسیم اور عارفہ نے مل کر ایک روز اور آرام کر لینے کا تقاضا اتنے اصرار سے کیا کہ میں ان کی بات رد نہ کر سکا۔ میری بیماری کے دوران میرے عملے کے افراد فون کے ذریعہ روزانہ میری خیریت دریافت کیا کرتے تھے۔ ان دو دنوں میں حالات نے کیا صورت اختیار کی تھی مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ ندیم نے بھی مجھ سے کسی بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ عارفہ اور نسیم ہر وقت میری دلجوئی اور دیکھ بھال کی خاطر مجھے اس طرح گھیرے رہتی تھیں کہ مجھے تنہائی میں ندیم سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

سراج نے آ کر سب سے پہلے میری خیریت دریافت کی کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی باتیں ہوتی رہیں پھر سراج نے کہا۔ "مسٹر شہباز۔ کیا اب آپ پوری طرح فٹ ہو چکے ہیں؟"

"کوئی اہم بات؟" میں نے سراج کے سوال کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"بیان کی تبدیلی کے بعد اب حکومت محبت نارائن کی پراسرار اور خطرناک شخصیت کی بنا پر احمد غوری کا کیس جلد از جلد نپٹنا چاہتی ہے اور اسی غرض سے کل اسے باقاعدہ مقدمہ چلانے کے سلسلے میں پہلی بار عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ میں درخواست کروں گا کہ اس موقع پر آپ بھی موجود رہیں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"میرے موجود ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟"

"آپ اسے بس میری خواہش سمجھ لیں۔" سراج نے اصرار کیا۔

"میرا خیال ہے کہ مسٹر سراج تمہاری مخفی صلاحیتوں سے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔" ندیم مسکرا کر بولا۔ "آصف کی گرفتاری کے سلسلے میں تمہارے علم نجوم اور اس کی ماں اور بھائی کے ضمن میں علم قیافہ سے مسٹر سراج کی بہت ساری مشکلیں آسان ہو گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ احمد غوری کا چہرہ نظر آنے کے بعد تمہاری چھٹی حس پھر کوئی ایسا شوشہ اگل دے جو حقیقت تک پہنچنے میں معاون ہو سکے۔"

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ یہ تمام باتیں میری ذات سے کیوں منسوب کی جا رہی ہیں جبکہ خود مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔" میں نے انجان بن کر سنجیدگی کا اظہار کیا۔

"ایسا ہوتا ہے۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "بعض اوقات انسانی ذہن بھی بجلی کی طرح اسپارک کرتا ہے اور ایسی کیفیت میں انسان کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوتی ہے۔ تم بھی اگر مستقل مزاجی سے ذہنی طور پر ارتکاز اور مراقبہ کا عمل شروع کر دو تو موجودہ بزنس سے ہونے والی آمدنی سے زیادہ کما سکتے ہو۔"

"آپ شاید میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں؟" سراج نے ندیم سے کہا۔

"جی نہیں۔ آصف کے سلسلے میں خود آپ ہی نے مجھے شہباز کے علم نجوم یا دست شناسی کی کہانی سنائی تھی۔ اس کی ماں اور بھائی کی بازیابی بھی۔"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر سراج۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اگر آپ کا اصرار ہے تو میں کل عدالت میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گا۔"

"اگر ندا بازیاب ہو جاتی تو ہمارا کام زیادہ آسان ہو سکتا تھا۔" سراج دبی زبان میں بولا۔

"فرق کیا پڑے گا۔" ندیم نے کہا۔ "احمد غوری اپنی مذموم حرکت کا اعتراف کر چکا ہے۔ کیا اس کے باوجود وہ سزا سے بچ جائے گا؟"

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔" سراج نے وضاحت کی۔ "ندا کا بیان بہت سی اور سازشوں پر سے بھی پردہ اٹھا سکتا ہے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا۔ ندا کے تذکرے پر میں بھی الجھ گیا تھا۔ میرے ذہن میں وہ واقعات دوبارہ ابھر آئے جو ندیم کے فارم ہاؤس میں پیش آئے تھے۔ بہرحال بات بنانے کی خاطر سراج سے پوچھا۔

"کیا احمد غوری نے ندا کے بارے میں مزید کوئی معلومات فراہم نہیں کیں؟"

"اس نے محض شبہ ظاہر کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے اغواء میں بھی وہی لوگ شامل ہوں جنھوں نے پروفیسر ابرار سے فارمولا حاصل کرنے کی خاطر اسے خریدا تھا۔"

"اس میں شک کی گنجائش ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "احمد غوری کی گرفتاری کے بعد ندا کو منظر عام سے ہٹانا ہی مجرموں کے لیے فائدہ مند تھا۔"

"میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کوئی کھوج نہیں ملا۔"

"اور کوئی اہم بات۔" میں نے ندا کا موضوع بدلنے کی خاطر کہا۔ "منصور اور آصف کی موت کے بعد اب سیٹھ نعمان کا کیا ردعمل ہے؟"

"وہ ابھی تک سرکاری حلقوں میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر رہے ہیں۔" سراج بولا۔ "اوپر سے بار بار احکامات بھی مل رہے ہیں کہ ان دونوں کے قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔"

"پولیس کی ملازمت میں اس قسم کے مدوجزر تو آتے ہی رہتے ہیں۔ بات کچھ دنوں تک گرم رفتاری کی صورت اختیار کیے رہتی ہے پھر وقت کے ساتھ ساتھ ایسی فائلوں کو سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔"

"شاید یہ ہماری مجبوری ہے۔" سراج نے اس بار دبی زبان میں کہا۔ "ہمارے ملک میں جرائم کی رفتار جس تیزی سے بڑھ رہی ہے اس کے لیے پولیس کی موجودہ نفری کافی نہیں۔ اس کے علاوہ مختلف ایجنسیاں اپنا دامن بچانے کی خاطر واقعات کی ذمے داری دوسرے پر ڈالنے کی عادی ہو چکی ہیں۔ مزید برآں اوپر سے ملنے والے احکامات بھی جائز و ناجائز کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہر کوئی اپنی سیاست کی دکان چمکانے کی خاطر اپنے اپنے گاہکوں کی طرفداری ضرور کرتا ہے۔ ایسی صورت میں نئے جرائم کا گراف جس تیزی سے بڑھتا ہے اتنی تیزی سے ہم مشکل اور محنت طلب کیس فائلوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر انہیں سرد خانے میں ڈال دیتے ہیں۔"

"اور جب کوئی بے گناہ زبان کھولنے یا حقیقت کی آواز بلند کرنے کے جرم میں گرفتار ہوتا ہے تو بہت سارے ایسے فائل اس کے نا کردہ گناہ کی فہرست میں شامل کر دیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری پولیس کو انعام و اکرام سے بھی نوازا جاتا ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔" سراج نے کھسیا کر کہا۔ "مگر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ انسداد جرائم کی ایجنسیوں میں اب بھی بہت سارے ایسے فرض شناس افراد موجود ہیں جن کی وجہ سے ان ایجنسیوں کی آبرو برقرار ہے۔"

"ماہ رخ کا کیا حال ہے؟" میں نے اس بحث سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر کہا۔

"وہ ابھی تک مینٹل اسپتال کے اسی وارڈ میں ہے جہاں پاگلوں کو رکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کے بارے ...ی تک زیادہ امید افزا باتیں نہیں کی۔"

"...کیا آپ نے ماہ رخ سے ملاقات کی کوشش کی تھی؟"

"...جی ہاں۔ ایک بار مل چکا ہوں۔ ان کے کچھ احسان بھی ... لیکن افسوس کہ وہ مجھے بھی نہیں پہچان سکیں۔" ...نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔ "ابھی تک انہوں نے ...لیمان شاہ کے سلسلے میں وہی انتقام والی رٹ لگا رکھی ..."

"...اندر کا سویا ہوا انسان جب جاگتا ہے تو نفسیاتی طور پر ...کوئی صورت حال سامنے آتی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی ... "میں ماہ رخ کا ایک قریبی ملنے جلنے والا ہونے کے ... کہہ سکتا ہوں کہ وہ سلیمان شاہ سے منسوب ہونے سے ... اچھے کردار کی مالک نہیں تھی۔ گناہ و ثواب اچھے اور ...تمیز کا اس نے کبھی کوئی خیال نہیں رکھا۔ بذات خود ...معمولی معمولی غلطیوں پر دوسروں کو مغلظات سنانے سے ...نہیں کرتی تھی لیکن جب سلیمان شاہ نے اسے بری طرح ...اس کے اندر کی عورت پوری عزت و آبرو کے ساتھ ...ئی۔ اتنی شدت سے اسے اپنی توہین کا احساس ہوا کہ ...توازن کھو بیٹھی۔"

...دیر تک ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو کا سلسلہ ... پھر ندیم نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر ایک ...سوال کیا۔

"...تم بتا سکتے ہو کہ ندا اس وقت کہاں ہو گی؟"

"...مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "کیا وہ فارم ...نہیں ہے؟"

"...نہیں۔" ندیم بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ "تین روز سے ...طور پر غائب ہے۔"

"...اور دوسرے افراد جو اس کی نگرانی پر مامور تھے ان ...ہے؟"

"...کا بیان مجھے تمہاری کاکا دیوی کے بارے میں سوچنے ...رہا ہے۔"

"...سمجھا نہیں؟" میں نے وضاحت کی۔

"...میرا قابل اعتماد نوکر ہے۔ اس کے علاوہ بھی فارم ...وہی افراد تعینات کیے جاتے ہیں جو نمک حلال ...معیار پر پورے اترتے ہیں۔" ندیم نے بدستور ...کہا۔ "راجو کا بیان ہے کہ تین روز قبل جب وہ ...پہنچ گیا تو تمام دروازے مقفل ہی تھے۔ ندا والے ...چابی اس کی تحویل میں تھی۔ اس نے خود اپنے ...قفل کھولا تھا لیکن ندا پراسرار طور پر غائب تھی۔ ...کسی قسم کے افراتفری کے نشانات بھی نہیں ملے جس کی بنا پر اغواء کے خیال کو تقویت مل سکتی۔ ہر چیز اپنے مقام پر موجود تھی۔ راجو نے پورے تہ خانے کا کونا کونا چھان مارا لیکن ندا کے وجود کا سراغ نہیں ملا۔"

ندیم کی بات سن کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ تین روز پہلے فارم ہاؤس کے تہ خانے میں میرے اور ندا کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی وہ میرے کانوں میں گونجنے لگی۔ عثمان غنی نے مجھے عجلت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا تھا پھر شاید اسی نے میرے اور ندا کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی تھی۔ مجھے واپسی پر مجبور کرنے کے بعد عین ممکن تھا کہ وہ ندا کو اپنے مصرف کے لیے اٹھا لے گیا ہو۔ اس کے لیے بند دروازوں سے ہو کر گزر جانا کوئی دشوار بھی نہیں تھا۔ میرے علاوہ دانش بھی اپنی آنکھوں سے اس کی ناقابل یقین طاقت کا مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"ندا کی گمشدگی کی خبر ہمارے لیے پریشان کن بھی بن سکتی ہے۔" میں نے ندیم کے سوال پر چونک کر کہا۔ "اگر کاکا کی پراسرار طاغوتی قوت ہی نے اسے غائب کیا ہے تو اب وہ ہمارے خلاف یقیناً کوئی نئی سازش کا خطرناک جال بن رہی ہوگی۔"

"مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "تمہاری کاکا رانی کم از کم میرے سلسلے میں ہمیشہ بے بس ہی رہی ہیں۔"

"کوئی خاص وجہ؟" میں نے جلدی سے وہ سوال کر ڈالا جو ایک عرصہ دراز سے میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ کاکا نے خصوصاً ندیم سے ناراض ہونے کے باوجود بھی اس پر وار کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جہاں تک ندیم کے گھر کا معاملہ تھا تو اس نے مجھے ایک بار دبی زبان میں یہ بتایا تھا کہ کسی بزرگ کی قوت نے اس کے گرد ایسا حصار قائم کر دیا ہے جس کے اندر طاغوتی قوتیں داخل نہیں ہو سکتی تھیں لیکن ندیم اپنے کیسینو میں بھی ہمیشہ محفوظ ہی رہا تھا۔ اس کے علاوہ بھی وہ آزادی سے گھومتا تھا مگر کاکا نے کبھی اس پر قوت آزمائی نہیں کی تھی۔ آخر کیوں؟

"بس یوں سمجھ لو کہ کسی مہربان بزرگ نے میری کسی بات سے خوش ہو کر مجھے ایک ایسا مجرب تعویز دیا تھا جسے میں نے ان کی ہدایت پر کہیں دفن کر دیا تھا۔" ندیم نے بڑی عجلت سے کہا۔ "یہ سب کچھ اسی تعویز کا کرشمہ ہے جس نے ابھی تک مجھے بلاؤں سے محفوظ رکھا ہے۔"

ندیم کی بات سن کر مجھے ایک بار پھر کمبل پوش بزرگ کی یاد بڑی شدت سے آئی۔ صندلی انگوٹھی بھی میرے لیے خدا کی ایک نعمت تھی جس نے ہر ہر قدم پر مجھے مصیبت اور آفات

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سے محفوظ رکھا تھا لیکن کالکا نے مجھے گمراہ کر کے ایسے راستے پر لگا دیا کہ وہ انگوٹھی بھی غائب ہو گئی اور خدا کے اس برگزیدہ بزرگ کا سایہ بھی میرے سر سے ہٹ گیا۔ یکلخت میرے ذہن میں عثمان غنی کے باپ کا تصور ابھرا۔ وہ نیک دل شخص مجھے دوبارہ صراط مستقیم پر چلنے کی تاکید کرنے کے لیے اچانک سامنے آگیا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی بڑی سرعت سے ابھرا کہ کمبل پوش بزرگ کے ناراض ہونے کے بعد وہ بھی مجھ سے کنارہ کش ہو گیا تھا جس کی وجہ سے عثمان غنی نے میری انگلی تھام کر غلط راہ پر لگا دیا تھا لیکن اب اس شریف اور مہربان شخص نے مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کیا تھا۔

"تو کیا کمبل پوش نے میری خطائیں درگزر کر دی تھیں؟ کیا ان کا سایہ ابر کی صورت میں پھر میرے اوپر قائم ہو گیا تھا؟ کیا میں صندلی انگوٹھی کا دوبارہ حقدار بن سکتا تھا؟"

"میرے اندر ایک فیل مچی ہوئی تھی۔ میں کمبل پوش بزرگ کے خیال میں ڈوبا ہوا تھا کہ ندیم کی آواز نے اس شیرازے کو بکھیر دیا۔

"کس بات پر اتنی سنجیدگی سے متفق ہو؟"

"وہ۔ میں ندا کے بارے میں سوچ رہا تھا؟" میں نے جلدی سے بات بنائی۔ "اگر اس کے فرار میں کالکا کی ناپاک قوت کا دخل ہے تو وہ ہمارے خلاف بیان بھی دے سکتی ہے۔"

"ثبوت کیا ہوگا؟"

"کالکا کی شیطانی قوتوں کے لیے ثبوت پیش کرنے کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"علیزہ کی کیا خبر ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ماہ رخ کا ذہنی توازن بگڑ جانے کے بعد اب اس کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ سلیمان شاہ کی موت نے بھی اس کی راہ کی تمام پیچیدگیوں کو ختم کر دیا ہے۔ تمہارا ابھی یہی مشورہ تھا کہ اسے آزاد کر دیا جائے۔ آج کل وہ بڑی سنجیدگی سے ملک سے کہیں دور جانے پر غور کر رہی ہے۔"

ملازم نے آکر ندیم کی کسی کال کی اطلاع دی تو وہ کارڈلس کو آن کرنے کے بعد گفتگو کرنے لگا۔ فون پر ہونے والی گفتگو چونکہ ندیم کے کاروبار سے متعلق تھی اس لیے میں نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ دوبارہ میاں صاحب کی سوچ میں غرق ہو گیا۔

* —— * —— *

میں نے جس وقت عدالت کے کمرے میں قدم رکھا اسی وقت اتفاق سے احمد غوری کو حاضر ہونے کی صدا بلند ہوئی تھی۔ سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس نے نگاہوں نگاہوں میں میرا شکریہ ادا کیا۔ احمد غوری کچھ دیر بعد کٹہرے میں کھڑا وہی بیان دہرا رہا تھا جو اس نے بعد میں مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنی مرضی سے ریکارڈ کرایا تھا۔ اس سے پیشتر کورٹ انسپکٹر نے عدالت کو مختصر طور پر کیس کی نوعیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ احمد غوری کی طرف سے کوئی وکیل پیش نہیں ہوا۔ اب اس کا بیان ختم ہوا تو سرکاری وکیل نے جرح شروع کی۔

"مسٹر غوری۔ کیا آپ نے اس بات کو بلا کسی دباؤ اور تشدد کے تسلیم کیا ہے کہ آپ پروفیسر ابرار کے فارمولے کو چوری کرنے کے جرم میں شریک کار تھے؟"

"میں یہ بات ابھی اپنے بیان میں تسلیم کر چکا ہوں۔" احمد غوری نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میرا اقبالی بیان بھی پولیس کے ریکارڈ پر یقیناً موجود ہوگا۔"

"مگر یہ بیان اس بیان سے مختلف ہے جسے آپ نے پولیس حراست میں آنے کے بعد دیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کیا آپ اس کا سبب بیان کریں گے؟" وکیل سرکار نے مسکرا کر کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس کی ہدایت آپ کو کسی اور نے کی ہو؟"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" احمد غوری نے گھبرائے بغیر بڑی خود اعتمادی سے جواب دیا۔ "مجھے جگت نارائن کی جانب سے کچھ پیغام ملا تھا۔"

"لیکن یہ بہرحال طے ہے کہ آپ نے پروفیسر ابرار کے ذہن کو مفلوج کرنے کی سازش میں حصہ لیا تھا۔"

"میں اس کام میں تنہا نہیں تھا۔ مس ندا بھی میرے ساتھ برابر کی شریک تھی۔"

"جگت نارائن کا کردار کون ادا کر رہا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم؟"

"پھر آپ نے اس نام پر اپنے بیان میں خاص طور پر زور کیوں دیا ہے؟"

"مجھے بلیک چین تھرنے یہی بتایا تھا لیکن اب وہ اس دنیا میں میری بات کی تصدیق کرنے کو موجود نہیں ہے۔"

"ندا کے بارے میں آپ کا ذاتی خیال کیا ہے؟" وکیل سرکار نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اسے کن لوگوں نے اغوا کیا ہوگا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا مگر۔"

"مسٹر غوری۔" وکیل سرکار نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ممکن نہیں ہے کہ آپ نے عدالت سے کسی رعایت حاصل کرنے کی خاطر خود ہی ندا کو اغوا کرنے کا مشورہ اپنے ساتھیوں کو دیا ہو۔"

"جناب والا۔" احمد غوری نے مجسٹریٹ کی طرف دیکھا۔

"وکیل سرکار اس بات کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ ندا کو میری حراست کے بعد اغواء کیا گیا تھا۔"

"جناب والا۔" سرکاری وکیل نے عدالت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ملزم ابھی یہ تسلیم کر چکا ہے کہ پولیس حراست میں ہونے کے باوجود اسے باہر سے احکامات مل رہے تھے جس کے تحت اس نے اپنا بیان بھی تبدیل کر دیا تھا۔"

"آپ وکیل سرکار کے سوالات کا جواب دیں۔" مجسٹریٹ نے احمد غوری کو حکم دیا۔

"مسٹر غوری۔" وکیل سرکار نے بڑی سادگی سے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ بیان درست ہو کہ آپ جگت نارائن سے براہ راست واقف نہیں تھے پھر بھی کیا آپ کو کسی پر جگت نارائن ہونے کا شبہ تھا یا ہے؟"

"سوری۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"دوسرے لفظوں میں آپ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ آپ کو کسی پر شبہ ہے لیکن آپ اس کا نام لینے سے کترا رہے ہیں۔"

"اس سے میرے اقبال جرم کی صحت یا عدالت کی جانب سے ملنے والی سزا پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" احمد غوری نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔

"نہ سہی لیکن اس طرح اگر ایک مشتبہ شخصیت ہماری نظروں میں آجائے تو پولیس اس کی بیخ کنی کی خاطر موثر اقدام کر سکتی ہے اور آئندہ جنم لینے والی خطرناک سازشوں کا سدباب ہو سکتا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک خطرناک مشتبہ مجرم قانون کی نظر میں آسکے۔"

"اس سوال کا جواب میں اس وقت دوں گا جب مس ندا بھی عدالت میں موجود ہوگی۔" احمد غوری نے کہا۔ "جو کیس عدالت کے روبرو ہے اس میں مس ندا نے زیادہ خطرناک رول پلے کیا ہے۔ پروفیسر ابرار کو ذہنی طور پر مفلوج کرنے کی خاطر وہی اسے مشروب پیش کیا کرتی تھی۔"

"اگر آپ کو اس کا احساس تھا اور آپ محب وطن تھے تو آپ نے اس سازش کو بے نقاب کرنے کی خاطر کسی متعلقہ ایجنسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ شاید اس لیے کہ آپ بھی ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں فروخت ہو چکے تھے۔"

"میں اس کی پاداش میں سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔" احمد غوری نے بیزاری کا اظہار کیا۔ صاف ظاہر تھا کہ یا تو وہ جگت نارائن کی شخصیت سے واقف تھا یا شک کے طور پر بھی کسی کا نام لینے سے خوفزدہ تھا۔

"جناب والا۔" وکیل سرکار نے مجسٹریٹ سے رجوع کیا۔ "اس بات کو بطور خاص نوٹ کیا جائے کہ ملزم ایک خطرناک مجرم کی نشاندہی کرنے سے پرہیز کر رہا ہے۔ اسے سوال کا جواب دینے پر مجبور کیا جائے۔"

"مسٹر احمد غوری۔" مجسٹریٹ نے احمد غوری کو متنبہ نظروں سے دیکھا۔ "آپ کو وکیل سرکار کا جواب دینے کے لیے پابند کیا جاتا ہے۔"

احمد غوری نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وکیل سرکار کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ ابھری لیکن پھر اچانک عدالت میں موجود لوگوں نے دیکھا کہ احمد غوری کی پیشانی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر ہی کٹہرے میں گر کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ فائر مجسٹریٹ چیمبرس والی راہداری کی سمت سے کیا گیا تھا۔ پولیس کے اہلکار تیزی سے اس طرف لپکے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ فائر کرنے والے نے احمد غوری کو شوٹ کرنے کے بعد ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبا دی تھی۔

سراج نے فوری طور پر اس کی جامع تلاشی لی پھر ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ قاتل کی جیب سے برآمد ہونے والا جگت نارائن کا مخصوص سکہ قانون اور عدلیہ دونوں کا مذاق اڑاتا نظر آرہا تھا۔ یکے بعد دو فائر ہونے کی آواز سن کر لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔

* —— * —— *

فارم ہاؤس میں میری اور ندا کی ملاقات کے بعد سے حالات نے حیرت انگیز طور پر کروٹ لی تھی۔ طاغوتی قوتوں نے اچانک ہی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ گزشتہ چار دنوں سے نہ تو عثمان غنی نے سامنے آنے کی کوشش کی تھی نہ ہی کالکا نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم کیا تھا۔ یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ احمد غوری کی موت کے بعد جگت نارائن اور اس کے کارکنوں کو میرے خلاف کئی محاذ کھول دینے چاہیے تھے۔ اس نے بھوشن کو زندگی کی ضمانت دے کر میرے خلاف دائر شدہ کیس واپس لینے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ بھی اسے نہیں بچا سکا۔ عثمان غنی کی طاقت کے سامنے جگت نارائن کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔ کالکا نے بھی آخری وقت میں بھوشن کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

میں پانی کی ٹھہری ہوئی سطح دیکھ کر مطمئن نہیں ہوا تھا۔ ابھی جگت نارائن باقی تھا۔ کالکا کی طاغوتی قوتوں نے دم نہیں توڑا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ میرے خلاف مل جل کر کوئی آخری چال چلنے کے بارے میں سوچ رہے ہوں۔ جگت نارائن ابھی تک پولیس کے لیے ایک پراسرار معمہ بنا ہوا تھا ہرچند کہ مجھے یقین تھا کہ کیرواس ہی جگت نارائن کا دوسرا روپ ہے۔ حسنہ یا گیتا نے بھی یہی کہا تھا لیکن اس رنگے سیار نے اپنی سماجی حیثیت اس قدر مضبوط کر لی تھی کہ ایک جھٹکے سے نہیں

aazzamm@yahoo.com

اکھاڑا جا سکتا تھا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں تھا۔ اس کی جڑیں اتنی دور دور تک اندر ہی اندر پھیلی ہوئی تھیں کہ قانون کے ہاتھ بھی اس کی طرف بڑھنے کے بجائے اپنی راہ بدل دیتے تھے۔ ہر شخص صرف یہ جانتا تھا کہ کیبرواس نے معاشرے پر احسان کیا ہے۔ اس کی وجہ سے ان گنت گھروں کے چولہے جل رہے تھے' ہزاروں خاندان پل رہے تھے۔ وہ امداد کرتے وقت کبھی ذات پات یا سفید سیاہ کے چکر میں نہیں پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر شخص جو اس کے باطن سے ناواقف تھا اس کا گرویدہ تھا۔

اس وقت بھی میں دفتر میں بیٹھا آنے والے کال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ندا کی پر اسرار گمشدگی ناقابل یقین حد تک پریشان کن تھی۔ مقفل کمروں سے اس کا نکل جانا عجیب خیزی تھا۔ یہ کام صرف عثمان غنی کر سکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اسے یاد کیا لیکن شاید باپ کے دوبارہ پیش منظر میں آجانے کے بعد پس منظر میں چلا گیا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کاکا کو پکارا لیکن اس نے بھی غالباً کسی مصلحت کی بنا پر دم سادھ لیا تھا۔ مجھے لیڈی مکارنس کا خیال آیا۔ حالات نے اسے غیر جانبدار ثابت کر دیا تھا مگر اس سے پیشتر کہ میں اسے آواز دیتا' فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا لیکن دوسرے ہی لمحے میرے وجود میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ دوسری جانب سے طویل فاصلے کی کال تھی۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ہر طرف سے ناامید ہو کر مجھے ضرور یاد کرو گے۔"

"وقت کی رفتار اچانک تھم گئی ہے لیڈی مکارنس۔" میں نے اس کی آواز سن کر تیزی سے کہا۔ "ہنگامے ختم ہو گئے ہیں لیکن گھٹن کا احساس ابھی تک باقی ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ یہ گھٹن کا احساس بھی بہت جلد ختم ہو جائے گا۔"

"جگت نارائن ابھی زندہ ہے۔ کاکا کی ناپاک کالی طاقتوں نے میرے گرد سازشوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ بھوشن کے بعد اب وہ میری موت کی خواہاں ہے۔ عثمان غنی کی خاموشی بھی بڑی پراسرار ہے۔"

"کچھ درخت اور کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو ٹوٹ کر گر تو سکتے ہیں لیکن جھکنے کے عادی نہیں ہوتے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرا اشارہ جگت نارائن یا کیبرواس کی طرف تھا۔ وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے اپنے آپ کو جس خول میں بند کر رکھا ہے وہ بہت مضبوط ہے۔ اس کو توڑنا آسان بات نہیں ہے۔ کاش! وہ اپنی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرتا تو بین الاقوامی طور پر بھی خود کو منوا سکتا ہے۔"

"لیڈی مکارنس۔" میں نے شکوہ کیا۔ "تم میرے بدترین دشمن کی تعریف کر رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہ رہی تھی میرے بچے کہ وہ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری پولیس اور انسداد جرائم کے محکموں کے بڑے بڑے دماغ بھی اس کی ہوا تک نہیں پہنچ سکے۔"

"کیا اس کی تخریب کاریاں کبھی ختم نہ ہوں گی؟"

"وقت کا انتظار کرو۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ جو اس کائنات کا خالق ہے۔ جو یہاں کے کاروبار کو چلا رہا ہے اس کے علاوہ ہر جاندار شے فانی ہے۔ ایک دن سب کو اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اس کی طرف لوٹ جانا ہے کہ ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔ جگت نارائن یا کیبرواس بھی ایک دن ختم ہو جائے گا۔ کاکا کی اسپرٹ (روح) کل میرے قبضے میں ہوگی۔ میرا علم یہی کہتا ہے کہ تمہاری وہ خوبصورت ناگن بہت جلد میرے پٹارے میں بند ہو کر پھنکارنا چھوڑ دے گی۔ اس کے بعد شاید میں بھی رہوں اور۔۔۔"

"میں تم سے موت اور زندگی کے فلسفے کے بارے میں نہیں دریافت کر رہا ہوں۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا میں نے تمہیں کسی آنے والی تبدیلی کے بارے میں قبل از وقت مطلع نہیں کیا تھا؟ کیا میری پیش گوئی درست ثابت نہیں ہو رہی ہے؟"

"ندا کی گمشدگی میں کس قوت کا ہاتھ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ قوتیں مل کر تمہارے خلاف سمجھوتا کر چکی ہیں۔ ندا کی گمشدگی میں ان ہی کا ہاتھ ہے۔"

"کیا تمہارا اشارہ عثمان غنی اور کاکا کی کسی مشترکہ سازش کی طرف ہے؟"

"میں اپنی زبان نہیں کھول سکتی لیکن تم خود سمجھدار ہو۔" لیڈی مکارنس نے جواب دیا۔ "لیکن ایک بات طے ہے کہ اب ڈرامے کے ڈراپ سین میں زیادہ وقت نہیں لگے گا میں نے جن تباہیوں کا ذکر کیا تھا وہ اب سروں پر منڈلا رہی ہیں۔"

"ندا اس وقت کہاں ہے؟" میں نے پہلو بدل کر دریافت کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ اس کا بیان ہمارے لیے قیمتی ثابت ہو۔"

"نہیں۔ وہ ایک معصوم بچی ہے جو راتوں رات سرمایہ دار بننے کے سنہرے خوابوں کے جال میں پھنس گئی تھی۔ اس کا بیان تمہارے کسی کام نہیں آسکے گا۔ رہا یہ سوال کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟ میں جانتی ہوں لیکن اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ جو کچھ ہو چکا ہے جو ہو رہا ہے اسی میں اس کی بھلائی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"فی الحال اتنا سمجھ لو میرے عزیز کہ اب تم اسے زندہ نہ پا سکو گے۔"

"کیا وہ جگت نارائن کے چنگل میں پھنس گئی ہے؟" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "کیا وہ اس کی معصومیت کو کچل دے گا۔ تباہ کر دے گا۔"

"تم اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ کیا تم نے بھی اس کی معصومیت کو روندنے کی کوشش نہیں کی تھی۔" اس کے جواب میں نشتر پوشیدہ تھے۔

"مجھے کسی کی شیطانی قوت نے مجبور کر دیا تھا۔" میں نے ایک مہمل جواز پیش کیا۔

"میں نہیں مانتی۔" لیڈی مکارنس نے بڑی ترش روئی سے کہا۔ "انسان اگر ثابت قدم رہے' اپنی روایت سے انحراف نہ کرے اور مذہب کی رسی کو تھامے رہے تو کوئی قوت اس کے قدموں کو لڑکھڑانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔"

"وہ کون سی قوت تھی جس نے مجھے ندا کے سلسلے میں گناہ کے ارتکاب سے روکا تھا۔" میں نے دریافت کیا۔

"اس کا اندازہ بھی تمہیں جلد ہو جائے گا۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "تمہیں یاد ہے کہ میں نے تم سے دو تین ملاقاتوں کے بعد کیا کہا تھا؟ میں نے کہا تھا کہ میں تمہارے دل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتی اس لیے تمہاری ذات سے دلچسپی لے رہی ہوں۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ تمہاری طاقت کے اس راز کو پا لینے کے بعد تمہارے نام کو اپنی فہرست سے خارج کر دوں گی لیکن شاید اب ایسا نہ ہو سکے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"آنے والی تبدیلیاں تمہیں اس کی وجہ سے بھی آگاہ کر دیں گی۔"

"کاکا اور عثمان غنی کی خاموشی میرے لیے پریشان کن ہے۔" میں دوبارہ اصل مقصد پر آگیا۔

"میں نے کہا نا کہ وقت کا انتظار کرو۔"

"کیا جگت نارائن میرے ہاتھوں سے نہیں مر سکتا۔" میں جھلا گیا۔ "کیا پروفیسر ابرار کا فارمولا شیطانی قوتوں کو مل جائے گا؟ کیا تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں؟"

"گھبراؤ مت میرے بچے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ میرے ملک کے لوگ مجھے مکارنس کا قاتل سمجھ رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مکارنس کسی سازش کا شکار ہوا تھا۔ لندن میں قیام کے دوران سیکرٹ سروس کا چیف انسپکٹر پاول بھی تم سے جان میکگو کے روپ میں مل چکا ہے۔ آج بھی وہ سائے کی طرح میرے تعاقب میں لگا ہوا ہے۔ میں اسے ہر رنگ ہر روپ میں پہچان لیتی ہوں لیکن میں نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ میں جب چاہوں اسے بلیک میجک کے ذریعے پاگل کر سکتی ہوں لیکن میں نے ایسا بھی نہیں کیا۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ میں اس بات سے باخبر ہوں کہ وہ لوگ مجھ پر جس بات کا شبہ کر رہے ہیں وہ محض ایک فرضی کہانی ہے اور فرضی کہانی طول تو پکڑ سکتی ہیں لیکن ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ تم دیکھنا۔ ایک دن وہی لوگ جو آج شکاری کتوں کی طرح میرے خلاف کوئی ثبوت تلاش کرتے پھر رہے ہیں کل وہی میرے آگے پیچھے دم ہلانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ انہیں اپنی حماقت کا خود احساس ہو جائے گا۔"

"میں نے اس وقت تمہاری رام کہانی سننے کی فرمائش نہیں کی تھی۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو میں جانتی ہوں لیکن اس کا جواب دینے سے مجبور ہوں اگر میں نے ایسا کیا تو کچھ آسمانی قوتیں مجھ سے ناراض ہو جائیں گی پھر شاید میں اپنا مشن اپنی مرضی کے مطابق پورا نہ کر سکوں۔ بہرحال میں تم کو ایک بات کا یقین دلا سکتی ہوں کہ زمانہ بڑی تیزی سے اپنے مرکز کی طرف واپس لوٹ رہا ہے۔"

"تھینکس۔" میں نے تلملا کر فون بند کر دیا۔

لیڈی مکارنس نے جو کچھ کیا تھا اس سے مجھے تقویت ضرور ملی تھی لیکن میرا تجسس بھی دوچند ہو گیا تھا۔ خاص طور پر اس نے ندا کے بارے میں جو اشاروں کنایوں میں بتایا تھا وہ میرے لیے پریشان کن تھا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی نام گونج رہا تھا۔ "جگت نارائن۔" ہو سکتا تھا کہ اس نے نفع کے سلسلے میں ناکامی کے بعد ندا کا انتخاب کر لیا ہو۔ ایسی صورت میں اگر لیڈی مکارنس کا یہ اشارہ درست تھا کہ کچھ مخالف قوتیں مل کر میرے خلاف سمجھوتا کر چکی ہیں تو وہ عثمان غنی اور کاکا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی تھیں۔ ایسی صورت میں یہی قیاس کیا جا سکتا تھا کہ ندا کو انتقام کی آگ میں جھونکنے کی خاطر اسے جگت نارائن کی ہوس کی بھینٹ چڑھانے کے لیے پیش کر دیا گیا ہو گا۔ یہ تصور میرے لیے بڑا اذیتناک تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں جگت نارائن یا کیبرواس کو فون کر کے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ اگر اس نے ندا کو برباد کرنے کی حماقت کی تو پھر میں ایسا طوفان بن کر اس پر ٹوٹوں گا جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔ میرا ہاتھ ابھی ریسیور تک نہیں پہنچا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور نہ جانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"شہباز خان۔ فرام نادر انٹرپرائز۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں ندا کی گمشدگی نے ضرور پریشان

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کر رکھا ہو گا۔" دوسری جانب سے ایک غیر مانوس آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم؟" میں چونک اٹھا۔

"جگت نارائن کا ایک سیوک۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں ایک ضروری اطلاع دینی ہے۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ہم نے ندا کو تمہاری اس شاندار کوٹھی میں پہنچا دیا ہے جہاں سوائے تمہارے ایک مظلوم چوکیدار کے اور کوئی نہیں تھا۔"

"کیا تم نے اس غریب کو قتل کر دیا؟"

"ہاں۔ وہ کچھ زیادہ ہی نمک حلال بننے کی کوشش کر رہا تھا۔" اس بار میری تضحیک اڑاتے ہوئے پوچھا گیا۔ "کیا تم ندا کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کرو گے؟"

"بکواس جاری رکھو۔" میں گرج کر بولا۔

"جتنی جلد ممکن ہو اس کی لاش کو ویران کوٹھی سے اٹھوا کر کہیں اور پھنکوا دو ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہارے دوست مسٹر سراج تم سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ ایسی صورت میں تمہارے لیے کچھ دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"کیا اس باسٹرڈ نے ندا کو بھی برباد کر دیا جسے تم جگت نارائن کے نام سے جانتے ہو۔" میں غصے سے چیخ اٹھا۔

"تمہاری جگہ میں ہوتا تو شاید اس سے موٹی کوئی گالی دیتا۔" اس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "سیوک وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیول اتنا جانتا ہے کہ اگر پھول تازہ ہو تو اسے اتنی جلدی مسل کر نہیں پھینکا جاتا۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔ ندا کی لاش کا میری کوٹھی میں پایا جانا بہرحال میرے لیے کچھ دشواریاں بھی پیدا کر سکتا تھا۔ میں نے تیزی سے سوچا پھر مجھے مجرموں کی حماقت کا احساس بھی ہو گیا۔ انہوں نے کوٹھی کے چوکیدار کو ٹھکانے لگانے کے بعد میرے لیے کچھ آسانیاں بھی فراہم کر دی تھیں۔ سراج کا حوالہ اس لیے دیا گیا تھا کہ شاید مجھے فون کرنے والے کو یہ تاکید بھی کی گئی تھی کہ مجھے حالات سے مطلع کرنے کے بعد وہ سراج کو بھی صورت حال سے آگاہ کر دے۔ میں نے فوری طور پر ریسیور اٹھا کر سراج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ میری خوش قسمتی تھی جو کال خود سراج نے ریسیو کی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔"

"کوئی نئی اطلاع؟" سراج نے جس انداز میں جواب دیا۔ اس سے مجھے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ ابھی تک ندا کے بارے میں تازہ صورت حال سے آگاہ نہیں ہوا ہے۔

"اسی غرض سے تو میں نے آپ کو فون کیا ہے۔"

"جس شخص نے احمد غوری کو عدالت میں گولی ماری تھی اس کی شناخت ہو گئی۔" سراج نے جواب دیا۔ "وہ پولیس کو مطلوب ایک مفرور مجرم تھا۔"

"اور ایک مجرم میں بھی ہوں جو اس وقت آپ کو براہ راست فون کر رہا ہوں۔" میں نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ندا کے بارے میں آپ کو اطلاع ملی؟"

"نہیں۔ کیوں؟" سراج نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"اس کی لاش اس وقت میری نئی کوٹھی میں کہیں پڑی ہے۔"

"کیا مطلب؟" سراج نے چونک کر دریافت کیا۔

جواب میں میں نے سراج کو پوری تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان درندوں نے غالباً چوکیدار کی مداخلت پر اسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔"

"کیا آپ اس واردات کی تصدیق کر چکے ہیں۔"

"نہیں۔ میں نے فوری طور پر سب سے پہلے آپ کو اطلاع دینی ضروری سمجھی ہے اس لیے کہ احمد غوری والے کیس میں اور پروفیسر ابرار سے منسلک رہنے کی وجہ سے ندا کی اہمیت قانون کی نظروں میں بڑھ چکی ہے اگر اس کی لاش میری کوٹھی سے۔۔۔"

"میں سمجھ رہا ہوں مسٹر شہباز، آپ نے اچھا کیا جو مجھے اطلاع کر دی۔ میں چند منٹ کے اندر اندر اپنے قابل اعتماد عملے کو لے کر آپ کی نئی کوٹھی پر پہنچ رہا ہوں آپ بھی وہیں پہنچیے۔"

"میری درخواست ہے کہ اگر دونوں لاشوں کی برآمدگی کسی اور جگہ سے۔۔۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔" سراج نے اس جملے کے ساتھ ہی لائن بند کر دی۔

میں تیزی سے نیچے آیا۔ دانش کو ساتھ لے جانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں نے اس سے گاڑی کی چابی لی اور آندھی اور طوفان کی طرح اپنی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ جسے چند دنوں پہلے ہی کرائے داروں نے خالی کیا تھا۔ سراج وہاں اپنے تین سپاہیوں کے ساتھ موجود تھا۔ شاید اس نے کسی ماتحت افسر کو ساتھ لانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ چوکیدار اور ندا دونوں کی لاشیں ایک ہی کمرے میں پڑی تھیں۔ سراج نے ذاتی طور پر ممکنہ ثبوت تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن سوائے ندا کے پاس سے جگت نارائن کے مخصوص سکے کے کچھ اور برآمد نہیں کر سکا۔ کچھ دیر بعد اس نے سپاہیوں کے ذریعے لاش پولیس کی اسٹیشن ویگن میں رکھوا دی پھر میرے قریب آ کر بڑی رازداری سے بولا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے آپ اپنی کوٹھی کی صفائی کرا دیجیے۔"

"لیکن میرے چوکیدار کی لاش؟"

"پریشان مت ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر یہ جرم آپ سے سرزد ہوا ہوتا تو اول یہ کہ آپ اپنی ہی کوٹھی کا انتخاب بھی نہ کرتے اور بذات خود مجھے اطلاع دینے سے بھی گریز ہی کرتے۔ ایسی صورت میں آپ کے چوکیدار کا قتل بھی ناممکن تصور کیا جائے گا۔"

"یہ صرف آپ کا ذاتی خیال ہے لیکن قانون۔۔۔"

"میں کوشش کروں گا کہ آپ کو قانونوں کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھوں ورنہ جگت نارائن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔"

سراج کے جانے کے بعد میں نے واپسی کو فون کر کے دو تین صفائی کرنے والوں کے ساتھ کوٹھی پر پہنچنے کی ہدایت کی اور اسی عرصے میں میں نے بذات خود اس قالین کو لپیٹ دیا جس پر خون کے دھبے موجود تھے۔ قاتل یا قاتلوں نے چوکیدار کو بھی اسی کمرے میں قتل کر کے میرے لیے کچھ آسانیاں فراہم کر دی تھیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے ندیم کو بھی صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر نہ صرف یہ کہ صفائی کا کام مکمل ہو گیا بلکہ ندیم اس قالین کو بھی اپنی پک اپ میں ڈال کر لے گیا جو میرے لیے پریشانی کا سبب بن سکتا تھا۔

"صاحب۔" ندیم اور صفائی کرنے والوں کے جانے کے بعد واپسی نے مجھ سے ایک متوقع سوال کیا۔ "کوٹھی کا چوکیدار نظر نہیں آیا؟"

"میں نے اسے ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال آپ کوٹھی کو لاک کرا دیں اور کسی دوسرے چوکیدار کا بندوبست کر دیں۔"

اسی رات سراج مجھ سے ملاقات کرنے کی خاطر بنگلے پر آ گیا۔ ندیم بھی میرے ساتھ تھا۔ سراج کے چہرے پر اطمینان دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اس نے لاشوں کے سلسلے میں جو اقدام بھی کیا ہے وہ تسلی بخش تھا۔

"دونوں لاشوں کا کیا بنا۔" میں نے سراج کے بیٹھتے ہی جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔

"ندا کی لاش ہمیں ساحلی علاقے کی ایک نیم منہدم ہٹ سے دستیاب ہوئی ہے اور آپ کا چوکیدار آپ کی کوٹھی سے کچھ دور واقع ایک ہوٹل کے عقبی حصے میں مردہ پایا گیا ہے۔ غالباً وہ کھانے کے ارادے سے ہوٹل گیا تھا جہاں کسی پرانی دشمنی کی بنا پر اسے ٹھکانے لگا دیا گیا۔"

"میں آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" مجھ سے پہلے ندیم نے سراج سے کہا۔ "اگر آپ ساتھ نہ دیتے تو شہباز کی ٹانگ بھی کھینچی جا سکتی تھی۔"

"میں نے جو کچھ کیا ہے کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہے۔" سراج نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ ملازم چائے کی ٹرالی لے آیا تو کچھ دیر کے لیے ہم نے گفتگو کا موضوع تبدیل کر دیا لیکن اس کے جانے کے بعد سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "یہاں آنے سے کوئی دو گھنٹے پہلے جگت نارائن کے کسی سیوک نے مجھے دھمکی دی ہے۔ اس نے فون پر کہا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے مجھے اس کی سزا بھی مل سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مجھے گولی مار دی جائے۔"

"اوہ۔" ندیم نے بڑی گہری سنجیدگی سے راحت لہجے میں کہا۔ "اب ایسا ممکن نہیں ہو گا مسٹر سراج۔ جگت نارائن کا کوئی آدمی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر ندیم۔" سراج نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ "جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ اس کے علاوہ بھی میرا ایمان ہے کہ جتنی زندگی لکھ دی گئی ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت کم یا زیادہ نہیں کر سکتی۔"

"خود اعتمادی سب سے بڑا اور موثر ہتھیار ہے لیکن احتیاط کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" ندیم نے چائے بناتے ہوئے کہا۔ "آپ نے شہباز کے ساتھ جو کچھ مہربانی کی ہے اس کا میں شکر گزار ہوں اور اب یہ فرض میرے اوپر عائد ہوتا ہے کہ آپ کی کوئی خدمت کروں۔"

"آپ میرے لیے کیا کرنا چاہتے ہیں؟" سراج نے مسکرا کر سوال کیا۔

"حفاظت کا خفیہ بندوبست۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ جس وقت یہاں سے اٹھ کر باہر جائیں گے تو میرے وفادار اور جاں نثار آدمی آپ کی نگرانی کا فرض شروع کر دیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر گرجنے والوں نے برسنے کی کوشش کی تو ان کے بہت سارے آدمی خرچ ہو جائیں گے۔"

"پلیز، مسٹر ندیم۔ میں اپنی حفاظت آپ کر لوں۔۔۔"

لیکن ندیم نے جواب نہیں دیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنے خاص آدمیوں کو سراج کی نگرانی کا فرض سونپنے کی خاطر فون کرنے گیا تھا۔

"مسٹر شہباز! کیا آپ مسٹر ندیم کو منع نہیں کر سکتے کہ وہ۔۔۔"

"مشکل ہے۔ وہ جو کچھ سوچتا ہے اسے کر گزرنے کی عادت سے مجبور ہے۔" میں نے کہا پھر ندا کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بارے میں پوچھا۔ "کیا مرنے سے پیشتر اس کے ساتھ قاتلوں نے کوئی گھٹیا حرکت تو نہیں کی تھی؟"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"مجھے خود بھی اس بات پر حیرت ہے کہ ندا کے ساتھ جگت نارائن نے کسی کمینہ پن کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا جبکہ نغمہ کے سلسلے میں اس کے کردار کا ایک گھناؤنا پہلو بھی ہمارے علم میں آچکا تھا۔"

"اچھا ہی ہوا ورنہ۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ ذاتی طور پر خود کو کنٹرول کریں۔ جلدی میں اٹھایا ہوا کوئی قدم ہمارے بنے بنائے کھیل کو بگاڑ بھی سکتا ہے۔ جگت نارائن کے لیے یہی شاک بہت کافی ہے کہ وہ مس ندا کے سلسلے میں آپ کو حسب خواہش پھانسنے میں ناکام رہا۔"

پھر ندیم کے واپس آجانے کے بعد بھی ہم جگت نارائن کی پراسرار شخصیت کے بارے میں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔

* —— * —— *

دوسری صبح میں دفتر جانے کے لیے گھر سے نکلنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب سے سراج کی کال تھی۔ "خیریت۔ اتنی صبح صبح؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں دراصل مسٹر ندیم کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کل رات کو اگر مسٹر ندیم کے آدمیوں نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید میں کسی اسپتال میں پڑا ہوتا یا پھر۔"

"کیا جگت نارائن کے آدمیوں نے واقعی آپ پر بھی گولیاں چلانے سے دریغ نہیں کیا؟"

"جی ہاں۔ ان کمبختوں نے چوبیس گھنٹے پورے ہونے کا بھی انتظار نہیں کیا۔" سراج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ میری قیام گاہ جس علاقے میں ہے وہاں لوگ نو بجے کے بعد سوجانے کے عادی ہیں۔ اکّا دکّا گھروالے جاگتے ملتے ہیں۔ بہرحال شام کو آپ کے مکان سے واپسی کے بعد میں دو چار ضروری کام نمٹانے کے لیے دفتر چلا گیا جہاں سے میری واپسی تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کو ہوئی۔ ابھی میں اپنی کالونی کی حدود میں داخل ہی ہوا تھا کہ اچانک میرے دونوں اطراف سے فائرنگ کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ وہ شاید وہاں پہلے سے گھات لگائے بیٹھے تھے۔ اچانک حملے کے سبب میں بوکھلا گیا۔ موت اچانک سر پر منڈلاتی نظر آجائے تو بڑے بڑے جرائم پیشہ بھی بوکھلا جاتے ہیں۔ بہرحال میں نے پل بھر میں محسوس کرلیا تھا کہ گاڑی سے باہر نکلنا میری موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ میں پچھلی سیٹ کے درمیان بیٹھ گیا۔ قسمت اچھی تھی۔ ایک پل کی بھی دیر ہوجاتی تو شیشہ توڑ کر اندر آنے والی گولی شاید میرے لیے موت کا پیغام ثابت ہوتی۔ میرا ڈرائیور جو ملٹری سے نکلا ہوا جوان ہے۔ اس نے کمال ہوشیاری سے گاڑی کی رفتار تیز کردی لیکن شاید کوئی گولی اس کے شانوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ میں نے اس کے کراہنے کی آواز واضح طور پر سنی تھی۔ میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ زخمی ہوچکا ہے۔ میں نے اسے فوری طور پر گاڑی روک کر جوابی حملے کا آرڈر دیا۔ ہمارے پاس صرف ایک رائفل اور ایک پستول تھا۔ دوسری جانب سے گولیوں کی بوچھار ہورہی تھی لیکن پھر اچانک یکے بعد دیگرے تین چار دھماکے سڑک کے دائیں بائیں ہوئے اور گولیوں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں۔ میں نے گاڑی سے نکلنے میں کسی جلدبازی کا مظاہرہ نہیں کیا پھر ایک سفید رنگ کی ڈلیوری وین نما گاڑی ہماری کار کے پاس آکر رکی۔ میرا ڈرائیور اگلی سیٹ پر پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے رائفل کا رخ سفید گاڑی کی طرف کرلیا لیکن اچھا ہی ہوا جو گولی چلانے کی حماقت نہیں کی۔ بس میں اس بوکھلاہٹ کے عالم میں بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا اگر وہ دھماکے دشمنوں نے کیے ہوتے تو میری کار کے چیتھڑے اڑ کر فضا میں بکھر چکے ہوتے۔ اس کے علاوہ بھی وہ اتنی جلد میرے قریب آنے کی حماقت بھی نہ کرتے۔ میں ان ہی باتوں پر غور کررہا تھا کہ ڈلیوری وین سے ایک دبلا پتلا نقاب پوش باہر آیا۔ وہ بلا کا پھرتیلا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دے کر میری خیریت دریافت کی تو میں سمجھ گیا کہ وہ مسٹر ندیم کے کارندے ہوں گے۔ میں نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ نقاب پوش کی آنکھیں رات کے اندھیرے کے باوجود چمک رہی تھیں۔

"آپ خیریت سے تو ہیں مسٹر سراج؟" اس نے مجھے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

"ہاں لیکن وہ دھماکے؟"

"ہم نے ہی کیے تھے۔" وہ بلا تامل بولا۔ "ہمارے کچھ ساتھی دشمن کے بچے کچھے آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کی خاطر پیچھے اتر چکے ہیں۔ بہرحال، آپ گھر تشریف لے جائیں۔ ہم مخالف پارٹی سے نمٹ لیں گے۔"

"میرا ڈرائیور زخمی ہے۔ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم لوگ مسٹر ندیم کے آدمی ہو؟"

"آپ حکم دیں۔"

"مجھے اور ڈرائیور کو کسی بھی قریبی اسپتال تک پہنچادو۔" میں نے درخواست کی۔ جواب میں نقاب پوش نے کچھ سوچا پھر ہمیں اپنے ساتھ بٹھا کر قریبی اسپتال پہنچادیا۔ وین میں اس کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے جو جدید اور خودکار ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھے۔ اسپتال پہنچانے کے بعد وہ واپس چلے

گئے تھے۔

"آپ کے ڈرائیور کی حالت اب کیسی ہے؟"

"زخم زیادہ مہلک نہیں ہے۔ مکمل طور پر صحت یاب ہونے میں کچھ وقت ضرور لگے گا۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ڈرائیور کو اسپتال چھوڑ کر میں نے ایک موبائل کو طلب کیا۔ جائے واردات پر واپس گیا تو وہاں ہر طرف سکوت ہی تھا۔ مجھے پانچ لاشیں ملی ہیں۔ ہوسکتا ہے ان کی تعداد زیادہ ہو لیکن جو لاشیں ملی ہیں ان کے لباس سے بھی جگت نارائن کے مخصوص کٹے برآمد ہوئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ پے درپے ناکامیوں نے جگت نارائن کو پاگل کردیا ہے۔" میں نے سراج کی باتیں سن کر کہا۔ "کیا مسٹر ندیم موجود ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا پھر ندیم کو آواز دے کر بلایا اور ریسیور اس کے حوالے کردیا۔ گفتگو ختم ہونے کے بعد ندیم کے چہرے پر بڑی گہری سنجیدگی طاری ہوگئی۔

"کوئی نئی اطلاع؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے سراج نے مجھے بھی وہی کہانی سنائی ہے جو تم سن چکے ہوگے۔"

"پھر اس میں اس قدر سنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے جان بوجھ کر ندیم کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

"سراج نے جن لاشوں کو موقع واردات سے اٹھوایا ہے وہ سب مطلوبہ جرائم پیشہ تھے۔"

"پھر؟"

"بات اگر سراج تک پہنچ چکی ہے تو اب ہمیں سنجیدگی سے کچھ کرنا پڑے گا۔"

"مثلاً؟"

"تم دفتر جاؤ لیکن احتیاط شرط ہے۔" ندیم نے کہا پھر اپنے کمرے کی سمت لوٹ گیا۔

میں باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھا تو دانش نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"سر کیا یہ خبر صحیح ہے کہ کل رات جگت نارائن کے آدمیوں نے ڈی ایس پی صاحب پر بھی۔"

"تمہیں کس نے بتایا؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"راجو نے۔ وہ رات کے پچھلے پہر میرے پاس آیا تھا۔ بہت جلدی میں تھا۔ اس نے مجھے مختصر احالات سے آگاہ کرنے کے بعد بہت محتاط رہنے کی ہدایت کی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ سراج پر حملہ کرنے کے بعد جگت نارائن اتنی جلدی میں کوئی دوسرا قدم اٹھانے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

گاڑی ایک چوراستے پر سگنل بند ہونے کی وجہ سے رک گئی۔ میں سراج پر ہونے والے حملے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شاید دانش کے ذہن میں بھی کوئی ایسا خیال گونج رہا تھا جو ماحول سے بے خبر ہوگیا تھا پھر جو کچھ ہوا اتنی جلدی میں ہوا کہ ہمیں سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ اچانک تین نوجوان جو لباس کے اعتبار سے کسی کھاتے پیتے گھرانے کے معلوم ہوتے تھے برق رفتاری سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر آگئے۔ اندر آتے ہی انہوں نے اپنے اپنے پستول نکال لیے۔ ایک نے اگلی سیٹ پر اور دو نے میرے برابر قبضہ جمالیا۔ اسی وقت سگنل بھی کھل گیا تھا۔

"خاموشی سے چلتے رہو۔" دانش کے برابر بیٹھے نوجوان نے سرد لہجے میں کہا۔ "اگر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو کھوپڑی اڑادوں گا۔"

دانش یا میرے پاس ان کی حکم کی تعمیل کے سوا کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ پوری طرح محتاط تھے۔ ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے کر گزرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ صدر کے چوراستے سے گاڑی اس طرف مڑوائی گئی جو راستہ ساحل کی سمت جاتا تھا۔ تینوں نے خاموشی اختیار کررکھی تھی البتہ ان کی قہر آلود نگاہیں ہمارے چہروں پر مرکوز تھیں۔

"تم کون ہو؟"

"کومت۔ خاموش بیٹھے رہو۔" میرے ساتھ والے نے نفرت کا اظہار کیا۔

"ہمیں کہاں لے جارہے ہو؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد سوال کیا۔

"اپنی خوش قسمتی ہی سمجھو کہ ہمیں تمہیں جہنم میں پہنچانے کے بجائے جنت میں لے جانے کا حکم ملا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔

"پھر تو وہاں خوبصورت حوریں بھی ہوں گی؟"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو۔" تیسرے کا لہجہ سفاک تھا۔ "ہم خود کو بچانے کی خاطر کسی وقت بھی تم دونوں کو ختم کرسکتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے؟" اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "صدر کے راؤنڈ اباؤٹ سے سیاہ رنگ کی یہ شیوی (شیورلٹ) برابر ہمارے پیچھے لگی ہے حالانکہ وہ اس سنسان روڈ پر جہاں ٹریفک کا ہجوم نہیں ہے ہم سے آگے بھی نکل سکتے تھے۔"

"ساحل پر جانے والے راستے پر تفریح کے موڈ میں ہوتے ہیں۔ انہیں جلدبازی نہیں ہوتی۔" دانش نے سنجیدگی سے کہا۔ "شاید اس کے ذہن میں بھی یہی خیال ابھرا تھا کہ سیاہ

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

رنگ کی شیوی میں ندیم کے جاں نثار ساتھی موجود ہوں گے۔ ایسی صورت میں وہ نوجوانوں کی توجہ ادھر سے ہٹانا چاہتا تھا۔

"گاڑی کی رفتار کم کرو۔" میرے ساتھ کونے پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے جو بظاہر گروپ لیڈر معلوم ہو رہا تھا اپنے پستول کی نال دانش کی گردن پر رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "ہم اپنے شبہ کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔"

دانش کو بہرحال حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ میں نے گروپ لیڈر کے علاوہ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کو بھی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالتے دیکھا۔ میں پوری طرح سے اس چیز کو نہیں دیکھ سکا لیکن ایک جھلک میں یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ سگار سے مشابہت رکھنے والی کوئی شے تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ وہ شے جو انہوں نے جیبوں سے برآمد کی تھی وہ یقیناً کوئی ایسا ہتھیار ہی ہوگی جسے وہ سیاہ گاڑی کے خلاف بصورت مقابلہ استعمال کرنا چاہتے تھے۔

ہماری گاڑی کی رفتار کم ہونے کے سبب شیوی سے ہمارا فاصلہ بتدریج گھٹنے لگا۔ شاید ندیم کے ساتھیوں نے رفتار کم کرنے کو ہماری طرف سے قریب آنے کا سگنل سمجھا تھا۔ کچھ دیر بعد شیوی ہمارے قریب سے ہو کر آگے نکل گئی لیکن اب اس کی رفتار وہ نہیں تھی جو پہلے تھی۔ شاید ان لوگوں نے ہماری گاڑی میں پانچ آدمیوں کو دیکھ کر خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب یہ حرامزادے ہمارا راستہ بلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔" اگلی نشست والا نوجوان دانت پیس کر بولا۔

"تم پوری طرح تیار رہو۔" گروپ لیڈر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اگر موت ہی ان کی سروں پر منڈلا رہی ہے تو ہم بھی اپنے بچاؤ کے لیے مجبور ہیں۔"

"ایک طریقہ ہے جس سے ہم سب محفوظ رہ سکتے ہیں۔" میں نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے آخری پتا پھینکا۔ "تمہیں جتنی رقم میرے دشمنوں نے دی ہے میں اس سے دوگنی دینے کو تیار ہوں۔ تم لوگ اپنی ناکامی کا کوئی بھی خوبصورت سا بہانہ کر سکتے ہو۔"

"جانتے ہو کہ ہم کس کے لیے کام کر رہے ہیں؟" گروپ لیڈر نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"جگت نارائن۔"

"تم ذہین ہو پھر بھی حماقت کی باتیں کر رہے ہو۔" اس نے میری تضحیک اڑاتے ہوئے کہا۔ "جگت نارائن کے سیوک بکنے کی حماقت نہیں کرتے ورنہ ان کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔"

"کیا تم کو علم ہے کہ وہ کون ہے؟" اس بار دانش نے سوال کیا۔

"بکومت۔ اپنے کام سے کام رکھو۔"

سیاہ رنگ کی گاڑی ہمارے آگے آگے تھی لیکن درمیانی فاصلہ گھٹ کر اب صرف بیس تیس فٹ رہ گیا۔ اس کے عقبی شیشے پر چونکہ سیاہ کاغذ چپٹ تھا اس لیے ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن وہ ہمیں بہ آسانی دیکھ سکتے تھے۔ ابھی تک کوئی ایکشن شروع نہیں ہوا تھا۔ ممکن ہے ندیم کے ساتھیوں کو اس بات کا اندیشہ لاحق ہو کہ کسی حملے کی صورت میں ہمیں یرغمال بنانے والے ہماری زندگی کا خاتمہ بھی کر سکتے تھے۔

"ہمیں اپنا عمل کر گزرنا چاہیے۔" اگلی نشست والا بولا۔ "وہ یقیناً ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔ گاڑی آگے نکال لے جانے کے بعد ان کا ہمارے اتنے قریب آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطرے کی بو سونگھ چکے ہیں اور اب ہمارے خلاف کوئی موثر منصوبہ بنانے پر غور کر رہے ہوں گے۔ دشمن کو سوچنے کا وقت دینا دانشمندی نہیں کہلاتا۔"

"سنو۔" گروپ لیڈر نے دانش کو سفاک لہجے میں مخاطب کیا۔ "کسی ہنگامے کی صورت میں تم اپنی گاڑی کو سیاہ کار سے بچانے کی خاطر پوری طرح تیار رہو۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ اس ٹکراؤ میں ہم تینوں بھی کام آجائیں لیکن مرتے مرتے بھی ہم کم از کم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہماری منزل قریب آرہی ہے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم ان سے یہیں معرکہ آرائی کر لیں۔" اگلی سیٹ والے نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔ اس کے لہجے میں اضطراب تھا۔

"ٹھیک ہے۔" گروپ لیڈر بولا۔ "تم شروعات کرو۔ میں بھی پوری طرح تیار ہوں۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے ایک بار پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس بار اس نے جو ریوالور جیب سے نکالا وہ کچھ عجیب ساخت کا تھا لیکن جب اس نے سگار نما ٹھوس شے اس پر فٹ کی تو میرا دل ہوا میں اچھلنے لگا۔ وہ یقیناً پش فائر ٹائپ کا ہتھیار تھا جسے خاص طور پر اس سگار نما شے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

"ایک بار پھر سوچ لو۔" دانش نے تیزی سے کہا۔ "ہم میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔"

"فکر مت کرو۔" گروپ لیڈر اپنے پستول کی نال کا دباؤ دانش کی گردن پر بڑھاتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ "تم اپنے کام سے کام رکھو۔ ہماری زندگی کا انحصار تمہاری عقلمندی اور دوراندیشی پر ہوگا لیکن تم دونوں بہرحال ہم سے پہلے موت کو گلے لگاؤ گے۔"

پھر ایک بار جب سیاہ شیوی نے اپنا فاصلہ اور کم کرنے کے ساتھ ہی ہمارے بائیں جانب آنے کی کوشش کی تو اگلی سیٹ والے نے اپنا پش فائر کرنے والا ریوالور باہر نکال کر لبلبی دبا دی۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا پھر شیوی کسی کھلونے ہی کی طرح اچھل کر قلابازی کھاتی ہوئی داہنی جانب گری۔ دانش نے تیزی سے اسٹیئرنگ بائیں جانب کاٹا۔ پلک جھپکنے کی دیر ہو جاتی تو دونوں گاڑیاں آپس میں ٹکرا بھی سکتی تھیں۔

"گڈ۔" گروپ لیڈر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم ایک ماہر ڈرائیور معلوم ہوتے ہو۔ مجھے قوی امید ہے کہ تم اپنی جان پر کھیل کر بھی مسٹر شہباز کو بچانے کی کوشش کرو گے۔ اب گاڑی کی رفتار تیز کر لو۔ ہماری منزل زیادہ دور نہیں ہے۔"

میرے دل کی دھڑکنیں تیزی سے تیز تر ہو رہی تھیں۔ سیاہ کار جس انداز میں قلابازیاں کھاتی ہوئی روڈ پر گری تھی اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ اس میں موجود افراد بری طرح زخمی ہوئے ہوں گے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ان میں سے ایک دو زندگی کی سرحدوں کو بھی پار کر گئے ہوں۔

دانش نے نوجوان کے حکم پر گاڑی کی رفتار دوبارہ تیز کر دی۔ میری طرح شاید وہ بھی اسی بات کا منتظر تھا کہ کوئی ایک لمحہ ایسا میسر آجائے جو بازی کو پلٹ دے لیکن وہ تینوں ضرورت سے زیادہ ہی محتاط تھے۔ تو ہمیں گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد نوجوان کے حکم پر گاڑی کا رخ بائیں جانب ہو گیا۔ اس طرف سے ساحل کا علاقہ کچھ دور ضرور تھا لیکن وہاں صرف وہی لوگ جاتے تھے جن کی بنگلے نما ہٹس ہوتی تھیں۔ ان لوگوں میں بیشتر یا تو بڑے بڑے سیاسی لوگ تھے یا پھر وہ لوگ تھے جو کروڑوں میں کھیلتے تھے۔ ان کے علاوہ فلمی دنیا کی دو چار ہٹس بھی اسی طرف واقع تھیں۔ ہٹ کی ملکیت نہ رکھنے والے غیر ملکی بھی سن باتھ کے لیے ادھر ہی کا رخ کرتے تھے۔ درمیان میں ایک چیک پوسٹ تھی جس سے صرف وہی گاڑیاں گزر سکتی تھیں جن کی ونڈ اسکرین پر ایک مخصوص قسم کا اسٹیکر چسپاں ہوتا تھا چنانچہ چیک پوسٹ آنے سے پیشتر ہی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے وہ اسٹیکر بھی جیب سے نکال کر ونڈ اسکرین پر لگا دیا۔ دس منٹ بعد ہماری گاڑی چیک پوسٹ سے بہ آسانی گزر گئی۔ اسٹیکر کی موجودگی میں کسی چیکنگ یا تلاشی کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی تھی۔

چیک پوسٹ سے گزر کر ہمیں ساحل تک پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ ساحل پر جو ہٹس بنی ہوئی تھیں ان کو اتنی دور دور اور فاصلے سے جگہ فراہم کی گئی تھی تاکہ ایک دوسرے کی پرائیویسی میں کوئی خلل نہ پیدا ہو سکے۔ اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے ایک ایسی ہی ہٹ کے سامنے گاڑی رکوانے کو کہا۔ ہمارے اور دانش کے لیے گاڑی سے نیچے اترنے کی مہلت ہی قاتل ثابت ہو سکتی تھی لیکن اس کا موقع نہیں مل سکا۔ گروپ لیڈر کچھ زیادہ ہی چالاک اور دوراندیش ثابت ہوا تھا۔ گاڑی رکتے ہی اس نے پستول کے دستے سے دانش کے سر پر پچھلی جانب سے بھرپور ضرب لگائی تھی اور دانش کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی تھی۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ اب دانش کم از کم دو تین گھنٹے سے پیشتر ہوش میں نہیں آسکے گا۔

مجھے نیچے اتارنے کے لیے بھی انہوں نے غیر معمولی دوراندیشی سے کام لیا تھا۔ پہلے اگلی نشست پر بیٹھا ہوا نوجوان نیچے اترا پھر اسی نے میری طرف کا دروازہ کھولا تھا۔ فی الحال میرے پاس کوئی ایسا موقع نہیں تھا کہ بساط کا رخ پلٹ سکتا۔ مجھے یہ بات نیچے اترنے سے پہلے ہی باور کرا دی گئی تھی کہ ایک ذرا سی حماقت میری کھوپڑی میں کئی روشندان کھول دے گی۔

میں نے نیچے اتر کر ساحل کی طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی مقامی شخص نظر نہیں آیا۔ دو چار غیر ملکی البتہ چمکتی ریت پر چت اور اوندھے پڑے سورج کی شعاعوں سے توانائی حاصل کرنے کی خاطر آنکھ بند کیے سن باتھ لینے میں مصروف تھے۔ مجھے قریب ہی نظر آنے والی اسٹیل گرے والی ہٹ میں داخل ہونے کا حکم ملا۔ میں نے حکم کی تعمیل میں گریز نہیں کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کا مجھے جان سے مارنے کا ارادہ نہیں تھا ورنہ وہ اتنا کھڑاگ بھی مول نہ لیتے۔ مجھے ایک بات پر حیرت بھی تھی۔ ابھی تک انہوں نے میری جامہ تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میرا آٹومیٹک ریوالور بغلی ہولسٹر میں موجود تھا جو انتہائی مایوسی کی حالت میں میرا آخری سہارا بن سکتا تھا مگر میری یہ خوش فہمی بھی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ ہٹ میں داخل ہوتے ہی مجھے آٹومیٹک سے بھی محروم کر دیا گیا۔ ہم جس کمرے میں داخل ہوئے اسے بطور ڈرائنگ روم کے نہایت قیمتی ساز و سامان سے آراستہ کیا گیا تھا۔

گروپ لیڈر کے حکم پر میں دوسرے کمرے میں داخل ہوا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ ایک پرتعیش بیڈ روم تھا۔ جہاں ایک کرسی سے ایک کمسن لڑکی کو رسیوں سے جکڑ کر رکھا گیا تھا۔ اس کے چہرے کے نقش و نگار بے حد حسین تھے۔ اس کی غزالی آنکھوں سے ہلکا ہلکا خمار جھلک رہا تھا۔ لباس اتنا باریک تھا کہ اگر اس کی ضرورت بھی نہ محسوس کی جاتی تو کوئی خاص فرق نہ پڑتا۔ عمر کے اعتبار سے وہ ندا سے بھی زیادہ کمسن اور بھولی بھالی تھی پھر اسے باندھ کر کیوں رکھا گیا تھا؟ اس کی آنکھوں میں خمار کی وہ کیفیت کیوں موجود تھی؟ اس کے گداز جسم کو نیم عریاں رکھ کر زیادہ سحر انگیز بنانے کی کوشش کس لیے کی گئی تھی؟ وہ کون تھی؟ کیا اسے اس ہٹ میں زبردستی لایا گیا تھا؟ میں ان ہی سوالات کے جواب سوچ رہا تھا کہ میرے گلن

aazzamm@yahoo.com

میں گروپ لیڈر کی سپاٹ آواز گونجی۔

"یہ خوبصورت اور حسین کلی جو ابھی کھلی نہیں ہے بطور خاص تمہارے لیے پیش کی گئی ہے۔ تمہیں اسے کلی سے پھول بنانے کی خاطر ایک گھنٹے کا موقع دیا جاتا ہے اگر تم نے ہمارے کہنے پر عمل کیا تو جگت نارائن تمہیں جان سے نہیں مارے گا۔ تم زندہ رہو گے لیکن ناکامی کی صورت میں ہمیں اختیار دیا گیا ہے کہ تمہیں اور اس حسین لڑکی کو لباس کی قید سے آزاد کر کے تمہاری کچھ تصاویر بنائیں اس کے بعد لڑکی کو گولی ماردی جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ تم میری بات کا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟" اس نے مسکرا کر اپنا جملہ مکمل کیا پھر باہر نکل گیا۔ باہر سے خودکار سسٹم کے ذریعے دروازہ لاک ہونے کی مدھم سی آواز بھی سنائی دی تھی۔

میں نے کمرے کا جائزہ لینے کے بعد لڑکی کی طرف دیکھا جو مجھے بڑی مخمور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں متضاد کیفیات آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ اس کی جانب قدم بڑھانے لگا۔ جگت نارائن کی جانب سے اس سحت مند اور سحرانگیز تحفے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

* —— * —— *

جگت نارائن کا وہ حسین تحفہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال آیا تھا کہ شاید اس طرح وہ میری غیر شائستہ تصاویر حاصل کرنے کا خواہش مند ہے جس کے بعد وہ آسانی سے مجھے بلیک میل کر سکتا تھا۔ پے در پے ناکامیوں کے بعد وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا تھا۔ مجھے اتنے بڑے مجرم سے جو دیش بھگت بھی تھا ایسی چھوٹی اور گھٹیا حرکت کی امید نہیں تھی۔

لڑکی بدستور مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ نشے کی کیفیت سے ضرور دوچار تھی لیکن وہ شراب نہیں ہو سکتی تھی جس نے اس کی آنکھوں میں لال ڈورے پیدا کر دیے تھے شراب ہوتی تو اس کی مہک بھی ضرور ہوتی۔ لڑکی کو شاید اور کوئی تیز نشہ آور شے استعمال کرائی گئی تھی جس نے اس کے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔ اس سے اچھے اور برے کے بارے میں سوچنے کی تمیز بھی چھین لی تھی۔ اسے اس وقت اس بات کا احساس بھی نہیں تھا کہ وہ کس لباس میں ہے اور اسے کرسی سے باندھ کر رکھا گیا ہے۔ مجھے قریب دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکی پھر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا۔

"کیا تم نے مجھے باندھ رکھا ہے؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام۔" اس نے مستی کے عالم میں مسکرا کر بڑے ہی معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "نام میں کیا رکھا ہے۔"

میں نے اس کو رسیوں کی بندشوں سے آزاد کر دیا۔ ایک لمحے تک وہ اپنی کلائی سہلاتی رہی پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی لیکن اگر میں نے اسے تھام نہ لیا ہوتا تو شاید لڑکھڑا کر گر گئی ہوتی۔ آہستہ سے سہارا دے کر میں نے اسے بستر پر لٹا دیا۔

"میں اس وقت کہاں ہوں؟" اس نے پہلی بار اطراف پر ایک طائرانہ نظر ڈالی پھر کہا۔ "یہ جگہ یقیناً حسین اور آرام دہ ہے۔"

"تمہیں یہاں کون لایا ہے؟" میں نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"تم۔۔۔ تم شاید بھول رہے ہو کہ ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے۔" اس نے انگڑائی لے کر جواب دیا۔ "ہم نے والدین سے چھپ کر شادی کی ہے۔ تم مجھے اچھے لگے تھے اس لیے میں نے انکار نہیں کیا ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا؟"

"اتنے دور کیوں کھڑے ہو۔ میرے قریب کیوں نہیں آتے۔" وہ قدرے لجا کر بولی۔ "آج ہماری سہاگ رات ہے۔"

"اس وقت رات نہیں۔ صبح کے دس بج رہے ہیں۔"

"حیرت ہے ابھی ایک دو گھنٹے پہلے تو رات ہی تھی۔" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔ وہ ابھی تک نشہ آور شے کے زیر اثر نظر آرہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں تمہیں آج پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" اس خیال سے کہ کہیں کسی خفیہ نظام کے تحت ہماری گفتگو نہ ریکارڈ ہو رہی ہو میں نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔

"بہرحال۔ اب میں تمہاری ہوں، صرف تمہاری۔" اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی اور لڑکھڑاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ "مجھ سے نفرت کا اظہار نہ کرنا ورنہ میں برباد ہو جاؤں گی۔"

"تم نے ابھی تک مجھے اپنا نام نہیں بتایا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا نام۔ افشاں ہے۔"

"کہاں رہتی ہو؟"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔" وہ میری جانب محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے بولی۔ "جس دہلیز کو میں تمہاری خاطر ایک بار پار کر چکی اب اس سے میرا کوئی تعلق نہیں اب جہاں تم رکھو گے وہیں میں رہوں گی۔"

"تمہیں یہاں کون لایا تھا؟" میں نے بدستور اس کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے خشک آواز میں دریافت کیا۔ مجھے وقت کا بھی احساس تھا جو آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ مجھے وہاں لانے

والوں نے صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔

"اتنی دور سے نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "میرے قریب آؤ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم اس وقت نشے میں ہو اور تمہارے جسم پر جو لباس ہے۔۔۔"

"سو واٹ۔" اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "جب ہم ایک ہو چکے ہیں تو لباس کے ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

وہ میرے قریب آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے جسم کی حرارت میرے وجود کو گرمانے لگی لیکن میں نے تیزی سے اسے بازو تھام کر پیچھے کیا پھر میرا ایک ہاتھ گھوم گیا۔ وہ تیورا کر فرش پر گری تھی اس کا لباس اور بے ترتیب ہو گیا۔ اس نے حیرت انگیز پھرتی سے اپنا لباس درست کیا پھر مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی کیفیت یکلخت ہی بدل گئی تھی۔ اس کا نشہ اب غائب ہو چکا تھا۔ شاید وہ ابھی تک جو کچھ کر رہی تھی وہ محض اداکاری تھی۔ میں چونکا۔ "کیا میری طرح اسے بھی زندہ رہنے کی خاطر صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی؟ کیا اسے بھی میری طرح اغوا کر کے وہاں لایا گیا تھا؟ کیا اسے بھی وہی وارننگ دی گئی تھی جو مجھے دی گئی تھی؟"

"تم۔۔۔ تم ابھی تک اداکاری کر رہی تھیں۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"ہاں۔" وہ تیزی سے دوبارہ اپنے قدموں پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے پھول جیسے نرم گلابی رخساروں پر میری انگلیوں کا نشان واضح ہو رہا تھا۔ "تمہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر ہر قیمت پر مجھے برباد کرنا ہے۔" اس نے نظریں جھکا کر ہونٹ چباتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے ایسا نہ کیا اور میں تمہیں مجبور نہ کر سکی تو ہم دونوں کو گولی ماردی جائے گی۔ وہ درندے میری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے ہاں انہوں نے یہی کہا تھا۔"

"کون تھے وہ لوگ؟"

"میں نہیں جانتی۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں کالج جانے کی خاطر گھر سے نکلی تھی انہوں نے راستے سے مجھے اغوا کر لیا۔"

"کہاں رہتی ہو؟"

"جہنم میں۔" وہ جھلائی پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ "میں ابھی مرنا نہیں چاہتی پلیز مجھے بچا لو ورنہ وہ لوگ۔۔۔"

"تمہارا لباس کہاں ہے؟"

"باتھ روم میں؟" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"جاؤ۔ پہلے جا کر اپنا لباس تبدیل کر لو پھر کچھ سوچتے ہیں۔"

وہ نظریں جھکائے خاموشی سے باتھ روم میں چلی گئی۔ میں ابھی تک جگت نارائن کی اس چال کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ رہ رہ کر صرف یہی خیال آرہا تھا کہ وہ مجھے بلیک کرنے کی خاطر مواد جمع کرنے کا خواہش مند ہے۔ میں اپنی شرافت اور پاکیزگی کا کوئی دعویٰ نہیں کروں گا اگر مجھے وہ تین جوان وہاں اغوا کر کے نہ لائے ہوتے تو شاید میرے قدم لڑکھڑا جاتے لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ ان کے جال میں کسی قیمت پر نہیں پھنسوں گا خواہ مجھے زندگی سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑیں۔ مجھے جو مہلت دی گئی تھی اس کے پورا ہونے میں اب صرف پچیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔

لڑکی دوبارہ باتھ روم سے برآمد ہوئی تو ہلکے آسمانی رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس تھی۔ وہ ابھی تک سہمی سہمی اور خوفزدہ سی نظر آرہی تھی۔ "کیا تمہارا نام افشاں ہی ہے؟" میں نے آزمانے کی خاطر دریافت کیا تھا۔

"نہیں۔" جواب مختصر تھا۔

"مجھے مکمل کر بتاؤ۔ جو افراد تمہیں یہاں لائے تھے انہوں نے تم سے کیا کہا تھا؟ کیا سلوک کیا تھا؟"

"ان کا صرف ایک ہی حکم تھا کہ میں جس طرح بھی ہو تمہارے ہاتھوں برباد ہو جاؤں۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔ "ان کا برتاؤ مجھ سے شریفانہ ہی رہا تھا لیکن انہوں نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں ناکام رہی تو پھر وہ مجھے گولی مارنے سے پہلے۔۔۔" وہ اس کے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

"پھر۔۔۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے اسے آخری بار آزمانے کی خاطر پوچھا۔ "باہر ہمارے دشمن پوری طرح مسلح موجود ہیں۔ ہم نے ان کے کہنے پر عمل نہ کیا تو وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے سے گریز نہیں کریں گے۔"

"ایک ہی صورت ممکن ہے۔" اس نے میری طرف مایوس انداز میں دیکھا۔ "تم مجھے گلا گھونٹ کر مار ڈالو لیکن ان درندوں کے گندے ہاتھوں سے بچا لو۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ گروپ لیڈر مع اپنے دیگر دو ساتھیوں کے اندر آگیا۔ ان تینوں کے تیور خطرناک نظر آرہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے تمہیں تنہائی میں منہ کالا کرنے کا موقع دے کر حماقت ہی کی تھی۔ اب تمہیں ہم تینوں کی موجودگی میں ہمارے کہنے پر عمل کرنا ہو گا۔"

"تم وعدے کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔" میں نے دبی زبان میں احتجاج کیا۔ "تم نے جو مہلت دی تھی اس کے پورا ہونے میں ابھی اٹھائیس منٹ باقی ہیں۔"

"اب تمہیں کوئی مہلت نہیں دی جا سکتی۔" وہ خطرناک لہجے میں بولا۔ "تم جو اسکیم بنانے کی خاطر گفتگو کر رہے تھے ہم اسے پورا نہیں ہونے دیں گے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"اوہ" میں مسکرا دیا۔ "گویا میرا اندازہ ٹھیک ہی تھا کہ تم باہر بیٹھے کسی خفیہ نظام کے تحت ہماری باتیں سن رہے تھے۔"

"ہاں۔ ہم تمہاری موت کی بھی تیار کرنے کا بندوبست کر چکے تھے لیکن اب جو کچھ ہوگا کھلم کھلا ہوگا۔ تمہیں اب فوری طور پر ہمارے احکامات پر عمل کرنا ہوگا۔"

"میرے بچے" اچانک میرے کانوں میں لیڈی مکلارنس کی آواز گونجی۔ "تم اس وقت ایک کڑی آزمائش سے دوچار ہو۔ وقت کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ امتحان کی یہ گھڑی گزر گئی تو پھر پچھتاوے کے سوا تمہارے پاس اور کچھ نہیں رہے گا۔"

"کیا تم میری مدد نہیں کر سکتیں؟" میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔

"نہیں۔ میں مجبور ہوں لیکن تمہیں اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ تمہاری کالکا رانی نے اپنے ترکش کا آخری تیر چلانے کی خاطر یہ منصوبہ بنایا ہے اگر تم نے اس دلدل سے بچنے کی کوشش نہ کی تو ہمیشہ کے لیے ڈوب جاؤ گے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔ گاڈ بلیس یو مائی چائلڈ (GODBLESS YOU MY CHILD)"

لیڈی مکلارنس اپنا پیغام دے کر رخصت ہو گئی۔ اچانک میرے ذہن میں روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ عثمان غنی کے باپ کے سامنے آجانے کے بعد مجھے امید ہو چلی تھی کہ کمبل پوش بزرگ بھی مجھ پر مہربان ہو گئے ہیں لیکن کالکا اور عثمان غنی کی ملی بھگت ایک بار پھر میرے قدموں کی لغزش سے روحانی قوتوں سے دور رکھنے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔

لیڈی مکلارنس کے اشارے نے میری آنکھیں کھول دیں۔ دلدل سے اس کی مراد یقینی طور پر وہی گمراہی تھی جس نے مجھ سے گناہ سرزد کرائے تھے اور روحانی قوتیں ایک ایک کر کے میرا ساتھ چھوڑ گئی تھیں۔ اب وہ ایک بار پھر وہی مذموم حرکت کر رہی تھیں۔ یقیناً میرے لیے یہ آزمائش کی گھڑی تھی۔ اس امتحان کی کامیابی یا ناکامی ہی اب میرے مقدر کا فیصلہ کر سکتی تھی۔ میں نے ثابت قدم رہنے کا عہد کر لیا۔ گناہ کی دلدل میں پھنس کر میں پہلے ہی سب کچھ کھو چکا تھا لیکن امید کی اس آخری کرن کو نہیں کھونا چاہتا تھا جو مجھے بڑے عرصے بعد اندھیروں سے پھوٹتی نظر آئی تھی۔

"ہوں" گروپ لیڈر نے کرخت لہجہ اختیار کیا۔ "آگے بڑھو اور اسے اپنی حسین بانہوں کے حصار میں لے لو۔ انکار کی صورت میں ہم تمہارے جسم پر نظر آنے والے شرافت کے اس لباس کی دھجیاں اڑا دیں گے اور اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہ تم بہتر سمجھ سکتی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تم اپنی کمینگی میں کسی طرح بھی کامیاب نہ ہو سکو گے" میں نے گروپ لیڈر کو مخاطب کیا۔ "تمہارے گرو گھنٹال جگت نارائن نے جو کھیل کھیلنے کی کوشش کی ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔" اس نے پستول کا رخ میرے سینے کی جانب کرتے ہوئے سفاک لہجے میں پوچھا۔

"میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔ تم اپنے دل کی حسرت بھی پوری کر لو۔" میں نے سہمی ہوئی لڑکی کو اپنے عقب میں لیتے ہوئے سینہ تان کر کہا۔

"سوچ لو اچھی طرح۔" دوسرا جوان جلدی سے بولا۔ "ناکامی کی صورت میں وہ ہمیں بڑی اذیتناک موت سے ہمکنار کر دے گا۔ اس نے یہی کہا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن اب ہم ان کو زندہ چھوڑ دینے کا رسک بھی نہیں لے سکتے۔" گروپ لیڈر مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے بولا۔

"جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے مان لو شہباز خان۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "اسی میں تمہاری مکتی ہے۔ ایک نظر بھر کر غور سے اس سندری کو دیکھو۔ اس کے انگ انگ میں جوالا مکھی ہے۔ تم اس کے شریر کو روند ڈالو۔ میں تمہیں جگت نارائن کا کھوج بتا دوں گی یہ میرا وچن ہے۔"

"میں تمہاری بات پر غور کر سکتا ہوں کالکا رانی لیکن اب تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "جگت نارائن کا کٹا ہوا سر لا کر میرے قدموں میں ڈال دو۔"

"سوچ لو مورکھ۔ یہ سے بھی بیت گیا تو پھر تم دونوں کی لاشوں کے ٹکڑوں کو سمندر کی مچھلیاں بھی سویکار نہیں کریں گی۔"

"سامنے آکر بات کرو کالکا دیوی۔" میں نے سرد لہجہ اختیار کیا۔ "تم کسی سندر روپ میں آجاؤ۔ شاید تمہارے کومل شریر کو دیکھ کر میرے قدم ڈگمگا جائیں۔"

"میں صرف پانچ تک گنوں گا اس کے بعد تمہارا جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔" گروپ لیڈر نے میری خاموشی کو میری کمزوری سمجھ کر بگڑتے ہوئے تیور سے للکارا۔

"اس کی بھی زحمت کیوں کرو۔ میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اپنے نشانے کو آزما کر دیکھ لو۔ میں میدان چھوڑ کر نہیں بھاگوں گا۔"

جواب میں اس نے فائر کر دیا لیکن اس کا نشانہ خطا ہو گیا۔ میں تنہا ہوتا تو اس وقت زندگی اور موت کی جنگ لڑنے کی خاطر ہر قسم کا رسک لینے پر آمادہ ہو جاتا لیکن میں نے لڑکی کی وجہ سے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ گروپ لیڈر نے دوسرا فائر کرنے کی خاطر نشانہ لیا لیکن اس کا پستول ہاتھ سے چھوٹ کر اس طرح نکل کر دور جا گرا جیسے کسی نے اس کے ہاتھ پر بھرپور وار کیا ہو۔ فضا میں ایک ہلکی سی "چٹ" کی آواز ابھری اور گروپ لیڈر کا سیدھا ہاتھ فضا میں جھول کر رہ گیا۔ اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ وہ اچانک بلبلانے لگا۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے جلد بازی میں مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن اچانک ان کی آنکھیں بھی حلقوں سے ابلتی محسوس ہوئیں۔ پستول ان دونوں کی گرفت سے نکل چکا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے کسی نادیدہ قوت سے اپنی گردن چھڑانے کی کشمکش کر رہے تھے لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے۔ ان کے جسم بھی فضا میں معلق ہونے لگے۔ ان کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں پھر ان کے سر ڈھلک گئے دوسرے ہی لمحے وہ "دھم" سے فرش پر گر کر ڈھیر ہو گئے۔

"میرے عزیز۔" عثمان غنی کے مہربان باپ کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔ "جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل جاؤ۔"

"لیکن یہ معصوم لڑکی۔"

"وقت مت ضائع کرو۔ یہاں سے نکل جاؤ' لڑکی کا بندوبست میں کر دوں گا۔"

"مگر۔"

"فی الحال میں تمہیں ایک کڑی آزمائش میں پورا اترنے کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

میں نے جواب میں لڑکی کی سمت دیکھا پھر دوڑتا ہوا ہٹ سے باہر نکل گیا۔ میرا دل مسرت کے احساس سے لبریز ہو رہا تھا۔ دانش ابھی تک بے ہوشی سے دوچار تھا۔ میں نے اسے کھینچ کر برابر والی سیٹ پر منتقل کیا پھر اسٹیئرنگ سنبھالتے ہی تیزی سے واپسی کے راستے پر برق رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگا۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے والد کا کہا ہوا آخری جملہ بار بار ابھر رہا تھا۔

میرے دشمن مجھے غلط راہ پر ڈال کر روحانی قوتوں کے سائے سے دور کر دینا چاہتے تھے وہ ایک بار اپنی مذموم خواہش میں کامیاب بھی ہو گئے تھے [illegible] سے میاں صاحب مجھ سے روٹھ گئے میری [illegible] سندری انگوٹھی مجھ سے واپس لے لی گئی۔ وہ مخلوق جو کمبل پوش بزرگ کے اشارے پر میری مدد کرتی تھی اس نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ میں گندگی اور غلاظتوں کے ڈھیر میں لتھڑتا چلا گیا۔ قدرت نے میری رسی دراز کر دی۔ کالکا نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر مجھے اپنے رنگ میں رنگنا چاہا لیکن پھر حسن اتفاق سے شاید کمبل پوش بزرگ کو میری حالت زار پر ترس آگیا۔

میں ندا کو پامال کرنے کی خاطر ندیم کے فارم پہنچ گیا۔ وہ ایک کمسن اور معصوم لڑکی تھی جسے دولت کی ہوس کی خاطر وطن دشمن عناصر کے ساتھ سازباز کرنی پڑی تھی لیکن یہ عین فطرت تھی۔ وہ تو صرف ایک معصوم اور کم عمر لڑکی تھی جبکہ دولت اور کرسی کے لالچ میں تو ہمارے بڑے بڑے گدی نشین رہنما بھی ہوس کے دیوتا کے پجاری بن کر ملک اور ملت کا سودا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ غمزدہ عوام کو اپنی دھواں دھار تقریروں سے "اپنی شرافت اور نیک چلنی کا یقین دلاتے ہیں پھر خود ہی عقب سے ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ملک کی خوشحالی کی آڑ لے کر کروڑوں روپے کی خرد برد کر جاتے ہیں اور اس کی ذمے دار پچھلی حکومتوں کے کھاتے میں ڈال کر بڑی آسانی سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو وطن کا سودا کرنے کی گھناؤنی کوششوں سے بھی باز نہیں آتے لیکن ان کو کسی بات کی ذرہ برابر پروا نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ ایک حمام میں تمام ننگے والی مثال ان پر صادق آتی ہے۔ ان کے درمیان اگر ایک دو دیانت دار اور محب وطن سیاسی لیڈر ہوتے بھی ہیں تو یہ ان کی کردار کشی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ بھائی بن کر بھائی کا گلا کاٹتے ہیں۔ اپنی تجوریوں کا منہ بھرنے کی خاطر یہ وطن کی جڑوں کو اندر ہی اندر کھوکھلا کرنے میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ اپنی کرسی بچانے کی خاطر دوسروں کے اشاروں پر ناچتے ہیں مگر کاغذ کی ناؤ بھنور میں اگر پھنس جاتی ہے تو پھر قدرت انہیں حرف غلط کی طرح مٹا دیتی ہے لیکن شیطانی چکر چلتا رہتا ہے "یہی دنیا کا دستور ہے۔"

میری کیفیت بھی کچھ اس سے مختلف نہیں [illegible] تو تھیں مجھے بھٹکا کر اس مقام تک لے [illegible] بزرگوں کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا تھا۔ روحانی قوتوں نے منہ موڑ لیا تھا۔ کالکا جو کل تک مجھ سے خوفزدہ رہتی تھی۔ میرے دل کا حال نہیں جان سکتی تھی۔ اب وہ بھی مجھے قدموں پر جھکانے کی بات کرنے لگی تھی لیکن عثمان غنی نے درمیان میں آکر مجھے سہارا دیا تھا۔ ہرچند کہ یہ سہارا بھی مجھے بربادی اور عیاشی کے تباہ کن راستوں پر لے جا رہا تھا لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی مثال صادق آ رہی تھی۔ کالکا کا زور کم کرنے اور اس کے طاغوتی ہتھکنڈوں سے چھٹکارا پانے کی خاطر میں نے عثمان غنی کا ہاتھ تھام لیا تھا لیکن قدرت کی نظریں بدستور میری گمراہیوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔

اگر میں نے ندا کی معصومیت کو روند ڈالا ہوتا' اس کی معصومیت کو اپنی گندگیوں میں ملوث کر لے جاتا تو شاید پھر نجات کا کوئی راستہ نہ ملتا۔ اس سے پیشتر بھی میری فہرست پر عثمان غنی کے ملنے کے بعد سے کئی نام آچکے تھے لیکن ندا نے جانے کیا بات تھی کہ میں اس کی معصومیت کو داغدار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی پاکیزگی پر بس اچانک ہی میرے دل میں رحم کے جذبوں نے طوفان بن کر سر ابھارا تھا پھر وہ اشارے اور کنائے میری

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

نگاہوں میں کسی طوفان کی مانند دو دھبے مٹتے چلے گئے جن کی نشانی وقفے وقفے سے حسنہ اور پھر لیڈی مکلارنس نے کی تھی۔ خود کاکا نے بھی کسی آنے والے طوفان کی بات کی تھی لیکن کوئی وجہ نہیں بتائی تھی البتہ اس کا ذہنی سکون مجھے کسی دیے کی لو کی طرح ٹمٹماتا نظر آ رہا تھا۔

عثمان غنی بھی یقیناً حالات سے آگاہ تھا جس نے مجھے ندا کے سلسلے میں جلد بازی کی خاطر اکسانے کی کوشش کی تھی لیکن تقدیر میرے اوپر مہربان تھی۔ میں نے ندا کے سلسلے میں مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس کلی کو پھول بنانے کا گناہ اپنے سر مول نہ لوں گا۔ میری زندگی کا یہی فیصلہ تھا جو موڑ بن کر میرے سامنے آ گیا۔ قدرت کے نوازنے کے ڈھنگ بھی نرالے ہوتے ہیں۔ ندا میرے لیے امتحان تھی۔ ایک آزمائش کڑی تھی میں اس امتحان میں ثابت قدم رہا۔ میں نے اپنی موت کو داؤ پر لگا دیا تھا جس کا انعام مجھے زندگی کی صورت میں عطا ہوا۔ عثمان غنی کا باپ میری مدد کو آ پہنچا۔ اس کی آمد اس بات کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی تھی کہ کمبل پوش بزرگ کے سخت رویے میں بھی میری طرف لچک پیدا ہوئی۔

نیلام ہاٹ جانے کا وقت آیا تو عثمان غنی اور کاکا کی شیطانی قوتوں نے مل کر مجھے دوبارہ اندھیرے غار میں دھکا دینے کی کوشش کی۔ ساحل سمندر کے پرسکون ماحول میں واقع وہ پرآسائش ہٹ اور ہٹ میں ایک کم عمر حسینہ جو زندگی سے پوری طرح سرشار تھی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید وہ بھی بھٹک جاتا۔ جگت نارائن نے جو اسکیم بنائی تھی اس میں اگر وہ خوبصورتی سے رنگ بھرتا تو شاید میرے قدم ڈگمگا جاتے لیکن کسی خون کے پیاسے دشمن کا وہ حسین تحفہ مجھے منظور نہیں تھا۔ میں نے اسے گندے ہاتھوں سے بچانے کا عہد کر لیا۔ یہ دوسرا موقع تھا جب رحمانی قوتوں نے میری مدد کی تھی۔ تینوں جوان جو مجھے اغوا کر کے لائے تھے ناقابل یقین صورت حال کا شکار ہو کر دنیا سے کوچ کر گئے تھے۔ میں نے وہاں سے فرار ہوتے وقت ایک سرلاش کی تحویل سے اپنا آٹومیٹک واپس لے لیا تھا مجھے مکمل یقین تھا کہ جب جگت نارائن کو اپنی ناکامی کا علم ہوگا تو ماہی بے آب کی مانند تڑپ اٹھے گا۔

دانش ابھی تک بے ہوش تھا۔ میں نے تقریباً ایک گھنٹے بعد گاڑی کو ویران سڑک پر لگے ہوئے فون بوتھ کے قریب روکا۔ نیچے اتر کر میں بوتھ میں داخل ہوا۔ قرب و جوار میں کوئی دوسرا آدمی دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سراج کے نمبر ڈائل کیے میری خوش قسمتی تھی کہ فون خود اسی نے ریسیو کیا تھا۔ "ساحل سمندر۔ ایسٹ کوسٹ۔ چیک پوسٹ سے تقریباً پندرہ بیس منٹ کے فاصلے پر تمہیں اسٹیل گرے کلر کی ایک ہٹ ملے گی۔" میں نے آواز بنا کر کہا۔

"کون بول رہے ہیں۔۔۔؟"

"ابھی میرا جملہ مکمل نہیں ہوا ڈپٹی۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔ "مطلوبہ ہٹ کے اندر تمہیں تین نوجوانوں کی لاشیں ملیں گی۔ باہر ایک گاڑی ہوگی۔ جلدی عمل کرنے کی کوشش کرو ورنہ چالاک اور عیار دشمن تمام ممکنہ ثبوت مٹانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"لاشیں کن نوجوانوں کی ہیں؟"

"میں نے پوچھا تھا لیکن ان کی روحوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ڈیم پوکر۔" سراج نے مجھ پر ڈیم پوکر کا شبہ ظاہر کرنے کی خاطر دبی زبان میں کہا۔ "شاید میرا بدلا ہوا لب و لہجہ ڈیم پوکر سے ملتا جلتا تھا ورنہ سراج سے بلاوجہ اس سوال کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

"وقت کم ہے ڈپٹی۔ ہٹ تک پہنچنے میں دیر نہ لگاؤ اور ہاں اگر ہو سکے تو جاتے وقت واپس آتی ہوئی ایسی گاڑیوں اور وین کو روک کر ضرور چیک کر لینا جو مشتبہ ہوں۔"

"تم اگر اپنا نام بتا دیتے تو میرے لیے کچھ آسانیاں۔۔۔"

"میں تمہیں پھر فون کروں گا۔" میں نے ریسیور واپس لٹکایا اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔

دانش کی بے ہوشی کی حالت میں مجبوراً میں بلاوجہ سڑکوں کے چکر کاٹتا رہا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد ہی دانش ہوش میں آیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ سر کے اس عقبی حصے کو سہلاتا رہا جہاں پستول کی ضرب لگانے سے گومڑا بن گیا تھا پھر شاید اسے ایک ایک کر کے تمام باتیں یاد آ گئیں۔ وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سر۔۔۔"

"پریشان مت ہو۔ ہم خطرے سے بہت دور نکل آئے ہیں۔" میں نے دانش کو تسلی دی۔

"وہ بہت ہوشیار اور شاطر قسم کے نوجوان تھے۔ میں ان سے آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا لیکن آپ کی وجہ سے خون کے گھونٹ پیتا رہا۔"

"تم میری عدم موجودگی میں بھی اکیلے ان تین مسلح نوجوانوں کا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"کم از کم ان تینوں کے جسم کے چیتھڑے ضرور اڑا سکتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ مجھے خود بھی ان کے ساتھ ہی سفر آخرت اختیار کرنا پڑتا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے گاڑی میں ایک ایسا بٹن لگا رکھا ہے جس کو دباتے ہی گاڑی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔"

"تم نے یہ بات مجھے پہلے نہیں بتائی؟" میں نے قدرے تشویش ناک لہجے میں سوال کیا۔ "ڈرائیو کرتے وقت اگر

غلطی سے میرا ہی ہاتھ اس چور بٹن سے ٹکرا گیا ہوتا تو؟"

"میں نے ہر امکان پر غور کرنے کے بعد ہی وہ سوئچ ایک ایسی جگہ فٹ کیا ہے جہاں تک پہنچنا کسی نئے آدمی کے لیے تقریباً ناممکن ہی ہے۔"

"اس سوئچ کو ہمیشہ آخری وقت پر استعمال کرنا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "گاڑی سے زیادہ مجھے تمہاری جان عزیز ہے۔"

"ان تینوں نوجوانوں کا کیا بنا؟" دانش نے تیزی سے سوال کیا۔

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر سوچ کر بولا۔ "تمہیں یاد ہے کہ ایک بار ہم نے پانڈے جی مرحوم کے ایک پروجیکٹ کو بلاسٹ کیا تھا؟"

"میرے لیے کوئی خاص حکم؟" دانش نے دبی زبان میں کہا۔

"تم مجھے دفتر ڈراپ کر دو۔ اس کے بعد تمہیں میرے لیے ایک اہم کام انجام دینا ہوگا۔" میں نے پرسنجیدگی سے کہا۔ "یہ تم اکیلے سر کرو گے۔ ہو سکتا ہے کہ بعد میں ہم دوسری خطرناک مہم پر ساتھ ساتھ ہوں۔"

"آپ حکم دیں سر۔"

"بھوشن کا مرکزی بینک اور اس کی رہائش گاہ۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "لیکن اس طرح کہ دونوں میں ایک ساتھ آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں اور بہت کچھ جل کر راکھ ہو جائے کیا تمہارے پاس ایسے پلاسٹک بم موجود ہیں جو۔۔۔"

"آپ دفتر چل کر آرام کریں سر۔ میں دو گھنٹے بعد ہی آپ کو خوشخبری سناؤں گا۔"

مجھے دانش کی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا۔ میں اسے پہلے بھی کئی بار آزما چکا تھا۔

دفتر پہنچ کر میں نے سب سے پہلے ندیم کو فون کیا۔ سیاہ رنگ کی شیورلیٹ میں یقیناً اسی کے آدمی میری نگرانی پر معمور ہوں گے میں ان کا انجام معلوم کرنے کی فکر میں بے چین ہو رہا تھا۔

"فرمائیے۔" دوسری جانب سے ندیم کے بجائے اس کے [illegible] نے کال ریسیو کی۔

"ندیم کہاں ہے؟"

"اوہ آپ۔" اس نے میری آواز پہچان کر کہا۔ "کوئی دو گھنٹے پہلے انہیں فون پر کوئی بہت اہم اطلاع ملی تھی جس کے بعد وہ اچانک ہی اٹھ کر چلے گئے تھے اب تک واپسی نہیں ہوئی۔"

"میں دفتر سے بول رہا ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ندیم کے آتے ہی مجھ سے فون پر بات کرانا۔"

"سب ٹھیک تو ہے نا سر۔"

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر آفس میں بچھے قالین پر ٹہلنے لگا۔ میرے ذہن میں گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ بہت سارے سوال اور کئی ایک منصوبے آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ کچھ دیر بعد مجھے ندیم کی کال موصول ہوئی۔ اس کی گفتگو کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔

"تمہارے ساتھ کیا افتاد پیش آئی ہے؟" اس نے میری آواز سنتے ہی پہلا سوال کیا۔

"فی الحال زندہ ہوں۔"

"مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی لیکن تمہیں یہ سن کر شاید افسوس ہوگا کہ آج میرا ایک بازو کٹ کر الگ ہو گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں بری طرح چونک اٹھا۔

"سیاہ رنگ کی ایک شیورلیٹ تمہارا تعاقب کر رہی تھی۔" ندیم بدستور رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمہیں شاید تین جوانوں نے اغوا کیا تھا اور ساحلی علاقے کی سمت لے جا رہے تھے۔ حسب معمول میرا سب سے اہم کارڈ ماسٹر کی اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہارا دور دور رہ کر تعاقب کر رہا تھا لیکن پھر کوئی ایسی پچویشن پیش آئی کہ اس کی شیورلیٹ فضا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی۔۔۔"

"میری گنہگار آنکھوں نے وہ اندوہناک منظر دیکھا تھا لیکن جو لوگ میری حفاظت کر رہے تھے ان کا کیا بنا؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔

"ماسٹر کی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ گاڑی سے چھلانگ لگا کر دور ہونا چاہتا تھا لیکن اس کا پیر کسی چیز سے الجھ گیا اس لیے وہ پس کر ہلاک ہو گیا۔ تین آدمیوں کی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔ میں نے پولیس میں باقاعدہ رپورٹ درج کرا کے تمام قانونی کارروائی مکمل کرا لی ہے۔ موقف یہی اختیار کیا ہے کہ کچھ ڈاکو شیورلیٹ کے افراد کو یرغمال بنانا چاہتے تھے لیکن ناکامی کی صورت میں انہوں نے بم پھینک کر اسے تباہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ یہ بیان شیورلیٹ کے ڈرائیور نے دیا ہے جس کی حالت دوسروں کے مقابلے میں قدرے بہتر ہے۔ تم بتاؤ تمہارے اوپر کیا بیتی؟ میرا خیال ہے کہ ان نوجوان نے تمہیں آسانی سے۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میرے دفتر آ جاؤ۔ یہیں بیٹھ کر آرام سے گفتگو ہوگی۔"

ندیم نے اس سے پندرہ منٹ کے اندر پہنچنے کا وعدہ کیا۔ ماسٹر کی موت پر مجھے بھی دکھ ہوا۔ بلاشبہ وہ ایک 'دور اندیش' 'ذہین' 'قابل اعتماد' اور بلا کا پھرتیلا ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک بھی تھا۔ اس کے بارے میں یہی مشہور تھا کہ وہ اپنے جسم کے ہر حصے پر بے شمار آنکھیں رکھتا تھا۔ خطرے کی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

بو سی درندے کی طرح دور سے بھانپ لیتا تھا لیکن تھا کے تخیل زالے ہوتے ہیں۔ شاید ماسٹری کا وقت بھی پورا ہو چکا تھا۔ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی تو میں نے جھپٹ کر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب سراج تھا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ کو حالات کا علم ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں۔ ابھی کچھ دیر پیشتر میں ندیم ہی سے گفتگو کر رہا تھا۔ جو حادثہ پیش آیا ہے اور جو جانیں تلف ہوئی ہیں انہوں نے ندیم جیسے آہنی عزم ارادے کے مالک کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"مجھے بھی اس کا افسوس ہے۔" سراج نے ایک رسمی سا جملہ کہا۔ "میں مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا۔"

"کیا ندیم سے آپ کی بات ہو چکی ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں میں نے اسپتال جاکر زخمیوں کی عیادت بھی کی ہے لیکن مسٹر ندیم سے وہاں بھی ملاقات نہیں ہو سکی میرا خیال ہے کہ شاید وہ۔۔۔"

"اس نے آنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے دس پندرہ منٹ تک ہو جائے۔" میں نے سوچ صرف سیاہ شیوی تک محدود رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے آتے ہی میں آپ کو فون کرادوں گا۔"

"میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔" سراج نے کہا پھر وہی گفتگو جو میں فون ہی سے رہا تھا دہراتا ہوا بولا۔ "اس بار جو اطلاع ملی وہ درست ثابت نہیں ہوئی البتہ کیر داس سے ملاقات ہوگئی، سلیم شاہ بھی اس کے ہمراہ ہی تھا۔"

"سلیم شاہ اور کیر داس!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مجھے خود بھی حیرت ہوئی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اسمگل کرنے کی وہ ہٹ سلیم شاہ کی ملکیت ہے جہاں کیر داس اکثر فرصت کے کچھ اوقات گزارنے کا عادی ہے۔"

"چیک پوسٹ والوں نے کیا بیان دیا؟"

"یہی بات تو سب سے حیرت انگیز ہے۔" انہوں نے بڑے وثوق سے جس گاڑی میں تین نوجوانوں کی موجودگی کی تصدیق کی ہے اس گاڑی کا نمبر وہی بتایا ہے جو آپ کے استعمال میں رہتی ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔" میں نے سنبھل کر اپنا دفاع کیا۔ "میں نے تو آج ساحل کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔"

"پریشان نہ ہوں۔" سراج نے کہا۔ "ہو سکتا ہے آپ کے دشمنوں نے آپ کو محض ملوث کرنے کی خاطر آپ کے نمبروں والی پلیٹ استعمال کی ہو۔"

"گاڑی میں چیک پوسٹ پر کل کتنے افراد کو دیکھا تھا؟"

میں نے دریافت کیا۔

"وہ صحیح تعداد نہیں بتا سکے لیکن تینوں نوجوان چونکہ چیک پوسٹ کے کھلنے والی سائڈ پر بیٹھے تھے اس لیے وہ بہ آسانی نظر آرہے تھے۔ چیک پوسٹ کے ایک ذمے دار شخص نے اس شبہ کا اظہار بھی کیا ہے کہ گاڑی میں موجود افراد کی تعداد بہرحال چار سے کم نہیں تھی اس لیے کہ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص اور بھی موجود تھا جسے وہ خود پوری طرح نہیں دیکھ سکے۔ یوں بھی سامنے شیشے میں اعزی اسٹیکر لگا ہونے کی صورت میں وہ زیادہ چھان بین نہیں کرتے اوپر سے بھی یہی احکام ہیں کہ اسٹیکر والی گاڑیوں کے صرف نمبر نوٹ کرلے جائیں لیکن انہیں بلاوجہ پریشان نہ کیا جائے۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر سرسری طور پر معلوم کیا۔ "گاڑی کا رنگ کیا بتایا گیا ہے؟"

"ویسا ہی جیسا آپ کی کار کا ہے لیکن اس رنگ کی اور بھی ہزاروں گاڑیاں شہر میں موجود ہیں۔ اصل مقصد تو جعلی نمبر پلیٹ لگا کر پولیس کو دھوکا دینے سے تھا جس میں وہ کامیاب ہو گئے۔"

"جن لاشوں کے بارے میں انفارمیشن ملی تھی اس کا کیا بنا؟"

"میرا خیال ہے ہمیں محض پریشان کیا گیا ہے۔" سراج نے کہا۔ "میں نے ہٹ کے ایک ملازم اور چوکیدار سے بھی کچھ معلومات حاصل کی تھیں لیکن ان دونوں کا ایک ہی بیان تھا کہ سلیم شاہ صبح سے ہی ہٹ میں موجود تھا تاکہ کیر داس کا استقبال کر سکے۔"

"لیکن سلیم شاہ اور کیر داس۔۔۔"

"میں بھی اسی اہم نکتے پر سوچ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی کیر داس سے ملا ہوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ محض کسی سیاسی وجہ سے اس کے ساتھ رہتا ہو۔"

"سلیم شاہ کے کردار کے بارے میں آپ کی کیا رپورٹ ہے؟"

"وہ ادروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ دوسروں کی طرح خود اپنے نچلے عملے کو بھی اذیت پہنچانے سے کبھی گریز نہیں کرتا۔ عیاش آدمی ہے اس کے علاوہ اسے شکاری کتے پالنے کا بھی شوق ہے۔"

"وہ پاؤں والے کیا۔۔۔"

"میرا اشارہ دو پاؤں والوں کی ہی طرف تھا۔ خاصا دل پسند ہے ویسے اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے تو ایک بات کہوں؟" سراج نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ "کسی زمانے میں ماہ رخ صاحب بھی اس کا دم بھرتی تھیں۔"

"آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اسپتال

کی جس وقت میں ماہ رخ سے بات کر رہا تھا اس وقت وہ بھی موجود تھا۔ اس نے مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھتے ہوئے ماہ رخ سے کہا تھا کہ سجان شاہ کے بعد وہ اسے قبول کرے گا۔ ہو سکتا ہے اسی نے مجھے اپنا رقیب سمجھ کر جعلی نمبر پلیٹ کے ذریعے پھنسوانے کی حماقت کی ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" سراج نے کہا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔

میرا ذہن الجھنے لگا۔ مجھے پھانسنے کی خاطر جگت نارائن نے بڑی جامع منصوبہ بندی کی تھی لیکن قدرت نے مجھے بروقت بچالیا تھا۔ بہرحال مجھے کیر داس کا اس ہٹ میں سلیم شاہ کے ساتھ موجود ہونا بری طرح کھٹک رہا تھا۔ تمام پلاننگ یقیناً پہلے سے کی گئی ہوگی۔ جس میں کیر داس کا ذہن بھی ضرور شامل ہوگا۔ مجھے یہ خیال بھی آرہا تھا کہ وہ ہٹ سلیم شاہ اور کیر داس کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی خاطر استعمال ہوتی ہوگی اگر میرا اندازہ درست تھا تو پھر سلیم شاہ کیر داس کی دہری شخصیت سے بھی واقف رہا ہوگا۔

ندیم کے آجانے سے میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس کے استفسار پر میں نے اپنے اغوا سے لے کر واپسی تک تمام روداد سنائی۔ سراج سے ہونے والی باتیں بھی تفصیل سے بتائیں۔ البتہ میں نے عثمان غنی کے والد کا ذکر مناسب نہیں سمجھا۔

"کیا تمہیں وہاں سے نکالنے میں کالکا کا ساتھ شامل ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ تینوں نوجوانوں کی موت حیرت انگیز طور پر واقع ہوئی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید جگت نارائن۔۔۔"

"لڑکی کا کیا بنا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "اس نے یہی کہا تھا کہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں وہ اپنا بندوبست خود کر لے گی۔"

"تم نے غلطی کی۔ وہ لڑکی ہمارے لیے اہم ثابت ہو سکتی تھی۔"

"شاید۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے بڑی صفائی سے اپنے جھوٹ کو نباہتے ہوئے کہا۔ "اس وقت میں اتنا بوکھلا گیا تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔"

"لڑکی نے اپنا نام کیا بتایا تھا؟"

"افشاں! مگر مجھے یقین ہے کہ وہ اس کا اصلی نام نہیں تھا۔"

"ماسٹری اگر حادثے کا شکار نہ ہوتا تو شاید میرے آدمی اصلیت کا کھوج لگا سکتے تھے۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

فون کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی تھی اس لیے میں نے ندیم کی بات کا جواب دینے کے بجائے ریسیور اٹھالیا۔ "شہباز خان اسپیکنگ۔"

"سر۔" دوسری جانب سے دانش کی آواز ابھری۔ "میں نے ہر کام فٹ کر دیا ہے، صرف پندرہ منٹ بعد ہمارا خواب پورا ہو جائے گا۔"

"تم نے گاڑی کون سی استعمال کی تھی؟" میں نے کسی فوری خیال سے پوچھا۔

"آپ کی گاڑی پارکنگ لاٹ ہی میں موجود ہے۔" دانش نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے اسی پارکنگ لاٹ سے ایک دوسری گاڑی اڑائی تھی لیکن کسی کو اس کے بارے میں کان و کان خبر نہیں ہوگی۔"

"اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟"

"دفتر سے تقریباً دو میل کے فاصلے سے۔" دانش نے کہا۔ "فون کرنے کے لیے بھی میں نے ایک بوتھ ہی کا استعمال کیا ہے۔"

"میری بات غور سے سنو۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اس گاڑی پر سے فنگر پرنٹس وغیرہ مٹانے کے بعد وہیں چھوڑ کر پارکنگ لاٹ تک پہنچنے میں جلدبازی کرو۔ اٹ از ارجنٹ۔"

میں نے ریسیور رکھا تو ندیم نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کس کا فون تھا۔"

"دانش کا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر اس مشن کی تفصیل بھی بتادی جس پر دانش کو روانہ کیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے اچھا ہی کیا۔ بہرحال محتاط رہنا۔" ندیم نے خلاف توقع میرے ایکشن کو سراہا پھر شام کو گھر پر تفصیلی باتیں کرنے کا ارادہ کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

اب میرے اندر انتشار کی کیفیت سر ابھار رہی تھی۔ دانش نے مجھے جو اطلاع دی تھی وہ میرے لیے باعث مسرت تھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں سلیم شاہ کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ یہ پہلا اشارہ تھا جو مجھے جگت نارائن تک پہنچا سکتا تھا۔ ٹھیک پچیس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی، میں نے ریسیور اٹھالیا دوسری جانب حسب توقع سراج ہی تھا جو بری طرح بوکھلایا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"مسٹر شہباز۔ آپ کے لیے ایک نئی اطلاع ہے۔ کسی نے بھوشن کے مرکزی بینک اور اس کی رہائش گاہ کو بم سے اڑا دیا ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"نہیں!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں جائے واردات پر روانہ ہو رہا ہوں لیکن معلوم یہی ہوا ہے کہ بم ان دونوں مقامات پر ایک ساتھ ہی باری باری شدید دھماکے سے بلاسٹ ہوئے تھے۔"

"ہو سکتا ہے اس میں نوبلم پوکر کا ہاتھ ہو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھوشن کی موت کے بعد اب وہ اپنا حق آسانی سے نہیں لے سکتا تھا؟ ممکن ہے یہ دھماکے اسی کی تخریبی سوچ کا نتیجہ ہوں۔"

"اور بہت کچھ بھی سوچا جا سکتا ہے۔" سراج نے قدرے معنی خیز انداز میں جواب دیا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔

ہر چند کہ اس دھماکے میں کچھ بے گناہ بھی کام آ گئے ہوں گے، میرا یہ فعل بھی گناہ کے زمرے میں آتا تھا لیکن مجھے وہ خبر سن کر طمانیت کا احساس ہوا تھا۔ کبھی بھوشن نے میرے بارے میں ایسے ہی کچھ پلان مرتب کیے تھے لیکن وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکا تھا۔ میں نے اس خوشی کے موقع پر کالکا کو یاد کیا۔ اس نے میرے سامنے آنے میں دیر نہیں لگائی لیکن اس کے چہرے پر اب مجھے وہ پہلے جیسا کروفر نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کس دوچار میں گم ہو کالکا رانی؟" میں نے بھرپور طنز کیا۔ "ابھی تو اصل کھیل شروع ہوا ہے۔ ابھی سے تم اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"شہباز خان۔ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔" کالکا نے مجھے گیدڑ بھبکی دی۔

"میرے قریب آؤ کالکا، میرے دل میں جھانکو لیکن شاید اب تم ایسا نہ کر سکو۔"

"مجھے کس لیے یاد کیا تھا؟" اس نے مجھے کینہ توز نظروں سے گھورا۔

"اب جگت نارائن کا نمبر بہت قریب آ گیا ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "ہو سکے تو اسے بچانے کی خاطر اپنی شکتی کو ضرور استعمال کرنا۔ تمہیں تو دیوی دیوتاؤں کی آشیرواد حاصل ہے۔ تم مہان ہو۔ ہاں۔ تم نے شاید ان جملوں کو کثرت سے استعمال کیا تھا۔"

"بہت زیادہ اونچی اڑان کی کوشش مت کرو۔ جو چھایا ایک بار پھر تم پر مہان ہو گئی ہے اگر وہ دوبارہ چھٹ گئی تو تمہیں پھر کالکا کے چرنوں میں سر رکھ کر جیون کی بھکشا مانگنی پڑے گی۔"

"پریشان مت ہو میرے من مندر کی مہارانی۔" میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں بھولوں گا نہیں اس لیے کہ میرا اور تمہارا ساتھ تو بہت پرانا ہے۔ میں تم سے ایک آخری بار اور ملوں گا۔ شاید لیڈی مکلارنس کی اس پراسرار اور نایاب لائبریری میں جہاں تمہاری مورتی اب تمہاری آتما کی راہ دیکھ رہی ہوگی۔"

کالکا غصے سے سرخ ہو گئی۔ اس کی نگاہوں سے شعلے بلند ہونے لگے۔ اچانک اس کے ہونٹوں کو جنبش ہونے لگی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر لیے۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے یقیناً کسی خطرناک منتر کا جاپ کر رہی تھی لیکن پھر یکلخت ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کوئی برا خواب دیکھتے دیکھتے چونک اٹھی ہو۔ اس نے مجھ پر سے نظریں ہٹا کر چاروں طرف دیکھا پھر یکلخت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کسی روحانی قوت کی مداخلت پر بوکھلائی تھی۔ میں نے عثمان غنی کے والد کو تو ازدی کمبل پوش بزرگ کو یاد کیا لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں آیا شاید ابھی خدا کے اس برگزیدہ بزرگ نے مجھے پوری طرح معاف نہیں کیا تھا۔

میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے قدموں میں اب کوئی لغزش نہیں آنے دوں گا۔ بہرحال مجھے ایک دو ضروری کام نمٹانے تھے۔ جگت نارائن سے اب میرے داؤ پیچ آخری مراحل میں داخل ہو چکے تھے۔ میں اس راؤنڈ میں کسی سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے جانی دشمنوں کو اتنی مہلت نہیں فراہم کرنا چاہتا تھا کہ از سر نو خود کو منظم کر سکیں۔

اس روز میں نے شام کو روز مرہ کے معمول کے مطابق اسٹاف کو چھٹی دی۔ صرف میرے دونوں گارڈز موجود تھے۔ میں نے عارفہ کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ شاید میری واپسی میں رات ہو جائے۔ آٹھ بجے تک میں اپنے دفتر میں رہا پھر میں نے دانش کو اوپر بلایا اور اپنے چہرے میں تھوڑی بہت تبدیلی کر کے پچھلے راستے سے نیچے آ گیا۔

"سر۔" دانش نے سیڑھیاں طے کرتے ہوئے دبی زبان میں پوچھا۔ "کہاں کا پروگرام ہے؟"

"سلیم شاہ۔" میں نے مختصراً کہا۔ "میرے خیال میں وہ جگت نارائن کی حقیقت سے واقف ہے اس لیے جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا۔"

نیچے پہنچ کر میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا عمارت سے باہر نکل گیا۔ پانچ منٹ بعد دانش گاڑی لے کر سڑک پر آ گیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کچھ توقف کے بعد دانش سے پوچھا۔ "کیا ماسٹر جی کے بعد ندیم نے میری حفاظت کی خاطر —"

"راجو کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے سر۔ وہ بھی ماسٹر جی ہی کا چیلا ہے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح انہیں ڈاج دے کر اس طرح نکل چلو کہ انہیں ہمارا سراغ نہ مل سکے۔"

دانش نے اثبات میں سر کو جنبش سی دی پھر مین روڈ پر

جاتے جاتے اس نے گاڑی کو اچانک ہی ایک تنگ سڑک پر موڑ لیا جو شیطان کی آنت کی طرح پیچ در پیچ دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ قدم قدم پر راستے گھومتے نظر آ رہے تھے۔ یہ تھوک بازار تھا اگر شام کا وقت ہوتا تو شاید اس تنگ سڑک پر پیدل چلنا بھی آسان نہ ہوتا لیکن مارکیٹ چونکہ ساڑھے سات بجے بند ہو جاتی تھی اس لیے اس وقت ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ دانش ان راستوں سے یقیناً پوری پوری واقفیت رکھتا تھا۔ بار بار وہ گاڑی کو کبھی دائیں اور کبھی بائیں موڑ رہا تھا۔ پیچھے کسی دوسری گاڑی کا وجود نظر نہیں آ رہا تھا پھر بیس منٹ بعد ہم دوبارہ اپنے دفتر کے قریب کھلی سڑک پر آ گئے گویا اب راجو کا ہم لوگوں کو تلاش کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سلیم شاہ کی رہائش گاہ تک پہنچنے کے لیے بھی دانش نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ دانش نے پارکنگ لاٹ ہی میں تبدیل کر دی تھی۔

"ہم جو معرکہ سر کرنے جا رہے ہیں اس میں موت کا خطرہ زیادہ ہے۔"

"میرا نام دانش ہے سر۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔ "موت بھی میری روح قبض کرنے کے بعد ہی آپ تک پہنچے گی۔"

بیس پچیس منٹ بعد ہی ہم سلیم شاہ کے ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ اس کی رہائش گاہ پر مسلح گارڈز کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی لیکن میں نے ایک بند لفافہ محافظ ہی کے ذریعہ اندر بھیجا تھا جس کے بعد مجھے بڑی آؤ بھگت کے ساتھ ڈرائنگ روم تک پہنچایا گیا۔ لفافے کے اندر جگت نارائن کا وہی سکہ موجود تھا جو میں نے ایک دشمن کی لاش سے حاصل کیا تھا۔

ڈرائنگ روم میں ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سلیم شاہ نے ملاقات کرنے میں خاصی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچتے ہی اس نے اپنے آدمیوں کو گیٹ تک محدود رہنے کا حکم جاری کیا تھا۔

"فرمائیے؟" اس نے ہم دونوں کو باری باری دیکھا۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مہاراج نے آپ کو فوری طور پر یاد کیا ہے۔" میں نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "انہوں نے فون نہیں کیا اس لیے کہ شبہ کی بنا پر اب حکومت ان کے رہائشی اور کاروباری فون نمبروں پر آنے جانے والی کالوں کو ٹیپ کرا رہی ہے۔ مہاراج کو پورا وشواس ہے کہ اس سازش میں بھی اس ڈی آئی جی کا ہاتھ ہوگا جو شہباز خان کا دوست بھی ہے۔"

"شہباز خان اور وہ معقول ڈپٹی۔" سلیم شاہ نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ "ایشور اس جی نے روک رکھا ہے ورنہ اب تک میرے آدمی ان دونوں کا صفایا کر چکے ہوتے اور کسی کو کانوں کان بھنک بھی نہ ملتی۔"

"ڈی آئی جی زیادہ خطرناک آدمی ہے۔" مجھے بروقت سوجھ گئی۔ "بہت ممکن ہے کہ آپ کو اور مہاراج کو ایک ساتھ دیکھنے کے بعد سے ہی مہاراج کی کالیں ٹیپ کرائی جا رہی ہیں۔"

"آپ لوگ چلیے۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "مہاراج سے کہیں کہ میں آ رہا ہوں۔"

ہمارے پاس واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ سلیم شاہ کو اس وقت مار لینا بہت آسان تھا لیکن اس کی محل نما کوٹھی سے زندہ بچ نکلنا اتنا ہی دشوار تھا چنانچہ ہم نے ہاتھ باندھ کر اجازت چاہی اور عمارت سے باہر آ گئے۔

"اب کیا ہوگا؟" میں نے کہا۔ "اگر سلیم شاہ نے کسی ذریعے سے کیروداس سے ہمارے بارے میں تصدیق کر لی تو —؟"

"اس کے فرشتے بھی ہمارا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔" دانش نے کہا پھر تقریباً ایک فرلانگ دور آنے کے بعد اس نے گاڑی اس طرح ایک جانب موڑ کر دیوار سے لگا کر پارک کر دی کہ وہ کسی کی نظر میں نہیں آ سکتی تھی۔ اس کے بعد میں گاڑی سے نیچے اترنے لگا تو اس نے تیزی سے پوچھا۔

"سر۔ یہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"تم بھی آ جاؤ لیکن کیل کانٹے سے لیس ہو کر۔" میں نے مدھم آواز میں کہا پھر سڑک پر جا کر فٹ پاتھ پر پہنچ کر رک گیا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں سر۔ اس میں تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔"

"اور خطرے کا دوسرا نام ہے موت۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "کیا تم بھول رہے ہو کہ مہاراج نے ہمیں کیا حکم دیا تھا۔ یا تو ہم سب ساتھ اپنی گاڑی میں وہاں پہنچیں یا پھر سلیم شاہ کی شاندار کار ہمارا بوجھ برداشت کرے۔"

"اوہ یو آر گریٹ سر۔" دانش نے کہا۔ "یہ زیادہ مناسب طریقہ ہوگا۔"

پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ داہنے جانب سے آنے والی سلیم شاہ کی کار ہمارے قریب پہنچ کر رک گئی۔

"تم لوگ؟" اس نے ہمیں گھورا۔ "یہاں کیوں کھڑے ہو اور تمہاری کار؟"

"مہاراج کا حکم تھا کہ ہم کسی ایک ہی گاڑی میں سفر کریں۔" میں نے نہایت ادب سے جواب دیا۔ "ویسے آپ چاہیں تو ہمیں چھوڑ کر بھی جا سکتے ہیں۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ملاقات تو آپ کو مہاراج ہی سے کرنی ہے۔"

"اندر آ جاؤ۔" سلیم شاہ میرے جواب سے مطمئن ہو گیا تھا۔ "دانش نے ڈرائیور کے برابر جگہ سنبھال لی اور میں سلیم شاہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

مجھے حیرت تھی کہ سلیم شاہ کے ساتھ اس وقت کوئی گارڈ

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

نہیں تھا پھر اس کی وجہ بھی میری سمجھ میں آ گئی وہ کیبر داس اور اپنے بارے میں شاید زیادہ تشہیر نہیں چاہتا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مہاراج کو اس روز لڑکی اور شہباز خان والے معاملے پر سخت غصہ ہے۔ مرنے والے تینوں نوجوان مہاراج کے خاص سیوک شمار کیے جاتے تھے۔"

"تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔" سلیم شاہ چونکا۔

"دراصل ہم دونوں بھی مہاراج کے نمک حلال سیوک ہیں۔ اس کے علاوہ گرو دیو اس لڑکی کے گم ہو جانے پر بھی بہت لال پیلے ہو رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" سلیم شاہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا وہ لڑکی ابھی تک وہاں نہیں پہنچی؟"

"پہنچ گئی ہوتی تو مہاراج کو اس کے نام پر ایک سکہ نکال کر الگ نہ رکھنا پڑتا۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ میں نے شروع ہی سے اپنا لب و لہجہ بدل رکھا تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟" سلیم شاہ سکے کے نام پر کسمسا کر رہ گیا۔

"تم نے اچھا کیا سلیم شاہ کے کیبر داس اور جگت نارائن کے فرق کو جلدی واضح کر دیا۔" میں نے انتہائی پھرتی سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ سلیم شاہ کی کھوپڑی کی جانب کر کے سرد لہجے میں کہا۔ "اب یہ بھی بتا دو کہ کیا تم بھی جگت نارائن کے جرائم میں برابر کے شریک ہو؟"

"سر۔" دانش کی آواز ابھری۔ "میں نے ڈرائیور کو کنٹرول کر لیا ہے۔ یہ کوئی حماقت نہیں کرے گا۔" اس نے بھی حیرت انگیز طور پر اپنی آواز بدل لی تھی۔

"غلط خیال ہے تمہارا۔" سلیم شاہ نے الٹی ہوئی بساط کے رخ کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں جگت نارائن کے ساتھ صرف لڑکیوں کے معاملے میں۔"

"پھر سوچ لو سلیم شاہ۔" میرا لہجہ اور سفاک ہو گیا۔ "ہو سکتا ہے تمہیں کچھ اور بھی یاد آ جائے۔"

"تم جو چاہے سمجھ لو۔" وہ تلملا کر بولا۔ "اگر میں چاہتا تو جگت نارائن کے سلسلے میں بھی زبان نہ کھولتا اور تم جو کوئی بھی ہو تمام زندگی میری زبان نہیں کھلوا سکتے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ تمہارا تعلق بھی سراج کے محکمے سے ہے لیکن یہ غلط فہمی دل سے نکال دو کہ تمہارا ڈپٹی یا پولیس کا محکمہ میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت کرے گا۔"

"بعض خیالات محض خواب بن کر رہ جاتے ہیں۔" میں نے اس پر گہرا طنز کیا۔

"ڈرائیور گاڑی روک دو۔" سلیم شاہ نے کرخت لہجے میں کہا اور اس کے حکم کے مطابق ڈرائیور نے اپنی [illegible] پروا نہ کرتے ہوئے گاڑی روک دی۔ میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا چنانچہ میرا پستول کا دستہ برق رفتاری سے سلیم شاہ کی کنپٹی پر پڑا اور اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔ وہ خاصی دیر کے لیے بے ہوش ہو چکا تھا۔ دانش نے بھی جلدی میں میرے ایکشن کا ری ایکشن دکھایا۔ اب وہ دونوں بے ہوش ہو چکے تھے۔

"اب کیا حکم ہے؟" دانش نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔" میں نے جواب دیا پھر تیزی سے نیچے اتر گیا۔ دانش نے بھی میری پیروی کی تھی لیکن گاڑی سے نکلنے سے پیشتر میں نے منی ٹیپ ریکارڈ پر ٹیپ شدہ وہ کیسٹ جس میں ہماری گفتگو ریکارڈ ہو چکی تھی رومال سے پکڑ کر نکالا اور سلیم شاہ کی جیب میں ڈال دیا۔

"تم گاڑی کے پاس پہنچو۔" میں نے دانش سے کہا۔ "اگر اس کے آدمی یا کوئی اور پارٹی گاڑی کو یہاں سے ہٹانے کی کوشش کرے تو تم ان دونوں کو گاڑی سمیت اڑا سکتے ہو۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"میری فکر مت کرو۔ میں جلدی تمہارے پاس واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ میرا انتظار کرنا۔" میں دانش کو ضروری ہدایت دینے کے بعد تیزی سے پلٹ کر دوسرے مین روڈ پر گھوم گیا پھر کوئی دس منٹ بعد ہی میں ایک ٹیلی فون بوتھ سے سراج سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے ولیم پوکر کے لہجے میں سراج سے کہا تھا۔

"تمہارے لیے ایک اہم اطلاع ہے ڈپٹی۔ سلیم شاہ اور جگت نارائن ایک دوسرے سے بخوبی واقف ہیں جس کی تصدیق تم ساحلی علاقے میں اسٹیل گرے کلر کی ہٹ میں بھی کر چکے ہو۔ اس وقت میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سلیم شاہ اور اس کا ڈرائیور بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھر سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر کار میں پڑے ہیں۔ سلیم شاہ کی جیب سے تمہیں ایک ٹیپ شدہ آڈیو کیسٹ بھی ملے گا جس میں ہماری گفتگو موجود ہے۔ گفتگو میں سلیم شاہ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس کے اور جگت نارائن کے درمیان صرف عیاشی کا تعلق ہے۔ تم اس کیسٹ سے فائدہ اٹھا سکتے ہو لیکن جلدی کرو۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ گاڑی وہاں سے ہٹا دی جائے۔"

"تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟" سراج نے سوال کیا۔

"بھوشن اور جگت نارائن ملے ہوئے تھے۔ شاید جگت نارائن ہی نے مجھے جائیداد سے محروم کرنے کی خاطر بھوشن کے مرکزی بینک اور رہائش گاہ کو بم بلاسٹ کے ذریعے اڑا دیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے اس کے آدمی دھماکا کرنے سے پہلے قیمتی اشیا اور نقدی پہلے ہی نکال چکے ہوں۔"

"تم اگر سلطانی گواہ بن جاؤ تو میں تمہیں قانون سے رعایت دلوانے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"سوری ڈپٹی۔ میں اب تمہارے وطن میں ایک دو دن سے زیادہ قیام نہیں کروں گا۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ جانے سے پہلے میں جگت نارائن یا کیبر داس سے بھی اس کی کمینگی کا حساب چکتا کر جاؤں۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا پھر بوتھ سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی گاڑی تک پہنچا جہاں دانش بڑی بے صبری سے میرا منتظر تھا۔ سلیم شاہ کی گاڑی ہماری نگاہوں سے دور نہیں تھی پھر میں وہاں اس وقت تک رکا رہا جب تک سراج اور اس کی ٹیم نے پہنچ کر مطلوبہ کار کے اطراف گھیرا نہیں ڈال دیا تھا۔

حسب توقع اسی رات مجھے سراج کا فون ملا۔ بڑے الجھے ہوئے انداز میں سلیم شاہ کے سلسلے میں وہ مجھے تمام حالات تفصیل سے سناتا رہا پھر جب اس نے اپنا سلسلہ ختم کیا تو میں نے قدرے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر سراج۔ آپ ایک ذمے دار، محنتی اور دیانت دار افسر ہیں۔ اکثر و بیشتر حکومت نے آپ کو کارہائے نمایاں انجام دینے پر انعام و اکرام سے نوازا ہے۔ محکمہ جاتی طور پر بھی آپ کئی پولیس میڈل حاصل کر چکے ہیں پھر ہمیشہ مجھ سے ہی ہر کیس کیوں ڈسکس کرتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ شہر میں ہونے والی ہر چھوٹی بڑی واردات میں آپ کو میرا ہی ہاتھ نظر آتا ہو۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "میں اس وقت بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ سلیم شاہ حراست میں ہونے کے باوجود کسی زخمی درندے کی طرح چیخ چلا رہا ہے۔ پولیس کے اعلیٰ افسروں کو بھی مغلظات بک رہا ہے۔ اس کے آدمی سیکڑوں کی تعداد میں باہر دھرنا جمائے بیٹھے پولیس کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔ لا اینڈ آرڈر کی پوزیشن بڑی نازک ہو گئی ہے۔"

"سلیم شاہ کا مطالبہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے صرف ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ اسے کسی سازش کے تحت دھوکے سے پھنسایا گیا ہے اس لیے غیر مشروط طور پر فوری رہا کیا جائے۔"

"اور وہ ٹیپ جو آپ کے بیان کے مطابق اس کی جیب سے برآمد ہوئی ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔ "اس کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے؟"

"اس نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ بھی وزن رکھتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"سلیم شاہ کا کہنا ہے کہ دو نقاب پوشوں نے اسے راستے میں گن پوائنٹ پر روکا تھا اسے وہ گفتگو ان کے حکم کے بموجب اور اپنی جان کے خطرے کی وجہ سے کرنی پڑی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ خطرہ ٹل جانے کے بعد وہ ازخود پولیس کو حالات سے باخبر کرے گا لیکن نقاب پوشوں نے اسے اور اس کے ڈرائیور کو ریوالور یا پستول کے دستے مار کر بے ہوش کر دیا تھا۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے دل ہی دل میں سلیم شاہ کے خود ساختہ بیان کو سراہتے ہوئے کہا۔ "آپ نے کہا ہے کہ ولیم پوکر نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ سلیم شاہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ آپ ازخود ساحلی علاقے کی ہٹ پر سلیم شاہ اور کیبر داس کو ایک ساتھ دیکھ چکے ہیں جس سے ان دونوں کے درمیان عیاشی کا تعلق بہرحال ثابت ہو جاتا ہے۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "ولیم پوکر کو بھوشن کا مرکزی بینک اور رہائش گاہ بم کے ذریعے اڑا دینے کے بعد یقیناً جگت نارائن کی تلاش ہو گی۔ ممکن ہے کسی طرح اسے بھی ساحلی علاقے پر سلیم شاہ اور اس کی ملاقاتوں کا علم ہو گیا ہو اور اس نے سلیم شاہ کی زبان سے سچ اگلوانے کے بعد اسے ڈرائیور سمیت بے ہوش کر دیا ہو۔"

"آپ کا خیال بھی درست ہو سکتا ہے لیکن وہ ٹیپ مجھے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔" سراج نے الجھتے ہوئے کہا۔ "وہ ٹیپ کیبر داس کو سنوانے کے بعد زیادہ آسانی سے بے نقاب کیا جا سکتا تھا۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" میں نے جواب دینے میں دیر نہیں کی۔ "لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ ذمے داری اس نے پولیس کو سونپنے کی کوشش کی ہو۔"

"لیکن میں فی الحال کیا کروں؟ اوپر سے یہی ہدایت مل رہی ہے کہ سلیم شاہ اور اس کے ڈرائیور کو رہا کر دیا جائے۔" سراج نے یقیناً تلملا کر کہا تھا۔ "صرف زبانی گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ تحریری طور پر کوئی آرڈر نہیں دیا جا رہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری پوزیشن سمجھ رہے ہوں گے؟"

"جی ہاں۔ ویسے ایک صورت ممکن ہو سکتی ہے کہ آپ سلیم شاہ کو دو معزز گواہوں کی موجودگی میں ذاتی مچلکے پر رہا کر دیں۔"

"ایسی صورت میں تو وہ حرام زادہ سب سے پہلے جگت نارائن کو صورت حال سے آگاہ کر دے گا۔"

"آپ یہ بات سوچنے میں حق بجانب ہیں لیکن میری چھٹی حس یہ کہتی ہے کہ اب کیبر داس کی جان کو زیادہ خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اگر

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

چ-س سے پوری کارروائی نہ کی ہو سکتا ہے کہ خود ویم پورے اپنے حصے سے محروم ہو جانے کے بعد جگت نارائن یا کیرداس کو بھی زندگی سے محروم کر دے۔"

"بالکل یہی نکتہ میرے ذہن میں بھی کلبلا رہا ہے۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "اسی غرض سے میں سلیم شاہ کو ذاتی مچلکے پر بھی رہا کرنے سے ہچکچا رہا ہوں۔"

"کیا آپ نے آئی جی یا ڈی آئی جی سے بات کی تھی؟"

"جی ہاں لیکن انہوں نے بڑی خوبصورتی سے یہ معاملہ میری صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا آپ سلیم شاہ کا بیان کسی مجسٹریٹ کی موجودگی میں ....."

"میں اس کی کوشش بھی کر چکا ہوں لیکن باہر لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ نہ کسی کو اندر آنے دے رہے ہیں نہ باہر نکلنے دیتے ہیں۔ مجھے تو اس بات پر بھی حیرت ہے کہ سلیم شاہ کے ان کمبخت مریدوں کو اس کے حراست میں لیے جانے کا علم کس طرح ہو گیا۔"

"ممکن ہے آپ کے سامنے کیرداس سے اپنے تعلقات کے بے نقاب ہو جانے کے بعد خود سلیم شاہ نے یہ سارا ڈراما رچایا ہو۔"

"سب کچھ سوچا جا سکتا ہے لیکن اس وقت مجھے کوئی ایک فیصلہ فوری طور پر کرنا ہے۔ تصادم یا ذاتی مچلکہ۔ اسی کی خاطر میں نے آپ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا ہے۔"

"صورت حال اگر زیادہ نازک ہو گئی ہے تو پھر ایک ہی طریقہ ممکن ہے۔" میں نے توقف سے جواب دیا۔ "آپ اسے ذاتی مچلکے پر رہا کر دیں اور اپنے مخصوص اور قابل اعتماد لوگوں کو اس کی نگرانی پر لگا دیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کو وقتی طور پر ہی سہی لیکن کسی متوقع تصادم کی صورت سے نجات مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" سراج نے تھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا پھر گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

سلیم شاہ یقیناً خاصے مضبوط اعصاب کا مالک تھا جو اس نے اپنے بچاؤ کی خاطر ایک ایسا بیان دیا تھا جس کی صحت سے مکمل طور پر رو گردانی بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ خاصی دور تک اثر و رسوخ رکھنے کے علاوہ بذات خود بھی صاحب حیثیت شخص تھا۔ کسی ایسے شخص کو حوالات میں بند رکھنا کسی بھی پولیس افسر کے لیے ممکن نہیں تھا۔ بصورت دیگر اسے اپنی فرض شناسی کی پاداش میں ملازمت سے برطرف بھی کیا جا سکتا تھا۔

دوسری صبح میں ناشتے سے فارغ ہو کر دفتر جانے کے لیے باہر نکلا تو ندیم لان پر میرا منتظر تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ ہی نظر آ رہے تھے۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے بغیر تمہید کے کہا۔

"سلیم شاہ کی موت اب ایک فتنے کو جنم دے سکتی ہے۔"

"سلیم شاہ کی موت!" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ ذاتی مچلکے پر رہا ہو کر وہ لوگوں کے ہجوم کے درمیان سے جیسے تانے گزر رہا تھا کہ اس کے مرید خوشی سے دیوانے ہو کر سڑک پر رقص کر رہے تھے۔ پولیس کے خلاف ہائے ہائے کے نعرے لگا رہے تھے لیکن ان کی خوشیاں زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکیں۔ ہجوم ہی سے ایک شخص نے سامنے آ کر اپنے ریوالور کا پورا چیمبر سلیم شاہ کی چوڑی چھاتی پر خالی کر دیا۔ کسی طبی امداد کی فراہمی سے پہلے ہی اس نے دم توڑ دیا تھا۔"

"اور قاتل؟"

"اپنا کام انجام دینے کے بعد اس نے بھی زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کر لی۔ اس کی جیب سے بھی جگت نارائن کا مخصوص نشان سکے کی صورت میں برآمد ہوا ہے۔"

"گویا اب جگت نارائن نے اپنے راستے کا آخری کانٹا بھی نکال پھینکا ہے۔"

"پروفیسر ابرار کے فارمولے کے سلسلے میں تمہاری کالکا دیوی کے کیا ارادے ہیں؟" ندیم نے رخ بدل کر سوال کیا۔ وہ اس وقت کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"ایک موقع پر اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ پروفیسر جس فارمولے کی تیاری میں مصروف ہے یا تو وہ اسی کے ہاتھ لگے گا یا پھر کسی کے کام کا نہیں رہے گا۔"

"تم نے اس بات سے کیا نتیجہ اخذ کیا؟"

"یہی کہ پروفیسر کے سر پر خطرے کی جو تلوار منڈلا رہی ہے وہ کسی وقت اس کی شہ رگ تک بھی پہنچ سکتی ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "کالکا اس فارمولے کو حاصل کرنے کی خاطر کوئی قدم بھی اٹھا سکتی ہے۔"

"پروفیسر ابرار کی شخصیت ہمارے ملک اور قوم کے لیے ایک قیمتی اور انمول اثاثہ ہے۔ جس کی حفاظت کرنا ہماری ذمے داری ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میں نے اس کی حفاظت کی خاطر خاصے معقول اور موثر انتظام کر دیے ہیں لیکن اس کے باوجود کالکا کی طاغوتی قوت کوئی بھی گل کھلا سکتی ہے۔"

ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد میں دفتر پہنچا تو کالکا وہاں پہلے سے موجود تھی۔

"تم؟" میں اسے دیکھ کر چونکا۔ "میرا خیال تھا کہ پچھلی ملاقات کے بعد تم میری صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گی۔"

"تیر کمان سے اگر نکل جائے تو پھر کوئی طاقت اسے واپس نہیں لا سکتی۔"

"میں نے یہ فلسفہ کسی کتاب میں پڑھا تھا۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا تو کالکا کے تیور بدل گئے۔

"سینے پر بم باندھ کر جب کوئی شخص اپنے کسی دشمن سے ٹکراتا ہے تو وہ اپنے انجام سے بھی بے خبر نہیں ہوتا۔"

"آج تم خاصی دلچسپ باتیں کر رہی ہو۔"

"ہمارے درمیان دوستی کا سمبندھ پھر قائم ہو سکتا ہے۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کے لیے شاید مجھے تمہارے چرنوں میں جھکنا ہوگا۔" میں نے دوبارہ اس کا مذاق اڑایا۔

"منش کے جیون میں اس کی اپنی جان سے زیادہ کوئی چیز بھی سندر نہیں ہوتی۔" اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "جو لوگ جان بوجھ کر جلتی آگ میں چھلانگ لگا دینے کی حماقت کرتے ہیں ان کے پاس پھر سوچنے کا سمے باقی نہیں رہتا۔ جل بھن کر کوئلہ بن جاتے ہیں۔"

"مطلب کی بات کرو کالکا رانی۔" میں مسکرایا۔ "دوستوں کے درمیان معموں میں پیچ دار باتیں کچھ اچھی نہیں لگتیں۔"

جواب میں اس نے مجھے غور سے دیکھا۔ کچھ دیر کسی خیال میں مستغرق رہی پھر سپاٹ لہجے میں بولی۔

"تم پروفیسر اور میرے بیچ سے ہٹ جاؤ۔ میں جگت نارائن کو تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"جگت نارائن۔ یا کیرداس؟" میں نے تیکھے انداز میں دریافت کیا۔

"ایک ہی بات ہے۔" اس نے ٹھوس الفاظ استعمال کیے۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہاری اس پیشکش پر خوشی کا اظہار کروں یا حیرت کا۔" میں نے کالکا کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "جب جگت نارائن ہی جہنم رسید ہو جائے گا تو پھر تم اس فارمولے کا کیا کرو گی؟"

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔ تمہارا نہیں۔"

"اور اگر میں تم سے پروفیسر ابرار اور جگت نارائن کے بدلے والی بات ماننے سے انکار کر دوں تو؟"

"پھر ایسا طوفان آئے گا جسے کوئی نہیں روک سکے گا۔" وہ خطرناک لہجے میں بولی۔ "مجھے اپنا انجام معلوم ہے لیکن اس سے پہلے میں اپنا کام ختم کر کے دیوی دیوتاؤں کا آشیرباد ضرور حاصل کروں گی۔ مجھے کوئی شکتی بھی نہیں روک سکتی۔ تمہاری سفید چھڑی والی پاگل بڑھیا بھی نہیں اور وہ بھی نہیں جو تمہاری سہائتا ....."

کالکا اپنا جملہ پورا نہیں کر سکی۔ وہ اس طرح چونکی تھی جیسے چھت اس کے سر پر گرنے والی ہو۔ اس نے مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا پھر پلک جھپکتے میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ بظاہر کوئی اور موجود نہیں تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کوئی روحانی قوت تھی جو کالکا کو بار بار مجھ سے علیحدہ کر رہی تھی۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

* ——— * ——— *

میں دفتر سے اٹھ کر گھر جانے لگا تو میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال گونج رہا تھا۔ "جگت نارائن کا مکمل خاتمہ۔" کالکا نے پروفیسر کے حوالے سے فارمولے کی جو بات کی تھی اس کی پشت پر یقیناً جگت نارائن ہی کا ہاتھ شامل ہو سکتا تھا اگر کالکا از خود اس فارمولے کو حاصل کرنا ہوتا تو شاید وہ اسے مارگریٹ کے درمیان میں آنے سے پہلے ہی اپنی مہان شکتی کے ذریعے حاصل کر لیتی۔

سلیم شاہ بھوشن کے بینک اور اس کی رہائش کی بات اور تھی۔ سراج بھی اتنا بچہ نہیں تھا اس نے یقیناً مجرم یا مجرموں کو گرفتار کرنے کی خاطر دھرم آشرم کے اطراف سادہ لباس والوں کا جال بچھا رکھا ہوگا لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ خواہ میرے ساتھ کچھ بھی ہو میں دھرم آشرم کو راکھ کا ڈھیر بنا کر ہی دم لوں گا۔ دانش میرے ہمراہ تھا۔ اس نے بھوشن کے مرکزی بینک اور رہائش گاہ کے علاوہ بھی میری جان بچانے کی خاطر کامیاب دھماکے کیے تھے۔ میں اس کی صلاحیتوں کو ایک آخری موقع اور دینا چاہتا تھا۔ ابھی میرے اوپر ماسٹر کی موت کا قرض بھی باقی تھا۔ میں اپنے ذہن میں جگت نارائن کو ختم کرنے کی اسکیم مرتب کر رہا تھا کہ دانش نے اچانک گاڑی سڑک کے کنارے کر کے روک لی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"گاڑی کا ٹائر تبدیل کرنا ہوگا۔" وہ نیچے اترتے ہوئے بولا۔ "شاید پنکچر ہو گیا ہے۔"

میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط ہو گیا اگر میرے دشمن میرے تعاقب میں تھے تو وہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ میں نے سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر اس بٹن کو آن کیا جس کے ساتھ ایک پتلا سا قبر نما خانہ نکل کر باہر آ گیا۔ اس میں وہ خودکار اور خطرناک ترین رائفل موجود تھی جو دشمنوں کے لیے موت کا پیغام اگلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ میں اپنے اطراف اور عقب میں نظر گھما رہا تھا کہ اچانک میرے کان میں عثمان غنی کی آواز گونجی۔

"پریشان مت ہو میرے عزیز۔ جو کچھ ہوا ہے میرے اشارے پر ہوا ہے۔ دانش کو ٹائر تبدیل کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

"لیکن آپ نے ایسا کیوں کیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"دھرم آشرم نہیں صرف جگت نارائن میرے عزیز۔" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا لیکن گرو کے ساتھ اس کے چیلے بھی شیطان ہی کی صف میں شمار کیے جائیں گے۔"

"نہیں۔ جو ہم جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے اور ہم جانتے ہیں کہ جگت نارائن کو اس کے سیوک صرف بھگت کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ وہ [illegible] کیرداس [illegible] ہیں۔ اس کی زندگی کا دوسرا رخ ابھی تک آٹھ دس آدمیوں کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اسلام بھی اجازت نہیں دیتا کہ کسی بھی مذہب کے لوگوں کو اس وقت سے پہلے چھیڑا جائے جب تک وہ اسلام دشمن سرگرمیاں نہ اختیار کر لیں۔ ایسی صورت میں جہاد کا [illegible] ہے مگر موجودہ صورت میں صرف کیرداس کے بت کو ڈھا دینے سے ہی جب مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو بلاوجہ دوسروں کا خون بہانے سے کیا حاصل ہوگا۔"

"لیکن دھرم آشرم کے چاروں طرف پولیس کا پہرہ ہوگا اور دھرم آشرم کے رکھوالے بھی اب کھلی آنکھ سے ہر ایک کا ایکسرے کر رہے ہوں گے۔"

"ہمیں یہ بھی علم ہے میرے عزیز! لیکن سوچو اگر عثمان غنی تمہیں دوسروں کی نظریں بچا کر گناہ کی دلدل تک لے جا سکتا ہے تو کیا میں تمہیں بت شکن بنانے کی سعادت بھی حاصل

نہیں کر سکتا۔" اس کی آواز میں بہت گہرا طنز تھا۔ "اس کام میں تمہیں تنہا میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

میں نے اس نیک دل انسان کے ساتھ بحث نہیں کی اور دانش کو وہیں رکنے کی تاکید کر کے دھرم آشرم کی سمت روانہ ہو گیا جہاں حسب توقع باوردی پولیس والوں کے علاوہ سادہ لباس والے بھی گھیرا تنگ کیے ہوئے تھے۔ میں ان میں سے کئی افراد سے واقف تھا۔ دھرم آشرم کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہونے والوں کو پوری احتیاط سے چھان پھٹک کے بعد ہی اندر جانے کی اجازت دی جا رہی تھی لیکن اس نیک دل انسان نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا اس لیے مجھے اس کمرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی جہاں کیرداس اتفاق سے اس وقت تنہا بیٹھا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ میں اس کی پشت پر پہنچ گیا تو میرا ہاتھ چھوڑ دیا گیا۔ میں نے اپنا پستول نکال لیا۔ کیرداس فون ختم کر کے گاؤ تکیے کے سہارے کمر سیدھی کرنا چاہتا تھا لیکن میری آواز سن کر بڑبڑا گیا۔

"تم" اس نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا پھر خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی یہ سمے میرے آرام کا ہے۔"

"بہت آرام کر چکے کیرداس اب تھوڑی سی تکلیف بھی برداشت کر لو۔" میں پستول تان کر سرد لہجے میں بولا۔ "تمہارے دن پورے ہو چکے ہیں۔"

"پر تو میں نے کیا پاپ کیا ہے۔" وہ [illegible] ڈرے ہوئے لہجے میں۔

"اب بھی تم خود کو جگت نارائن ماننے کو تیار نہیں ہو گے۔" میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "آخری وقت میں تو انسان خدا سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہے۔ کیا تم ابھی تک راکشس کے خول سے باہر نہیں نکلو گے۔"

"اس کھلونے کو ہاتھ سے پھینک دو بالک۔" وہ حقارت سے بولا۔ "یہ میرا دھرم آشرم ہے یہاں کیول میرا حکم چلتا ہے۔"

"وہ سمے اب بیت گیا جگت نارائن۔ اب کوئی شکتی تمہارے اور نرکھ کے راستے میں نہیں آئے گی۔"

جگت نارائن کیرداس نے ہاتھ سے ایک مخصوص عمل [illegible]۔ شاید اس کے خفیہ گارڈ اس وقت بھی کسی جگہ چھپے اس کی حفاظت پر مامور تھے لیکن میں جانتا تھا کہ عثمان غنی کے نیک دل باپ کی موجودگی میں کالا کی مہان شکتی بھی مجھے بے نقاب نہیں کر سکتی تھی چنانچہ میں نے مسکرا کر کہا۔

"اب میری باری ہے مہاراج۔ آج صرف میرا حکم چلے گا۔ تمہارے شکاری کتے آج تمہاری ڈالی ہوئی ہڈی پر نہیں لپک سکیں گے۔" میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "تم نے ندا جیسی معصوم لڑکی کو موت کے گھاٹ اتار کر اچھا نہیں کیا۔"

"کیا چاہتے ہو؟" اس نے کچھ لو اور کچھ دو کا انداز اختیار کیا۔

"تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں گناہ کا مزا کتنا تلخ اور کربناک ہوتا ہے۔" میں نے پہلا فائر کیا۔ کیرداس کا داہنا شانہ جھول گیا۔ اس کے ساتھ ہی خون۔ چھلچھلا کر اس کے اجلے کپڑے کو سرخ کرنے لگا۔

"مجھے مت مارو۔ بھگوان کے لیے مجھ پر دیا کرو۔ میں مانتا ہوں کہ میں ہی جگت نارائن ہوں لیکن تمہیں زبان بند رکھنے کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہوں۔"

"اچھا ہوا جو تم نے اپنے چہرے سے وہ گھناؤنا نقاب اتار پھینکا جس کی آڑ میں اب تک تم نہ جانے کتنے معصوم انسانوں کا خون بہا چکے ہو۔ کتنی سندرناریوں کے شریر اپنے تلے روند چکے ہو۔ تم تو وہ شیطان ہو جو خود اپنے پجنے والوں کے خون کی ہولی کھیلتا رہا۔" میں نے دوسرا فائر کیا جس نے جگت نارائن کے بائیں پاؤں کے گھٹنے کی ہڈیوں کو کرچیوں میں تبدیل کر دیا۔ وہ بلبلاتا ہوا ڈھلک کر نیچے فرش پر اوندھا گرا پھر قلابازی کھاتا ہوا چت ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف لرز رہا تھا۔ میں نے بدستور سفاک لہجے میں کہا تیسرا فائر اس کے دوسرے گھٹنے پر کرنے کے بعد کہا۔ "آج تمہیں کیا محسوس ہو رہا ہے؟ کیا تمہیں کچھ کچھ اندازہ ہو رہا ہے کہ موت کتنی اذیتناک اور بھیانک شے کا نام ہے۔ آج جب پولیس تمہاری لاش گھسیٹنے کو یہاں آئے گی تو اسے تمہارے پاس بھی ایک J.N اور چھپنے والا مخصوص سکہ ملے گا۔ وہ ہو سکتا ہے کہ یہی سمجھیں کہ جگت نارائن نے کیرداس جیسے دلیس بھگت کو بھی مار ڈالا لیکن تمہارا بھگوان دیکھ رہا ہے کہ تم ہی ایک تصویر کے دو رخ ہو۔ میں بھی تمہیں نہیں مار رہا دوسرے رخ سے انتقام لے رہا ہوں۔" میں نے اگلا فائر کیا تو جگت نارائن کی پلکیں جھپکنے لگیں۔ اب اس کے اندر چیخنے چلانے کی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ قیمتی قالین اس کے خون سے سرخ ہو رہا تھا۔

"جلدی کرو میرے عزیز۔" عثمان غنی کے باپ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ہم اب یہاں زیادہ دیر نہیں رک سکتے۔ تمہارے دوست سراج صاحب اپنے ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ کسی لمحے بھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

میں نے باقی گولیاں بھی جگت نارائن کے منحوس وجود میں اتار دیں پھر دوسری بدلی جیسا نرم اور سرد ہاتھ میری کلائی تھام چکا تھا۔ میں سب کی نظروں کے سامنے سے گزر کر باہر آ گیا۔ ٹیکسی پکڑ کر اپنی کار کے قریب پہنچا تو دانش کی کیفیت قابل دید تھی۔ میری محبت کی نشانی پیسے کے ٹکڑوں کی شکل میں اس کی پیشانی پر

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

جھلملا رہی تھی۔

"سر۔" اس نے میرے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد سوال کیا۔ "آپ کہاں چلے گئے تھے؟ آپ کو تنہا نہیں جانا چاہیے تھا اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ میری خاطر تم کسی قربانی سے دریغ نہیں کرو گے لیکن اس وقت مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "کام چونکہ اہم کاروباری نوعیت کا تھا اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ جتنی دیر میں تم پسینہ بدلو میں اس کام کو نمٹا لوں۔"

"سر۔" دانش نے مشکوک لہجے میں کہا۔ "آپ شاید مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں؟"

"اب چھپانے کے لیے کچھ نہیں رہا دانش۔" میں نے اس کو مایوس دیکھ کر کہا۔ "جگت نارائن کا کھاتہ میں نے آج ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے لیکن تم میرے معتبر آدمی ہو اس لیے اپنی زبان بندی رکھنا۔"

"آپ نے۔۔۔ تنہا اس کے آشرم میں جا کر اسے ٹھکانے لگا دیا!" دانش نے حیرت کا اظہار کیا۔

"انسان سچے دل سے کوئی نیک کام کرنے کا عہد کرلے تو پھر اس کے راستے کی تمام دشواریاں خود بخود چھٹتی چلی جاتی ہیں۔" میں نے شفاف لہجے میں دل کی گہرائیوں سے جواب دیا تو لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو کا جھونکا میرے وجود کے گرد ہالہ بن کر چکرانے لگا۔ میں نے مستی میں آنکھیں بند کرلیں۔ ایک عجیب کیف و سرور تھا جو میری رگ رگ میں سرایت کر رہا تھا۔ میرے تصور میں کمبل پوش بزرگ کا نورانی چہرہ پوری آب و تاب سے جلوہ گر تھا۔

پھر چونک کر میں نے دانش کی آواز پر آنکھیں کھولیں تو تمام کیف انگیز مناظر منتشر ہو کر رہ گئے۔ ندیم مجھے باہر ہی ٹہلتا ہوا ملا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں گاڑی سے اتر کر لان پر اس کے قریب گیا تو اس نے ہونٹ چبا کر کہا۔

"وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔" وہ تشویشناک انداز میں بولا۔

"کیا ہوا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"کسی نے حیرت انگیز اور پراسرار طور پر پروفیسر کی لیبارٹری کے اس بلاک کو جلا کر راکھ کر دیا ہے جہاں پروفیسر ابرار اپنے فارمولے پر ریسرچ کرتا تھا۔"

"کاکا۔" میرے ذہن میں اس کے کہے ہوئے الفاظ صدائے بازگشت بن کر گونجنے لگے۔ "پروفیسر ابرار کا کیا بنا؟" میں نے بڑی عجلت میں سوال کیا۔

"سرکاری ایجنسیاں مصروف عمل ہیں لیکن ابھی تک کوئی حتمی بات سامنے نہیں آئی۔ اس بلاک سے کئی ورکرز کے ڈھانچے بھی ملے ہیں جو کوئلے کے بنے لگتے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ کاکا تم سے پہلے حرکت میں آ کر اپنا کام کر گزری۔"

"پروفیسر کی موت ملک اور قوم کے لیے ناقابل تلافی نقصان ثابت ہوگی۔" میں ہاتھ مل کر بولا۔

"جو کچھ ہوا تمہاری غفلت کا نتیجہ ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر تم کسی طرح پروفیسر کو خاموشی سے وہاں سے ہٹا دیتے تو شاید۔"

"میں نے سوچا تھا لیکن شاید قدرت کو یہی منظور تھا۔" میں ہونٹ چبانے لگا۔

"اب افسوس کرنے سے کیا حاصل۔ دعا کرو کہ پروفیسر محفوظ ہو۔"

"ندیم۔" میں نے اس کے لہجے کو محسوس کرتے ہوئے اسے غور سے گھورا۔ "سچ بتاؤ کیا پروفیسر واقعی۔"

"اتنی جلدی گھبرا گئے۔" ندیم مسکرایا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے خاص آدمی پروفیسر کی نگرانی پر مامور ہیں لیکن اس کے باوجود پروفیسر کی لاش دستیاب ہو چکی ہے۔"

"اور تم اس پر مسکرا رہے ہو۔"

"ہاں۔" اس نے کہا۔ "اس لیے کہ میں نے پروفیسر ابرار کو بڑی مشکلوں سے سمجھا بجھا کر اسے کچھ دن پہلے ہی اپنے فارم ہاؤس میں منتقل کر دیا تھا جہاں وہ فی الحال صرف آرام کر رہا ہے۔ پولیس کو جس لاش پر لباس اور چشمے وغیرہ کی بنیاد پر شک ہے وہ پروفیسر کے ڈپلی کیٹ کی لاش ہے۔" ندیم یکلخت دوبارہ سنجیدہ ہو گیا پھر ہاتھ پیشانی تک لے جا کر بولا۔ "میں سلام کرتا ہوں اس محب وطن پر جس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا کر خوشی خوشی پروفیسر کا ڈپلی کیٹ کردار ادا کیا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے قریب رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا لیا کچھ دیر تک وہ غور سے کچھ سنتا رہا پھر بولا۔ "معلوم کرو کہ یہ افراتفری کیوں ہے۔ میں شدت سے انتظار کروں گا۔"

"کس کی کال تھی؟" میں نے پوچھا۔

"دھرم آشرم میں پولیس کی اچھی خاصی نفری جمع ہو رہی ہے۔"

"کوئی خاص وجہ معلوم ہوئی؟"

"نہیں۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں مل رہی ہے۔ فون کرنے والے نے صرف اتنا بتایا کہ پولیس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے افسران وہاں اکٹھا ہو رہے ہیں۔"

پھر کوئی دو بجے رات کو سراج نے فون پر وہی کہانی دہرائی جو میں نے رقم کی تھی۔ ندیم کو حیرت تھی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا پھر اس نے خود ہی ایک نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ جگت نارائن کے کسی اپنے ہی گروی نے اس کا

کام تمام کر دیا ہو۔"

میں نے بھی ہاں میں گردن ہلا دی۔ اسی رات لیڈی مکارنس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔

"میرے بچے میں بڑی شدت سے تمہارا انتظار لندن میں کر رہی ہوں لیکن اس بار تم تنہا نہیں آؤ گے۔ عارفہ بھی تمہارے ساتھ ہوگی۔"

"لیکن۔"

"میں تمہاری مداح ہوں میرے عزیز میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے میری نگاہوں کی پہنچ کے راستے میں آج تک کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہو سکی سوائے اس کے کہ میں تمہارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتی تھی لیکن اس کے علاوہ مجھے تمہاری ہر بات کا علم تھا۔"

"کاکا کا کیا بنا؟" میں نے تیزی سے کہا۔

"اس کا آخری نشانہ پروفیسر کی لیبارٹری تھی لیکن شاید وہ جگت نارائن کے انتقام میں اتنی اندھی ہو گئی تھی کہ پروفیسر کے اصل اور نقل کی تمیز بھی نہیں کر سکی۔ اپنی دوست کو میری جانب سے مبارکباد دینا۔ اس نے پروفیسر کو بچا کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔" لیڈی مکارنس نے ایک بار پھر مجھے جلد از جلد لندن آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔ "عارفہ کو ضرور ساتھ لانا۔ اس کی زندگی کی ذمے داری میں قبول کرتی ہوں۔" دوسری جانب سے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے کئی آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

دوسرے دن میں نے دوانی کو عارفہ کا پاسپورٹ بنانے اور پہلی فلائٹ سے لندن کی دو نشستیں بک کرانے کی ذمے داری سونپ دی۔ ایک ہفتے بعد ہم لندن ایئرپورٹ سے باہر نکلے تو لیڈی مکارنس کے آدمیوں نے ہمارا شاندار استقبال کیا۔ عارفہ ایک طویل عرصے کے بعد گھر کی چار دیواری سے باہر نکلی تھی اس لیے بڑی ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ ہمیں ایئرپورٹ سے سیدھا مکارنس کیسل پہنچا دیا گیا جہاں لیڈی مکارنس نے ہمارا والہانہ استقبال کیا۔ بہت دیر تک وہ عارفہ کو گلے لگائے دعائیں دیتی رہی۔ اس روز ہم نے اس پر تکلف کمرے میں آرام کیا جو خاص طور پر مشرقی انداز میں ہمارے لیے سجایا گیا تھا۔

دوسری صبح لیڈی مکارنس ہم دونوں کو اپنی زنان دوز لائبریری میں لے گئی۔ میں ایک بار پہلے بھی اس کی سیر کر چکا تھا لیکن عارفہ خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ بڑی بڑی الماریوں کے ہر ریک میں خوبصورت شیشے کے بکس میں بند مختلف کھوپڑیاں سوائے خوفزدہ کر رہی تھیں لیکن لیڈی مکارنس نے جب اس کی پسندیدہ شخصیتوں سے اس کی بات زندہ انسانوں کی طرح کرائی تو وہ بھی دلچسپی لینے لگی۔ لیڈی مکارنس نے اپنے ہاتھ میں وہی ریموٹ لے رکھا تھا جس کے بٹن کے ذریعے وہ کھوپڑیوں میں جان ڈالتی تھی پھر جس زبان میں چاہتی ان سے بات کرا سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ عارفہ اس کھیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگی پھر لیڈی مکارنس ایک مخصوص شیشے کے بکس کے سامنے پہنچ کر رک گئی جو اندر سے گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اس کے نیچے کاکا کے نام کی تختی لگی دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"عارفہ۔ میری بچی اب میں تمہاری ملاقات ایک ایسی دیوی سے کراؤں گی جس نے تمہاری زندگی کو بالکل اسی طرح ایک مکان میں قید ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا جس طرح وہ آج خود ہے۔" پھر لیڈی مکارنس نے بکس کو روشن کیا تو کاکا کی وہی مورتی اس میں موجود تھی جسے میں نے شنکر کے کہنے پر روپ نگر کی ایک پہاڑی گھپا کی دلدل سے برآمد کیا تھا۔ میرے علاوہ عارفہ بھی اسے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر جب لیڈی مکارنس نے دوسرا بٹن دبایا تو اس کی پتلیاں اپنے حلقوں میں گردش کرتے ہوئے اچانک عارفہ پر جم کر رہ گئیں۔

"تم؟" کاکا کی آواز گونجی۔ "تم ابھی زندہ ہو۔"

"ہاں۔" عارفہ نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں وہی عارفہ ہوں جس پر تم نے زندگی کی تمام خوشیاں حرام کر دی تھیں لیکن میں جانتی ہوں کہ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ قوت کا مالک ہوتا ہے شاید اسی لیے تم اس وقت قید ہو اور میں آزاد ہوں۔"

"میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔" کاکا نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر میری سمت دیکھا۔ "تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ کاکا سے، جو مہان شکتی کی مالک ہے، پر تم اتنا یاد رکھو یہ جھوٹ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ میں تمہیں سکون سے زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ میرا شراپ تمہیں تباہ کر دے گا۔ تم دونوں کو۔" کاکا کی نگاہوں میں شعلوں کا رقص شروع ہو گیا۔

"رسی جل گئی پر بل ابھی تک نہیں گیا۔" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "اب تو لال پیلی مت ہو کاکا دیوی۔"

کاکا کوئی جواب دینے کے لیے لیڈی مکارنس کی سمت گھومی تھی لیکن اسی لمحے لیڈی مکارنس نے ہاتھ میں دبے ریموٹ کا سرخ اور پیلا بٹن ایک ساتھ دبا دیا۔ شیشے کے بکس کے اندر سرخ اور پیلے رنگ کی بجلیاں سی کوندنے لگیں۔ کاکا کی کربناک چیخیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے جسم میں کرنٹ دوڑنے لگا تھا لیکن اس کے چہرے اور آنکھوں کی خباثت کم نہیں ہوئی تھی۔ کرنٹ دوڑنے کا سلسلہ بند ہوا تو کاکا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ے لیڈی مکارنس سے بڑے ہی کریہہ انداز میں کہا۔

"سفید فام بڑھیا۔ آج کاکا تیرے بس میں ہے لیکن میری آتما زیادہ دنوں پتھر کی مورتی میں قید نہیں رہے گی۔ میں آزاد ہو گئی تو تیرا جینا دوبھر کردوں گی۔ تجھے نالی کے کیڑوں کی طرح اپنے قدموں تلے مسل دوں گی۔"

"چندت بھی دھرکی آتما نے بھی مجھے چیلنج کیا تھا۔" لیڈی مکارنس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "جانتی ہو میں نے اس کا کیا کیا؟ اس کی آتما کو میں نے ہمیشہ کے لیے منجمد کردیا ہے۔ اب خود میں بھی اسے واپس نہیں بلا سکتی۔"

"تم نے پروفیسر ابرار کو مار کر اچھا نہیں کیا کاکا دیوی۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"شہباز خان۔" وہ اپنی غلیظ زبان ہونٹوں پر لپلپاتے ہوئے بولی۔ "میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اگر وہ غار والا میرے ہاتھ نہ لگا تو پھر کسی اور کے ہاتھ بھی نہیں لگے گا۔ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ سب جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

"تمہیں ایک دکھ کی بات اور سناؤں۔" میں نے زہر خند سے جواب دیا۔ "تم نے جس کو جلد بازی میں پروفیسر سمجھ لیا تھا وہ اس کا ڈپلی کیٹ تھا۔ پروفیسر ابرار زندہ ہے۔"

"نہیں۔" کاکا چونکی پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولی۔ "یہ ناممکن ہے۔"

"یہ ممکن ہے بڑھیا ـــــ" لیڈی مکارنس نے پہلی بار نفرت کا اظہار کیا۔ "بالکل اسی طرح ممکن ہے جس طرح تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو اور اس وقت تک رہو گی جب تک یہ دنیا باقی ہے۔"

"تم اور کاکا کو قید رکھو گی۔" کاکا نے بڑی خود اعتمادی سے قہقہہ لگایا۔ "تین چند ماہ اور گزرنے دو۔ اس کے بعد میری آتما ٹھیک اس وقت تمہاری قید سے آزاد ہو جائے گی جب ہولی جلائی جائے گی۔ اس روز تم بے بس ہو گی۔"

"ہو سکتا ہے کہ میں اس سے پہلے تمہیں بھی منجمد کردوں۔" لیڈی مکارنس کچھ سوچ کر بولی۔

"تم۔" کاکا نے عارفہ سے کہا۔ "کچھ مہینے اور رنگ رلیاں منالو اس کے بعد شہباز تمہارے بجائے میرے پہلو میں ہو گا۔ یہ میری پتیا (قسم) ہے جو اوش پوری ہو گی۔"

"میں کیا یہ سمجھوں کہ تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہو۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"جس طرح دن اور رات بدلتے رہتے ہیں اسی طرح منش کی اپنی چھایا بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ آج تم بول رہے ہو کل میں بولوں گی۔"

"آج کیا ہوا؟" میں نے اس کا مذاق اڑایا۔ "کیا آج تمہارے دیوتا تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

"سمے آنے دو پھر بتاؤں گی کہ کاکا کس شکتی کا نام ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

اچانک شیشے کے بکس میں دوبارہ گھپ اندھیرا ہو گیا۔ میں نے لیڈی مکارنس کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"روشنی زیادہ دیر قائم رہے تو ان مردہ کھوپڑیوں کو بھی توانائی ملتی رہتی ہے۔ اسی لیے میں نے لائٹ بند کردی۔"

"کیا کاکا نے ٹھیک کہا ہے کہ وہ تین چاندوں کے بعد آپ کی قید سے آزاد ہو جائے گی۔"

"ابھی میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ اس کے لیے مجھے ایک مخصوص دن اپنے جگ بال سے آنے والے حالات کے بارے میں معلوم کرنا ہو گا لیکن میری ایک پیش گوئی یاد رکھنا۔ اب کاکا کی خباثتیں تم دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ میں تمہارے سروں پر ایک بار پھر وہی سفید بادل کے ٹکڑوں کو منڈلاتا دیکھ رہی ہوں۔ جس کا راز لاکھ جتن کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

لیڈی مکارنس کی وہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔ دوسرے دن جب میں سو کر اٹھا تو بستر پر ہمارے سرہانے ایک کے بجائے دو صندلی انگوٹھیاں موجود تھیں۔ میرے دل کی دھڑکن یکلخت تیز ہو گئی۔ میں نے اوپر کی جانب سر اٹھا کر اس رب کریم کا شکر ادا کیا جس نے پھر مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کردی تھی۔ میں نے ایک انگوٹھی خود پہنی' دوسری عارفہ کو پہنا دی اور تاکید کردی کہ وہ اس انگوٹھی کے بارے میں بھی کسی سے کوئی ذکر نہیں کرے گی۔

عارفہ کچھ جواب دینا چاہتی تھی کہ صندل اور لوبان کی خوشبو کا مسحور کن جھونکا ہمارے گرد چکرانے لگا۔ ہم دونوں ہی اس کی کیفیت میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ یہ ایک کیف و مستی کا عالم تھا جس نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

صندل اور لوبان کی وہ خوشگوار خوشبو ہمیں ایک نئی زندگی گزارنے کی تلقین کررہی تھی۔ اس صراط مستقیم کی روشن راہوں کی نشاندہی کررہی تھی جس پر چل کر انسان کندن بن جاتا ہے۔ جہاں ایمان کی مشعلیں روشن ہوتی ہیں اور کفر کے دیے اس کے سامنے ٹمٹماتے نظر آتے ہیں۔ خوشبو کا معطر جھونکا ہمیں ایک نئی روشن دنیا کی سیر کرا رہا تھا۔ اس دنیا کی سیر جو کبھی فنا نہیں ہوتی۔ وہی ہر انسان کی منزل ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے انسان کو کئی امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ خاردار راہوں پر آبلہ پا چلنا پڑتا ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا ہے۔

(ختم شد)

Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL

Scanned
By
Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com